بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مصنف
بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۱۱

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

١

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

بہانے لاوینگے تمھارے پاس جب پھر کر جاؤگے اُنکی طرف

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم نہ مانینگے تمھاری بات ہمکو بتا چکا ہی اللہ تمھارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمھارے کام اور اُسکا رسول پھر جاؤگے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتاویگا تمکو جو کر رہے تھے

مروی ہی کہ غزوہ تبوک سے تخلف کرنے والے منافقین کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس اللہ تعالے نے انکے حال سے آگاہ فرمایا کہ
يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ تمھاری طرف اعتذار کرینگے جب تم لوٹوگے انکی طرف۔ اعتذار یہان باطل عذر کرنے کے معنی مین ہی
ضمیر الیکم راجع بآنحضرت صلعم و مومنین ہی اور ہوسکتا ہی کہ تشریف کے واسطے فقط آنحضرت صلعم کو بصیغہ جمع یاد فرمایا ہو کیونکہ آگے لفظ
قل سے جواب دینے کا حکم فقط آنحضرت صلعم کو متعین ہی اگرچہ ہوسکتا ہی کہ جمیع مومنین کی طرف سے آنسرور صلعم کو حکم جواب ہو۔ یعتذرون
الیکم۔ مین اشارہ ہی کہ انکا اعتذار بغرض دنیاوی فقط تمھاری ہی طرف ہی نہ حضرت حق تعالے کی طرف۔ اذا رجعتم الیہم۔ فرمایا اور اذا رجعتم
الی المدینہ نہین فرمایا اس لیے کہ اہل مدینہ وغیرون کو سب کو شامل ہی اور مبنی اعتذار کا ملاقات پر ہی نہ مدینہ پہونچنے پر لہذا بطریق
بیان واقع کے اس قید کو ذکر فرمایا والحاصل غیب سے خبر دی کہ جب تم لوگ اے مومنو اس سفر تبوک سے واپس ہو کر ان منافقون
سے جو بغیر عذر و اجازت بیٹھ رہے ہین ملوگے تو تمھاری پاسداری کے لیے تم سے اعتذار یعنے جھوٹے عذر کرینگے
قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا حکم دیا کہ اے محمد صلعم تو کہدے کہ تم اعتذار مت کرو۔ ظاہر یہ ہی کہ صریح اُنسے یہ امر کہدینے کا حکم دیا جس سے
انکا جھوٹ ظاہر ہوا اور فضیحت ہون اور احتمال ہی کہ انکے حال سے اعلام مقصود ہو کیونکہ حدیث کعب رضی اللہ عنہ مین جو انشاء اللہ
تعالے آگے آویگی ظاہر ہی کہ معتذرین کے اعتذار پر آنحضرت صلعم نے چشم پوشی کی تھی پس شاید عموماً ان منافقون و دوسرون سب سے
چشم پوشی فرمائی یا صاف کہکر پھر تعرض نہ کیا ہو وسیاتی۔ بالجملہ پہلے تو اعتذار کا بے فائدہ ہونا تبلایا کہ عذر مت کرو پھر اُسکا سبب فرمایا کہ
لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہم ہرگز تمھاری تصدیق نکرینگے یعنے اعتذار بے فائدہ مت کرو کیونکہ مقصود اعتذار سے یہ کہ ہم سچے سمجھے جاوین
سو ہم تمھاری تصدیق ہرگز نہ کرینگے اسکا سبب یہ ہی کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ہم کو اللہ تعالے نے تمھارے اخبار سے
آگاہ کردیا ہی یعنے اس غزوہ سے پچھڑنے مین جو تمھارے دلون کے بھید شر و فساد کے بدون کسی واقعی عذر کے تھے اُن خبرون سے ہمکو
اللہ تعالے نے آگاہ کردیا پس تمھارا عذر جھوٹ معلوم ہی پس تمھاری تصدیق ہرگز ہم نہ کرینگے۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
وَرَسُوْلُهٗ اور آیندہ دیکھیگا اللہ تعالے تمھارے اعمال کو اور اسکا رسول۔ یعنی اللہ تعالے نے آگاہ کردیا ہی کہ تمھارے دلون پر
نفاق کی مہر ہی تو تم کبھی نیک کام نہ کروگے چنانچہ آیندہ اللہ تعالے تمھارے اعمال کو دیکھیگا اور اسکا رسول۔ قولہ و رسولہ عطف ہی اسم پاک
برتر عزوجل کی طرف اور بیچ مین عملکم فاصل ہی تو اسمین تنبیہ ہی کہ مدار ثواب و عقاب اللہ تعالے کا دیکھنا ہی اور بعض نے کہا کہ یہان
دیکھنا بطریق عموم مجاز ہی کیونکہ اللہ تعالے کا دیکھنا یہ کہ ثواب و قبولیت فرماوے اور رسول اللہ صلعم کا دیکھنا یہی دیکھنا ہی۔ فافہم
باطنی حقیقت دیکھکر

اور بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا کہ دیکھنا آیندہ وقت کی طرف نسبت کرنے سے مراد آنکے افعال کا اظہار علی العموم ہی اور بعض نے
لکھا کہ شاید اسمین آنکو توبہ کی گنجایش دی ہی کہ دیکھو آیندہ تم توبہ کر کے سچے ہو جاتے ہو یا نفاق پر اصرار رکھتے ہو اور احتمال ہی
کہ خبر غیب کی تصدیق وارد یا بر ایمان کے لیے مومنون کو دکھلانا منظور ہو کہ تمھارے نفاق استمراری کے مطابق تم سے اعمال جو دنیا
مین صادر ہونگے وہ مومنین دیکھینگے اسطرح کہ اللہ تعالی کی تقدیر آن مین بروجہ نفاق جاری رہیگی جیسے خبر فرمائی ہی ۔ ثُمَّ تُرَدُّونَ
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اے الی اللہ تعالے ۔ پھر تم موت طبعی سے لوٹا دیے جاؤگے طرف عالم الغیب والشہادۃ کے
یعنی طرف اللہ تعالے کے جو غیب وظاہر سب جانتا ہی پس یہ وہم مت کرنا کہ اللہ تعالے تمھارے اعمال دیکھکر جانیگا بلکہ وہ تمھارے
دلی بھیدون کو بلکہ جہان تک تم نہین جانتے ہو سب کو خوب جانتا ہی ۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پس او تعالے عالم الغیب تم کو تمھارے
اعمال سے خبردار فرماویگا تم کو دلی نفاق وکفر سے مطلع کر کے اُسی کے موافق بدلا دیگا اور معلوم ہی کہ نفاق کا بدلا جہنم کا سب سے
نیچا طبقہ ہی ۔ ف ۔ عرائس مین ان آیات کے رموز حقایق کو دقیق اشارات مین بیان کیا چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالے لیس علی الضعفاء
ولا علی المرضی الخ ۔ حاصل معنی منصوص یہ ہین کہ ضعیفون ومریضون وفقیرون پر تخلف کرنے مین کچھ گناہ نہین ہی ۔ اور بطریق اشارات یہمین
حق تعالے نے اہل مراقبہ وحضور وعشاق ومستغرقین کی ایک قوم کو معذور فرمایا جنھون نے مجاہدہ مین جسم کو گھلا دیا اور ریاضت مین نفس کو
بیمار ڈالا اور دوام ذکر وجولان فکر مین دل کو گلا دیا پس مشاہدہ لقاء مین دنیاے فانیہ سے نکل گئے پس ضعفاء وہ بندے ہین کہ بار محبت
الٰہی تعالے سے ضعیف ہین اور مرضی جو تلخی عشق سے بیمار ہو گئے ہین اور فقراء وہ ہین جو مقام تجرید وتفرید مین دونون جہان سے خارج
ہو گئے ہین پس عبودیت کی راہ سے محض فضل کے ساتھ آنکی طرف سے عتاب کو اُٹھا لیا کیونکہ تیغ محبت سے قتل ہو کر دروازۂ وصال پر
گرے پڑے ہین ضعف آنکا از راہ شوق ہی اور آنکا مرض از راہ محبت ہی اور آنکی فقیری از راہ رضاء ہی یعنے قضاء الٰہی پر کمال خوشی سے
راضی ہین پھر یہ لوگ اللہ تعالے کے دین اور آسکے رسول صلعم کی سنت پر شفقت رکھتے ہین اس راہ سے آنکا وصف زیادہ فرمایا بقولہ اذا
نصحوا للہ ورسولہ ۔ یعنی بندگان حق عزوجل کو اللہ تعالے کی راہ اور آسکے رسول صلعم کی سنت سکھلاتے اور تعلیم معرفت مین سعی و
شفقت کرتے ہین ۔ پھر مکر وقہر سے آنکا خلاص ہونا بیان فرمایا بقولہ تعالے ما علی المحسنین من سبیل ۔ یعنی جلال وجمال کے مشاہدہ والون پر
از راہ عتاب کے حجاب کو راہ نہین ہی کیونکہ حق تعالے نے ازل ہی مین آنکو اپنی رحمت سے پسند کر لیا اور معرفت مین قصور آنکا معاف کر دیا کہ
کیونکہ تمام مخلوق آسکی عظمت وکبریاء کی برداشت سے عاجز ہی لہذا فرمایا واللہ غفور رحیم ۔ یعنی عاجزی ان لوگون کی آسکی معرفت عظمت و
کبریائی مین ثابت اور آنکی تقصیر متحقق ہی پس فضل قدیم سے آنکے قصور کو معاف کیا ۔ بعض اکابر نے کہا کہ جسکو قدرت نہو آسپر گناہ نہین ۔
قاسم رح نے کہا کہ جو کوئی سب احسان اللہ تعالے ہی کی طرف سے اعتقاد کرے آسپر کسی کو راہ نہین ۔ قال الشیخ مجھے ایک نکتہ ظاہر ہوا
کہ جن بندون کو احسان قدیم سے سرفراز کر کے محسن کیا آسکے مقبول بارگاہ ہونے کو کوئی گناہ وکوئی فعل ہو تغیر نہین دے سکتا اور محسن ہونا آسکا
اللہ تعالے کے احسان سے ہی کہ اسکو شہود عطا فرمایا اور شہود یہ ہی کہ اللہ تعالے کے سوائے کسی کا کچھ وزن اپنی نگاہ مین نہ دیکھے تا کہ
کوئی شخص اسپر اپنی احسان کی راہ نہ پاوے پھر ان فقیرون کے سچے ارادے کو جو اپنی جان قربان کرنے مین رکھتے ہین وصف کے ساتھ بیان
فرمایا بقولہ ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملهم آہ یعنے سوائے اللہ تعالے کے کسی کو نگاہ مین نہین رکھتے حتی کہ مشاہدہ مین جو حلاوت پاتے ہین
وہ بھی نگاہ مین نہین رکھتے بلکہ اللہ تعالے ہی کا مقصود ہونا انھین ثابت رہتا ہی اور قولہ لتحملهم ۔ یعنی مشاہدہ الٰہی مین تم انکو اپنے ساتھ لیجاؤ

کہ ہمیشہ مشاہدہ میں رہیں اور کبھی طرفۃ العین دور نہ رہیں پھر پوری آیت سے انکا سخت غم جو حقوق طریقت گم ہونے میں انپر طاری ہوا بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ قلت لا اجد ما احملکم علیہ۔ یعنی تمام عالم میں سوائے حق عزوجل کے کوئی ایسی چیز نہیں جو قابل برداشت ہو۔ تولوا و اعینہم تفیض من الدمع حزنا الخ۔ اسمیں بیان ہو کہ حزن سے رونا ایسے بندون کی شان ہو جو مقام ارادت میں ہوں اور جو لوگ کہ عارف کامل ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی فرحت سے روتے ہیں۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ قولہ لتحملہم الخ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے اور اسی پر بھروسا کرنے میں انکا حامل ہووے۔ اور نیز مخالفت کا بوجھ انکے سر سے دور کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ عتاب فقط اُن لوگوں پر ہی جو دنیا پر تکیہ کیے خوش بیٹھے ہیں بقولہ تعالےٰ انما السبیل علی الذین یستاذنونک وہم اغنیاء آہ۔ بالجملہ یہ لوگ مخالف اہل اللہ ہیں اور ہوائے نفس کے تابع ہوکر رضوان الٰہی سے باز رہے۔ نصر آبادی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملامت کو تونگرون پر لازم کردیا کہ جنھون نے اپنے اموال و املاک پر اعتماد کرکے بے پروائی اختیار کی اور اگر حق عزوجل پر اعتماد کرتے تو تونگری سے ملامت ضرور نہیں ہو بس متوکل علی اللہ تعالےٰ ہوکر لائق مدح ہوتے۔ واضح ہو کہ نفس کے واسطے بہت سے فریب و مکر ہیں جنکو بندۂ مومن بسبب صدق یقین کے اللہ تعالےٰ کے فضل سے جانتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہو بخلاف اہل نفاق کے کہ وہ فریب نفس کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ خفی مکر میں پڑکر عمداً کھلے مکر و عذر میں مبتلا ہوجاتے ہیں اسی واسطے قولہ تعالےٰ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم الآیہ میں تنبیہ موجود ہو کہ منافق فریب خوردہ کے عذر پر اعتماد نہیں پھر انکا دروغ قسم کھانا بیان فرمایا بقولہ

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی تمھارے پاس جب پھر کر جاؤ گے انکی طرف تا اُنسے درگذر کرو سو درگذر کرو اُنسے وہ لوگ

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ

ناپاک ہیں اور اُنکا ٹھکانا دوزخ ہو بدلا اُنکی کمائی کا قسمیں کھاوینگے تمھارے پاس کہ تم اُنسے راضی ہو جاؤ

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

سو اگر تم راضی ہوگے اُنسے تو اللہ راضی نہیں بے حکم لوگوں سے

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ عنقریب قسم کھاوینگے منافقین اللہ تعالیٰ کی تمھارے لیے جب تم لوٹ کر ان کی طرف جاؤگے یعنے جب تبوک سے واپس ہوکر اُنسے ملوگے تو تم سے قسم کھاوینگے کہ ہم لوگ پیچھے رہنے میں معذور تھے۔ قسم کو اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مصرح کیا تاکہ منافقون کی بیباکی ظاہر ہو کہ اپنے خالق جل شانہ کے نام پاک کے ساتھ دروغ قسم میں ایسے بیباک ہیں۔ قولہ لکم میں اشارت ہو کہ ایسی بزرگ قسم کو جھوٹ کھانا خالی تمھارے واسطے عمل میں لاوینگے۔ اوپر کی آیت میں اور اس آیت میں تکرار نہیں بلکہ دونوں کا سیاق الگ الگ ظاہر ہو زیادہ تطویل کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس آیت کا سیاق یہ ہو کہ تمھاری خوشنودی کے واسطے قسم دروغ بنام پاک حق عزوجل کھاوینگے۔ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تاکہ تم اُنسے اعراض کرو یعنی انکو گھرکو جھڑکو نہیں پس غایت مقصد انکو اس کبیرہ گناہ فسق سے تمھاری رضامندی تھی کہ تم انکو ملامت نہ کرو۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ سو تم انسے منھ موڑلو۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلف کرنے والون میں سے کسی پر عتاب نہیں فرمایا اگرچہ انکا جھوٹا ہونا بذریعہ وحی کے جانتے تھے پس متخلفین حاصل منافق اپنی نادانی سے آکر جھوٹی قسمیں کھاکر عذر بیان کرکے رخصت ہوتے جاتے اور یہ نجانتے کہ وحی الٰہی سے فضیحت ہوچکے ہیں۔ آیت میں وہ نقد ہی جو حدیث صحیح

مین ہو کہ موس جھگڑالو بدزبان پردہ فاش کرنے والا نہین ہوتا- اور اشارہ ہو کہ حلم الٰہی سبحانہٗ اختیار کرے کہ باوجود اُنکے دروغ قسم- کے چونکہ
اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے واسطہ سے دنیاوی مقصود چاہا تھا وہ پورا کر دیا- اور آدمی کو پوشیدہ بات مین اپنی نیت کا پھل ملتا ہی
اور آیت مین اشارہ مومنون کے شرف پر ہو کہ اُنکی رضامندی کے لیے اُلٹے منافقون نے دروغ حلفی کی تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اچھا
تم اُنسے منھ موڑ لو- اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے اعراض ہی چاہا تھا بدین معنی کہ ہم کو معذور رکھکر ہم سے معذورون کا برتاو رکھین اور
اللہ تعالےٰ نے بھی اعراض کا حکم دیا تو جواب یہ کہ اعراض دو طرح کا ایک اعراض صفح جیسے عالم کسی جاہل سے اعراض کرتا اور دوم
اعراض مقت جیسے یہان ہو کہ اُنھون نے اعراض صفح چاہا اور ملا انکو اعراض مقت کیونکہ آگے فرمایا- اِنَّهُمْ رِجْسٌ یہ لوگ پلیدی
ہین- رجس بمعنی پلیدی اور یہ مبالغہ ہو کہ پس یہ نہین بلکہ عین پلیدی ہین اس لیے کہ اُنکے افعال جملہ قبیح تھے- یعنی دین اگرچہ نصیحت ہو
اور مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا واجب ہو مگر تم کو اُن منافقون سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ بالکل نجس
ہین تو اُنسے پاک اعمال کی امید مت رکھو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو نجس مخلوق فرمایا وہ علیم و خبیر ہو پس نصیحت کہ جس سے پاک ہو کر
داخل جنت ہون اُنمین بیکار ہی ایسے پلید کا ٹھکانا جنت نہین- وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور اُنکا ٹھکانا جہنم ہو یعنے درک اسفل جہان
آگ کے صندوقون مین بند ہونگے پھر اُن صندوقون کے کھلنے کی کسی طرف راہ نہوگی- جیسے اُنھون نے دنیا مین اللہ تعالےٰ عزوجل
سے کفر و انکار کیا اور اسکے رسول صلعم سے دشمنی و اُسکی جناب مین بدزبانی کی اور مومنون سے سخت عداوت کی اور دنیا کے واسطے
قبیح و بد افعال کیے پس جہنم اُنکا ٹھکانا ہو جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلا اُن بد افعال کا جنکو دنیاوی زندگی مین کماتے تھے
پس اللہ عزوجل نے ظلم کچھ نہین کیا جبکہ فرما دیا کہ دنیا پر سکون کروگے اور اعمال بد کے مرتکب ہوگے تو برخلاف مومنون نیکوکارون کے
تمھارے لیے جنت نہین بلکہ دوسرا ٹھکانا جہنم ہوگا پس اُنھون نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ حکم او تعالےٰ شانہٗ کو نہ مانا اور یہ کام کیے-
يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ منافق لوگ جھوٹی قسمین تمھارے واسطے اُس غرض سے کھاتے ہین کہ تم اُنسے راضی ہو جاؤ- حیف ہو
کہ مخلوق کی رضامندی چاہتے ہین اور خالق جل سلطانہ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھاتے ہین- حدیث صحیح مین ہو کہ جس بات مین حضرت
خالق عزوجل کی نافرمانی ہوتی ہو اُسمین کسی مخلوق کی تابعداری نہین ہو لہٰذا ان منافقون کو مخلوق کی رضامندی چاہنے سے کچھ فائدہ
نہوا اور حق تعالےٰ نے فرمایا- فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ سو اگر تم لوگ اے مومنون
منافقون سے راضی ہو جاؤ تو انکو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ راضی نہین ایسی قوم سے جو فاسق ہون- حاصل معنی یہ ہین کہ یہ منافق
عجب احمق ہین کہ تمھاری رضامندی چاہتے ہین حالانکہ تمھاری رضامندی انکے کون کام آویگی جبکہ اللہ تعالےٰ اُنسے راضی نہو پس
سمجھدار ہوتے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی رضامندی چاہتے جس سے سب راضی ہو جاتے- بجاے لا یرضی عنہم کے
لا یرضی عن القوم الفاسقین- مین انکی تقبیح ہو کہ یہ قوم فاسق ہین- بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ شاید یہ معنی ہون کہ اگر منافقون کو
قابو ملجاوے کہ فریب سے کسی گروہ اہل ایمان کو اپنے حال سے ملتبس کر دین تو انکو یہ ممکن نہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی جناب مین تلبیس کر سکین
کہ پھر انکی پردہ دری نہو اور انپر عذاب نازل نہو- بالجملہ آیت سے مقصود یہ کہ اعراض و عدم التفات کا حکم دینے کے بعد منع فرما دیا
کہ اُنسے راضی نہو اور انکے عذرون سے فریب مت کھاؤ- واضح ہو کہ اہل نفاق مین گانون دیہات کے گنوار بھی تھے پس بیانی
منافقون کا اور مومنون کا حال بھی بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ-

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ
گنوار سخت منکر ہیں اور منافق اور اسی لائق کہ نہ سیکھیں قاعدے جو نازل کیے اللہ نے
رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ
اپنے رسول پر اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا چٹی اور تاکتے ہیں
بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ
تم پر زمانہ کی گردشیں انہیں پر آوے گردش بُری اور اللہ سب سنتا جانتا اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا
اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا نزدیک ہونا اللہ سے اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ
قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
اُنکے حق میں نزدیکی ہے داخل کریگا اُنکو اللہ اپنی مہر میں اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس کلام میں اعلام ہے کہ گنواروں میں کفار و منافقین ہیں اور مومنین بھی ہیں پھر ان منافقوں کا کفر و نفاق بہ نسبت اوروں کے زیادہ سخت ہے اور وے احق ہیں کہ حدود الٰہی سے واقف نہوں چنانچہ ابراہیم تابعی رح سے روایت ہے کہ زید بن صوحان رحمہ اللہ کے پاس ایک اعرابی آکر بیٹھا اور وے اپنے شاگردوں سے حدیث کرتے تھے اور نہاوند کے جہاد میں اُنکا ہاتھ کٹ گیا تھا تو اعرابی بولا کہ واللہ مجھے آپ کی باتیں تو بھلی معلوم ہوتی ہیں ولیکن مجھے آپ کے ہاتھ سے کچھ شک پڑتا ہے کیونکہ چوری میں نہ کاٹا گیا ہو تو حضرت زید نے کہا کہ تجھے کیا شک ہوتا ہے یہ تو بایان ہاتھ ہے اعرابی بولا کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ دایان کاٹا جاتا ہے یا بایان تو زید نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ عز و جل نے - الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ اعراب بصیغہ جمع ہے لیکن عرب کی جمع نہیں کیونکہ عرب تو ہر ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ملک عرب میں ساکن ہو خواہ شہر کا ہو یا قصبہ کا یا گانوں کا اور اعراب بالفتح وہی لوگ ہیں جو بدو وہ گانوں میں رہتے ہوں - کما قال سیبویہ رح پس جیسے ہندی میں گنوار کا لفظ اہل شہر کو ناگوار ہے ویسے ہی عرب میں اعرابی ہے بالجملہ جو شخص کہ گانوں میں بسے اور بدو ہو وہ اعرابی ہے کہ درحقیقت پانی و گھاس جہاں جہاں ملتی ہے وہیں اپنے ڈیرے لیے پھرتے ہیں کہیں قیام نہیں اگرچہ بعضے کسی پروہ میں رہ پڑیں اور عربی وہ ہیں جو قصبہ و شہروں میں بستے ہوں لہٰذا مہاجرین و انصار کو اعراب نہیں کہہ سکتے ہیں - بعض نے کہا کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام نے عرب میں نشو و نما پایا تو عربی ہوے پھر حذف کر کے عرب کہلائے یہاں تک کہ جو انکے ملک میں - پھر انکی زبان بولے وہ عرب کہلاتا ہے اور بعض نے کہا کہ عرب نام اس لیے ہوا کہ انکی زبان اُنکے ضمائر کی معرب ہے یعنے صاف صاف بخوبی تمام مظہر ہے کیونکہ زبان عرب میں جو بلاغت و فصاحت ہے اور کسی زبان میں نہیں ہے - واللہ اعلم - آیت کریمہ میں اعراب سے مراد وہی لوگ ہیں جو بدو یعنی دیہات کے گنوار ہیں تو انکو فرمایا کہ اعراب اشد ہیں از راہ کفر و نفاق کے - یعنی اُنکا کفر و نفاق زیادہ سخت و شدید ہوتا ہے واجدر ان لا یعلموا آہ اور زیادہ سزاوار ہیں کہ نہ جانیں حدود اس چیز کے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا - یعنی قرآن مجید و سنت مطہرہ کے حدود اور شرائع سے واقف نہوں - کیونکہ گانوں میں وحشی رہتے ہیں اور اہل علم سے ملتے نہیں اور کتاب و سنت کو سنتے نہیں پس نادانی سے اُنکا کفر و نفاق بھی سخت ہوتا ہے - یہیں سے

بعض نے کہا ہے ؎ وہ مرد دہ مرد را احمق کند ٭ عقل را بے نور و بے رونق کند ٭ یعنی گنوار پنجا تا آدمی کو احمق و بے عقل کر دیتا ہی –
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿﴾ اور اللہ تعالے علیم حکیم ہی اُسنے اپنے علم و حکمت سے گنواروں کو گنوار کیا – واضح ہو کہ یہ صفت اعراب کی بمنزلہ
صفت جنس ہی جیسے کہا جاتا ہی کہ عورت کی ذات مکارہ ہی حالانکہ بعض عورتیں اللہ تعالے کی درگاہ میں بڑے مرتبہ والی ہیں لہذا اعراب
کی تقسیم فرمائی بقولہ – وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا اے یتخذ ما ینفق فی سبیل اللہ غرامۃ وخسرانا – اور اعراب
میں سے بعض وہ ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرتا ہی اُسکو ڈانڈ دیا جاتا جانتا ہی کیونکہ دار آخرت و ثواب کا یقین نہیں رکھتا تو خوف
قتل وغیرہ سے جو کچھ دیتا ہی وہ اسکے نزدیک گویا ڈانڈ و برباد ہی – مروی ہی کہ نزول آیت کے وقت ایسے گنوار بنو اسد و غطفان تھے –
اور یہ امر بھی اُنکی جہالت پر متفرع ہی کہ جفاء و غلظت قلب سے اس انتظام عجیب دنیا دی کو امتحان گاہ اور اسکے بعد جزا و سزا کو باوجود دلائل
قدرت الٰہیہ کے نہیں سمجھتا بلکہ مطمح نظر اُسکا یہی دنیائے فانیہ ہی پس جو کچھ اسکو صدقات راہ الٰہی میں بخوف اسلام دینے پڑتے ہیں انکو
ڈانڈ و برباد سمجھتا ہی – وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ واٰئر جمع دائرہ وہ حالت کہ نعمت سے بدلکر سختی و بلیت پر ہوجاوے گویا امر
شر میں مستعمل ہی جیسے لفظ گردش – تربص بمعنی انتظار یعنے اور ایسا گنوار انتظار کرتا ہی تمہارے حق میں گردش زمانہ کا یعنی زمانہ پلٹے اور
تم مغلوب ہو تو وہ چھوٹ جاوے – عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انھیں پر بُری گردش رہے – یہ اُنکی بدخواہی کے مانند آیند اہل ایمان کی طرف
سے خود اللہ تعالے عز و جل نے بد دعا فرمائی – یہ بھی مومنوں کے لیے تشریف ہی اور چونکہ مومنوں کی لاعلمی میں اُنکے بدخواہ تھے باوجود خیر خواہی
اہل ایمان کے تو اُنکی طرف سے بد دعا فرمانے میں اشعار ہی کہ گنواروں کی ناحق بدخواہی کے عوض مومنوں کے بد دعا کرنے سے پہلے قبول
فرمائی گئی اور یہ امر معلوم ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے وہ واقع ہی تو یہ بد دعا بمنزلہ اخبار غضب الٰہی کے ہی کیونکہ قبول سے واقع ہو گئی – اور
بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہی کہ یہ کلام بد دعا نہو جو از قسم جملہ انشائیہ ہی بلکہ جملہ خبریہ ہو پس مومنوں کو بھی آگاہ کر دیا کہ گردش بد انھیں
گنواروں ہی پر ہی اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رح سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ جملہ خبریہ ہی کیونکہ لکھا – السوء بالضم والفتح اے یدور العذاب
والہلاک علیہم لا علیکم – سوء بضم سین مہملہ بقراءۃ ابو عمرو و ابن کثیر رح اور بالفتح قرات باقی قراء رحمہم اللہ تعالے اور معنی تفسیری یہ کہ عذاب و
ہلاک کی گردش انھیں گنواروں پر ہوگی تمپر نہوگی – وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾ اور اللہ تعالے بندوں کی باتوں کو جو زبان سے کہیں سنتا ہی
جو دل میں رکھیں جانتا ہی یا جو افعال کریں وہ جانتا ہی پس ہر ایک کے لیے اسکے فعل عمدی کو موافق اُسکی نیت کے بدلا فرماتا ہی – اب دوسری
قسم اعراب کا بیان فرمایا بقولہ – وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور اعراب میں بعض وہ ہی کہ یقین لاتا ہی
اللہ تعالے پر اور روز آخر یعنے قیامت پر جسمیں دنیا کے اعمال نیک و بد کا ہر ایک بدلا پاویگا لہذا فرمایا – وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
عِنْدَ اللّٰهِ اے تقربۃ عند اللہ – وَصَلَوٰتِ وسیلۃ الی صلوات الرَّسُوْلِ اے دعوات الرسول لہم – اور لیتا ہی یعنے سمجھتا و یقین
کرتا ہی اس چیز کو جو اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرتا ہی تقرب اللہ تعالے کے نزدیک اور وسیلہ طرف حاصل ہونے دعاؤں رسول اللہ صلعم کے
یعنی اپنے صدقات و خیرات کو اللہ تعالے کے نزدیک تقرب جانتا اور رسول اللہ صلعم کی دعائیں حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھتا ہی – چنانچہ
عبد اللہ بن ابی اوفی رض کہتے ہیں کہ میرا باپ اپنی قوم کے صدقات لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لیے دعا فرماویں تو آپ نے
فرمایا کہ اللہم صل علی آل ابی اوفی – علماء رح نے کہا کہ صلوات کی لفظ سے دعا کرنا مخصوص بشان پاک آنحضرت صلعم ہی اور دوسرے کو اس لفظ سے
اختیار نہیں ولیکن سنت ہی کہ جو شخص صدقات لینے پر مقرر ہی وہ جس صدقہ دینے والے سے وصول کرے تو اُسکو دعا دیدے – حاصل آنکہ اعراب

مین ہر فرد بشر کا فرد منافق نہین بلکہ بعض اُنمین سے سچے مومن ہین کہ ایمان صحیح رکھتے اور جو کچھ صدقہ دیتے اُسمین قربت الٰہی کی امید اور صلوات
الرسول صلعم کی تمنا رکھتے ہین۔ پس اعراب مین جنسے یہ بات ہو انکو ثواب بھی بہت زیادہ ہو جیسے اس زمانہ مین بعد زمانۂ وفات سید عالم
صلے اللہ علیہ وسلم کے جو صدق نیت سے عامل خیر ہین اُنکو تھوڑے عمل نیک مین بہت بڑا ثواب ملتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت
ہو اور دیکھو آیت مین اللہ عز وجل نے ان اعراب کے واسطے فرمایا۔ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ آگاہ ہو کہ یہ نفقہ اُنکے لیے قربت ہو
یعنی اس سے اُنکو تقرب حاصل ہوا۔ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ضرور انکو اللہ تعالے اپنی رحمت یعنی جنت مین داخل فرمائیگا
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ اللہ تعالے غفور رحیم ہو۔ اس کلام مین اللہ تعالے نے کمال فضل ظاہر فرمایا کہ اول حرف تنبیہ۔ اَلَا۔
سے دوم حرف اِنَّ تحقیقیہ سے۔ سوم جملہ اسمیہ وتصریح لفظ قربت سے اور چہارم سیدخلہم کے حرف سین سے جو تحقیق وقوع پر دلالت
کرتا ہو اور پنجم وعدۂ ادخال رحمت کی تنصیص سے ششم تذئیل بقولہ ان اللہ غفور الخ سے کلام کو تاکید فرمایا۔ زہے نصیب اُن بندون
کے جو اس نعمت سے سرفراز ہین روایت ہو کہ یہ لوگ مانند جُہینہ و مُزینہ وغیرہ کے ہین۔ واضح ہو کہ یہ لوگ ان اعراب مین سے بفضل الٰہی
ممتاز تھے پس اُنپر قیاس نہ کرنا چاہیے اور سیاق کلام مشعر ہو کہ علماء و اہل علم و اہل صلاح و تقوی و اہل عقل سے جنکو دین کی سمجھ حاصل
ہو دور رہنا امر مکروہ ہو کیونکہ سمجھ موٹی و بھدی اور قلب سخت و غلیظ ہو جاتا ہو اسیواسطے آنحضرت صلعم کو جب اُس اعرابی نے ہدیہ بھیجا
اور آپ نے کئی گونہ بھیجکر تب اُسکو راضی کیا تو فرمایا تھا کہ مین نے قصد کیا کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کرون سوائے قریشی یا ثقفی یا انصاری
یا دوسی کے بات یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مکہ و طائف و مدینہ و یمن وغیرہ شہرون ہی کے رہنے والے ہین پس رقیق القلب و سلیم الطبع
سمجھدار ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من سکن البادیۃ جفا الخ۔ یعنے جو شخص کہ بادیہ مین بسا وہ جافی القلب
یعنی دل کا موٹا و سخت ہو جاتا ہو اور جو شکار کے پیچھے ہوا وہ غافل ہو جاتا ہو اور جو سلطان پاس گیا وہ فتنہ مین پڑ جاتا ہو۔ رواہ البیہقی
والنسائی وابوداؤد واحمد والترمذی وقال حسن غریب۔ ابوہریرہ رض نے مرفوع روایت کی کہ جو بدوی ہوا وہ جافی ہوا اور جسنے شکار کا پیچھا
کیا وہ غافل ہوا اور جو دربار سلطانی مین گیا وہ فتنہ مین پڑا۔ اور جس کسی نے آپسے سلطان کا قرب بڑھایا وہ اللہ تعالی سے دور ہوتا گیا۔ رواہ البیہقی
وابوداؤد۔ معنی قولہ جو دربار سلطانی مین گیا آہ یعنے دنیا کی طرف راغب ہو کر دین کی طرف سے فتنہ مین پڑ جاتا ہو۔ اور قولہ جس کسی نے آہ
سلطان جو صاحب سلطنت و حکومت ہو جب اس سے تقرب بڑھایا تو جتنا تقرب و دنیا کی چاہ بڑھتی جائیگی اُسیقدر اللہ تعالے سے
دور ہوتا جائیگا۔ سچ فرمایا حضرت صلعم نے اور یہ خبر غیب ہو اگرچہ عرب کے لوگ سلطان اور اُسکی شان شوکت دنیاوی اور اُسکے یہان کی
دروغگوئی و خوشامد و بیہودگی سے واقف نہ تھے پھر آخر جب زمانہ خلافت نبوت ختم ہو گیا اور اسلام مین سلطان ہونے لگے تو اُسکو تجربہ
کے موافق پایا اور کیون نہین کہ کلام نبوت بوحی الٰہی سبحانہ وتعالے ہو۔ ف ـــــ فی العرائس قولہ ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرما الآیۃ
یہ حال اُن دنیاداروں کا ہو جنھون نے معرفت نپائی کہ جان فدا کرنا حقیر سمجھتے تو مال کیا چیز ہو بقول کسے ؎ زینہار از آب شمشیرت کہ شیران
را از ان ✤ تشنہ لب کشتی و گردن را در آب انداختی ✤ پس دنیاداروں کا یہ حال ہو کہ تکلف کے ساتھ دکھلانے سنانے ناموری کے لیے
خرچ کرتے پھر اُسکو بھی ڈانڈ سمجھتے ہین یعنے ناموری کے لیے اس راہ مین جسمین کچھ لہو ولعب نہین بمجبوری اُٹھاتے ہین ورنہ شہوات نفسانی
مین ناموری کے لیے خرچ کرتے کہ اسمین جس حظ نفس کو چاہتے ہین وہ آنکھون کے سامنے ہو بخلاف اس صورت کے کہ انکو معرفت نہین کہ
اس خرچ مین کیا طلب کرتے ہین اور اگر مطلوب کو جانتے تو اُنپر جان فدا کرنا بھی آسان ہوتا۔ بعض نے کہا کہ جو شخص مال و متاع وغیرہ کسی چیز

مین اپنی ملکیت دیکھتا ہی اُسکو یہ چیز خرچ کرنا ڈانڈ معلوم ہوتا ہی اسی سے منافقین کو جہاد مین اپنی جان کا خوف ہوتا تھا اور جو شخص ان چیزون
کو اپنے پاس عاریت سمجھتا ہی اور ملکیت اللہ تعالے خالق عالم ذو الجلال والاکرام کی جانتا ہی وہی سچا ہی اور وہ جو کچھ خرچ و خیرات کرنے کی
توفیق پاتا ہی تو بہت غنیمت جانتا ہی - یہ کلام لطیف ہی - پھر اللہ تعالی نے اعراب مین سے ایسے بندون کو مستثنی کیا جنکے دلون مین نور ایمان
و ہدایت کی تجلی فرماکر اللہ تعالے و آسکے رسول پر ایمان کی توفیق دی پس وہ جو کچھ خیرات کی توفیق پاتے ہین اُسکو غنیمت جانتے و تقرب
و صلوات کے امیدوار ہوتے ہین چنانچہ فرمایا ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر الآیہ - پس یہ لوگ اللہ تعالے کے نزدیک قربات
کے امیدوار ہین یعنی پردہ منکشف جاوے اور مشاہدہ ملجاوے او وصال کی امید لگائے ہین پس اہل ایمان کا یہی حال ہی کہ لقاء الٰہی کے
امیدوار رہتے ہین لہذا اصحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر - یعنی منتظر ہین کہ کب موت تشریف لاوے
قولہ وصلوات الرسول یعنے اکرم الاولین والآخرین اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاے شریف حاصل ہونے کے امیدوار ہین
تاکہ اس سے اللہ تعالے کے نزدیک مزید قرب و منزلت حاصل ہو - پھر حق تعالے نے اُسکو قبول فرمایا بقولہ الا انہا قربۃ لہم - یعنی یہ اخراج
لیے وسیلہ قربت بحق تعالے با اہل وسیلہ ہی - پہلے انکو اپنی ہستی قربان کرنے کی توفیق دی پھر اُنکا وصف فرمایا - سیدخلہم اللہ فی رحمتہ
ضرور عنقریب اسکی جنت مین جو مقام رضوان و منزلت دیدا - بلا حجاب ہر جگہ پاوینگے پس کمال رحمت اُسکا مشاہدہ ہی - بعض مشائخ نے
کہا کہ جو کوئی قرب الٰہی چاہے تو جو کچھ فدا و قربان کرگیا اُسکو حقیر و ہیچ نظر آویگا حتی کہ اپنی جان حقیر قربان کریگا اور فرماویگا پس سچے
طالب کی یہی پہچان ہی اور جو ایسا نہو وہ سچا نہین اور کیونکر قرب الٰہی پاوے جو ہر دم ایسی چیز سے قرب بڑھاوے جو اُسکو سجادہ تعالی
سے دور کرنے والی ہی اور وہ دنیاے فانی ہی - پھر اللہ تعالے نے ایسے پاک برگزیدہ بندون کا وصف فرمایا جو سبقت کرکے مجلس کرم
و دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی - کے ذوق وصال سے بہرہ ور ہونی لے گئے اور اُنکے پر تو انوار سے انکے اہل جوار بحکم قولہ علیہ السلام ہم القوم
لا یشقی جلیسہم - اُنکے ادنی مجالس مین واصل ہوئے بقولہ تعالے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
اور جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چھوڑنیوالے اور مدد کرنیوالے اور جو اُنکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُنسے
وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
اور وہ راضی اُس سے اور رکھے ہین واسطے اُنکے باغ نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُنمین ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی

جب مخلوق انسانی مین سے اہل کفر و نفاق کا مردود ہونا و اصناف منافقین شہری و دیہاتی و اُنکے افعال و اطوار قبیحہ کا حال اور ایک
گروہ اعراب کے مقبول و مقرب ہونے کا حال معلوم ہوگیا اور دیگر اصناف منافقین وغیرہ جنکا حال خفی تھا بسبب اسکے کہ اخفاء نفاق مین
مثل باریک وسوسہ نفس و شیطان کے جو بصورت امر خیر ہوتا ہی بہت کوشش رکھتے تھے اور جیسے اکثر فقیر ریاکار کا حال پوشیدہ ہوتا ہی
ایسے اصناف باقی ہین تو درمیان مین بسلسلۂ تقرب بعض اعراب مقبولین کے اعلی طبقۂ اہل قرب و درجات اور ائمہ اہل منزلت و
سادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال جنمین بالتبع صنف اہل قبول از اعراب بھی بطفیل شامل ہوجاوے بیان فرمایا بقولہ
وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ قولہ السابقون الاولون مبتدا من تبعیضیہ یعنی مہاجرین و انصار مین سے جو سابقین اولین ہین اور

بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہی یعنے سابقین اولین وہ جملہ مہاجرین و انصار ہین اور شاذ قراۃ مین والانصار بالرفع ہی معطوف بر قولہ السابقون پس من المہاجرین - مین من تبعیضیہ ہی یعنے مہاجرین مین سے سابقین اولین اور جملہ انصار - قولہ والذین اتبعوہم عطف بر مبتدا یعنے السابقون - اور قولہ باحسان متعلق بفعل - اتبعوہم یعنے اتباع باحسان کی - یعنے محسنین ہونے کے ساتھ متبع ہوئے اور بعض علماء تابعین نے کہا کہ نیک کامون مین جو عموماً نیک نظر آتے ہین اتباع کی اور جن کامون کا بھید پوشیدہ ہی کہ عوام کو وہ ظاہر نیک نہین کھلتے انمین اتباع لازم نہین کی پس باحسان کا تعلق اتبعوہم سے لتبیین کرتا ہی کہ اتباع باحسان کی شرط واسطے ثبوت خبر یعنے رضوان الٰہی کے فقط والذین اتبعوہم کے ساتھ ہی اسیواسطے شیخ تابعی محمد بن کعب نے استدلال کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کو بلا شرط اللہ تعالے نے بکمال رحمت بخش دیا بلکہ سب پر اپنا رضوان نازل فرمایا - قولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ - خبر مبتدا ہی یعنے سابقین اولین سے مطلقاً اور اُنکے تابعین سے بشرطیکہ تبعیت باحسان ہو اللہ تعالے راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالے سے راضی ہوے - واضح ہو کہ محمد بن کعب کی استدلال سے معلوم ہوا کہ قولہ من المہاجرین والانصار - مین من بیانیہ ہی یعنے جملہ صحابہ مہاجرین و انصار مراد ہین پس والذین اتبعوہم سے بعد صحابہ کے جو لوگ قیامت تک ہون وہ داخل ہین اور اسمین اتفاق ہی کہ والذین اتبعوہم سے اصطلاحی تابعین فقط مراد نہین یعنے فقط وہی لوگ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین یعنے ہر وہ مومن جسنے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور آنحضرت صلعم کو نہ دیکھا ہو پس یہی مقصود نہین ہان تابعین رحمہم اللہ اس تقدیر پر والذین اتبعوہم مین داخل ہین اگرچہ حدیث صحیح مین یہ آیا ہی کہ میری امت مثل باران رحمت کے ہی کہ کوئی جانتا نہین کہ اول بہتر ہی یا اخیر - اور یہ بھی ثابت ہی کہ تم لوگون پر جو وقت آتا جائیگا وہ اگلے وقت سے گھٹا ہوا ہی ہوگا یہان تک کہ تمھاری وفات ہو جاوے - ولیکن بدلائل قطعیہ بمانند قولہ تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ و صحاح احادیث کے اہل ایمان نے اجماع کیا ہی کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام امت مابعد سے افضل و اکرم ہین جیسا کہ آخر مین انشاء اللہ تعالے یہ مسئلہ مذکور ہوگا - اب تفسیر معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے فرمایا - وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ - شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ مراد انسے وہ صحابہ ہین جو بدر کے جہاد مین شریک تھے یا مراد سب صحابہ ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ اور وہ لوگ جنھون نے سابقین اولین کی اتباع کی - قال الشیخ یعنے قیامت تک جو اتباع کرین - بِاِحْسَانٍ فی العمل - یعنے نیک کام کرنے مین - اولی یہ کہ باحسان فی الفعل کہا جائے تاکہ قول و عمل وغیرہ ہر نیکی کو شامل رہے رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - اللہ تعالے ان سب سے راضی ہوا یعنی اُنکی اطاعت کرنے سے راضی ہر یعنے اُنکو ثواب جمیل و فضل کبیر دیا - وَرَضُوْا عَنْهُ اور یہ سب کے سب اللہ تعالے سے راضی ہوے یعنی ثواب الٰہی سے نہایت خوش ہو گئے - مترجم کہتا ہی کہ واضح کرکے اس مقام کا بیان اسطرح ہی کہ اگر من تبعیضیہ ہی تو سابقین اولین سے آخر وقت تک کے جملہ صحابہ مین سے وہ جماعت مراد ہین جو سابق اول ہین مہاجرین مین سے بھی اور انصار مین سے بھی - اور اُنکے واسطے عمل باحسان وغیرہ کی کوئی قید نہین لگائی پس معلوم ہو گیا کہ اُنکے جملہ افعال داخل ثواب ہین اور یہ فضل الٰہی ہی پس اُنکے سوائے جو باقی صحابہ رہے وہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان - مین داخل ہین اور چونکہ لفظ عام ہی لہذا بعد زمانہ صحابہ کے قیامت تک والے اہل ایمان اُنکے طفیل مین اس نعمت عظمی سے سرفراز ہین مگر اس شرط سے کہ اتباع باحسان و نیکوکاری ہو - پس معنی یہ ہوے کہ صحابہ مین سے سابقین اولین کے گروہ سے اور باقی صحابہ و قیامت تک والے مومن جنھون نے سابقین کی اتباع باحسان کی ہو سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور یہ سب بندے اپنے اللہ تعالی سے راضی ہوے اب بیان معرفت سابقین اولین باقی رہا

سعید بن المسیب وغیرہم نے فرمایا کہ سابقین اولین وے صحابہ ہین جنھون نے وہ زمانہ بھی پایا جب کہ آنحضرت صلعم بحکم الٰہی بجانب بیت المقدس
نماز پڑھتے تھے - یہ ابتداء ورود مدینہ منورہ کا زمانہ تھا پھر قریب ڈیڑھ برس بعد ہجرت کے قبلہ بجانب کعبہ معظم تحویل فرمایا - شعبی رح نے کہا کہ جو
تک بیعۃ الرضوان واقع ہوئی یعنے مقام حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال تک والے صحابہ ہین اور عطاء بن یسار نے فرمایا کہ جو صحابہ جنگ بدر مین حاضر تھے
وے سابقین ہین جنگ بدر ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوئی بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال مین اختلاف رفع کرنا ممکن ہے باین طور کہ انتہائے
سابقین اولین کی بیعۃ الرضوان کے وقت تک تھی - ولیکن مفسر رح نے من تبعیضیہ کی صورت مین فقط یہی قول لیا کہ وے اہل بدر ہین - پس
معروف اطلاق اہل بدر کا صرف انھین تین سو تیرہ [۳۱۳] صحابہ پر ہے جو واقعہ بدر مین حاضر تھے اور اُنکے فضائل صحاح احادیث مین بہت ہین لیکن
اسوقت مدینہ مین اور بہت سے صحابہ موجود تھے جنکو آنحضرت صلعم نے ساتھ جانے کا حکم نہین دیا تھا بوجہ اسکے کہ لڑائی کا قصد نہ تھا پس بیان
سابقیت و اولیت جسمین مفہوم زمانہ شامل ہے اُسکے الفاظ سے مقام اسکو مقتضی ہے کہ اہل بدر سے معنی عموم مراد ہون یعنے جو صحابہ بروقت وقعہ
بدر کے موجود تھے خواہ واقعہ جنگ مین حقیقۃً حاضر ہون یا حکماً شریک ہون پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہے اور اظہر قول شعبی رح
ہے کہ بیعۃ الرضوان تک والے سابقین ہین اور اگر من المہاجرین کے بعد قولہ والانصار بالرفع ہو تو سبقت باعتبار ہجرت کے ہوگی اور ہجرت
سابقہ وہ ہے جو قبل صلح حدیبیہ یعنی زمانہ بیعۃ الرضوان سے پہلے واقع ہوئی پس اُسوقت والے مہاجرین سابقین ہین اور اسوقت تک کے
نصرت والے انصار سابقین ہین پھر اُنکے بعد والے اُنکے ساتھ لاحق ہین جیسا کہ قولہ والذین ہاجروا من بعد الآیۃ آخر سورۂ انفال اسپر دلیل
ہے اور یہ صریح مؤید قول شعبی رح ہے فافہم - اور علی ہذا قراءۃ متواترہ من المہاجرین والانصار بالجر کی صورت مین بھی یہ توجیہ مستقیم ہے - کما لا یخفیٰ -
شیخ ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ مین سے چارون خلفاء افضل ہین اُنکے بعد عشرہ مبشرہ بالجنۃ کے
باقی چھ یعنے دس صحابہ کے لیے قطعی جنتی ہونے کا وعدہ آنحضرت صلعم کی زبان پاک سے وارد ہوا انھین چارون خلفاء بھی ہین پس انکے بعد
چھ اون باقی افضل ہین پھر اُنکے بعد اہل بدر پھر اہل اُحد پھر اہل بیعۃ الرضوان رض - اھ ملا علی قاری رح وغیرہ نے لکھا کہ بالاجماع آنحضرت صلعم کا
دیکھنے والا مومن جسکو صحابی کہتے ہین تمام غوث و قطب وغیرہ سے جنھون نے آنحضرت صلعم کو نہین دیکھا پایا ہے افضل ہے - یہ سب تو بیان اس تقدیر
پر تھا کہ من تبعیضیہ ہے اور اگر من بیانیہ ہو تو یہ معنی ہوئے کہ سابقین اولین یہ جملہ صحابہ مہاجرین و انصار ہین جنکو چھوڑکر آنحضرت صلعم نے
انتقال فرمایا تھا اُنسے اور اُنکے اتباع باحسان کرنے والون سے جو کوئی قیامت تک ہو سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے
راضی ہوے - اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالے نے تو سابقین اولین کو فرمایا اور تم کہتے ہو کہ سب صحابہ مراد ہین تو جواب یہ کہ سبقت و اولیت امر اضافی
ہے پس والذین اتبعوہم - اپنے پچھلون سے سب صحابہ مقدم و سابق ہین - اور یہی محمد بن کعب کا قول ہے کہ سب صحابہ مراد ہین چنانچہ ایک
شخص نے اُنسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال بلحاظ اُنکے آپس کے بعض جھگڑون کے دریافت کرنا چاہا تو اسی آیت سے استدلال کر کے جواب
دیا کہ اللہ تعالے نے بدون قید احسان فی العمل کے اُنکو کرامت فرماکر کرم فرمایا پس مجھکو اُنکے حال سے بحث کرنے سے کیا مطلب ہے ہان
انکے بعد والون کے حق مین یہ شرط کر دی کہ باحسان انکے متبع ہون تو اللہ تعالے کی رضا پاوینگے - اس شخص نے کہا کہ واللہ مین نے گویا آج
تک اس آیت کو نجانا یہان تک کہ مجھے محمد بن کعب سے معنی سمجھ مین آئے - ولیکن واضح ہو کہ اس تقدیر پر مرجع کلام الٰہی کا مقصود رازی
کی طرف ہوگا کیونکہ قیامت تک کے بلکہ نزول آیت سے بعد مسلمان ہونے والے وقت نزول کے ظاہر نہ تھے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ رضی اللہ
عنہم و رضوا عنہ یعنی وے اللہ تعالی سے راضی ہوے اور اللہ تعالے اُنسے راضی ہوا حالانکہ قیامت تک والون سے جو موجود و پیدا نہین

ہوے ہین یہ رضا کہان ظاہر ہوئی پس مراد یہ ہی کہ ازل مین ہر ایک امر اللہ تعالے کے یہان مقدر اور اُسکے علم مین بلا تفاوت قبل وجود کے معلوم ہی پس ازل ہی مین اُنکے واسطے برگزیدہ کرنا اور طرفین سے رضامندی متحقق ہوگئی پس یہ تشریف بدون علت وسبب کے ہی کیونکہ افعال الٰہی معلل باغراض نہین وہ جو چاہے کرے اور جو کرے عین حکمت ہی اور اہل سنت کا تقدیر پر اجماع ہی اور ہو سکتا ہی کہ یون کہا جاوے کہ یہ امر فقط والذین اتبعوہم - کے حال مین ہی اور اُنکے حق مین شرط باحسان کی لگائی ہی پس اسمین معنی شرط ملحوظ ہین اگرچہ بحرف شرط نہو - یعنی جو کوئی اتباع کرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس طرح کہ اعمال مین محسنین سے ہو تو وہ مستحق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - ہی اور یہ نظیر احکام صوم وصلوٰۃ ہی کیونکہ خطاب بحرف ندا کے واسطے منادی کا حضور ضروری ہی حالانکہ یا ایہا الذین آمنوا سے جہان خطاب ہی وہان مخصوص بحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نہین بلکہ قیامت تک جو کوئی ہو بلا فرق داخل ہی وتحقیق الکلام فی الاصول - اور اگر یون کہا جاوے کہ یہ منقبت اُن حضرات کی ہی جو موجود تھے اور معنی یہ ہین کہ سابقین اولین از مہاجرین وانصار سے اور اُنکے باحسان اتباع کرنے والون سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے یعنی رضوان الٰہی اُنکو حاصل ہوگیا تو یہ اُنکے واسطے کامل فضیلت ہی - شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ کمال فضیلت اور نہایت مراد ہی پس ہلاکی وبربادی ایسی قوم کی جو اُن بزرگون سے بغض رکھے یا بدی کرے خصوص تمام صحابہ کے سردار بعد رسول اللہ صلعم کے اور سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پس فرقہ رافضیہ عجیب بیوقوف عقل کے اندھے اور دل کے اوندھے ہین کہ آیات مین ذرا غور نہین کرتے اور اللہ تعالے عزوجل جن بندون سے ایسی رضامندی فرماوے اُنسے یہ فرقہ رافضہ عداوت کر کے حق تعالے سے عداوت کرتے ہین نعوذ باللہ تعالے من ذلک - مترجم کہتا ہی کہ درحقیقت یہ فرقہ شقی ازلی ہی اور جو اُنسے محبت کرے وہ اُنکے ساتھ بسبب موالات کے جہنمی کیونکہ آیت کریمہ مین ہر ایک معنی اور ہر تقدیر پر حضرات خلفاء اربعہ وکرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس تشریف الٰہی مین داخل ہین چنانچہ اس تقدیر پر کہ سابقین اولین سے اعلیٰ طبقہ صحابہ اور اُنکے متبعین سے مابعد کا طبقہ تا نزول آیت کریمہ مراد ہو تو بھی ان سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے اور جب اسطرح موکد تراضی متحقق ہو گئی تو پھر اللہ تعالے کی رضا کی مخالفت کرنے والے شیطان کی رضا چاہنے والے ہونگے - واضح ہو کہ اس تقدیر پر بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیامت تک کے متبعین داخل ہو جاوینگے اس لیے کہ والذین اتبعوہم - فرمایا ہی پس مدار رضوان کا اُن حضرات سابقین کی اتباع ہی لہٰذا جو مومن نیکو کاری واحسان کے ساتھ مرادہ اُنکا متبع ہی اور اسمین دلیل ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرنا وسیلۂ رضوان الٰہی ہی اور حدیث مین ہی کہ میرے صحابہ ستارون کے مانند ہین جسکی تم اتباع کرو گے مراد کو پہونچ جاؤگے - اور منجملہ ان دلائل کے جو مثبت اس امر کے ہین کہ عموماً سب مراد ہین اور تمام لوگ مابعد کے شامل ہین جیسا کہ محمد بن کعب وغیرہ کے کلام کا نتیجہ ہی یہ حدیث ہی جو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام امت سب کے واسطے ہی اور بعد رضامندی ملجانے کے پھر سخط نہین - یعنی اللہ عزوجل نے رضامند ہونے کو ظاہر کر دیا پھر اپنے فضل سے ناخوش نہوگا - پھر واضح ہو کہ مرد صالح تھوڑے تامل کرنے سے سمجھتا ہی کہ یہ رضوان الٰہی امر مقصود سے ہی جو اُنکو اسوقت حاصل ہو چکا اگرچہ بطریق کمال وہ رضوان فی الجنۃ ہی - فافہم پھر بعد رضوان کے فرمایا وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ابن کثیر کی قراءۃ مین - من تحتہا الانہار - ہی - یعنی اور مہیا فرمائین اُن بندون کے لیے جنتین جنکے نیچے نہرین جاری ہین خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا درحالیکہ ہمیشگی والے ہین اسمین ہمیشہ - ابدا تا کہ ہی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ مجموع جو بیان ہوا یا انمین سے ہر ایک امر فوز عظیم ہی ۔

وقدمر تفسیر نحو مانی الآیۃ مرارا- ف-۱- علماء نے اتفاق کیا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائین- پھر روایات مختلف ہین کہ دوسرا کون شخص ہی پس بعض نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہین اور اکثرون کے نزدیک اسوقت دس برس کے تھے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بعد خدیجہ رضہ کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عروۃ بن الزبیر نے کہا کہ زید بن حارثہ اور شیخ اسحق بن ابراہیم کہتے تھے کہ اختلاف نہین بلکہ یہ معنی ہین کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مردان آزاد مین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لڑکون مین سے علی بن ابیطالب رضہ اور موالی مین سے زید بن حارثہ رضہ پس یہ لوگ سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہین- اور انصار مین سے وہ چھ آدمی ہین جو زمانۂ جاہلیت مین موسم حج مین کفار قریش سے معاہدہ کرنے گئے تھے اور آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام کرنے پر معاہدہ وغیرہ چھوڑ کر رات مین گھاٹی پہاڑ پر ایمان لائے اور واپس ہوکر دوسرے سال بارہ آدمی سے بیعت کی اور ایمان لائے پھر تیسرے سال ستر آدمی مشرف ہوے پس یہ لوگ انصار مین سے سب سے سابق ہین- پھر لوگ گروہا گروہ ایمان مین داخل ہوگئے جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر عثمان بن عفان وزبیر بن العوام اور عبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے پھر لوگ پے درپے ایمان لاتے گئے- اور پہلے مذکور ہوا کہ آیت مین سابقین اولین سے کون لوگ مراد ہین اہل بدر یا بیعۃ الرضوان یا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم علی ما مر مفصلا فتذکر- امام رازی وغیرہ نے یہان ایک قول یہ لکھا کہ ہجرت ونصرت کی راہ سے سابقین مہاجرین وسابقین انصار مراد ہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے مطلقاً سابقین فرمایا- اور یہ نہین کہا کہ کس امر مین سابق ہین تو لفظ مجمل رہا پس لفظ سے اجمال رفع کرنے کے واسطے ضرور ہوا کہ اسکو پھیرا جاوے ایسی چیز کی طرف جس سے مہاجرین و انصار ہوئے ہین اور وہ ہجرت ونصرت ہی پس سبقت براہ ہجرت وسبقت براہ نصرت مراد ہوئی- مترجم کہتا ہی کہ مین نے بھی سابق مین اسطرف اشارہ کیا ہی فتامل- اور میری توجیہ اور اس تقریر اور قول شعبی رحمہ اللہ کے اجتماع سے بڑی قوت اس قول کی ہوگئی کہ اہل بیعۃ الرضوان مراد ہین فافہم واللہ اعلم- واضح ہو کہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان- سے اہل سنت کے واسطے کمال تسکین ہی اسواسطے کہ یہی فرقہ ہی جو آنحضرت صلعم وآپ کے صحابہ رضہ کی اتباع پر بدون کسی تغیر وتبدیل واختراع وبدعات کی اقتدا کرتا ہی مسئلہ شیخ محمد بن الفضل بخاری رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یار غار ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہی اور شیخ دہلوی وایک جماعت علماء نے اکثر فرقہ رافضہ کے مرتد ہونے اور انکے ساتھ مناکحت جائز نہونے کا فتوی دیا ہی اور شک نہین کہ جو فرقہ ان لوگون مین سے جو اپنے کو شیعہ کہتے ہین قطعیات کے منکر ہین وے مرتد ہوکر دائرہ ایمان سے خارج ہوگئے- مسئلہ سبّ الصحابہ رضی اللہ عنہم کبیرہ گناہ ہی اور بعض نے کہا کہ انکار آنکے بندگان مرضی ہونے کا بسبب اس آیت کریمہ ودیگر آیات کے کفر وارتداد ہی- نعوذ باللہ منہ- ابوسعید خدری رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لاتسبوا اصحابی الحدیث یعنی میرے صحابہ کو بدی کے ساتھ مت یاد کیجیو کیونکہ تم مین سے اگر کوئی کوہ احدؔ کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو انہین سے کسی کے ایک مُد برابر نہ پہونچیگا اور نہ آدھے مُد برابر- شراح رحمہم اللہ نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اگر کوئی شب وروز بلا وقفہ عبادت کرے اور خیرات کرتا رہے بلکہ جسقدر اسکے حیطہ امکان مین نہین بلکہ عادۃً اس سے محال ہی فرض کرو کہ اسقدر بجالاوے تو بھی کسی صحابی کے ایک ادنی مقدار عمل خیر کو بھی نہین پہونچیگا اور ظاہر ہی کہ انکا اخلاص وانکا جان ومال باوجود فقروفاقہ کے فدا کرنا اس حال سے کہ آفتاب نبوت سے انکی پاک آنکھین روشن تھین اور انوار معارف سے مالامال تھے یہ کوئی کہان سے لاویگا ایک نعمت عظمی انکو دیدار وخدمت حضرت سرور عالم عین مقصود

خلق نبی آدم صلے اللہ علیہ وسلم حاصل تھی کہ وہ اب محال ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو دیکھو کہ میرے کسی صحابی کو برا کہتا ہی تو اُس سے کہو کہ تجھپر اللہ تعالے کی لعنت وپھٹکار ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ فرمایا جسنے میرے کسی صحابی کو برا کہا تو اسپر اللہ تعالے وملائکہ وتمام لوگون کی لعنت ہی۔ صحیح حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی الحدیث۔ قرن بنا بر قول مشہور کے سو برس کا ہوتا ہی تو معنی یہ کہ میرے وجود کی صدی بہت بہتر ہی پھر وہ صدی جو اُس سے پیچھے لگی آویگی پھر اُسکے بعد والی صدی۔ علماء نے اتفاق کیا کہ بھلائی کی تخصیص انھین تین صدی کے واسطے ہی اور آیندہ چوتھی صدی سے لیکر زمانہ امام مہدی علیہ السلام تک لوگ اخلاص و امانت مین ناقص ہونگے اور بھلے لوگ کم اور بُرے زیادہ ہونگے اور لوگ بدعتین نکالینگے جسپر اُس زمانہ والے اکثر متفق ہوجاوینگے بخلاف زمانہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے کہ بدعت بھی کوئی نکالتا تو اُسپر بھی اہل تقوی کثرت سے انکار کرکے اُسکو برباد کردیتے اگرچہ اُس قوم مین جسنے بدعت نکالی ایک داغ رہجاتا اور یہ خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہی۔ اور آنحضرت صلعم نے بدعت سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہی منجملہ احادیث کے صحاح کی حدیث من احدث فی امرنا ہذا وفی روایۃ فی امر دیننا ہذا الحدیث یعنی جسنے ہمارے اس دین مین یعنے جو اسوقت مکمل موجود تھا کوئی ایسی بات نکالی جو اسمین سے نہین ہی تو وہ مردود ہی۔ یہان سے صاف ظاہر ہوگیا کہ علماء مین سے جسنے بدعت اُسکو کہا جو بعد آنحضرت صلعم کے نکالی جاوے پھر طرح طرح کے الوان طعام کو بھی اقسام بدعت مین سے شمار کیا تو اس عالم سے سہو ہوا اللہ تعالے مغفرت کرے کیونکہ یہ تو بدعت بمعنی لغوی ہوسکتا ہی اور بدعت شرعی تو وہی ہی جو دین کے امور مین احداث ہو یعنی ثواب کا طریقہ نیا نکالا جاوے اسطرح کہ اصول شرع سے اسکا ثبوت نہو بس جو امر بنظر ثواب نہو وہ بھی بدعت نہوگا حتی کہ اعراب قرآن مجید وغیرہ جبکہ مستقل طریقہ ثواب نہین تو بدعت مین کیون داخل کیے جاتے ہین ہان تعلیم قرآن مجید کا آسان طریقہ ہی سو یہ خود شرع سے ثابت ہی آیا یہ نہین دیکھتے کہ اپنے دروازے پر بیٹھکر قرآن مجید پڑھانا یا دوزانو ادب سے بیٹھکر یا کتاب مصحف سے دیکھکر پڑھانا یہ کوئی بدعت نہین ہین بلکہ طریقہ تعلیم مین شرعًا اختیار ہی اس لیے کہ تعلیم کا حکم دیا بدون تخصیص کسی وضع خاص کے تو باشارت یا باقتضاء ثابت ہوگیا کہ طرق مذکورہ جائز ہین اور چونکہ بے ادبی کرنا مطلقًا وخصوص کلام مجید سے حرام وممنوع ہی پس طریقہ خلاف ادب علیحدہ نصوص سے منکر وممنوع ثابت ہی اب ایک بات یاد رکھو کہ علماء کا اجماع ہی کہ افعال ثواب کی ہیأت امر توقیفی ہی مثلًا قراءۃ قرآن وغیرہ جو نماز مین ہی وہ جبھی نماز واقع ہوگی کہ جب اسی ہیأت سے ہو جو شارع نے بیان فرمائی ہی جیسے اعداد رکعات کہ فجر کی دو رکعات اور عصر کی چار ومغرب کی تین رکعات ہین اُنہین بھی قیاس کو کچھ دخل نہین بلکہ امر توقیفی ہی واقف کرادینے سے ہم واقف ہوگئے ورنہ جاہل رہتے کیا نہین دیکھتے کہ جس دن عید کا چاند ہوگا اُس دن تک روزہ فرض متحتم ہی اور اسکے دوسرے روز عید کے دن حرام پھر بھلا قیاس کو بیان کیا مجال ہی اور دیکھو کہ دارمی وغیرہ مین مروی ہی کہ کچھ لوگ مسجد مین بیٹھے حلقہ کرکے اسطرح یاد الٰہی تعالے کرنے لگے کہ بھائیو سو مرتبہ تسبیح پڑھو پھر ایک بولا کہ بھائیو اب سو مرتبہ تحمید پڑھو تو ایک شخص نے دیکھکر عبد اللہ بن مسعود رض سے جاکر کہا وہ تشریف لائے اور انکو ملامت کرنے لگے اور کہا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین ہوا کہ آنحضرت صلعم کے کھانے کے برتن ٹوٹے ہون کہ تم نے بدعتین نکالنی شروع کردین تو وہ لوگ بولے کہ یا حضرت ہم تو فقط تسبیح وتحمید کرتے ہین اسمین کیا برائی ہی تو فرمایا کہ تم وہ طریقہ پکڑو جو آنحضرت صلعم کے یارون کا ہی اور تم اپنے لیے استغفار کرتے تو تمہارے واسطے بہتر تھا غرضکہ انکو متفرق کردیا۔ راوی کہتا ہی کہ پھر مین نے انھین مجمع والون کو چند روز بعد دیکھا کہ خارجیون کے ہمراہ ہوکر مارے گئے ہین۔ مترجم اپنے برادران اسلام سے کہتا ہی کہ اللہ تعالی آپ کو

ایسی باتون وطریقون سے پرہیز کرین جو بدعت ہین یا انہین بدعت حسنہ وسیئہ ہونے کا اختلاف ہو اور اس اختلاف سے بچکر بحکم قولہ تعالے وامر قومک یاخذوا باحسنہا۔ وہی طریقہ اختیار کرین کہ بالاتفاق وہ نہایت خوب ومحبوب ومسنون ہو جیسے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر تخلیہ مین بیٹھکر جوش خاطر ومحبت کے ساتھ درود پڑھنا کہ اسکے فضائل سے قرآن مجید واحادیث مالامال ہین واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ عین سنت تھا۔ کیا خوب است مرحوم مقبول آلہی سبحانہ تھے کہ انکے حق مین فرمایا رضی اللہ عنہم اللہ تعالے انسے راضی ہوا ورضوا عنہ اور وے بھی اللہ تعالے اپنے معبود سے راضی ہوے۔ پس اے لوگو تم انکی اقتدا کرو یہی صواب ہو اور سواے اسکے سب بدعت وضلالت وجہنم کی پگڈنڈی ہو۔ نعوذ باللہ تعالے من عذاب جہنم

ف۔۲ فی العرائس قولہ تعالے والسابقون الاولون الخ یعنے غیب سے پیدا ہوکر بحضور خالق عز وجل حاضر ہونے کے وقت ازل ہی مین شوق ومحبت سے ارواح کے ساتھ مشاہدہ کی طرف سبقت کرنے والے بندے۔ پھر جب ارواح ابدان مین آئین تو بھی برابر اسی طرف پرواز کرنے پر آمادہ رہین۔ ابن عطا رح نے کہا کہ سابقین وہ ہین کہ ازل ہی مین انکو عنایت پہونچی کہ مقبول ہو گئے ہین۔ قولہ والذین اتبعوہم باحسان۔ یعنی سابقین کو اور انکے حال کرامت کو پانے والے۔ اور باحسان اتباع اس احسان سے ہو جو انپر بھی بالفضل وکرم ازل مین واقع ہوا تھا۔ قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ رضاے آلہی اصل وہ تھی کہ ازل مین انکو چھانٹ لیا پس کشف مشاہدہ سے یہ بندے اپنے پروردگار سے راضی ہوگئے۔ اور جعفر رح نے کہا کہ انکی رضامندی اس نعمت پر کہ جو انکو اپنے حبیب محمد صلعم کی اتباع سنت کی توفیق دی پس جان ومال فدا کرکے مومن ہوے۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ پہلے حضرت حق عز وجل ہی کی رضا تھی کہ یہ بندے راضی ہوے یہ حال تو نہایت کمال کے ساتھ ایمان مین راسخ بندون کا ہو پھر انکے مخالف نہایت کمال کے ساتھ نفاق مین راسخ آدمیون کا حال بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

معانقة

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۚ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہین اور بعضے مدینے والے اڑ رہے ہین نفاق پر

لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ

تو انکو نہین جانتا ہمکو معلوم ہین انکو ہم عذاب کرینگے دو بار پھر پھیرے جاوینگے بڑے عذاب مین

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قولہ من حولکم۔ خبر مقدم قولہ منافقون۔ مبتدا۔ اور قولہ ومن اہل المدینہ عطف بر قولہ ممن حولکم۔ گویا یون ہو کہ وممن حولکم من الاعراب ومن اہل المدینہ منافقون۔ اور قولہ من حولکم اے من حول بلدکم یعنی تمہارے شہر کے گرد والے گنوارون مین سے منافق لوگ اور اہل مدینہ مین سے بھی۔ اور شاید اول مبتدا خبر الگ ہو اور قولہ ومن اہل المدینہ خبر مقدم اور قوم مبتدا محذوف ہو۔ یعنی تمہارے شہر کے گرد والے اعراب مین سے اور اہل مدینہ مین سے منافق ہین وے نفاق پر بار دھوکے ہین۔ مرد بمعنی صفائی وخلوص یعنے نفاق پر خالص ہین جیسے سابقین اولین لوگ ایمان پر خالص ہین۔ اور بعض مرد بمعنی مشق وعادت ہو یعنے نفاق پر نہایت مشاق ہین انکی عادت ہوگئی ہو حتی کہ فرمایا۔ لَا تَعْلَمُهُمْ تو انکو نہین جانتا ہو۔ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم انکو جانتے ہین۔ یعنی نفاق مین کامل مشاق ایسے ہین کہ انکی ظاہری طاعت واخفاء نفاق باطن کی عادت سے تجھپر انکا حال پوشیدہ ہوگیا باوجود اسکے کہ حق تعالے نے آنحضرت صلعم کو کمال نور فراست عطا فرمایا تھا اور قولہ نحن نعلمہم سے

۵۶

یہ نکل آیا کہ انکی مشاقی انکو کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر اپنی مشاقی سے تجھپر اخفار کرکے فریب دیدیا تو بیفائدہ ہوا اس لیے کہ ہم انکو خوب جانتے ہیں
ور اللہ تعالے ہی کے علم پر آدمی کا بدلا ہی وہی عذاب و ثواب دینے والا ہی لہذا فرمایا۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ہم انکو عنقریب ضرور
دوبار عذاب کرینگے۔ علماء تفسیر میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے دانا تر ہی کہ دوبار کونسی کون ہیں اور کیا عذاب ہی اور بعض سلف سے
مروی ہی کہ عذاب دنیا خواہ بفضیحت و رسوائی خواہ بقتل و مصیبت اور خواہ باعطاء اموال واولاد جو درحقیقت منافقون کے لیے بحکم قولہ تعالیٰ
انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ عذاب ہی اور دوسرا عذاب قبر ہی یہ دونون عذاب تو عاجل و جلد ہیں۔ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ
عَذَابٍ عَظِيمٍ پھر مردود کیے جاوینگے طرف عذاب عظیم کے یعنی قیامت میں دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ ف۔ قولہ ومن حولکم
من الاعراب میں کون گنوار مراد ہیں تو امام محی السنہ و شیخ مفسر سیوطی وغیرہما نے لکھا کہ وہ قبیلہ اسلم و اشجع و غفار وغیرہ ہیں جو مدینہ
کے گرد اُترے تھے بعض نے اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم نے ان قبیلون کے لیے اچھی اچھی دعائیں فرمائی ہیں پس تفسیر میں اشکال ہوا
اور مترجم جواب دیتا ہی کہ معترض کو حرف من حولکم میں من تبعیضیہ سے شاید سہو ہوا کیونکہ تفسیر کے یہ معنی ہیں کہ من اسلم و اشجع و غفار
یعنی ان قبائل میں سے بعض بعض منافق ہیں حاصل آنکہ تفسیر من حولکم کی ہی وہی البیضاوی ہو لاء کانوا نازلین حول المدینۃ۔ پس من حولکم
بمعنی من اسلم و اشجع الخ ہوا اب کوئی اشکال نہیں ہی کما لا یخفی۔ قولہ لا تعلمہم۔ ابو البقاء عکبری رح نے لکھا کہ علم یہان متعدی بیک مفعول
بھی ہو سکتا ہی اور متعدی بدو مفعول بھی پس مفعول دوم محذوف ہوگا اے لا تعلمہم منافقین۔ تو انکو منافق نہیں جانتا۔ یہی بعض مفسرین نے
بھی لکھا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک پسندیدہ تقریر نہیں ہی اس لیے کہ جب علم کے معنی دل سے جان لینا ٹھہرے تو اللہ عز و جل
کے فرمانے سے آنحضرت صلعم نے جان لیا کہ وہ منافق ہیں لہذا معنی یہ ٹھیک ہیں کہ لا تعلمہم باعیانہم۔ یعنی مخصوص ہر ہر فرد کو نہیں جانتا ہی اور
اس تقریر سے یہ اشکال بھی مندفع ہوا کہ نفاق کے ایسے ایسے علامات ہیں کہ آنحضرت صلعم پر چھپ نہیں سکتے تھے۔ اور اصل اس
اشکال کی قولہ تعالی ولو نشاء لاریناکہم فلعرفتہم بسیماہم ولتعرفنہم فی لحن القول الآیہ ہی کیونکہ اسمیں مصرح ہی کہ معرفت باعیان اگرچہ
عطا نہوئی مگر معرفت بلحن القول آپ کو حاصل ہوئی ہی اور یہان بھی یہی معنی مراد ہیں کہ یعین بانکہ تو نہیں جانتا ہی اور یہ نہیں کہا کہ علامات
سے بھی نہیں جانتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس معنی کے واسطے شاہد روایت امام احمد ہی کہ جبیر بن مطعم نے کہا کہ یا رسول اللہ دے
لوگ زعم کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمارے لیے کچھ ثواب نہیں تو فرمایا کہ تمھارے اجر تمھارے پاس آجاوینگے اگرچہ تم لومڑی کے بل میں ہو اور
مجھے کان جھکا کر سننے کا اشارہ کیا اور میرے کان میں فرمایا کہ میرے ساتھیون میں سے بعضے منافق ہیں۔ الحاصل ضرور منافقین سے ایسے
بعض قول صادر ہو جاتے ہیں جنسے نفاق کی شناخت ہو جاوے۔ اور پردہ فاش کرنے سے احتراز کرنا انبیاء علیہم السلام کی شان ہی
اور آنحضرت صلعم نے بھی حرملہ رضی اللہ عنہ کو انکے ساتھی منافقون کے پردہ فاش کرنے سے منع فرمایا۔ کما رواہ الحاکم و ابن عساکر۔ قولہ تعالیٰ
سنعذبہم مرتین۔ ابن عباس سے روایت ہی کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے اور فرمایا کہ او فلانے تو نکل جا کہ تو منافق
ہی اور او فلانے تو بھی نکل تو بھی منافق ہی پس مسجد میں سے چند منافقونکو فضیحت کرکے نکال دیا اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ جو بہت دور رہتے
تھے آئے اور یہ منافق لوگ نکلے جاتے تھے پس عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھکر کہ نماز ہو گئی شرم کرکے ان لوگون سے چھپا اور یہ لوگ حضرت عمر رض سے
اس خیال سے چھپے کہ انکی فضیحت کا حال عمر رض کو معلوم ہی پھر عمر رض مسجد میں آگئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی ہی اتنے میں ایک صحابی نے
حضرت عمر رض سے پکار کر کہا کہ اے عمر رض مبارک ہو کہ اللہ تعالے نے آج منافقون کو رسوا کیا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ یہ پہلا عذاب ہی

اور رہا دوسرا عذاب سووہ عذاب القبر ہی- اسنادہ جید فی مسند احمد عن ابن مسعود رضہ نحو ذلک وفیہا انہ اخرج فی الیوم ستۃ وثلثین رجالاً من المنافقین- اور شیخ قتادہ رح وغیرہ سے مروی ہی کہ مراد عذاب الدنیا وعذاب القبر ہی اور کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ آنحضرت صلعم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منجملہ اسرار کے بارہ منافقون کو بیان کیا اور ہم سے بیان کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مردہ کی نسبت گمان کرتے کہ شاید یہ بھی منہم مین سے ہی تو حذیفہ کی طرف دیکھتے پس اگر حذیفہ رضہ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو نماز پڑھاتے ورنہ چھوڑ دیتے- اور عمر رضہ نے حذیفہ رضہ سے قسم دلائی کہ تمکو قسم ہی وحدہٗ لاشریک کی کہ مین ان لوگون مین سے تو نہین ہون تو حذیفہ رضہ نے کہا کہ نہین اور مین تمہارے بعد اور کسی کو اس سے مامون نہین کرونگا- واضح ہو کہ آیت مین جو منافقین مراد ہین انکی شان فی الجملہ انکے دو مرتبہ معذب ہونے سے ظاہر ہی اگرچہ عموماً ظہور نہو- اور بعض نے جو تفسیر مین کہا کہ عذاب اول عذاب الدنیا اور دوم عذاب الآخرۃ ہی یہ قول ٹھیک نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عنقریب انکو معذب کرنے کو فرمایا بقرینہ قولہ ثم یردون الی عذاب عظیم- پس قول البعض خلاف ظاہر سیاق ہی اور یہ جو کہا گیا کہ دوم عذاب النار بمانند دیگر کفار ہوگا پھر انکا مستقر درک اسفل النار ہوگا تو یہ بھی تدبر بعید ہی کیونکہ اس تقریر سے سیاق تسہیل وتہوین ہوگا حالانکہ سیاق تشدید وتہویل ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب-

وَاٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝

اور بعضے دیگر مانین اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے انکو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہی

جب ایسے لوگون کا حال جو بسبب شک ونفاق کے غزوہ تبوک سے تخلف کر گئے تھے بیان ہوگیا تو اب ایسے متخلفین کو ذکر فرمایا جو باوجود یقین وتصدیق کے بطور گناہ وسستی وآرام طلبی کے پیچھے رہ گئے تھے- بقولہ- وَاٰخَرُوۡنَ اے وممن حولکم ومن اہل المدینۃ ومنہا قوم آخرون یعنی مدینہ کے گردوالون یا مدینہ والون یا دونون مین سے ایک قوم دیگر ہین یعنے ایک اور فریق کے لوگ ہین کہ- اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ جنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کیا یعنے پیچھے رہنے پر نادم ہوئے اور منافقون کی طرح جھوٹے عذر نہین کیے- خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا خلط کیا انھون نے دو طرح کے اعمال کو ایک عمل صالح کو اور دوسرے عمل طالح کو- عمل صالح انکا ایمان ودیگر اعمال اسلام مثل نماز روزہ وغیرہ ہین اور عمل سیئی یہی تخلف ہی- یا عمل صالح سے مراد توبہ وندامت ہی جو بعد تخلف کے ان پر طاری ہوئی- اور خلط سے مراد مطلق اکٹھا ہو جانا اور یہ نہین کہ ایک دوسرے سے دودھ پانی کی طرح ملکر خراب کرین کہ نہ دودھ رہے نہ پانی- اور بعض نے کہا کہ واو جمع بمعنی با الصاق بطریق استعارہ ہی اے خلطوا العمل الصالح بالسیئی- اور واحدی رح نے کہا کہ فائدہ اس استعارہ کا یہ ہی کہ مراد خلط سے اجتماع ہی نہ حقیقۃً خلط کرنا ہان اشارہ ہی کہ مجتمع ہونے سے مثل مخلوط کے رونق عمل صالح کم ہو جاتی ہی- اور آیت مین دلیل ہی کہ خالی اعتراف گناہ واقرار سے توبہ متحقق نہین ہوتی جب تک کہ یہ عزم قوی نہو کہ آیندہ ایسی حرکت نہوگی اگرچہ سرزد ہو جاوے- بعض نے کہا کہ اعتراف مستعمل بمعنی ندامت ہی جیسے اردو مین نوکر کی سفارش مین آقا سے کہتے ہین کہ معاف کیجیے وہ اپنے قصور کا معترف ہی یعنی نادم ہی کہ ایسا کبھی نہوگا- پس ایسے ہی یہ بندے معترف نادم وعازم ہوکر مغفرت کے امیدوار تھے- ابن عباس رضہ ومجاہد وغیرہما سے مروی ہی کہ جب ابولبابہ وغیرہ نے سنا کہ متخلفین کے حق مین ایسا ایسا نازل ہوا ہی تو نادم ہوکر اپنے آپ کو مسجد کے ستونون سے باندھ دیا اور قسم کھائی

کہ کوئی ہمکو نہ کھولے اگر ہماری توبہ قبول ہو جاوے تو آنحضرت صلعم کھولیں ورنہ موت بہتر ہی پس آنحضرت صلعم نے کھولا جبکہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالے نے فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ لگتا ہی کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول فرماوے۔ مواہب مین کہا کہ عسی کلام الٰہی مین بالاتفاق تحقیق وقوع کے لیے ہی۔ بعض نے نکتہ لکھا کہ عسی سے تعبیر مین اشعار ہی کہ اللہ تعالے کی طرف سے یہ امور محض فضل وانعام ہین پس توبہ وغیرہ سے کسی طرح کوئی امر اسپر واجب نہین ہوتا تو توبہ وشرم کی حالت مین بھی امیدوار وخوفناک رہین کہ مناسب بشان کبریائی وعظمت الٰہی یہی ایمان امید وبیم ہی ہان کبھی کفار کی طرح ناامید نہون کیونکہ مومن ہین۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بالتحقیق اللہ تعالے غفور رحیم ہی یعنی بے انتہا وبدرجہ کمال مغفرت کرنے والا ورحمت فرمانے والا ہی۔ آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہی ولیکن حکم عام ہی کذا قالوا اور ابوعثمان رح سے مروی ہی کہ میرے نزدیک قرآن مین یہ آیت مومنون کے لیے کمال امیدگاہ ہی۔ رواہ الطبرانی۔ سمرہ بن جندب سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آکر مجھے اٹھا کر سونے چاندی کی اینٹون سے بنے ہوے شہر مین لے گئے اسی وقت مجھسے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی جنکے آدھے دھڑ نہایت خوبصورت تھے اور آدھے کریہ منظر پس دونون نے ان لوگون سے کہا کہ جاکر اس نہر مین کود پڑو پس وہ لوگ ہمارے پاس اچھی صورت مین واپس آئے کہ وہ بدشکلی انسے دور ہوگئی تھی پھر دونون نے مجھسے کہا کہ یہ جنت عدن ہی اور یہ آپ کی منزلت رفیع ہی اور یہ لوگ جو آدھے خوبصورت و آدھے بدصورت تھے وہ لوگ ہین کہ عمل صالح وعمل السیئ کو خلط کیا تھا تو اللہ تعالے نے انسے تجاوز فرما کر انکو بخش دیا۔ رواہ البخاری فی التفسیر مین سمجھ۔ بالجملہ حق تعالے نے بیچے ان مومنین کو جن سے بسبب عدم توفیق کے گناہ تخلف سرزد ہوا اور روے اسپر سخت نادم ہوے اپنے فضل وکرم سے بخشا اور اپنے رسول کو حکم دیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

لے — انکے مال مین سے — زکات — کہ انکو پاک کرے اس سے اور تربیت — اور دعا دے انکو — البتہ تیری دعا انکو اسودگی ہی

لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ

اور اللہ سب سنتا ہی جانتا — کیا جان نہین چکے کہ اللہ ہی قبول کرتا ہی — توبہ — اپنے بندون سے — اور لیتا ہی

الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

زکاتین — اور اللہ ہی — توبہ قبول کرنیوالا — مہربان ہی

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضمیر راجع بجانب مومنین متخلفین خالطین عمل صالح بالسیئ ہی اور بعض نے کہا کہ عموماً مومنین کی طرف راجع ہی اسی واسطے بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض احیاء عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا یہ سمجھکر کہ حکم صدقات لینے کا مخصوص بآنحضرت صلعم تھا اور امام کو دینے کا حکم نہین پس حضرت ابوبکر رض وصحابہ رض نے بالاجماع انکار کیا اور ابوبکر رض نے انسے قتال کا حکم دیا جسمین صحابہ کو کچھ تامل ہوا پھر سب متفق ہوگئے۔ بہرحال ضمیر کسی طرف ہو آمین اتفاق ہی کہ حکم عام ہی اگرچہ شیخ مفسر رح نے ملی ہر اول احمل اختیار کیا اے خذ من اموال ہولاء المتخلفین الذین خلطوا العمل الصالح بالسیئ۔ صَدَقَةً یعنی ان مومنین کے اموال سے جنہون نے تخلف کا گناہ کیا ہی صدقہ لے۔ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا کر تو انکی تطہیر وتزکیہ کرے اس صدقہ کے وسیلہ سے۔ یعنی اس صدقہ کے تقرب سے تو انکو گناہون سے عموماً واس گناہ تخلف سے خصوصاً پاک کرے۔ دلیل ہی کہ صدقہ بعد گناہ وے توبہ کے پسندیدہ وبہتر ہی

اور صدقہ اچھا وسیلہ تقرب بحق تعالیٰ ہی- قال الشیخ پس آنحضرت صلعم نے ان متخلفین کے اموال سے تہائی لیکر صدقہ کر دیا- مروی ہی کہ ان لوگون نے کل مال لٹا دینا چاہا تھا یہ کہکر کہ اسی مال نے ہمکو گناہ مین ڈالا پس نزول آیت سے آنحضرت صلعم نے تہائی لیکر صدقہ کر دی- پس اگر وحی سے تعیین مقدار معلوم ہوئی تو ظاہر ہی ورنہ تہائی کی تعیین شاید آپ نے اجتہاد سے فرمائی ہو- بعض کا نکتہ ہی کہ انقطاع از تعلقات دنیاوی دنیا سے موت اور آخری دائمی حیات ہی پس حیثیت تہائی مال سے متعلق ہوتا ہی اسیقدر صدقہ کر دیا حتی کہ کچھ تعلق نفس بدنیاے فانیہ نہ رہا- فافہم- وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ اے واستغفر لہم فان استغفارک رحمۃ لہم- اور انکے واسطے انکے گناہون سے مغفرت مانگ کہ تیرا مغفرت مانگنا انکے واسطے رحمت ہی کذا روی عن ابن عباس رضہ- صلاۃ بالف قیاسی ہی کیونکہ مبدل واوی ہی اور دوسرے مواضع مین صلوۃ بالواو رسم الخط قرآنی ہی جسپر قیاس نہین ہو سکتا- والصلوۃ بمعنی استغفار ہی چنانچہ صلاۃ الجنازہ میت کے لیے استغفار ہی اگرچہ صلاۃ جب مضاف بجانب حق تعالیٰ ہو تو رحمت حقیقی ہی اور یہ در اصل آثار و نتائج بحسب مضاف الیہ ہین جیسے مومنین کا آنحضرت صلعم پر صلاۃ و درود پڑھنا بمعنی دعا ہی- بالجملہ آنحضرت صلعم کو اخذ صدقات اور انپر صلاۃ کا حکم دیا اسی واسطے آپ اہل صدقات پر صلاۃ بھیجا کرتے چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پاس کسی قوم کا صدقہ لایا جاتا تو فرماتے اللہم صل علی آل فلان پس میرا باپ اپنے صدقہ کو لایا تو فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی- رواہ البخاری ومسلم وغیرہما- وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سمیع ہی پس تیرے استغفار کو انکے حق مین سنتا ہی اور علیم ہی کہ جو شخص تیرے استغفار کا سزاوار ہی اسکو خوب جانتا ہی- حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی پر صلاۃ فرمائی تو اس شخص کو پہونچی و اسکی اولاد کو اور اسکے اولاد کی اولاد کو یعنے آپ کی صلوۃ اس شخص کے تین پشت تک کے واسطے کافی و باقی ہوتی تھی- رواہ احمد- سبحان اللہ تعالیٰ کیا خوش نصیب لوگ تھے- ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر و میرے شوہر پر صلاۃ فرمائیے- فرمایا- صلی اللہ علیک وعلی زوجک- واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب رسول محمد صلعم پر صلاۃ فرماتا ہی پس یہ منزلت رفیع دیکھو اور رہے امتی لوگ تو انکا یہ منھ کہان کہ انپر اللہ تعالیٰ صلاۃ فرماوے ہان اگر کرامت چاہتے ہین تو اپنے پاک رسول صلعم کے ذریعہ سے حاصل کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ جو بندہ مومن مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ عزوجل اسپر دس مرتبہ صلاۃ فرماتا ہی- والحمد للہ رب العالمین- پھر مومنون کو صدقات پر تحریض فرمائی لقولہ- أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ کیا انھون نے یہ نجانا کہ اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار قبول فرماتا ہی توبہ کو اپنے بندون سے اور لیتا ہی صدقات کو- وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہی یعنی یہ اسکی شان پاک ہی- ائمہ صوفیہ نے کہا کہ بکر قدیم وہ از شان صفات ہی چنانچہ قبول توبہ کے ساتھ اخذ صدقات کو باوجود ظہور حال کے ایسی شان سے ملایا کہ منافقین خیالات باطل مین پڑے حالانکہ او تعالیٰ مستغنی پاک ہی اور نفع صدقات انھین کو کامل و اصل- بلکہ ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہی- (یعنے حلال کمائی سے کمائی حدیث آخر-) اور اسکو اپنے داہنے مین لیتا ہی- یعنے صفت یمین مین) پس وسکی تربیت فرماتا ہی جیسے کوئی تم مین سے اپنا گھوڑے کا بچہ پرورش کرتا ہی حتی کہ ایک چھوہارا کوہ اُحد برابر ہو جاتا ہی اور اسکی تصدیق کلام الٰہی تعالیٰ مین ہی قولہ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات اور قولہ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات الآیۃ- یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہی- حاصل آنکہ محتاج فقیر کے ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے موافق حدیث ابن مسعود رضہ کے یمین الرحمن تعالیٰ مین پہونچتا اور اسکی نظر رحمت و قبول سے ایک چھوہارا مثل کوہ اُحد کے ہو جاتا ہی اور ایک حدیث مین مصرح ہی کہ حلال کے سواے قبول نہین ہی

فی تفسیر الحافظ رح حوشب بن سیف حمصی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین لوگون نے جہاد کیا اور عبدالرحمن بن خالد بن الولید انپر سردار تھے پس لشکر مین سے ایک نے سو دینار رومی چھپا لیے جب لشکر واپس آیا تو وہ شخص نادم ہوا اور امیر لشکر کے پاس لایا تو عبدالرحمن نے فرمایا کہ لوگ متفرق ہو گئے اور مین تجھسے قبول نہین کرونگا یہان تک کہ تو خود انکو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور مین لاوے پس اس شخص نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جانا شروع کیا اور ہر ایک اسکو یہی جواب دیتا تھا۔ پس دمشق مین آکر معاویہ رضہ کے پاس گیا کہ وے قبول کرلین انھون نے بھی انکار کیا پس وہ روتا ہوا غمناک نکلا اور استرجاع پڑھتا چلا جاتا تھا راہ مین عبداللہ بن الشاعر السکسکی کیطرف گذرا عبداللہ نے اس سے حال پوچھا تو اسنے سب بیان کیا اور یہ عبداللہ فقیہ عالم تھے پس اس سے کہا کہ تو میری بات مانیگا اسنے کہا کہ ہان تو کہا کہ تو معاویہ رضہ پاس جاکر کہہ کہ آپ اپنا حق لے لیجئے یعنی پانچوان حصہ غنیمت بیت المال کے لیے لیجیے پھر باقی اسّی دینار لیکر تمام اہل لشکر کی طرف سے صدقہ کردے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے کا نام و نشان ٹھیک جانتا ہی ہر ایک کو اسکا حق عطا فرما دیگا پس معاویہ رضہ نے سنکر کہا کہ اگر مجھسے یہ فتویٰ ملا ہوتا تو میرے نزدیک تمام مال سے جسکا مین مالک ہون زیادہ محبوب تھا اس شخص نے کیا اچھا فتویٰ دیا ہی۔ رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وآخرون اعترفوا بذنوبہم الخ ایک قوم کا حال ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی ذات کی معرفت دی اور انکے نفوس کے عیب انپر کھولے تو اپنے نفس کو پہچانکر سخت نادم ہوے اور یہ قوم وہ ہی کہ انوار لطف ازلی انکو بعد تھوڑے ٹھہر کے ملے تاکہ امتحان مین آکر لطف و قہر دونون سے واقف ہون۔ پھر جب مقام استقامت مین پہونچے تو مشاہدہ حضرت ذوالجلال سے انکو سکون ہوا وہو المعنی من قولہ تعالیٰ عسی اللہ ان یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم۔ بعض نے کہا کہ ندامت سے توبہ کرنے کی نیت والون کی شناخت یہ ہی کہ جو گناہ ہو گیا اسکا اعتراف کرین اور طاعتون پر نظر نہ کرین اور گناہ کو پیش نظر رکھکر ہمیشہ توبہ و استغفار مین گڑگڑاتے رہین اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما دے قولہ تعالیٰ خذ من اموالہم صدقۃ الخ بیان ہی کہ صدقہ لینے مین ید الرسول علیہ السلام ید اللہ تعالیٰ ہی کیونکہ حدیث مین صحیح ہوا کہ سائل فقیر کے ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے صدقہ ید اللہ عز وجل مین پہونچ جاتا ہی۔ اشارہ ہی کہ انکے حظوظ نفس کو لے لے تاکہ انکے اور حق عز وجل کے درمیان نفس کا لگاو نہ رہے۔ تنبیہ ہی کہ انکے اموال سے صدقہ لینے مین اپنے دست مبارک کی برکت پہونچا کو بخل و بدخلقی سے پاک اور نفوس طاہر ہو جاوین۔ وقولہ وصل علیہم۔ انکے واسطے دعا کردے یعنی اللہ تعالیٰ انکو قرب و کرامت کے لیے قبول فرما دے۔ قولہ ان صلاتک سکن لہم۔ یعنی مومنین کے دلون کو تیری دعا سے سکینت ہی کیونکہ تیری دعا مقرون باجابت ہی جسکا وے یقین رکھتے مین رُویم رح نے کہا کہ تطہیر انکے اسرار کی اور تزکیہ انکے نفوس کا۔ واسطی رح نے کہا کہ تطہیر انکے ابدان کے اموال مین مشغولی سے اور تزکیہ ان اموال پر فخر کرنے اور انکے جمع کرنے مین اکثار سے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر زکوۃ نہین اس لیے کہ انکے دلون پر اموال کا خطرہ نہین ہوتا قال الواسطی ایضاً انکے ظاہر حال کی پاکیزگی گناہون سے اور باطن کے عیوب سے حاصل ہو پس ظاہری گناہ یہ کہ فقیر پر احسان رکھین اور باطنی عیب یہ کہ اذیت دین۔ بعض نے کہا کہ قولہ وصل علیہم آہ یعنے تیری دعا سے انکو تعلقات دنیاوی سے انقطاع ہوگا۔ قولہ تعالیٰ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ الخ اپنے کرم قدیم سے واقف کیا کہ دیا بہت اور قبول کیا تھوڑا۔ اور گناہ کرین بندے اور عطا فرما دے جلائین تائب بندہ وہ کہ غفلت مین جو زمانہ گذرا اپر متاسف و نادم ہو اور قبول توبہ اس ندامت کی جزا مین کشف مشاہدہ ہی نصر آبادی رح نے کہا کہ لینے و قبول کرنے مین فرق ہی کیونکہ کبھی قبول کرکے لیتا ہی اور لیتا نہین بدون قبول کے پس لینا عام ہی۔ اور نیز کہا کہ قبول توبہ سے صدقہ لینا

افضل ہے اسی واسطے اسمین تربیت و بڑھاو رہوتی ہے کمافی الحدیث - میرے نزدیک یہ کہ قبول اعم ہے کیونکہ لیبا اوقات لے لیتا ہے اور اپنی درگاہ کے لایق نہین رکھتا جیسے صدقہ مال حرام پس بندہ کو دلوادیتا ہے پس اپنی رضا نہین بلکہ دینے والے کی خود بخوشی دینے سے دوسرا پا جاتا ہے اور کبھی پاک صدقہ کو درگاہ عظمت کے لائق قرار دیکر تربیت فرماتا ہے اور نیز میرے نزدیک قبول توبہ افضل از اخذ صدقہ ہے - کیونکہ صدقہ ایسی چیز ہے کہ وجود تائب سے اسکو تعلق نہین اور جو معصیت بسبب مخالفت کے صادر ہوئی وہ نفس تائب سے ہے پس جب مخالفت سے خجل ہوکر درگاہ الٰہی مین سربسجدہ ہوا تو مخالفت سے خارج ہوا اور ربوبیت کے پلے خاضع اور یہ خجالت عنداللہ تعالےٰ بہت مقبول ہے یہ فعل قلب ہے اور صدقہ عمل جوارح و ذکر اللہ تعالےٰ اکبر ہے - فافہم - پھر اللہ تعالیٰ نے متخلفین کو بطریق تہدید حکم فرمایا

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ

اور کہہ کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھیگا اللہ کام تمہارا اور رسول اسکا اور مسلمان اور پیچھے پھیرے جاؤگے اُس چھپے

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اور کھلے کے واقف پاس پھر وہ جتادیگا تمکو جو کچھ تم کرتے تھے

وَقُلِ اعْمَلُوا خطاب اعملوا مین تین احتمال ہین - اوّل آنکہ بے عذر تخلف کرنے والون کو ہو - دوّم آنکہ ان لوگون کو ہو جنھون نے عمل صالح وطالح کو خلط کیا اور توبہ قبول ہوئی اور انکو صدقہ و استغفار کی توفیق ہوئی پس خطاب بدینمعنی کہ اعمال صالحہ کیے جاؤ - سوّم آنکہ عموماً آدمیون کو خطاب ہے پس وجہ سوم مین مومنین بھی داخل ہونگے حالانکہ آگے فرمایا کہ مومنون تمہارے اعمال دیکھینگے اور آدمی خود اپنے اعمال کیا دیکھیگا پس یہ احتمال خالی از تکلف نہین ہے اور وجہ دوم مین اگر کلام بروجہ تہدید و وعید ہے جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے تو مناسب بماسبق نہین کیونکہ وہ گناہ کے معترف ہوے اور معاف فرمائے گئے ہین اور اگر کلام بطریق ترغیب و ترہیب ہے تو ہوسکتا ہے اور وجہ اول مین صرف اتنی بات ہے کہ اب خطاب پھر ان لوگون کو ہوا جو بلا عذر متخلف ہوے اور ہوسکتا ہے کہ خطاب عموماً متخلفین کو ہو خواہ عذر والے ہون پس انکے حق مین ترغیب مع ترہیب ہوگا اور خواہ بے عذر والے ہون پس انکے حق مین تہدید وعید ہوگا اور مترجم کے نزدیک شل عموم مجازیہ یا عموم مشترک کے علی اقوال الجوزین یہی اولیٰ ہے - المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ تم لوگ عمل کرو یعنی جو کام تم سے بن پڑے سکو چاہو نیک یا بد ؕ فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ پس ضرور اللہ تعالےٰ تمہارے کام کو دیکھیگا یعنی وہ داناے خبیر ہے تمکو اسکا بدلا دیگا - وَرَسُولُهُ اور رسول اللہ اسکو دیکھیگا پس تمہارے عمل کے موافق تمہارے حق مین جزا مانگیگا اور مانند اسکے جو اسکے اختیار مین ہے - وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومنون دیکھینگے پس تمہارے عمل کے موافق تم سے برتاو کرینگے - بالجملہ بد اعمال کی صورت مین تہدید ہے یہ مراد کہ ایسے اعمال مت کرو کہ سزاو بددعا و فضیحت نے مستوجب دنیا مین ہو اور نیک اعمال کی صورت مین ترغیب ہے کہ چند روز صبر اٹھاؤ عنقریب لطف الٰہی سے سرفراز و دعاے رسول سے مشرف و استغفار مومنین سے نیک نام دنیا مین بھرم والے ہوگے وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب ضرور عالم الغیب والشہادۃ کی طرف پھیرے جاؤگے یعنی انھین اپنے اعمال کے ساتھ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ پس جو کچھ تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار فرمادیگا پس نیک کام والا کرامت خاصہ و منزلت عالیہ و مجمع عام مین نیکنام ہوگا اور بدکام والا غضب شدید و دوزخ و پھٹکار او مجمع انام مین بدنامی پاویگا - یہ ضروری واقع ہوگا - لقولہ تعالےٰ یوم تبلی السرائر الآیۃ ولقولہ تعالےٰ یومئذ تعرضون لا تخفی الآیۃ - اور رہا دنیا مین پس اللہ تعالےٰ کبھی لوگون پر ظاہر فرمادیتا ہے خصوص کارہاے بد مین تو

حدیث بخاری رح سے ثابت ہی کہ ایک بار دو بار کو اللہ تعالے پوشیدہ کر دیتا ہی پھر تیسری بار مین پردہ فاش ہوجاتا ہی۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی آدمی کسی سخت ٹھوس پتھر کے اندر جسمین نہ کوئی راہ ہی اور نہ سوراخ ہی کوئی عمل کرے تو بھی اللہ تعالے اسکے کام کو چاہے کیسا ہی ہو لوگون پر ظاہر فرماویگا۔ رواہ احمد۔ اور یہ بھی حدیث مین وارد ہوا کہ زندون کے اعمال انکے مردی اقربا پر عالم برزخ مین پیش کیے جاتے ہین چنانچہ جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارے اعمال تمھارے اقرباء و عشائر کے سامنے انکی قبرون مین پیش ہوتے ہین پس اگر بھلے ہوتے ہین تو خوش ہوجاتے ہین اور اگر اور طرح کے ہوتے ہین تو اللہ تعالے سے دعاء کرتے ہین کہ اللہم الہمہم ان یعملوا بطاعتک۔ اے پروردگار ہمارے ان لوگون کو الہام فرما دے کہ تیری طاعت پر عمل کرین۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی رحمہ اللہ اور امام احمد نے انس رض سے یہی حدیث روایت کی اور اسمین دعاء یہ ہی اللہم لا تمتہم حتی تہدیہم کما ہدیتنا۔ اے پروردگار ہمارے تو ان لوگون کو موت نہ دیجیو یہان تک کہ انکو ہدایت فرمائیو جیسے تو نے ہمکو ہدایت فرمائی اور بخاری رح نے کہا کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ جب تجھے کسی آدمی کا کام بھلا معلوم ہو تو اس سے یون کہنا کہ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون۔ مترجم کہتا ہی کہ مقصود اس سے دو امر ہین اول آنکہ کسی آدمی کی مدح نہ کرے کہ وہ اعجاب کے فتنہ مین پڑکر خسارہ اٹھا جاوے چنانچہ حدیث مین مداح کو قتل کر دینے والا کہا ہی۔ اور دوم یہ کہ صریح مدح سے جب احتراز ہوا تو ایسے طور پر مدح ہو کہ وہ اس فتنہ سے بھی بچ جاوے بایں طور کہ کام کیے جاؤ تمھارے کام کو اللہ تعالے و رسول و مومنین دیکھتے ہین یعنے اللہ تعالے ہر حال مین بعلم قدیم خوب جانتا ہی اور رسول اللہ صلعم و مومنین کے حضور مین اعمال پیش ہوکر اطلاع ہوتی ہی۔ پس وہ شخص خوشی خوشی نیک کام مین بسطرح کوشش کریگا کہ میرا کام عمدہ ہو اور وہ جبھی ہوگا کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے بندگی موافق طریقہ سنت کے بجالاوے۔

علاوہ برین اس کلام مین ادب خوب ہی کیونکہ خوبی اعمال کی اسکا قبول ہوکر ذخیرہ آخرت و وسیلہ نجات ہوجانا پس اللہ تعالی دانا تر ہی کہ کون بندہ اس کرامت سے سرفراز ہوا کیونکہ انس رض کی حدیث مین ہی کہ تم کسی مومن کو دیکھکر اعجاب مت کرو یعنی نہایت پسندیدہ مت سمجھو جبتک کہ یہ نہ دیکھو کہ اسکا خاتمہ کیونکر ہوتا ہی کیونکہ آدمی عمر بھر یا بہت زمانہ تک ایسا نیک کام کیا کرتا ہی کہ اگر اسی پر خاتمہ ہو جاتا تو جنت مین داخل ہوتا مگر وہ برگشتہ ہوکر کوئی کام بد کر بیٹھتا ہی اور آدمی عمر بھر یا ایک زمانہ تک بد کام کرتا ہی کہ اگر اسی پر مرتا تو دوزخ مین جاتا پھر مگر وہ نیک کام کرتا ہی اور جب اللہ تعالے اپنے بندہ کے حق مین بھلائی چاہتا ہی تو اسکو کام مین لگا لیتا ہی تو صحابہ رض نے پوچھا کہ یا رسول اللہ تعالے کام مین لگا لینا کیونکر ہی۔ فرمایا کہ اسکو نیک کام کی توفیق دیتا اور اسی پر اسکو وفات دیتا ہی۔ رواہ احمد۔

ف۔ فی العرائس قولہ وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیۃ حق سبحانہ تعالے نے علوم آلہیہ کی تین قسمین فرمائین انمین سے ایک قسم کو اپنی ذات پاک کی شان سے مخصوص فرمایا اور دوسری قسم رسول اللہ صلعم کے واسطے اور تیسری قسم مین اولیاء کو شامل کیا پس جو علم کہ مخصوص بشان حق تعالے ہی وہ علم قدیم و محیط ہی کہ ہر مخلوق کو گھیرے ہوے اسطرح ہی کہ سوائے اسکے کسی کی یہ طاقت اور کسی سے اسکا امکان نہین ہی پس اسی کی شان سے ہی کہ ضمائر و سرائر کو از راہ علم و دیکھنے کے بدون اکتساب وغیرہ کسی امر کے محیط ہی اور شان الٰہی عز و جل اس سے برتر ہی کہ عبارت و بیان و عقل و گمان سے ادا ہوسکے یا سمجھ مین آوے و للہ المثل الاعلیٰ۔ وقال تعالی وہو اللہ فی السموات و فی الارض یعلم سرکم و جہرکم و یعلم ما تکسبون۔ پھر انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کرکے اسمین سے ایک نور عطا کیا جس سے انکے دل پاکیزہ منور ہین کہ اعمال خلائق کو لعیان و بیان دیکھتے ہین اور یہ درجہ جس سے مخصوص ہوے نور الانوار کی

پھر اولیاء مومنین کو اس نور کی روشنی سے مخصوص کیا کہ وہ لوگ خلوت مین نور فراست سے خلائق کے اعمال کو اور انکے دل کے چھپے امور کو دیکھتے ہین اور یہ نور صفات ہے۔ اس کلام پاک مین بندگان مخلصین و صادقین کو بہت خوف دلایا کیونکہ انکے صدق و اخلاص پر شیطانون و نفس کے وسواس کا ہجوم ہوتا ہے جب تک کہ اپنے دلون و سرائر کی نگہبانی نہ رکھین تب تک خطرات ایسے آتے ہین کہ خوف لغزش ہے پس حق سبحانہ تعالےٰ و رسول اللہ تعالےٰ و مومنین دیکھین حیف ہے کہ بدون صدق و اخلاص کے پاوین جب کہ اعمال مین کچھ میل ہو۔ شیخ ابو حفص یا ابو عثمان رح نے کہا کہ جو کروہ نیک کام کر اور خالص نیت سے کر کہ اللہ تعالےٰ تیرے دلی بھید کو جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم اسکو مشاہدہ سے دیکھتے ہین اور مومنین اسکو فراست و توسم سے کما قال تعالےٰ ان فی ذلک لآیۃ للمتوسمین۔ واضح ہو کہ اہل ایمان و صدق والے متخلفین مین سے ایک گروہ نے مانند ابو لبابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توبہ بفضل آلہی جلد پائی اور دوسرا گروہ اسمین بھی پچھڑا۔ کما قال تعالےٰ۔

وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ

اور بعضے اور لوگ ہین کہ انکا کام ڈھیل مین ہے حکم پر اللہ کے یا انکو عذاب کرے یا معاف کرے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

ارجاء تاخیر کر دینا۔ یقال ارجیتہ بالیاء الیتۃ وارجأتہ بالھمزۃ ای اخرتہ۔ یعنی مین نے اسکی تاخیر کر دی۔ متخلفین غزوہ تبوک مین سے منافقین کا بیان ہوگیا اور مومنین کے دو گروہ مین سے ایک جسکی توبہ قبول ہوگئی اسکا بیان ہوگیا اور بعض نے کہا کہ انکی توبہ جلد قبول ہونے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ فی الجملہ انکے پاس عذر تھا اور ظاہر یہ ہے کہ اہل عذر کا بیان قولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الآیات مین ہوا بدون مواخذہ و عتاب کے قابل اب دوسرے گروہ مومنین کا حال ہے وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ ای موخرون یعنی موقوف امرہم۔ نافع و حفص و حمزہ و کسائی نے مرجون بدون ہمزہ درمیان جیم و واو کے پڑھا اور باقیون نے بہمزہ مضمومہ مرجئون پڑھا۔ کذا قال الخطیب و ظاہر کلام بیضاوی وغیرہ دلالت کرتا ہے کہ محاورہ ارجیتہ وارجأتہ کے اختلاف پر تبادل ہمزہ واو ہے۔ فافہم المعنی اور دوسرے لوگ موخر کیے گئے ہین لِأَمْرِ اللَّهِ لامر اللہ فی شانہم۔ واسطے حکم الٰہی کے انکی شان مین۔ یعنی دیگر فریق مومنین متخلفین کا امر اس حال مین قبول و عدم قبول توبہ کی راہ سے موقوف و منتظر چھوڑا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حکم پر کہ دیکھیے اللہ تعالےٰ کا حکم انکے بارہ مین کیونکر ہے۔ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یعنی یا تو انکو عذاب فرماویگا تو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ انکی توبہ قبول نہوئی تھی۔ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ اور یا انکی توبہ قبول فرماویگا یعنے نازل فرماویگا پس اس خطار کے مواخذہ سے بچ جاوینگے یعنی اللہ جانتا ہے کہ اسنے ان لوگون کے حق مین کیا حکم مقرر فرمایا ہے وہ کسی بندہ کو ظاہر نہین پس فی الحال خوفناک منتظر چھوڑ دیا کہ دیکھیے عذاب ہوتا ہے یا قبولیت توبہ نازل ہوتی ہے پس بندون کو اسوقت مشکوک و خوفناک چھوڑا اور صاف ظاہر نفرمایا کہ امر الٰہی انکے حق مین کیونکر ہے اور یہ ضیق گویا مکافات اس آرام طلبی کی ہے جسکی وجہ سے ساتھ نہین گئے تھے اور اس معلوم ہوا کہ امر و ارادہ الٰہی عز و جل ہی سے توبہ بھی ہوتی ہے جیسے عذاب کرنا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم ہے ہر امر مین اسکی حکمتہاے عجیب و غریب کو کوئی نہین جان سکتا۔ وہی انکے احوال کا علیم ہے اور وہی انکے لائق حکم کا حکیم ہے۔ ابن عباس رضہ و مجاہد و عکرمہ و ضحاک وغیرہم رضی اللہ عنہم نے کہا

کہ مراد ان آخرون المرجون سے وہ تین صحابہ ہیں جنکا بیان قولہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔ میں آویگا اور وے مرارہ بن الربیع و ہلال بن امیہ وکعب بن مالک ہیں جو غزوۂ تبوک سے بدون عذر کے بخواہش آرام و آسایش بدون شک ونفاق کے پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اتفاق سے کچھ پیچھے رہ گئے چنانچہ مفصل انشاء اللہ تعالے قصہ توبہ میں بیان ہوگا۔ بالجملہ ابو لبابہ وغیرہ نے توبہ کرکے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھا اور کمال غم و رنج اپنے ایمان کیطرف سے اٹھایا اور سخت ہی نادم تھے پس انکی توبہ قبول ہوگئی اور ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے ندامت اٹھائی و توبہ کی اور کوئی عذر زبان سے نہ نکالا پس انکے حکم ظاہر کرنے میں تاخیر فرمائی گئی وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ بمقتضائے غلبہ رحمت بر غضب آخر توبہ قبول ہوگی۔ واضح ہو کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے جو قولہ اما یعذبہم کی تفسیر میں کہا کہ اے یعذبہم ان اصروا علی النفاق۔ یعنے عذاب کریگا اگر نفاق پر اصرار کیے رہے" تو یہ سہو ہے اسواسطے کہ یہ تینوں صحابی ہرگز منافق نہ تھے بلکہ کعب بن مالک کے سوائے باقی دونوں بدری صحابی ہیں اور اہل بدر کے حق میں وارد ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ کرو جو چاہو میں نے تمھیں بخش دیا۔ اور واضح ہو کہ جس بدری شخص سے شراب پینا واقع ہوگیا تھا اسکو سزا ے حد شراب خواری دینے پر خلیفہ و دیگر صحابہ رضوان علیہم اجمعین نے باوجود اس وعدہ مغفرت کے اجماع کیا اور اسکو سزا دیدی تو ماخذ اسکا یہی آیت ہے کہ اللہ تعالے نے اسمیں فرمایا کہ اما یعذبہم۔ یعنی چاہے دنیا میں انکو اس خطا کی سزا دیگا الی آخرہ۔ پس ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالے کسی آدمی و کسی قوم کو درحقیقت بخش دیتا ہے مگر اس سے دنیا میں خطا سرزد ہونا جائز ہے پس اللہ تعالی اپنے فضل سے خاتمہ بخیر فرمادے وہو ربی نعم المولےٰ ونعم المجیب۔ واضح ہو کہ مقصود بندوں کی طاعت وہ صلاح اس طریق سے کہ فریب نفس وطرق اہل کفر سے بچیں و اہل صدق وایقان کی پیروی رکھیں پس قبائح اطوار منافقین کے بیان میں اہل یقین کی برات و صورت وقوع خطا میں انکا طریقہ جو مخالف طریقہ منافقین

ہے ذکر فرماکر پھر اہل نفاق کے قبیح اطوار کا بیان فرمایا بقولہ۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ

اور جنھوں نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور تھانگ اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے

وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ

اور رسول سے آگے کا اور اب قسمیں کھاوینگے کہ ہمنے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو

فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ

اسمیں کبھی جس مسجد کی بنیاد دھری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اسمیں اسمیں

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

وہ مرد ہیں جنکو خوشی ہے پاک رہنے کی اور اللہ چاہتا ہے ستھرائی والوں کو

واو عاطفہ ہے اور الذین یا تو منصوب المحل بنابر اختصاص ہے جیسے قولہ والمقیمین الصلوۃ۔ میں ہے پس منجملہ اقوام منافقین کے ان لوگوں کو مذمت میں مخصوص فرمایا اور یا مرفوع المحل بنابر انکہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی ومنہم۔ اور منافقوں میں سے بعض وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے ایک مسجد بنائی۔ ضِرَارًا مضارۃ۔ ضرر رسانی کے لیے کہ اس سے اہل مسجد قبا کو ضرر دینا مقصود ٹھہرایا یہ ایک بات۔ وَّكُفْرًا اور کفر کہ اللہ تعالی سے منکر ہوں اور اہل اسلام پر فخر کریں کیونکہ اسکے بنانے سے منافقوں کی قوت بڑھے

تهی یه دوسری بات۔ وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین مین پھوٹ ڈالنے کو۔ اس لیے کہ تمام مومنین مسجد قبا مین جمع ہوتے پس
اس ضرر والون نے مسجد بناکر چاہا کہ کچھ ادھر پھوٹ آوین اور باہم نفاق ونگائی بجھائی کا موقع ملے کہ انمین پھوٹ پڑجاوے۔ یہ تیسری بات
ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے تشریف لانے سے پہلے گروہ خزرج مین ایک شخص ابوعامر تھا جو زمانہ
جاہلیت مین نصرانی ہوگیا اور جوگیون کی طرح تکلیف ومشقت اٹھاتا جسکو جاہل بڑا عابد کہتے اور بہت مانتے پھر جب آنحضرت صلعم ہجرت
کرکے آئے اور اہل اسلام سب آپکے گرد مجتمع وباہم متفق ہوے تو یہ ابوعامر راہب جل مرا پھر جب بدر مین فتح ہوئی تو کھلا دشمن ہوگیا
اور مشرکین مکہ سے ملکر لڑائی پر آمادہ کیا پھر جب احد مین اہل اسلام مبتلاے امتحان ہوے تو یہ فاسق کسیقدر افروختہ ہوا پھر جب
انجام کار اللہ تعالے نے اہل ایمان کو فتح دی یہانتک کہ جنگ حنین مین ہوازن وغیرہ نے شکست کھائی تو یہ فاسق باوجود تعلیم وتفہیم
رسول اللہ صلعم کے متمرد ہوکر شام کو بھاگا تاکہ وہان سے لشکر لاوے اور اہل ایمان کو شکست دے اور گروہ خزرج مین بارہ مرد چھپے منافق
تھے انسے کہلا بھیجا کہ تم بظاہر ایک مسجد بناؤ اور استمالت کرتے رہو مجھسے قیصر روم نے لشکر دینے کا وعدہ کیا ہے مین آتا ہون اور میرے
خطوط وایلچی وغیرہ اسی مسجد کے نشان پر آکر اترا کرینگے پس ان منافقون نے اس مسجد کی نیاد ڈالی اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین
آئے کہ آپ وہان نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت سفر تبوک کا عازم واسمین مشغول ہون۔ انشاء
اللہ تعالے وہان سے لوٹا تو دیکھا جائیگا۔ پس آپ تبوک کو تشریف لے گئے اور یہان ان لوگون نے اس مسجد کو مرصد ابوعامر بنایا۔
جو مسجد یعنی عبادت گاہ الٰہی بتوحید واسلام نہ تھی بلکہ چار باتون کے ارادہ پر تھے ایک ضرار دوم کفر کرنا اور سوم پھوٹ ڈالنا مومنون مین اور
چہارم وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ارصاد انتظار۔ اور اکثر نے کہا کہ یعنی اعداد یعنی سامان مہیا کرنا اور بعض نے کہا
کہ بھلائی کے واسطے سامان مہیا ہونے کے انتظار مین بدون حرف متعدی ہوتا ہے لقال ارصدتہ۔ اور برائی مین ارصدت لہ۔ بولتے ہین
جیسے آیت مین ہے۔ المعنی اور ارصاد واسطے اس شخص کے جسنے محاربہ کیا اللہ تعالٰے واسکے رسول سے۔ یعنی ابوعامر راہب کے انتظار کرنے کو
یہ مسجد بنایا۔ مِن قَبْلُ اگر متعلق حارب ہے تو یہ معنی ہین کہ انتظار ایسے شخص کا جسنے اللہ تعالٰی واسکے رسول سے محاربہ کیا قبل بنانے
اس مسجد کے پس محاربہ سے مراد کفر وانکار وکافرون کو آنحضرت صلعم کی لڑائی پر آمادہ کرنا اور خود ابوعامر مذکور نے آنحضرت صلعم سے
گفتگو کی اور مدعی ہوا کہ مین ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام پر ہون اور آنحضرت صلعم نے رد کردیا۔ اور اگر متعلق اتخذوا ہے تو یہ معنی کہ اتخاذ
اسکا قبل ان بنانے والون کے منافق ہوجانے کے واقع ہوا۔ یعنی جنگ تبوک مین ساتھ نجانے سے انکا نفاق ظاہر ہونے سے پہلے ہی
ان منافقون نے اسکو بنایا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوکر قریب مدینہ کے پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام اخبار مسجد
الضرار لیکر نازل ہوے جس سے اسکے بنانے والون کا ارادہ وحال سب ظاہر ہوگیا پس آپ نے مالک بن الدخشم ومعن بن عدی کو بھیجا
کہ اس مسجد ظلم کو ڈھاکر جلادو پس ان دونون نے آکر اسکو ڈھاکر جلادیا اسمین سے بنانے والے منافق نکل بھاگے۔ وقال اللہ تعالٰے
وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ اے واللہ لیحلف الذین بنوہ ما اردنا ببنائہ الا الخصلۃ الحسنی۔ اور واللہ کہ اسکے بنانے والے
قسمین کھاوینگے کہ ہم نے اسکے بنانے مین کچھ نہین ارادہ کیا سواے خصلت حسنی کے۔ یعنی ہماری مراد فقط یہی تھی کہ ضعیفون ومسکینون کو
مینھہ بوندی ولون وجاڑے پالے مین آرام ملے اور مسلمانون پر فراخی حاصل ہو۔ اسکو اللہ تعالٰے نے رد فرمایا بقولہ وَاللَّهُ يَشْهَدُ
إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ اور اللہ تعالٰے گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہین۔ گواہی سابقہ کی خبر ہوتی ہے پس ان لوگون نے جس پاک

پروردگار عالم الغیب والشہادۃ کے نام سے جھوٹ قسم کھائی اسی سمیع بصیر نے انکا دروغ ظاہر فرمادیا پس گواہ بنا بمعنی خبر دینا ہی
یعنے اللہ تعالے تمکو خبر دیتا ہی کیونکہ وہ دلون کے بھید سب دیکھتا ہی پس بعض نے کہا کہ گواہی دیتا یعنے جانتا ہی اور اول ابلغ ہی۔ بالجملہ
یہ مسجد گراکر جلادی گئی اور وہ مقام گھورا کردیا گیا اور ابوعامر فاسق جسکے لیے منافقون نے اسکو مرصد بنایا تھا وہ شام مین تنہا بے یار و
غمگسار مرگیا اور جب اسنے اسلام سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہی بددعا دی تھی کہ تنہا خوار مرے۔ پھر چونکہ
منافقون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی تھی کہ آپ اسمین نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین تو نازل ہوا قولہ تعالے۔
لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا تو اسمین کبھی کھڑا نہو۔ پس عام اوقات و زمانہ کو نہی شامل ہی اور آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی امت اسمین آپکے
تابع ہی اور کھڑے ہونے سے ممانعت بطور بلیغ اس امر کو مستلزم ہی کہ کبھی اسمین نماز مت پڑھ اور شاید عدم قیام لتعبیر ہو عدم صلاۃ سے
جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص قائم اللیل ہی و فی الحدیث من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ یعنی جو کھڑا ہوا رمضان مین
یعنے تراویح پڑھی ازراہ ایمان و امید ثواب کے اسکے لیے اسکے پہلے گناہ بخشے جاوینگے۔ **لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ
يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ** لام قسم ہی یا لام ابتدا ہی یعنے واللہ وہ مسجد یا البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد ڈالی گئی تقوی پر اول روز سے وہ
سزاوارتر ہی اس بات کی کہ تو اسمین قیام کرے۔ یعنے مدینہ مین آنحضرت صلعم کے داخل ہونے کے اول روز جس مسجد کی بنیاد پڑی اسمین تیرا
نماز پڑھنا ٹھیک ہی۔ **قال المفسر** رح وہ مسجد قباء ہی جیساکہ بخاری مین آیا ہی۔ یہی ابن عباس و ضحاک و حسن و شعبی وغیرہم سے مروی ہی
اور اسی کو **بیضاوی** رح نے مرجح کہا کیونکہ اللہ تعالے نے من اول یوم۔ فرمایا اور ظاہر ہی کہ مطلقاً اول روز مراد نہین ہو سکتا کیونکہ
پہلا دن تو حضرت آدم ع سے بھی پہلے تھا پس مراد مدینہ مین داخل ہونے کا پہلا روز ہی اور مسجد قباء اسی روز آنحضرت صلعم نے بنائی جیسا
کتب تاریخ مین مفصل ہی اور یہی مقام کے بھی مناسب ہی کیونکہ مسجد الضرار مقام قباء مین منافقون نے بنائی تھی اور یہ مسجد التقوی بھی
وہین بنی ہوئی تھی جسکی فضیلت اسکے مقابلہ مین ذکر فرمائی ہی اور نیز دلالت کرتا ہی اسپر قولہ تعالے۔ **فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ
اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ** اس مسجد التقوی مین ایسے مرد ہین کہ اپنے تطہر کو چاہتے ہین اور اللہ تعالے
ستھرائی کرنے والون کو دوست رکھتا ہی۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قباء کے حق مین اُتری۔ ابوہریرہ رض نے
کہا کہ وے لوگ پانی سے استنجا کرلیا کرتے تھے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو حضرت صلعم نے عویم
بن ساعدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ کیا طہور ہی جسپر اللہ تعالی نے تمہاری ثناء فرمائی ہی تو عویم نے عرض کیا کہ ہم اور کچھ نہین جانتے سوائے اسی
بات کے کہ ہر مرد و عورت ہم مین سے جو پائخانہ سے نکلا وہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھو ڈالتا ہی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ وہ یہی ہی۔ رواہ الطبرانی و احمد
وابن خزیمہ فی صحیحہ ورواہ ابن جریر عن خزیمہ بن ثابت رض واحمد عن محمد بن عبداللہ بن سلام۔ ایک جماعت جنمین ابن عباس و عروہ وعطیہ وعبدالرحمن
بن زید و شعبی و حسن بصری و سعید بن جبیر و قتادہ ہین کہا کہ مسجد التقوی مسجد قباء ہی۔ اور حضرت عمر وابن عمر و زید بن ثابت و ابوسعید خدری و سعید بن المسیب
وغیرہم نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہی کہ اول روز سے جو مسجد تقوی پر موسس ہوئی اسمین دو شخصون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ وہ مسجد قباء ہی۔ اور
دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلعم ہی پس رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ وہ میری مسجد ہی۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ والنسائی و
مسلم وغیرہم اور بظاہر یہ حدیث مرجح ہی کہ آیت مین جو مسجد مذکور ہی اس سے مسجد نبوی مراد ہی ولیکن کمالین مین لکھا کہ صحیح قول اول ہی

یعنی آیت مین مسجد قباء مراد ہی اور اس حدیث مین جو فرمایا کہ وہ میری مسجد ہی تو اس سے ظاہر کردیا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہونے کی صفت مخصوص مسجد قباء ہی وہ غلط گمان پر ہی-شیخ ابن کثیر رح لے لکھا کہ حدیث مین جو صحیح مدینہ کی مسجد نبوی کی نسبت آیا کہ اول روز سے تقوی پر موسس مسجد ہی تو یہ صحیح ہی ولیکن آیت مین اور اس حدیث مین کچھ منافات نہین ہی اس لیے کہ جب مسجد قباء کی نسبت یہ بات ثابت ہی کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہوئی تو مسجد نبوی پر بطریق اولی صادق ہی- ایسا ہی قول سمہودی رح کا ہی اور کرخی رح نے بھی اسی طرح توفیق دی ہی پس بعض لوگون نے جو روایات مسجد قباء کو بالکل ضعیف و اقوال صحابہ و سلف کو بسبب اس حدیث کے غیر مقبول قرار دیکر صرف مسجد نبوی سے اسکی تفسیر متعین کردی تو یہ وہم واہی ہی خلاف اصول متقررہ علم الحدیث کیونکہ دونون مین توفیق اچھی طرح ممکن ہی جیسا کہ بیان ہوا فافہم- قولہ من اول یوم- متعلق باسس ہی اور من بمعنی منذ ہے ای منذ اول یوم تاسیسہ سہیلی رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تاریخ و سنہ کی تحریر اول سال ہجرت سے نکالی تو یہ راے انکی تنزیل القرآن سے موافق واقع ہوئی کیونکہ اول یوم یہ وہی روز ہی کہ اسلام کو اعزاز و لوگون کو امن ہوا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی گمان اولی ہی کہ انھون نے قرآن مجید ہی سے سمجھ کر اول روز تاریخ کا اول روز ہجرت دخول مدینہ مقرر کیا کیونکہ کتاب اللہ تعالی کے معانی و اشارات جاننے و سمجھنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بڑھکر ہین- انتہی ملخصا- وقولہ احق ان تقوم فیہ- اسم تفضیل یہان اپنے معنی پر نہین ہی یعنے یہ مراد نہین کہ مسجد التقوی نماز کے لیے بہ نسبت مسجد الضرار کے احق ہی حتی کہ مسجد الضرار حقیق رہجاوے حالانکہ مسجد الضرار مین نماز حرام تھی بلکہ احق بلا نسبت ہی یعنے فی نفسہ اسمین نماز نہایت ہی خوب ہی اور شاید باعتبار زعم منافقین کے ہو یعنی اگر مسجد الضرار اس قابل ہو کہ اسمین نماز قائم کیجاوے جیسا کہ منافقون کا زعم ہی تو اولی مسجد التقوی ہوگی- فافہم شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ آیت مین دلیل ہی کہ قدیمی مساجد جو اول روز سے تقوی پر موسس ہین انہین نماز پڑھنا مستحب ہی اقول یعنے جو مساجد ایسے وقت والیسے لوگون کی تعمیر سے بنی ہین کہ غالب گمان سے انکی بنیاد تقوی و مال حلال سے معلوم ہو جیسے وہ مساجد جو زمانہ صحابہ و تابعین و جہاد کرنے والون کے وقت مین بنی ہین- قال ایضًا اور نماز ایسی جماعت کے ساتھ جو پرہیزگار و عابد لوگ ہین کہ بھرپور اچھی طرح طہارت کے ساتھ نجاسات وغیرہ سے بچے ہوے رہتے ہین مستحب ہی- اور حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روز صبح کی نماز پڑھائی اسمین سورہ روم پڑھی اور موہم ہوے تو سلام کے بعد فرمایا کہ تم مین سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہین جو اچھی طرح طہارت نہین کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز مین آوے اسکو چاہیے کہ اچھی طہارت کرلے- رواہ احمد- وقولہ واللہ یحب المطہرین- ابو العالیہ رح نے کہا کہ پانی سے طہارت کرنا اچھی بات ہی ولیکن یہ لوگ جنکی اللہ تعالے نے آیت مین تعریف فرمائی ہی یہ گناہون سے پاک تھے کسی طرح کی نجاست شرک سے ملوث نہ تھے- اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ آیت اہل قباء کے حق مین نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے انسے پوچھا انھون نے عرض کیا کہ ہم لوگ پتھرون سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے دھو ڈالتے ہین- رواہ البزار رحمہ اللہ- قال الحافظ رح مین اس روایت کو اس لیے لایا ہون کہ فقہاء مین تو یہ مسئلہ مشہور ہی کہ ڈھیلون سے پہلے استنجاء کرکے پھر پانی سے دھووے اور محدثین مین سے پچھلے بہت سے لوگ یا سب کے سب پچھلے لوگ اس سے واقف نہین ہوے- وفی السراج جو مسجد کہ ناموری یا فخر یا دکھلانے و سنانے کے واسطے یا اور کسی غرض سے سوائے خالص اللہ تعالے کی رضامندی چاہنے کے بنائی جاوے یا حرام یا مشکوک مال سے بنائی جاوے وہ مسجد الضرار سے ملحق ہی یعنے اسمین نماز وغیرہ حرام ہی- عطاء رح سے

روایت ہی کہ جب اللہ تعالےٰ نے ملکوں کو فتح کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال صحابہ رضم کو لکھا کہ جا بجا مسجدین بنواؤ اور خیال رکھو کہ
ایک ہی شہر مین ایسی دو مسجدین مت بنوانا کہ ایک سے دوسری کو ضرر پہونچے۔ مسئلہ ہندوستان کے شہرون مین ہر محلہ مین کئی کئی
مسجدین ہین اور اسپر بھی لوگ وہان اور مسجد بنوانے مین وہی ثواب جانتے ہین جو احادیث صحیحہ مین آیا کہ اللہ تعالےٰ اسکے لیے جنت مین
گھر عطا فرماتا ہی۔ حالانکہ یہ دوسری موجودہ مسجدون کے حق مین اضرار ہی پس اسکا خیال ضرور ہی۔ مسئلہ جب محلہ مین کئی مسجدین ہون
تو جو مسجد کہ مال حلال سے خالص اللہ تعالےٰ کے لیے رضامندی چاہنے کو بنی ہو اور سب سے قدیم ہو اسمین نماز پڑھنا چاہیے۔ اور حرام
ایسی مسجد مین ہی جو مال حرام ہی کی ہو یا مسجد الضرار کے حکم مین ہو جیساکہ سراج المنیر سے اوپر منقول ہوا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے تصریح
فرمائی ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بانی مسجد تقوی و بانی مسجد الضرار کی تمثیل فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ
بھلا جسنے بنیاد دھری اپنی عمارت کی پرہیزگاری پر اللہ سے اور رضامندی پر وہ بہتر یا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی

عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
کنارے پر ایک کھائی کے جو ڈھیتا ہی پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ مین اور اللہ راہ نہین دیتا

الظَّالِمِينَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۚ
بے انصاف لوگون کو ہمیشہ رہیگا اس عمارت سے جو بنائی تھی شبہہ اُنکے دل مین مگر جب ٹکڑے ہوجاوین اُنکے دل

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ع
اور اللہ سب جانتا ہی حکمت والا

ع ۱۳ ۱۱ ۲

اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے تقوی پر بنیاد رکھنے والے مین اور نفاق و کفر پر بنیاد رکھنے والے مین بڑا بھاری فرق ہونا ظاہر فرمایا بقولہ
أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا
جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ یہ جملہ مستانفہ ہی اور ہمزہ استفہام تقریری ہی اور جسنے زعم کیا کہ استفہام انکاری ہی اسنے خطا
کی۔ بعد ہمزہ کے فاء عاطفہ بمقدر ہی اے اذا بیّن حال اہل مسجد التقوی وحال اہل مسجد الضرار وصار الامر معلوما فاذاً الاول خیر ام الثانی
بنیان مصدر ہی بمانند عمران کے اور مراد اس سے اسم مفعول یعنی مبنی ہی۔ شفا بمعنی کنارہ و طرف۔ جرف بضم جیم وسکون را ایک قراءۃ
مین بضم را بھی دوسری قراءۃ مین بمعنی وہ جگہ جو سیل سے منحرف ہو جاوے یعنی پانی کے ہلکورون سے کُھد جاوے۔ اور بعض نے کہا کہ
کنارہ کی جڑ سے جو خالی ہو جاوے کہ وہ گرنے ہی کو ہوتی ہی۔ اجتراف بمعنی جڑ سے اکھاڑ لینا۔ ہار بمعنی ساقط در اصل ہائر تھا عین کلمہ بے سبب
واجبی حذف ہوا مانند شاک السلاح وشائک السلاح۔ یقال ہار البناء اے سقط۔ بعض نے کہا کہ اصل مین ہادر تھا یعنی جو گرنے کو ہو پھر
ہار و کیا گیا کہ لام کلمہ بجاے عین کے قلب کرکے ہار ہوا۔ اور شمس العلوم مین ہی کہ جرف وہ جسکی جڑ پانی کھا گیا اور اوپر کا کنارہ لگا ہو پھر جب
وہ بھی پھٹا تو وہ ہار کہلاتا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ بدون تقلیب و بدون حذف کے ہار در اصل ہور تھا اعلال سے ہار ہوا لیکن یہ خلاف
مشہور ہی ورنہ توجیہ اولی ہی۔ کما قال السمین رح۔ پھر تقدیر کلام یون ہی۔ افمن اسس بنیان دینہ علی تقوی اے مخافۃ من اللہ و رضوان منہ
خیر۔ یعنی بھلا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی یعنے اپنے دین کی عمارت کی اللہ تعالےٰ کے خوف پر اور اللہ تعالےٰ کے رضوان پر وہ بہتر ہی۔ ام من

اسس بنیانہ علی شفا جرف ہار- یا وہ جسنے اپنی عمارت دین کے نیو رکھی جرف ہار پر یعنے ایسے کنارے پر جو گرا چاہتا ہی یا ایسے کنارے پر جسکی جڑ پانی سے خالی ہوگئی ہی یا ایسے کنارے پر جسکی جڑ خالی اور وہ کگار اپھٹ گیا ہی- فانہار بہ فی نار جہنم- اے فانہار الشفا او الجرف الہار او البنیان بہ اے بالبنیان او الباني فی نار جہنم- بار تعدیہ ہی اور معنی یہ کہ بھرے گرا یہ کنارہ اس عمارت کو- یا لے گرا یہ کگار جھکا ہوا اس عمارت کو یا اسکے بنانے والے کو نار جہنم مین- الحاصل جسنے تقوی و رضوان پر مستحکم بنیاد رکھی وہ بہتر ہی یا جسنے گرتے کگارے پر جسکا گرنا بھی نار جہنم مین ہو دیسے وہ بہتر ہی یعنے پہلا بالضرور بہتر ہی دوسرے سے- پس اول مثال اہل مسجد قبا کی ہی اور دوم مثال منافقین مسجد الضرار کی ہی سبحان اللہ تعالے یہ کلام نہایت بلیغ و بدیع ہی اور رازی رح نے لکھا کہ مین تمام عالم مین کوئی مثال اس سے بڑھکر منافقون کے حال سے مطابق نہین پاتا ہون اور حاصل کلام یہ ہی کہ دو عمارتین ہین انہین سے ایک کے بنانے والے نے تقوی و رضوان الٰہی کی نیت کی دوسری کے بنانے والے نے نفاق و معصیت کی نیت کی پس اول عمارت تو اچھی و باقی رکھنے کے قابل ہی اور دوسری خراب ڈھانے کے قابل ہی واللّٰہ لا یھدی القوم الظّٰلمین اور اللہ تعالے قوم ظالم کو راہ نہین دیتا یعنے نیک کامون پر انکو قدرت نہین ہوتی ہی- حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا واللہ مسجد الضرار کی عمارت پوری نہونے پائی تھی کہ جہنم مین جا پڑے- حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین دیکھا کہ مسجد الضرار سے دھنوان نکلتا تھا- رواہ الحاکم و ابن جریر وغیرہما- ابن جریج رح نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگون نے وہ مقام کھودا جہان مسجد الضرار تھی تو وہان سے دھنوان نکلتا پایا- ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہی- خلف بن یاسین رح نے کہا کہ وہ مسجد ضرار جسکو اللہ تعالی نے قرآن مین ذکر فرمایا ہی مین نے دیکھا کہ اسمین سے ایک پتھر سے دھنوان نکلتا تھا اور اب تو وہ گھورا تھی رواہ ابن جریر رح- جب مسجد الضرار بنانے والے منافقون کی مراد پوری نہوئی اور اللہ تعالی نے انکا پردہ فاش کر دیا اور فضیحت ہوئے تو نہایت خوفناک ہو گئے تھے اس جہت سے کہ ابو عامر فاسق جسکو اپنا سردار بنایا تھا وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بد دعا سے تنہا جنگل مین مرکر جہنم مین پڑا اور مسجد الضرار بھی جہنم مین گئی تو منافق ڈرے کہ دیکھیے ہم قتل کیے جاوین یا نکالے جاوین اور اللہ تعالی نے انکو اس فعل بد کی پاداش مین مسجد سمیت جہنمی کر دیا کہ نفاق انکے دلون مین ایسا جما کہ کبھی نہ نکلا جیسے قولہ و اشربوا فی قلوبہم العجل سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے دلون مین گوسالہ رچ گیا تھا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا لا یزال بنیانہم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبہم برابر رہیگی انکی عمارت وہ جسکو انھون نے بنایا تھا شک انکے دلون مین- یعنی یہ عمارت انکے دلون مین نفاق و شک ہوکر برابر باقی رہیگی کیونکہ وہ انکو لیکر جہنم مین گری ہی پس انکے دلون سے شک و نفاق کبھی نہ جائیگا- الا ان تقطع قلوبہم مگر انکہ انکے دل پارہ پارہ ہوجاوین- یعنی وے مرجاوین- کما قال ابن عباس رض و مجاہد و قتادہ و زید بن اسلم و السدی و الضحاک وغیر واحد من السلف و الخلف و علی ہذا استثناء کے معنی یہ ہونگے کہ بغیر موت کے انکے دل سے شک نہ نکلیگا اور بعد موت کے جب مسجد الضرار کے ساتھ جہنم مین پڑینگے تو آگاہ ہونگے کہ ہم خطا پر تھے حالانکہ اسوقت کچھ مفید نہوگا- واللّٰہ علیم حکیم اور اللہ تعالے علیم حکیم ہی یعنے جو کچھ انکے دلون مین شک و نفاق مضمر ہی اور جو حکمت انکو اسطرح رکھنے مین ہی اللہ تعالے پر روشن ہی- ف- ان آیات کے حقائق و اشارات کو سننا چاہیے فقال فی العرائس قولہ تعالے لمسجد اسس علی التقوی الآیہ- اسمین بیان ہی کہ ہر عبادت کی محکم بنیاد نہین ہوتی مگر تقوی سے اور تقوی نہین ہوتا مگر اس طرح کہ غیر کیطرف نظر سے دل پاک ہو- پس جہان تقوی آیا وہان شرک و شک و ریا و نفاق وغیرہ جتنے ذمائم نفسانی و شیطانی ہین سب نیست و نابود ہوجاتے ہین اور وہان عمدہ اخلاق و صفائی دل و یاد الٰہی خالص رہجاتے ہین اور جب یہ ہوا تو خلوص نیت سے اعمال بدرجہ عرفان پہونچے اور عرفان بدرجہ توحید

پھر توحید بمشاہدہ موحد یعنے جسکی توحید کرتا ہی پس ہر غیبت عیان وہر الہام بیان ہوگیا۔ کما قال تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ شر قدیمی ہی اور ہر زمانہ مین حق تعالیٰ نے بندہ صادق کی ایذا رسانی پر ایک مکار ملعون ومشہور کیا ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین الآیہ بھی اسپر شاہد ہی پس آنحضرت صلعم کی ایذا دینے والون مین سے جو مشہور وملعون ہوئے ہین ایک ابو عامر فاسق بھی تھا اور ظاہر مین یہ شخص راہب تھا یعنے درویش گوشہ نشین نصرانی تھا مگر آنحضرت صلعم کی عداوت مین یہان مدینہ مین منافقون سے کہا کہ تم مکروسالوس پھیلا کر مسجد بناؤ اور مین قیصر روم سے لشکر لینے جاتا ہون اور عنقریب اسکے وعدہ کے موافق لیے آتا ہون اور یہ نجانا کہ ایذاے اولیاء اللہ تعالیٰ اشد غضب الٰہی تعالیٰ ہی پس موافق بددعاے حضرت سرور عالم صلعم کے خوار مردود تنہا مطرود مرا۔ اب اس زمانہ مین خیال کرو کہ اہل مکروسالوس کا یہ حال ہی کہ صوف کا لباس پہنکر زہد وتقوی ظاہر کرتے ہین اور بند حجرے بنا کر اسمین چلے کھینچتے ہین اور اپنے شیاطین کو دنیاوی مالدار تعلقہ دارو نوابون کے یہان بھیجتے ہین کہ وے جا کر انکو بہکاوین کہ فلان بزرگ چلہ مین بیٹھے ہین اور بڑے زاہد وعابد وصاحب کرامت ہین انکی زیارت سے نجات وحصول مراد ہی غرضکہ تمام لوگون کو انکا معتقد کرکے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہین اور جن امور مین رضاے الٰہی نہین ہی اور راہ توحید ومستقیم سے مانع ہین اور آخرت سے پھیرنے والے ہین مگر اہل دنیا کو مرغوب ومحبوب ہین انکو جاری کرکے دنیا کماتے ہین اور جو در حقیقت اولیاء اللہ تعالیٰ ونیک بندے وراہ توحید وآخرت پر ہین انکی مذمت وتقبیح کرتے ہین اور انکی برائیون وغیبت سے پیٹ بھرتے ہین تاکہ بندگان حق عزوجل کو راہ راست سے پھیرین اور انکی صحبت سے مستفیض ہونے دین پس ایسے لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتے ہین۔ وقال تعالیٰ واللہ لا یہدی کید الخائنین۔ پھر آخر جو لوگ خاص بندے ہین انکے نزدیک خوار وفضیحت ہوجاتے ہین بہرحال اللہ تعالیٰ ایسے لوگون سے روے زمین کو پاک فرماوے۔ مترجم کہتا ہی کہ ہمارے زمانہ مین ایسے لوگون کی بہت کثرت ہی اور عوام انکے اعتقاد سے دین قویم وصراط مستقیم واتباع رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باز رہتے ہین اللہم احفظنا وانت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ ابو بکر الوراق نے کہا کہ جسنے اپنی نیت صحیح رکھی اور اسکو شک وشبہہ عارض نہوا تو اسکی حالت ہمیشہ استقامت پر ٹھیک رہتی ہی اور صحت نیت اسطرح ہی کہ بالکل اپنی مراد سے جاتا رہے اور فقط ارادہ الٰہی پر راضی ہوجاوے۔ شیخ ابو عثمان رح نے آیت کریمہ سے استنباط کیا کہ جو زمین فتنہ ہوا اس سے سواے فتنہ کے کچھ نہین پیدا ہوتا اور زمین رحمت سے انسان کو رحمت ملتی ہی اگرچہ کچھ دنون بعد ملے۔ قولہ تعالیٰ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا الآیہ۔ اہل قبا کی تعریف فرمائی کہ وے طہارت کو چاہتے ہین اور اللہ تعالیٰ طہارت والون کو چاہتا ہی۔ طہارت کے مراتب ہین۔ اسرار کی طہارت خطرات سے ہوتی ہی یعنے سر باطنی کو خطرات نفس وشیطان وغیرہ سے پاک رکھنا چاہیے ارواح کی طہارت غفلتون سے یعنی ہر غفلت سے پاک رکھنا چاہیے۔ قلوب کو شہوات سے پاک اور عقول کو جہالات سے پاک۔ نفوس کو کفریات سے پاک۔ بدنون کو لغزش وافعال قبیح سے پاک رکھنا چاہیے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے ازل مین محبوب فرمایا اسکو دنیا مین ہر ایسے شغل سے جو اسکو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے پاک رکھتا ہی کیونکہ جس سے محبت ہو اسکو مغفرت مین نہین چھوڑا جاتا ہی۔ سہل رح نے کہا کہ طہارت تین طرح پر ہی علم کی طہارت جہالت سے اور یاد کی طہارت بھول سے اور طاعت کی طہارت معصیت سے ہی۔ بعض نے کہا کہ بیان اشارت ہی کہ ماسواے حق تعالیٰ کے ہر دو جہان کے تعلق سے ان بندون کو طہارت محبوب تھی قولہ افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ الآیہ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہر چیز وہر وہم وقیاس وگمان وخیال سے پاک وبرتر ہی کوئی بندہ جو کچھ خیال کرے وہ پاک تعالیٰ

اس سے پاک ہی پھر کچھ عمارات اسکے واسطے ہین اور وہ صدیقین کے دل ہین جو سچے وخالص اعتقاد سے اسکے بندے ہین اور ہر زمانہ ہین وہ بہت تھوڑے ہین اور یہ سب بھی ابتدا سے انتہا تک ایک بندہ کی طفیلی ہین اور وہ بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس اللہ تعالے عز وجل وہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی اور اُسکا ایک بندہ محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور اسکے طفیل بحسب مراتب رسول وانبیار واولیار ہین اور یہ وہی بندے ہین جو صدق دل سے خالص اللہ تعالی کے بندے ہین پھر یہ ہر زمانہ مین تھوڑے ہین پس انکے دل وہی اللہ تعالے کی عمارات ہین جنمین مناظر قدس وانس منور بانوار تجلی حق عز وجل ہین پس جسنے دل کو رذیل اخلاق سے پاک کرکے یاد الٰہی جل جلالہ وتمناے لقار حق تعالے وشوق ومعرفت وتوحید وتفرید وخوف وعظمت وکبریائی ومراقبہ خطاب واسرار وطلب رضوان ووصال الٰہی سبحانہ تعالے سے آراستہ کیا وہ نور عظیم کو پہونچ گیا جو بیان سے باہر ہی - واسطی رح نے کہا کہ قولہ علی تقوی من اللہ - اشارت ہی کہ اصل تقوی ازجانب اللہ تعالے عز وجل ہی پس متقی پر حق تعالے سبحانہ کا احسان ہی اور ہمہ تن اسی کی طرف متقی کا التفات لہذا امتحان کے لیے آیات مابعد مین امر جہاد وغیرہ مین اُنکو مشغول کیا - **مترجم** کہتا ہی کہ سراج وغیرہ مین لکھا کہ سابق مین غزوہ تبوک کی تمہید مین گذرا کہ رسول اللہ صلعم نے جب جہاد کے لیے لوگون کو حکم دیا اور وے گرانبار ہوے تو اللہ تعالی نے قولہ یاایہا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الے الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ الآیہ سے انکار فرمایا کہ زندگانی دنیا پر راضی نہو جاؤ پھر آمادہ کیا لقولہ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیہ - پھر بعد تشریح احوال ایمان ومذمائم نفاق کے اب اسکی فضیلت وتحقیق حالت پر متنبہ فرمایا - لقولہ تعالے

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ

اللہ نے خرید لی مسلمانون سے اُنکی جان اور مال اس قیمت پر کہ انکو بہشت ہی لڑتے ہین

فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

اللہ کی راہ مین پھر مارتے ہین اور مرتے ہین وعدہ ہوچکا اُسکے ذمے پر سچا تورت اور انجیل

وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ

اور قرآن مین اور کون ہی قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تمنے کی ہی اُس سے

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور یہی ہی بڑی مراد ملنی

إِنَّ اللّٰهَ البتہ اللہ تعالے عز وجل نے جو خالق ومالک تمام عالم دنیا وآخرت کا ہی - **اشْتَرٰی** خرید فرمایا **مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ** اپنے مومن بندون سے جو اُسکے مخلوق ومملوک ہین - **اَنْفُسَهُمْ** ان مومن بندون کی جانین - **وَاَمْوَالَهُمْ** اور ان مومنون کے اموال کہ خود ہی انکو رزق فرمائے ہین - **بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ** بعوض اس امر کے کہ ان مومنون کے لیے جنت مخصوص ہی - سبحان اللہ تعالے کیا فضیلت ہی کہ اسپر جان ومال فدا کرنا بہت متاع حقیر ہی لہذا حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے لوگو سچے کانون سنو پس قسم ہی ذات پاک حق عز وجل کی کہ یہ خریداری محض نفع وسراسر فائدہ ہی اس سے روے زمین کے تمام مومنون سے قیامت تک اللہ تعالے نے مبالغت فرمائی واللہ کوئی مومن اس بیع سے محروم نہین رہا - مولوی رومی نے کہا ؎ جان وہی ازبہر حق جانت دہند + نان وہی ازبہر حق نانت دہند

سے اللہ للہ زود لفروش وبخر + قطرۂ دہ بحر پرگوہر بہر + اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق ومملوک ہین چنانچہ مومن کی جان خود اپنی نہین بلکہ
محض اللہ تعالیٰ کی مخلوق ومملوک ہے اور ایسے ہی مال بھی اُسی کا دیا ہوا رزق ہے پس خرید یہان بطریق استعارہ تبعیہ کی تمثیل ہے جیسے
قولہ تعالیٰ اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدیٰ - مین تمثیل مقصود ہے - اور یہ امر خود واضح ہے اور کافرون ومنافقون کو متروک مطرود
کرکے فقط مومنین کی تخصیص فرمائی اور مومنون کی جانون ومالون کو مبیع قرار دیا جو کہ بیع مین عمدہ ومقصود ہوا کرتی ہے اور جنت کو دام ودول
بنایا جو کہ مقصود حاصل ہونے کا وسیلہ ہوتا ہے اور یہ کمال فضل ہے - اور خرید کرنا اپنی ذات پاک جل جلالہ کی طرف نسبت فرمایا اور یون کہا
کہ ان اللہ تعالیٰ باع الجنۃ بانفسہم واموالہم - یعنی جنت کو اللہ تعالیٰ نے مومنون کے ہاتھ بعوض اُنکی جانون ومالون کے فروخت کیا تو یہ بھی
کمال فضل مومنین ہے کہ قولہ ان اللہ اشتری - سے نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو مومنون کی جانون ومالون کی طرف کمال اعتنا ہے لہذا یون نفرمایا کہ اشتری
انفسہم واموالہم بالجنۃ - بلکہ یون فرمایا کہ بان لہم الجنۃ - تاکہ تحقیق معلوم ہوجاوے کہ یہ جنت اُنکے واسطے مخصوص ثمن ہے - یہ وہ مقام ہے کہ مومن
اس خوشی مین سو جان فدا کردے تو حقیر ہے اللہم رب اجعلنی مومنا من المومنین وانت ارحم الراحمین - پھر بعض نے کہا کہ انفسہم مین مجاہدین
کی جانین وایسے ہی اُنکے اموال مراد ہین اور صحیح یہ ہے کہ جملہ مومنین کی جانین مراد ہین کہ وہ طاعت الٰہی مین اُنکو رکھین یہان تک کہ موت
آوے اور اموال کو طاعت الٰہی مین خرچ کرین یہان تک کہ مرجاوین پس جہاد مین جان ومال خرچ کرنا سب سے پہلے داخل ہے - اور انفسہم
کو اموالہم سے مقدم کیا تاکہ تحقیق ہوجاوے کہ یہ بیعت اُنکے مال کمانے سے پہلے ہوگئی ہے اور حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ مومنون کا اپنی جان
ومال کو اللہ تعالیٰ کی طاعت ورضامندی مین یعنی موافق شرع وسنت رسول اللہ صلعم کے قربان کرنا موجب کمال ثواب ورضوان الٰہی تعالیٰ
ہے اور وہ جنت ہے پس زہے نصیب اُسکے جسنے یہ بیع پائی کہ یہ حقیر جان اُسی کی مخلوق ہے اور یہ حقیر اموال اُسی کا رزق دیا ہوا ہے اسی کو
اس پاک خالق رازق جل جلالہ نے قبول فرماکر خریدا اور جنت جو محل اکرام وانعام ورضوان ہے عطا فرمایا وہین اُسکا رضوان ودیدار ہے -
سبحان اللہ تعالیٰ کہان یہ حقیر اور کہان وہ انعام کبیر الحمد للہ رب العالمین - لہذا حسن بصری وقتادہ رح نے کہا کہ واللہ اُسکو حضرت
حق سبحانہ تعالیٰ نے خریدا تو اُنکو بہت بھاری ثمن دیا - اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر دونون چیزین اُنہین کے لیے کردین - حسن بصری نے
کہا کہ ہماری جانین سب اُسی کی مخلوق ہین اور ہمارے اموال سب اُسی کا رزق عطیہ ہے - ایک جماعت محدثین نے روایت کیا کہ لیلۃ العقبہ مین
قبل ہجرت کے جب آنحضرت صلعم نے ایک گروہ انصار سے بیعت لی تو اُنھون نے عرض کیا کہ جو شرائط آپ کو منظور ہین ہم سے لے لیجیے آپنے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تمپر یہ شرط ہے کہ اُسی کی توحید کرو کچھ بھی اُس سے شرک نکرو اور میری ذات کے لیے یہ کہ اپنی جانون ومالون سے
جسطرح روک ٹوک کرتے ہو میری نصرت کرو تو عرض کرنے لگے کہ ہم نے منظور کیا تو ہمارے لیے کیا ہے فرمایا کہ تمہارے لیے جنت ہے تو انصار بولے
کہ واللہ ہم نے بیع مین سراسر نفع پایا اب ہم بیع نہ پھیرنے دینگے اور نہ خود پھیرینگے - روایت ہے کہ ایک اعرابی اس آیت کو پڑھتا ہوا آیا اور
آنحضرت صلعم سے کہا کہ یہ کس کا کلام ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا - عرض کیا کہ بیع مین سراسر بیع انفع ہے واللہ مین نہ پھیرونگا نہ پھیرنے دون
پس جہاد کو روانہ ہوا اور وہان شہید ہوگیا - قال تعالیٰ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ جملہ مستانفہ
بیان غرض خرید ہے یعنے اس بیع مین کیا مفاد ہے اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین فیقتلون بصیغہ مجہول ہے اور دوم بصیغہ معروف اور باقیون
کی قراءۃ مین اول معروف ہے اور دوم مجہول ہے - المعنی قتال کرتے ہین یا قتال کرینگے یہ بندے اللہ تعالیٰ کی راہ مین پس قتل کرتے ہین
کافرون کو اور قتل کیے جاتے ہین یا قتل کرین اور قتل کیے جاوین - بعض علماء نے کہا کہ یقاتلون سے مراد امر ہے یعنے مومنون سے اسطرح خریدا

تو وہ قتال کرین۔ اور بنابر قراءۃ حمزہ وکسائی کے یہ معنی ہین کہ قتل کیے جاتے ہین اور قتل کرتے ہین یعنے باوجودیکہ بتقدیر ومشیت آلہی انمین سے بعضے قتل کیے جاتے ہین تو باقی قتال پر ثابت قدم رہتے ہین کیونکہ قتل ہوجانا عین مراد مل جانا ہی مگر منافق بسبب ضعف اعتقاد وشک کے اسی سے بھاگتا ہی۔ الحاصل مومنین اللہ تعالے کی راہ مین قتال کرتے ہین خواہ قتل کرین یا قتل ہون یا قتل کرین بھی ومقتول بھی ہون بہرحال اُنکے لیے جنت ہی۔ صحیحین وغیرہ مین حدیث ہی کہ جو شخص خالص اللہ تعالے پر ایمان ورسولون کی تصدیق پر اُسکی راہ مین جہاد کو نکلا تو اللہ تعالے نے اسکے واسطے تکفل کرلیا کہ اسکو وفات دے تو اسکو جنت مین داخل فرمادے یا جہان سے نکلا ہین اُسکو اجر وغنیمت سمیت واپس فرمادے۔ مترجم کہتا ہی کہ پہلی بات کیا خوب ہی اللہ تعالے اپنے فضل سے روزی فرماوے۔ قال تعالے وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ای وَعَدَ اللہ تعالے علی ذلک وعدًا وحق ذلک حقا۔ فِي التَّوْرٰىةِ یعنی وعدہ فرمایا اللہ تعالے نے اس فعل جہاد پر وعدہ اور محقق کردیا اسکو خوب محقق جو ثابت ونازل ہی توراۃ مین یعنے جو کتاب آسمانی حضرت موسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اسمین مومنین کے لیے یہ وعدہ لکھ دیا تھا۔ وَالْاِنْجِيْلِ اور کتاب انجیل مین جو حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وَالْقُرْاٰنِ اور اب اس کتاب مجید قرآن مین ثابت فرمایا جو افضل الرسل وخاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور وہ اگلی کتابون کا جامع وشاہد ہی حاصل آنکہ یہ وعدہ حضرت علام الغیوب کی طرف سے مومنون کے لیے اگلی کتابون سے نازل چلا آتا ہی یہان تک کہ قرآن مجید مین نازل ہوا پس وعدہ محقق وثابت ہی۔ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون ہی وہ جو اللہ تعالے سے بڑھکر اپنا وعدہ وفا کرے۔ یعنی کوئی اُس سے بڑھکر نہین ہی۔ دیکھو بندے بدعہدی سے شرم کرتے اور کبھی بدعہدی نہین کرتے ہین تو بھلا بندون کا خالق جو ہر چیز پر قادر ہی اُسکے وعدے کا کیا پوچھنا ہی اُسکے قبضۂ قدرت مین ہر چیز ہی جو چاہے کرسکتا ہی پھر وفائے وعدہ سے کیا چیز مانع ہوسکتی ہی پس جب بندون کو بدون اُنکے کسی استحقاق کے پیدا کردیا اُنکو تمام نعمتین عطا فرمائین تو فضل وکرم سے جو وعدہ فرمایا وہ بے شک پورا ہی فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ اب خطاب سے مشرف کرکے مومنون کو دوچند مسرور فرمایا کہ جب یہ جان چکے تو خوش ہوجاؤ اس اپنی بیع پر جو تم نے عقد مبایعت سے قرار دی ہی۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی تو فوز عظیم ہی۔ سبحان اللہ عزوجل بے شک یہی فوز عظیم ہی۔ تنبیہ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ مین کمال بلاغت وانواع تاکیدات ہین۔ اول قولہ ان اللہ اشتری یعنی خریدنے والا وہ اللہ تعالے عزوجل ہی جسکی جناب پاک مین دروغ کا وہم نہین ہوسکتا پس عقد وعہد کامل مضبوط ہی۔ دوم اُسکو بیع وخرید سے استعارہ کیا اور عقد بیع بعد واقع ہونے کے واجب ہوتا ہی لہذا بلفظ یشتری نہین بلکہ اشتری فرمایا کہ واقع ہوگیا۔ سوم قولہ وعدًا کیونکہ وعدہ آلہی حق ہی۔ چہارم قولہ علیہ کیونکہ کلمہ علی وجوب کے لیے ہی۔ پنجم قولہ حقا کیونکہ تاکید تحقیق ہی۔ ششم قولہ فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ ای ثابتا کائنا فیہا۔ کیونکہ ثبوت ان کتب آسمانی مین بجائے اسکے ہی کہ تمام انبیاء ورسل وتمام امتین اسپر گواہ ہوگئی ہین۔ ہفتم قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ یہ کمال تاکید ہی۔ ہشتم قولہ فاستبشروا الخ۔ یہ بشارت نیل مرام ہی کہ وہی عین مقصود ہی پس مبالغۃ تاکید ہی۔ نہم قولہ ذلک ہو الفوز۔ اور دہم قولہ العظیم۔ پس ان دس وجوہ سے حق تعالے جل جلالہ نے اس عہد کو موکد ومقرر ومحقق فرمایا فـ ...ـی العرائس قولہ تعالے ان اللہ اشتری من المومنین الآیۃ۔ ازل مین اہل مسجد الرضوان کو محبوب ومقبول فرماکر بمقتضائے عظمت وکبریائی امتحان غیرت مین غیر کی طرف ملتفت کیا اور یہ مکر قدیم ہی پس تحققا یہ خرید ذات پاک اُسنے ہی کیونکہ قیام وجود اُسی کی ذات پاک سے ہی ورنہ اشیاء وحوادث سب دم مین فانی ہوجاوین پس اپنے آپ کو حوادث پر پیش کیا مگر کوئی اُسکے لائق نہین تو خود اپنے آپ کو اپنے لیے خرید فرمایا کیونکہ او تعالے

دانا تر ہی کہ اُسکی تجلی عظمت اُسکے تعالے سے تمام مخلوق عاجز ہی اور حدوث کو قدم کی تجلی مین بھلا کہان تاب ہو سکتی ہی اور وہی اپنے آپ اپنی
قیمت ہی بس شفقت سے اپنے آپ کو آپسے خرید لیا کہ تجلیات عظمت مین یہ بندے نیست ہو جاوین - پھر ان بندون کے اموال خریدے اور
یہ اموال اسکے نعوت ازلیہ و متاع مشاہدہ ہی تاکہ عدم کا بعید قدم ہی مین رہے پس جب جلال قدم سے انکو قطع فرمایا تو جو کچھ اُنکے لائق و مناسب
ہی یعنے جنت اُسمین انکو مشغول فرمایا - نکتہ نفوس و اموال کی کچھ قدر و قیمت نہین چنانچہ اُنکو بعوض جنت کے خرید فرمایا ورنہ در صورت قدر
و نفاست ہونے کے بذات پاک خرید فرماتا نہ کسی حادث چیز کی عوض کیونکہ جنت بھی منجملہ محدثات کے ہی - نکتہ نفوس کو خرید کر لیا کیونکہ وہ قلب
کو پروردگار تعالے سے حجاب ہین اور یہی حال اموال کا ہی پس دونون خرید لیے تاکہ درمیان مین کوئی حجاب نہ رہے - نکتہ - مومنین سے
انکے نفوس خرید فرمائے جو مجاہدہ و ریاضت کی راہ سے اُسکے زیر قدرت و ملکیت داخل کیے گئے ہین اور قلوب نہین خریدے کیونکہ وہ دیدار
صفات مین خود مستغرق ہین - ابن عطاء رح نے کہا کہ تیرا نفس ہی ہر شہوت و بلیہ کا گھر ہی اور تیرا مال ہر گناہ و معصیت کا ہتھیار پس
دونون تجھسے خرید کر تجھے وہ چیز عوض دی کہ حال و مآل مین تجھے نافع ہی - سہل رح نے کہا کہ مومن کوئی ایسا نہین جسکے ملک مین اسکا
نفس ہو اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالے کی بیع مین بک چکا پس جسنے مبیع ادا نہ کی اور نفس اپنے پاس رکھا یعنی حیات دنیاے فانیہ سے
نہ درگزرا وہ بھلا کہانسے حیوۃ طیبہ پر زندگی کریگا - قال المترجم نکتہ لطیف ہی اور حدیث مین ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک
اُسکا نفس بالکل اسکا مطیع نہوجاوے جو مین لایا ہون فتامل وافہم - جعفر رح نے کہا کہ بزبان حقیقت انکو بتلاے مگر کیا بزبان معاملت
کہ اسنے اجساد خریدے تاکہ قلوب مین وقوع محبت متعین ہو پس وصل سے انکو زندہ فرمایا - حسین رح نے کہا کہ نفوس سرکش ہین انکو
حق تعالے نے مومنین سے خرید کر اپنی غلامی مین مطیع کر لیا پس سواے حق عز و جل کے انکا کوئی مالک نہین ہو سکتا - نصرآبادی رح
نے کہا کہ جنید رح سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے مومنین سے انکے نفوس کب خریدے - تو کہا کہ ایسے وقت کہ کب کا وہان وجود ہی نہ تھا
پس انکی نظر کو سبب و علت سے بالکل اُٹھا دیا جبکہ انکی ملکیت خود اپنے نفوس و اموال سے زائل فرمائی تاکہ جوار حق عز و جل کی لیاقت
پاوین - نصرآبادی رح نے کہا کہ نفس تیری صفت تھا تجھسے خریدا اور قلب اسی کی صفت کے زیر حکومت ہی اسپر مبایعت نہین واقع ہوئی -
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی کا قلب حضرت الرحمن عز و جل کی دو انگلیون کے بیچ مین ہی یعنے اسی کی صفت قدیم کی تجلی مین مسخر ہی - نکتہ
قال النصرآبادی رح آدمی کا نفس معیوب ہی اور کریم وہی خرید لیتا ہی جس سے اور لوگ بے پروائی کرین - قال الشیخ العارف
مجھے اور ایک نکتہ الہام ہوا کہ حق تعالے نے وقت ایجاد کے نفوس کو لباس قہر ربوبیت پہنایا پس اُسنے وصف کبر کو لے لیا پس جب قہر
اسپر وارد ہوا تو اسنے منازعت کی پس حق تعالے نے مومنون پر کرم فرمایا کہ اگر نفس اُنکے ساتھ رہا تو انکو اغوا کریگا جیسے فرعون کو اغوا
کر کے اس سے قولہ انا ربکم الاعلی - کہلوا لیا - اور جیسے ابلیس کو تکبر مین خوار و مردود کیا پس مومنون سے خرید کر نابود کر دیا تاکہ اُنمین سواے
عبودیت کے کچھ باقی نہ رہے - پھر حق تعالے نے قلوب عارفین مومنین کو اپنے پاک کلام یعنی قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ - سے فرحت
و سرور مین بسر کیا کہ فداے جان و مال مین جہاد و مجاہدہ و ریاضات مین اللہ تعالے کے وعدہ پر نیک نیت و صدق طویت پر ثابت و مستقیم رہین
لہذا یقین کرینگے کہ حق تعالے جل جلالہ سے بڑھکر کسکا وعدہ ہو سکتا ہی اسلیے کہ وعدہ آیندہ وفا ہوتا ہی اور جسقدر محدثات ہین یعنی سواے
اللہ تعالے کے جو چیز وجود کوئی ہی وہ آیندہ کے معاملہ مین ناقص ہی کیا معلوم کہ کیا واقع ہو اور حق تعالے قدیم پاک بیزوال قادر مختار عزیز
جلیل ہمہ اوصاف کمال لایزال ہی اُسمین کوئی نقص ممکن ہی نہین پس جو فرمایا وہ ضرور پورا ہوگا بلکہ اُس سے بڑھکر اپنے فضل سے عطا فرمایگا -

کیونکہ اسکے انعام وفضل کی انتہا ہی نہین اور وہ رب کریم رحیم ہی پس بندہ مومن نہایت مطمئن ہی کہ اُسکے مولی جل جلالہ کے مملوک ومقہور ہین جو چیز ہو یا جو آدمی ہو یا جو فرشتہ ہو جنکو گمراہ اپنا معبود بناتے پھرتے ہین۔ حسین رح نے کہا کہ ازل مین حق تعالی کا عہد اپنے خاص بندون کے ساتھ اُنکی خصوصیت خاصہ کا ہی جسکے انوار انکے وجود سے ظاہر ہونے ہین چنانچہ حضرت آدم ع کی پشت سے جب ارواح نکالین مثالاً چیونٹیون کیطرح تھین تو آدم ع نے اُنھین سے خالص بندون پر وہ انوار جنپر نظر نہین ٹھہرتی دیکھا عرض کیا کہ اے پروردگار تیری شان پاک ہی یہ کون بندے ہین پھر دنیاوی وجود مین ان انوار کے آثار انپر موافق عہد قدیم کے ظاہر فرمائے پس اُنکا عہد اُنکو پورا کر دیا۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی عہد پورا کرنے والا نہین ہو سکتا پھر اسی پر مومنون کو بشارت دی بقولہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ۔ خرید اپنی طرف فرمائی کہ ازل مین مومنون سے اُنکی جانین خریدین اور بیع مومنون کی طرف نسبت کی کہ اُنھون نے جانین بیچین یا وہ تو جانتا ہی کہ ازل مین مومنین کہان تھے اپنی پاک ذات کو مومنون کی جگہ قائم فرمایا اور یہ اتحاد الفعل کی طرف اشارہ ہی۔ کمافی قولہ تعالے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور یہ آیت از قبیل عین الجمع ہی انکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بشارت فرمائی اور غرض اس سے یہ کہ خوش ہو جاؤ تم میری متابعت سے باین طور کہ میرے ساتھ اللہ تعالے کی طاعت کرو پس بڑی خوشی ہی کہ مین نے تم کو اپنے خطاب و خرید سے جو بڑے کمال لطف سے خبر دیتا ہی تم کو سرفراز کیا پس تم بلا عذاب و بلا حساب دیدار جمال وجلال سے فائز ہوگے۔ کما قال تعالے وذلک ہو الفوز العظیم۔ شیخ نصر آبادی رح نے کہا کہ اس بیع مین خوشخبری کامل یہ ہی کہ اللہ تعالے انکو بحسب وعدہ کے یہ جنت عطا فرمائیگا جو کہ مقام رضوان ہی اور چونکہ وہ کریم حقیقی ہی پھر پورے زیادت کے ساتھ دیدار ومشاہدہ عطا کریگا۔ کما قال تعالے الحسنی وزیادہ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ متواتر تفسیر مین حسنی جنت ہی اور زیادہ دیدار حق تعالے ہی۔ پھر واضح ہو کہ مومن اسم جامع ہی اسمین معانی کثیرہ داخل ہین پس جن مومنون سے اُنکے نفوس خرید فرمائے ہین اُنکے اوصاف مقامات کو تفصیل وتقسیم کے ساتھ بعد اجمال کے یعنی بلفظ مومن بیان فرمانے کے اُنکی تمیز وشناخت وتحقیق کے لیے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے حکم کرنیوالے نیک بات کو

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور منع کرنیوالے بری بات سے اور تھامنے والے حدین باندھی اللہ کی اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

اَلتَّآئِبُوْنَ زجاج رح نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مبتدا ہی مع معطوفات کے اور خبر محذوف ہی یعنے التائبون العابدون الی آخرہ لہم الجنۃ ایضاً یعنی تائبون وغیرہ اُن اوصاف والون کے لیے بھی جنت ہی اور کہا کہ یہ احسن اسوجہ سے ہی کہ اگر التائبون سے بیان الذین مومنین کا ہو جو اوپر کی آیت مین مذکور ہین تو وعدہ جنت مخصوص بمجاہدین ہو جائیگا۔ اسی قول کو مفسرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ولیکن جواب یہ ہی کہ وعدہ مجاہدون کے ساتھ مخصوص ہونا لازم نہین آتا اس لیے کہ مومنین سے عام مومنین مراد ہین اور اُنسے اُنکی جانین و اموال خرید لیے پس وہ حکم شرع کے موافق اپنی جان کو مطیع رکھتے ہین جسمین جہاد وغیرہ سب طاعات شامل ہین لہذا مختار قول جمہور مفسرین ہی کہ مرفوع علی المدح ہی۔ اے ہم التائبون۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ اُن مومنون کی مدح ہی جن سے اللہ تعالے نے اُنکی جانون و مالون کو خرید فرمایا۔ اور تائبون جمع تائب یعنی رجوع کرنے والا اور مراد شرک ونفاق سے پھر جانے والے۔ یا جملہ معصیات سے منھ موڑنے

ع
جس مین ہیں سجدے ... [illegible]

اور توبہ کرنے والے۔ الحاصل مومنین جنکے جانون و مالون کو اللہ تعالے نے خریدا وہ ایسے لوگ ہین کہ شرک ونفاق وغیرہ جملہ معاصی سے
عموماً تائب ہین۔ الْعٰبِدُونَ عبادت کرنے والے ہین یعنی خالص اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت بدون شرک ونفاق کے
کرتے ہین۔ الْحٰمِدُونَ اللہ تعالے ہی کی حمد وثناء ہر حال مین ادا کرنے والے ہین پس جو امر تقدیری خواہ نعمت ہو یا مصیبت ہو
انکو پیش آوے اُسمین راضی اور اپنے پاک معبود تعالے کی حمد وثنا کرتے ہین۔ السَّآئِحُونَ جمع سائح یعنے صائم ہین۔ الرّٰكِعُونَ
رکوع کرنے والے۔ السّٰجِدُونَ سجدہ کرنے والے یعنی نمازین ادا کرنے والے ہین۔ الْاٰمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ حکم
کرنے والے ہین امر معروف کا۔ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکنے والے ہین ایسے امر سے جو شرع مین انکار کیا گیا یعنی ایسے
یہ حکم دیا گیا کہ نہ کرنا چاہیے پس موافق استطاعت کے ہاتھ یا زبان سے روکتے یا آخری مرتبہ دل سے بُرا جانتے ہین۔ وَالْحٰفِظُونَ
لِحُدُودِ اللّٰهِ اور حفاظت کرنے والے ہین اُن حدون کے جو اللہ تعالے نے انکے لیے مقرر فرمائی ہین یعنی اس دنیاے دنی و
زندگانی فانی مین نفس و اُسکی خواہشون کی چیزین اور اطوار و افعال پیدا کرکے انکو امتحان مین رکھکر حدین مقرر کر دی ہین کہ ان حد سے
تجاوز نہ کرین خواہ طاعات عبادات الٰہی ہون یا نفس کی خواہشین ہون یا اور لوگون سے معاملات ہون سب مین اس دنیا سے
خواہش نفس کے تابع نہون کہ جو انکا نفس چاہے وہ کرنے لگین بلکہ اللہ تعالے نے جو حدود رکھے ہین انکے مطیع رہین اور اس خوبی
سے دنیا کی زندگانی بسر کرکے اپنے آخرت کے گھر مین جو جنت ہی چلے جاوین لہذا فرمایا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور بشارت دیدے
اے رسول محبوب اُن بندون کو جو مومنین مطیع ان اوصاف سے آراستہ ہین۔ پس مومنون نے اس دنیا و اسکی حیات فانی کو چھوڑا اور
آخرت و اسکی حیات دائمی کو اختیار کیا اسطرح کہ انھین اوصاف سے بفضل و توفیق الٰہی متصف ہوے تو جنت و رضوان دائمی کی بشارت
پائی۔ برخلاف کافرون ومنافقون کے کہ انھون نے اپنے نفس کی اطاعت کی اور اس دنیا و حیات فانی کو اختیار کیا پس جہنم ہمیشہ انکا ٹھکانا
ہی۔ واعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ ف اللہ تعالے نے یہان نو وصف ذکر فرمائے ہین جو دنیاوی زندگی بسر کرکے آخرت وجنت تک
پہونچ جانے کے لیے بندگان مومنین کو کافی ہین ازانجملہ چھ وصف پہلے خالص حضرت خالق عز وجل کی بندگی سے متعلق ہین یعنے
اول توبہ کرے ہر شرک ونفاق و ہر معصیت سے پھر دوم عبادت کرے اخلاص و توحید کے ساتھ اور یہ یقین کیے رہے کہ حضرت خالق
عز وجل کی عبادت جو اُسکی درگاہ کے لایق ہی مجھسے کبھی ادا نہین ہو سکتی ولیکن اُسکے فضل وکرم سے امید ہی کہ اُسکی عظمت وکبریائی کے
لایق عبادت مین جو قصور مخلوق سے ہی اُسکو عفو کرکے مجھسے اسیقدر قبول فرمادے کیونکہ وہ پاک پروردگار دانا تر ہی کہ ہم مخلوق بندے
اُسکے شان اعز و اجل کے لایق عبادت نہین ادا کر سکتے ہین۔ اسی سے اہل عرفان اپنی عبادت سے استغفار کرتے رہتے ہین۔ سوم
تقدیر پر ایمان رکھے کہ حضرت خالق عز وجل کی حکمت کاملہ ومشیت فاضلہ سے ہر نعمت ومصیبت ہی اور جب وہ حق تعالی کی طرف سے
ہی تو نعمت کے وقت شکر الٰہی اور مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون سے ہر حال مین اُسی کی حمد وثنا کرے اور کسی غیر کیطرف
سے یا کسی سبب وغیرہ سے کوئی امر خیال نہ کرے کہ یہ شرک ہی۔ چہارم سائح ہو اور اُسکا بیان آگے آتا ہی پنجم وششم راکع وساجد ہو
پس یہ دونون فعل کمال تعظیم کی نیت سے مخصوص بجناب باری تعالے ہین لہذا آپس مین کسی بندے کی تعظیم کے لیے سر نہ جھکادے
نہ بطور رکوع نہ بطور سجدہ چاہے کوئی بندہ ہو اور سلام کے وقت جو لوگون مین سر جھکانے کا طریقہ یا سلطان و امیر کے سامنے جھکنے کا طریقہ ہی
سب خطا وگناہ ہی اور یہی تحقیق ہی۔ اور مقصود رکوع وسجود سے نماز ہی۔ پس یہ چھ وصف تو خالص اللہ تعالے کی بندگی مین ہین اور

ساتواں و آٹھواں وصف امر بالمعروف و نہی از منکر کا تو یہ اللہ تعالےٰ کے لیے بندوں کے ساتھ برتتے۔ اور تفصیل اسکی سابق ہوچکی اور مسائل اسکے فتاوی عالمگیریہ کے ترجمہ جلد چہارم سے تلاش کرو مگر یاد رکھو کہ یہ امر واجب ہی اور یہی صحیح و اسی پر فتوی ہی پس اسکا زیادہ تعلق بندوں سے ہی اور نیت خلوص سے ثواب ملیگا اور نواں وصف کہ حدود الٰہی کی حفاظت کرتا تو وہ اللہ تعالےٰ کی عبادات کے حدود میں بھی چاہیے اور بندوں کے ساتھ معاملات کے حدود میں بھی چاہیے پس کتاب و سنت پر عمل کرے اور بدعات عملی و بدعات اعتقادی جیسے رافضی خارجی معتزلی وغیرہ فرقوں میں رائج ہیں سب سے اجتناب کرے اور بندوں سے معاملہ نکاح و بیاہ و بیع و خرید وغیرہ سب میں حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے یہ ترتیب و کچھ تفصیل ان کلام پاک بلیغ کی ہی۔ ف ۲۰ قولہ السائحون۔ جمع سائح مشتق از سیاحت جو روے زمین پر سیر کرنے کو کہتے ہیں اور قاموس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے زمین میں سیر کرنے کو سیاحت کہتے ہیں اور علماء نے لکھا کہ سیاحت سے نفس بہت مہذب ہوجاتا ہی کیونکہ کسی مقام سے آدمی کو دل بستگی نہیں رہتی اور دنیا میں مثل مسافر کے ہوجاتا ہی کہ اُس کو دنیا سے انقطاع ہوکر آخرت کی طرف رغبت حاصل ہوجاتی ہی۔ پس یہ تو نفع سیاحت کا ہی لیکن آیت کریمہ میں سائحین سے کیا مراد ہی تو اسمیں متعدد تفاسیر ہیں اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ کے نزدیک مراد آیت کریمہ میں سیاحت سے صیام ہی چنانچہ تفسیر ابن کثیر رح میں ہی کہ عبداللہ بن مسعود رض نے کہا کہ سائحون یعنی صائمون۔ روزہ رکھنے والے۔ ایسا ہی عوفی و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جہاں قرآن مجید میں سیاحت مذکور ہی مراد اس سے صیام ہی۔ رواہ ابن جریر و ابن المنذر۔ قلت۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے ازواج رسول اللہ صلعم کی صفت میں فرمایا۔ سائحات یعنی صائمات اور ایسا ہی ضحاک رح کا قول ہی۔ عائشہ رض نے کہا کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہی۔ رواہ ابن جریر۔ یہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عطاء و عبدالرحمن السلمی و ضحاک وغیرہم کا ہی اور حسن بصری رح نے کہا کہ رمضان کے روزہ دار مراد ہیں۔ اور ابو عمرو العبدی نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے مراد ہیں اور ایسا ہی ایک حدیث مرفوع میں آیا ہی۔ قلت ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت ہی کہ سائحین یہ صائمین ہیں۔ رواہ الحاکم۔ اور ابن مردویہ نے قول عائشہ رض جو اوپر مذکور ہوا مرفوع روایت کیا ہی۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ روایت ابوہریرہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف اصح ہی و لیکن ابن جریر رح کی روایت عبید بن عمیر سے مرفوعاً کہ آنحضرت صلعم نے سائحین کی تفسیر پوچھنے والے کو کہا کہ وہ روزہ دار ہیں یہ مرسل روایت بحسب الاسناد جید ہی۔ نص علیہ الحافظ رح۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابوداؤد نے حدیث ابوامامہ رض سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیدیجئے تو فرمایا کہ میری امت کی سیاحت یہ کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کریں۔ قلت قد رواہ ابن ماجہ و الحاکم و صححہ اور یہ شخص اجازت مانگنے والے عثمان بن مظعون تھے نص علیہ بعض الحفاظ واللہ اعلم۔ اور ابن المبارک رح نے ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوع روایت کی کہ سیاحت کے ذکر میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے سیاحت کو جہاد سے اور ہر بلندی پر تکبیر سے بدل دیا ہی۔ قال الحافظ رح۔ اور عکرمہ رح نے کہا کہ سائحین وہ علم دین کے طالب ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور کہا کہ بعضے کم فہم جو سیاحت سے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ زمین کے جنگلوں و پہاڑوں و دشت بیابان وغیرہ میں سیر کرنا پھرے سو یہ یعنی غلط فہمی ہی کیونکہ یہ امر شرع میں مشروع نہیں ہاں جس زمانہ میں دین میں فتنہ و فساد پھیلے تو البتہ اسقدر آیا ہی کہ قریب ہی کہ مسلمان کا بہتر مال کچھ بکریاں ہوں کہ انکو شعف الجبال و بارش ہونے کے مقامات میں لیجاوے اس غرض سے کہ اپنا دین سلامت رکھنے کو فتنہ سے بھاگے۔ کما فی روایۃ البخاری رح۔ حاصل اس آیت کی تفسیر کا وہ ہی جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ ان مومنوں کی

صفت ہی جیسے اللہ تعالے نے آنکی جانین و اموال خریدے پس وے لوگ ان اوصاف سے متصف ہونگے کہ ہر نواحش و گناہ سے توبہ کرنے والے ہونگے - اور اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم و محافظ ہونگے اور یہ عبادت اقوال و افعال ہین پس اقوال مین سے زیادہ مخصوص قول حمد و ثنا ہی لہذا حامدون سے وصف فرمایا اور افعال مین سے افضل نماز و روزہ ہی لہذا سائحون یعنی صائمون سے اور راکعون ساجدون یعنی نماز گزارنے والون سے وصف فرمایا پھر باوجود اسطرح قیام طاعت کے یہ لوگ مخلوق الٰہی کو نفع پہونچانے والے اور انکو راہ راست دکھلانے والے ہین بایں طور کہ آمرون بالمعروف و ناہون عن المنکر ہونگے باوجود علم اس بات کے کہ کن کن امور کا ناشرع مین مستحسن و معروف ہی اور کن کن امور کا شرع مین انکار کیا گیا ہی پس انکا ترک واجب ہی پس حافظین حدود اللہ تعالے بھی ہونگے کہ ہر چیز کی حلت و حرمت سے انکو آگاہی ہوگی پس یہ لوگ جامع اوصاف ہین کہ عبادت حق عزوجل پر بھی قائم ہین اور مخلوق کی نصیحت پر بھی ثابت ہین لہذا فرمایا کہ وبشر المومنین - کیونکہ ایمان ان سب امور کو شامل و جامع ہی - وخیر الناس من ینفع الناس - آدمیون مین وہی بہتر ہی کہ آدمیون کو نفع پہونچاوے **ف ۳** عرائس مین لکھا کہ قولہ تعالے التائبون العابدون الحامدون الخ اس کلام پاک مین نو مقام بیان فرمائے اور اول مین بقولہ ان اللہ اشتری من المومنین سے ایمان ذکر فرمایا کیونکہ ایمان تمام حالات و مقامات و معاملات و درجات کی جڑ ہی اور وہی نیکیون و بھلائیون کی اصل ہی پس اسی سے انسان اپنے خالق عزوجل کو پہچانتا اور اپنے آپ کو بندہ جانتا ہی پھر اس سے یہ خصال حمیدہ مانند شاخون کے سر نکالتے ہین پس ایمان کے ساتھ ملا کر مقامات دس ہوئے جنمین سے ایمان مقدم و اول ہی اور مومن کا معرفت مین امتحان ہوتا ہی کبھی ذوق وصال کے بعد تلخی فراق کا اور کبھی ادب انبساط کا پس فراق کے امتحان مین غفلت سے توفیق ازلی اسکو متنبہ کر کے چشم دل اسکی کھول دیتی ہی پس اسکے دل مین نفس و شیطان جو خطرات شہوت و شبہات لاتے ہین اور اسکی روح ناطقہ پر جو خواہش ماسوائے حق ہوتی ہی اسکو پہچانکر جوش نور ایمان سے اسکو نکال ڈالتا ہی پس سر باطنی اغیار سے پاک ہو جاتا ہی پس گذشتہ اوقات غفلت پر نادم ہو کر توبہ و استغفار سے درگاہ کبریائی مین عاجزی کرتا ہی یہان تک کہ صدق ارادہ ہو کر مرتبہ توبہ اسکو نصیب ہوتا ہی پس اللہ تعالے عزوجل اسپر رجوع فرماتا ہی اور اسکی توبہ پوری ہو جاتی ہی پس **تائبون** وہ قوم ہی جسنے غیر حق سے اللہ تعالے کی طرف رجوع کیا اور استقامت بامر مع اللہ تعالے انکو نصیب ہوئی پھر وہ اللہ تعالی کیطرف سے کبھی اغیار کی طرف رجوع نہین لاتے اور اس صفت کے حصول سے توبہ کرنے والے کو عبادت و مجاہدہ و ریاضت حاصل ہو جاتی ہی یہان تک کہ اسکو بندگی کا مزہ مل جاتا ہی اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالے کا بندہ ہو جاتا اور اغیار سے منھ موڑ لیتا ہی اور چشم احسان سے بنور عرفان اسکو عبادت حق تعالے مین مشاہدہ الٰہی حاصل ہوتا ہی کما قال رسول اللہ صلعم والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ - یعنی مرتبہ احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گو یا تو اسکو دیکھتا ہی - **العابدون** وہ لوگ ہین کہ قائم باللہ فی اللہ عن غیر اللہ تعالے ہون سو جب تائب عابد کے لیے یہ تعین پوری ہوئیں تو اسکا حال اس امر کو مقتضی ہوتا ہی کہ منعم حق سبحانہ کی اسطرح حمد ادا کرے کہ جو اسکے حیطہ امکان سے باہر ہی بسبب اس انعام قدیم کے جو ازل مین اسپر فرمایا پس خجالت کے ساتھ اسکی حمد کرتا ہی لیکن اسکو اپنے گونگے پن اور اپنے قصور پر سخت خجالت ہوتی ہی کہ اے میرے مولی مجھسے کچھ بھی تیری حمد ادا نہین ہو سکتی تیری شان پاک کے لائق مجھ حادث سے ایک حرف بھی ممکن نہین پس حضرت منعم جل جلالہ نے جو اپنا وصف فرمایا اسی کی تتبع مین زبان اسرار تک سے حمد کرتا ہی مگر حمد صفت نہ حمد وصف کیونکہ حادث کو کہان طاقت کہ حمد قدیم سے ایک حرف بھی ادا کر سکے - تو یہ نہین دیکھتا کہ حضرت سید عالم کہ علی الاطلاق بندہ واحد مقبول و اتقی فی العالم ہی کیونکہ

اپنے حمد کے قاصر ہونے کو زبان عجز سے ادا کرتا ہی بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی عاجز بندہ
ہون میرے مولی مین تیرے حمد و ثنا کہان ادا کر سکون اے مولی میرے تیرے لایق وہی حمد ہی جس سے تونے اپنی پاک ذات کو موصوف
فرمایا ہی- لہذا- اَلْحٰمِدُوْنَ وہی بندے ہین کہ ہمہ تن تمام وجود سے اللہ تعالے جل جلالہ کی حمد و یاد کو ظاہر و باطن ہر طرح ادا
کرتے رہتے ہین اُنکے تن پر کوئی بال نہین مگر آنکہ حق تعالے کی طرف سے اُسکو زبان ہی کہ وہ ہمہ تن تمام وجود اُسکے حمد مین مستغرق
اور اس زبان کی زبان آسطح لبطون اسرار تک بے انتہا حمد مین غرق ہین باوجود اسکے بعض شان عظمت و کبریائی کے لایق ایک
حرف حمد نہین ادا ہوا تبارک اللہ رب العالمین- یہ اُسکا فضل ہی کہ ہم بندون سے یہ تقصیر عفو فرماکر اسی حمد کو قبول فرمایا پھر وہی محمود
ہی تو حمد کرنے والا اُسکے ہلال جمال کو آسمان ایقان مین دیکھکر صائم و معلوفات نفس سے رکنے والا ہو جاتا ہی تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا- صوموا لرویتہ- اور اُسکا افطار نہین ہوتا مگر حلاوت مشاہدہ لقولہ علیہ السلام و افطروا لرویتہ- وقال المترجم
عفا اللہ عنہ- حامد نے استغراق سے جمیع محامد اُسی کیطرف راجع پاکر تمام عالم کو فی نفسہ غیر محمود اور فی صنعہ راجع بمحمود حق عز وجل دیکھتا ہی
پس مالوفات جملہ اُسکے مناظر سے ساقط اور ازراہ صنع اسکے واسطے ماکل و مشارب ہین لہذا آنحضرت صلعم صوم وصال مین فرماتے کہ
یطعمنی ربی ویسقینی- اور فتنہ دجال مین فرمایا کہ تسبیح حمد و تمجید مومن کو اکل و شرب سے کافی ہوگی- لہذا وہ اُن چیزون سے جو مالوفات
کہلاتے ہین صائم ہوتا ہی پس- اَلسَّآئِحُوْنَ وہی ہین جو ملکوت مین سیر کرتے اور جبروت مین اُڑتے پھرتے ہین پھر اس سیاحت سے
سائح کو مشاہدہ عظمت و کبریائی کے وقت صفت فنا حاصل ہوتی ہی پس از خود رفتہ اُسی کے جبروت کے واسطے راکع ہو جاتا ہی لہذا
اَلرّٰكِعُوْنَ بندگان عاشق ہین کہ دیدار جبروت مین بار عظمت اُٹھانے سے عاجز ہوکر خم ہو جاتے ہین جس سے قوت عنایت ازلی
رحم فرماکر شہود اسرار کو مدد فرماتی ہی جو انوار جمال سلطان ذو الجلال کے طالب ہین پس ہر کشف کے وقت بسبب دہشت بداہتہ الکشف
کے عظمت و کبریائی کے سامنے سر بسجدہ ہو جاتا ہی پس جمیع جہات سے اُسکے لیے ساجد ہوتا ہی کیونکہ وہی قبلہ ہر جہت سے بے جہت
تمام عالم کیلیے ہی لقولہ تعالے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ- پس معائنہ صفات مین غائب ہوکر جمیع جہات سے ساجد ہوتا ہی جیسے بندہ صالح
ہشام بن عبدان الشیرازی رحمہ اللہ کا حال تھا جنے اُسی حال پر انتقال کیا اللہ تعالے اُسپر رحم فرماوے پس- السّٰجِدُوْنَ وہی ہین
کہ کشف غیب کے مشاہدہ مین اُنکو حرقت و ہیجان و شوق و ہیمان گھیر لیتا ہی- پس یہ سجود مقتضی توبہ و قریب ہوتا ہی جو مقتضی مشاہدہ ہوتی ہی
جس سے متصف بصفات کریمہ ہوکر نور اسماء و صفات تبارک و تعالی سے اپنی بندگی مین قائم متمکن ہوکر موافق حکم الٰہی عز وجل کے حکم کرتا ہی
لہذا فرمایا- اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی مخلوق کو بزبان تقدیس بجانب خلق عز وجل راجع کرتے ہین اور اُنکی رفع معصیت مین اور اُنکو معصیت
سے نکالنے مین اللہ تعالے کے واسطے اپنی جانین فدا کرتے ہین اور اللہ عز وجل اُنکو لباس انوار ہیبت و عظمت سے مہاب فرماتا ہی پس
جیسے حق عز وجل نے اُنکو تمام مخالفات سے ابتداء حال مین منع فرمایا تھا ویسے بقدرت صفات الٰہی جل جلالہ اُسکی مخلوق کو اُسی کے واسطے
منکرات سے منع فرماتے ہین لہذا فرمایا- وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پس عموماً نفوس کو ہوا جس سے و شیاطین کو وساوس سے اور قلوب کو
خواہش آخرت سے اور ارواح کو مقام محبت مین کہین توقف کرنے سے منع کرتے ہین کیونکہ مقام ازلیت بلا نہایت ہی اور کسی منزل مین
توقف کرنا عاشق پر حرام ہی- پھر یہ حال ایک مرتبہ اعلی کا مقتضی ہی اور وہ حفظ حدود الٰہی تعالے ہی یعنے کمال طور سے سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی اتباع و شریعت حق عز وجل پر پوری نگاہداشت رکھین پس اپنے نفس پر اور خلق اللہ عز وجل پر اللہ تعالے و اسکے رسول ؐ

صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق حکم کریں اور جو حدود مقرر فرمائے ہیں اُنسے کبھی تجاوز نہ کریں بس - والحٰفظون لحدود اللہ
وہ بندے ہیں کہ ربوبیت کا کشف ہونے کے بعد وے مقام عبودیت میں استقامت کے ساتھ قائم ہیں ہرگز حدود عبودیت سے تجاوز
نہیں کرتے ہیں اور باوجود اتصاف باخلاق الٰہی جل شانہ کے اور باوجود مشاہدۂ جمال تبارک وتعالےٰ کے ہرگز کسی طرح ادعاء ربوبیت
نہیں کرتے غفرانک اللھم لا الہ الا انت سبحانک نحن عبادک - پس یہ بندے پاکیزہ خصال ہیں جو آنحضرت صلعم کی اتباع میں راہ سنت پر
ثابت قدم ہیں - پھر حق عزوجل نے ان اوصاف ومراتب کو ایک ہی نام میں جمع فرمایا اور وہ نام پاکیزہ مومن ہو پس انکو اسی نام سے قرب لقا
کی بشارت فرمائی بقولہ تعالےٰ - وبشر المؤمنین یعنی ان مومنوں کو جنکے یہ اوصاف مذکورہ بالا ہیں اور وہ توحید کے اعلیٰ درجات
میں ان عارفوں کو بشارت ہو کہ میں اُنکے لیے اور وہ میرے لیے ہیں ابھی تو اُنکے اور میرے درمیان حجاب ہو اور جب اس امتحانگاہ دنیا سے
نکلے تو پھر میرے اُنکے درمیان حجاب نہوگا اور اس زندگانی فانیہ کے بعد وہی زندگانی پاکیزہ دائمی ہو - کما قال تعالےٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ -
یعنی ہم اُسکو پاکیزہ زندگانی کے ساتھ زندہ فرما دینگے - قال الشیخ رح مجھے یہاں مومنوں کے حق میں ایک نکتہ الہام ہوا کہ اللہ تعالےٰ
نے ان بزرگ مرتبہ مومنوں کے اہل مقامات کے اوصاف ذکر فرمائے اور بشارت اُنکی ضمیر سے نہیں ذکر فرمائی گو یا اس سے ادنیٰ درجہ کے
مومنین کو غمگینی تھی پس بشارت میں بلفظ عموم یاد فرمایا اور وہی پہلا معاملہ یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین الخ - اُنکے ساتھ بشارت میں
مقطوع فرمایا یعنی بشارت اُسی معاملہ مبایعت پر عام ہو پس قولہ وبشر المومنین - یعنی مومنوں کو عموماً بشارت فرما دے کہ میں نے اُنکے نفوس کو
ایسے بھاری ثمن کے عوض اُنسے خریدا اور بشارت فرما دے کہ یہ ثمن غالی میرے مشاہدہ کی جنت ورضوان اکبر ہو اور جب کہ مفلس مومنوں
کے پاس یہ مقامات ودرجات نہیں ہیں تو میں مفلسوں سے خریدار اور میں غمگینوں کا سرفراز کرنے والا اسرور کرنے والا ہوں میں مومنوں
کے واسطے خاصکر ہوں بدون کسی علت وسبب کے - قال المترجم نکتہ لطیف ہو اللہ تعالےٰ ہم ناچیز بندوں کو اپنے فضل وکرم سے
قبول فرما دے اور پاک بزرگ بندوں کے طفیل میں ہم حقیر بندوں کو داخل مغفرت ورحمت کر دے وھو مولانا ارحم الراحمین - قال الشیخ
اور نیز بشارت میں عام لفظ مومنین سے یاد فرمایا تو اشارت ہو کہ ان مقامات پر ایمان لانے والوں کو بھی بشارت ہو کہ وے بھی اہل مقام
اس ایمان وتصدیق کی وجہ سے ہیں - مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالےٰ کا کلام پاک اس امر کے استدلال کو اشارت ہو پس ہم بندے
امیدوار ہیں کہ جیسے ہم کو توفیق عطا ہوئی کہ بے شبہہ ان مقامات بزرگ پر ہم ایمان لائے - بے شک یہی اجل واعظم شان حق سبحانہ تعالیٰ
کیواسطے بندگی لائق استطاعت بشریت فرض ہو اگرچہ شان الٰہی اس سے کہیں اعلیٰ واجل ہو پس ہمکو جو مفلس وہیچ ہیں اُس طفیل میں داخل
بشارت فرما دے تو اُسکے کرم سے دور نہیں ہو پس ہم ان برگزیدہ بندوں کے ان مقامات پر ایمان لائے اور اپنی مفلسی وہیچکارگی کا اقرار کرتے ہیں
اللھم تقبلنا بطفیلھم فانت مولٰنا نعم المولیٰ ونعم المجیب - سہل رح نے کہا کہ تائبون بندے ہیں اور دنیا میں مخلوق پر توبہ سے زیادہ اور کوئی چیز واجب نہیں ہو
اور توبہ بدون حمد نہیں ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بندے کو راہ توبہ پر واقف کیا پس اُسکے واسطے ضرور حمد ہو اور توبہ وحمد صحیح نہوگی جبتک کہ ہمیشہ ریاضت
وسیاحت میں نہ گذرے اور کوئی یہ مقامات نہ پاویگا جبتک برابر رکوع وسجود میں نہ رہے اور یہ سب صحیح نہیں جبتک کہ امر بالمعروف ونہی از منکر کا عامل
نہو اور ان میں سے کوئی مقام صحیح نہیں جبتک کہ حدود الٰہی کی حفاظت ظاہر وباطن نہ کرے مومن وہی ہو جسمیں یہ اوصاف ہوں پس یہی بشارت پاویگا
جو آخر آیت کریمہ میں ہو - بعض المشائخ رح نے کہا کہ تائبون وہ ہیں کہ مال وجان وحال سب سے بالکلیہ اُسی پاک خالق کی طرف رجوع لائے -
عابدون جو حقیقی شرائط خدمت کے ساتھ اُسکی عبادت میں قائم ہوئے - حامدون جو ہر لحظہ وہر دم اُسکی نعمت کے شکر گذار ہیں -

سائحون وہ جنھوں نے رضاے حق عزوجل کے واسطے اپنی مرادات کی خواہش سے اپنے آپ کو ممنوع کردیا- راکعون جو ہمیشہ اُسکی درگاہ مین خضوع رکھتے ہین اور ساجدون جو بندگی مین تکمیل چاہتے ہین لینے اپنی خواہش و امید نہین بلکہ گویا تمیم مراد الٰہی عزوجل- آمرون بالمعروف- لینی سنت رسول اللہ صلعم کے موافق حکم کرنے والے ہین- قال المترجم قال فی الاصل الآمرون بسنۃ النبی صلعم- لینی سنت نبی صلعم کا حکم کرنیوالے لینے عین سنت پر چلنے کا حکم کرنے والے ہین- والناہون عن المنکر- لینی سنت رسول اللہ صلعم سے مخالفت کرنے سے منع کرنے والے ہین- الحافظون لحدود اللہ- لینی اُنکے ظاہر و باطن و اسرار و ارواح کے اوپر جو احکام الٰہی ہین اُنکی رعایت رکھنے والے ہین- وبشر المومنین یعنے اُن حدود کی حفاظت کرنے والون کو بشارت ہو- ابویزید بسطامی قدس سرہ نے کہا کہ سیاحت راحت ہو جسنے سیاحت کی راحت پائی- ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ حافظین حدود الٰہی وہ لوگ ہین جنھون نے کان لگا کر اللہ تعالےٰ کے احکام گوش دل سے سنے اور پاک دلون مین حفظ کر لیے اور کسی وقت انکی نداء سے نہین پھر بیٹھے- قال المترجم لینی ہر پانچ وقت ندائے اذان سے نماز مین فوراً حاضر ہوے اور جب جہاد کے واسطے بلائے گئے تو حاضر ہوئے اور علی ہذا القیاس روزہ و زکوٰۃ وغیرہ جن امور کا حکم ہو کسی سے نہین پھر بیٹھے جعفر صادق رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی عبادت صحیح نہین مگر بعد توبہ کے لہٰذا توبہ کو مقدم کیا اور توبہ صحیح نہین جب تک ساتھ ہی طاعت پر کمر نہ باندھے لہٰذا اُسکے بعد ہی عبادت کو فرمایا- استاد رح فی قولہ العابدون- بندہ خداے تعالےٰ وہ ہین جو سلطنت دنیا و عقبیٰ کسی کی بندگی مین نہ آوین- خالص اللہ تعالےٰ کے بندے و اُسی کی رضا پر چاہین- بعض المشائخ فی قولہ السائحون- وہ لوگ جو روے زمین مین اسواسطے پھرتے ہین کہ آیات قدرت الٰہی سے عبرت حاصل کرین- اور قلوب سے فکر کی راہین چلتے ہین اور تغیرات اشیاء حادث سے اُنکے خالق قدیم عزوجل کی طرف استدلال کرتے ہین اور ہر آیت و نشانی سے حکمت خالق و عظیم قدرت پر راہ پاتے ہین اور اسرار سے ملکوت مین سیر کرتے اور ہواے وصل و نسیم اُنس و تجلی شہود سے تحقق حاصل کرتے ہین- قال المترجم سیاحت ظاہری لینی اقدام کی سیر دین مین تو یہ مشروع نہین جیسا کہ سابق مین کلام حافظ ابن کثیر رح اسپر تنبیہ ہو واللہ اعلم- پھر تقاضاے ایمان یہ کہ محبت و تودد خالصۃً لوجہ اللہ ایسے بندے سے ہو جو ولی اللہ تعالےٰ لینی مومن و صالح ہو مع حفظ حدود الٰہی لہٰذا اہل کفر اگرچہ اقرب ہون مومن کے نزدیک بسبب عدو اللہ ہونے کے کمال مبغوض ہونگے لہٰذا مشرک کے لیے استغفار سے انکار کیا- بقولہ تعالےٰ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ

نہین پہونچتا نبی کو اور مسلمانون کو کہ بخشش مانگین مشرکون کی اور اگرچہ وہ ہون ناتے والے

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ

جب کھل چکا اُنپر کہ وہ ہین دوزخ والے اور بخشش مانگنا ابراہیم کا

لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ

اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدے کے سبب کو وعدہ کرچکا تھا اُس سے پھر جب اُسپر کھلا کہ وہ دشمن ہو اللہ کا اُس سے بیزار ہوا

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ○

ابراہیم بڑا نرم دل ہو تحمل والا

اول سورہ براءہ وغیرہ متعدد مقامات مین بیان فرمایا تھا کہ مشرکین و کافرین سے برارت و ترک موالات واجب ہو بس بیان مصرح کردیا

کہ اہل قرابت سے ہو تو بھی کافر مرنے پر اسکے لیے استغفار جائز نہین ہی اور قرابت یہان کچھ موثر نہین ہی۔ یہ تو حکم آیت تاقیامت تمام
مومنون کے لیے منصوص واضح ہوا اور رہا یہ امر کہ اس آیت کریمہ کا سبب نزول کیا واقعہ ہوا تو آئمین روایات متعدد ہین اور اللہ تعالیٰ داناتر ہی
کہ کون امر سبب نزول ہوا اور جائز ہی کہ چند اسباب پر سب کے لیے نزول ایکبارگی ہوا ہو۔ کما قال الشیخ ابن حجر رحمہ اللہ اور مفسر رح نے
اتقان مین آیت کا نزول متعدد قرار دیا یعنے ایکبار مکہ مین قبل ہجرت پھر مدینہ مین بعد ہجرت اسی کا نزول ہوا۔ اور واضح ہو کہ تین امر سبب
نزول بیان ہوئے ہین ایک ابو طالب کے حق مین استغفار کرنا۔ دوم اپنی والدہ کے لیے استغفار چاہنا۔ سوم بعض مومنون کا اپنے
مشرک والدین کے واسطے استغفار کرنا بدلیل آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد مشرک کے لیے استغفار کیا۔ پس اول کا بیان یہ کہ
شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ ابن المسیب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلعم وہان
گئے اور ابو طالب پاس ابوجہل و عبد اللہ بن ابی امیہ دونون کافر بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ اے چچا ابو طالب تو لا الٰہ الا اللہ۔ کہہ لے
مین اللہ تعالیٰ کے یہان تیری مغفرت کے لیے یہ کلمہ طیبہ حجت لاؤنگا تو ابوجہل و ابن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم ملت عبد المطلب
سے منھ موڑو گے اور بعض روایت مین ابو طالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ مشرکین قریش مجھپر جزع و فزع کا عار کرینگے
مین ضرور یہ کلمہ کہہ لیتا اور تیری آنکھین ٹھنڈی کرتا۔ آخر ابو طالب نے کہا کہ مین عبد المطلب کی ملت پر ہون اور مر گیا تو حضرت صلعم
نے فرمایا کہ مین تیرے لیے استغفار کرونگا جب تک اس سے منع کیا جاؤن پس نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ احمد
واصلہ فی الصحیحین وغیرہما۔ اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ ابو طالب ہی کے حق مین قولہ تعالیٰ انک لا تہدی من احببت الآیۃ نازل ہوئی
والاسناد جید۔ اور ابو داؤد نے علی رضہ سے روایت کی کہ جب ابو طالب نے انتقال کیا تو مین نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپکا
بوڑھا گمراہ چچا مر گیا آپ نے فرمایا کہ جاکر اسکو دفن کر دے اور کچھ بات نہ کرنا یہان تک کہ میرے پاس آنا۔ الی آخر الحدیث۔ مترجم
کہتا ہی کہ آیت مین استغفار سے نبی صلعم و مومنین پر انکار باین معنی کہ ابو طالب کے استغفار مین بعض مومنین آپ کے ساتھ شریک تھے۔
کمالین وغیرہ مین یہان اشکال پیش کیا کہ وفات ابو طالب قبل الہجرۃ واقع ہوئی اور آیت کریمہ مدینہ مین آخر نازل ہوئی ہی۔ جواب اسکا بنا بر
تجویز شیخ مفسر رح کے جو اتقان مین مذکور ہی یہ کہ کئی بار اسکا نزول ہوا۔ اور اولیٰ یہ قول ہی کہ حق ابو طالب مین ممانعت استغفار سے
یہ لازم نہین کہ فوراً نزول ہو تاکہ اشکال لازم آوے کہ واقعہ مکہ کا اور نزول مدینہ مین ہی اور اسیواسطے شیخ ابن حجر رح نے کہا کہ معتمد یہ ہی
کہ آیت کے نزول مین تاخیر ہوئی اگرچہ واقعہ ابو طالب اس سے پہلے ہو چکا تھا پھر اور سبب پیش آئے پھر سب کے واسطے ایک مرتبہ
مدینہ مین نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس طرح توفیق سے یہ وہم دور ہو گیا کہ آیت کے سبب نزول مین اقوال مختلف ہین کیونکہ اقوال سب
صحیح ہین اور سب کے لیے نزول ہوا ہی۔ پس بعض سلف نے کوئی سبب اور بعض نے دوسرا سبب روایت کیا۔ فافہم۔ دوم کا بیان یہ ہی
کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ نبی صلعم کے ساتھ قریب ہزار سوار کے ایک سفر مین تھے پس ایک مقام پر ہمکو اتارا پھر دو
رکعت نماز پڑھی پھر ہماری طرف رُخ فرمایا اس حال مین کہ آپ کی آنکھون سے آنسو بہتے تھے پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھکر عرض
کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون آپ کس حال مین ہین فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار تعالیٰ سے اپنی ماں کے لیے
استغفار کرنے کی اجازت مانگی تھی مگر مجھے اجازت نفرمائی تو اسکے آگ مین جلنے پر مجھے ترس آیا کہ میرے آنسو جاری ہوے۔ اور مین نے
تمکو تین باتون سے منع کیا تھا ایک تم کو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو کہ تمکو آخرت یاد دلاوے اور ایک تمکو

تین روز بعد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا سو اب کھاؤ اور رکھ چھوڑو جو چاہو اور ایک تم کو چند قسم کے برتنون مین پانی پینے سے منع کیا تھا سو اب جس برتن مین چاہو پیو ولیکن کوئی نشہ کی چیز نہو- رواہ احمد وغیرہ اور اپنی والدہ کے بارہ مین استغفار کی روایات اور اس سے ممانعت ونزول آیت کریمہ بسند صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریر وطبرانی وغیرہ ایک جماعت حفاظ محدثین نے روایت کیا اور ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بعد تبوک کے غزوہ عسفان یا سفر عمرہ مین قریب مکہ کے واقع ہوا اور بعض مین عدم اجازت بنزول آیت کریمہ مصرح ہے اور بعض مین ہے کہ جب مکہ آئے تھے تب قبر والدہ پر تشریف لے گئے اور وہان یہ واقعہ ہوا- اور طبرانی کی روایت ابن عباس رضہ مین اس قصہ مین مصرح ہے کہ یہ بھی حکم ہوا کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے بعد ظہور اس امر کے کہ وہ عدو اللہ ہے تبری وانقطاع بیزاری کی تھی اسیطرح تو بھی اپنی مان سے منقطع ہو- شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اس روایت کے بعد لکھا کہ یہ روایت غریب وسیاق عجیب ہے اور لکھا کہ اس سے زیادہ غریب ومنکر وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق مین بسند مجہول از عائشہ رضہ روایت کی اور اسمین یہ قصہ ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کی والدہ آمنہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائین پھر اپنی حالت پر عود کیا یعنی مرگئین- اور اسیطرح وہ روایت جو سہیلی نے روض مین ایک جماعت مجہول سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے آپ کے والد اور مان کو زندہ کیا اور دونون آپ پر ایمان لائے- مترجم کہتا ہے کہ صحیح مسلم مین روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو پوچھا تھا اس سے آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ہے تو وہ غمگین سخت واپس ہوا تو بلا کر اس سے فرمایا کہ میرا باپ وتیرا باپ دونون دوزخ مین ہین- ولیکن حافظ ابن دحیہ نے ان غریب روایات سے استدلال کیا باین طور کہ یہ جدید زندگانی واقع ہوئی جیسے کہ آفتاب غروب ہو جانے کے بعد پھر آفتاب نے عود کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر جو بسبب اسکے جاتی رہی تھی کہ وحی کے وقت آنحضرت صلعم کا سر مبارک انکے زانو پر تھا پس حضرت علی رضہ نے آفتاب کے عود کرنے پر اپنی نماز عصر پڑھ لی اور طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ثابت کہا ہے- قرطبی رح نے کہا کہ آپ کے والدین کا زندہ ہو جانا عقل یا شرع سے کسی طرح ممتنع نہین ہے اور کہا کہ مین نے یہ بھی سنا کہ اللہ تعالے نے آپ کے چچا ابو طالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے- مترجم کہتا ہے کہ صحیح مین ابو طالب کے حق مین بھی روایت ہے کہ لوگون نے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی حمایت مین بقدر مبالغہ کرتے تھے بھلا انکو کچھ نافع ہوا آپ نے فرمایا کہ ابو طالب کے پاؤن مین دو آگ کی جوتیان ہین جنکی حرارت سے انکا دماغ ابلتا ہے- واضح ہو کہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ آنحضرت صلعم کی والدین بلکہ اجداد کے مومن ہونے کے بارہ مین لکھا ہے اور اسمین یہ تمام روایات جنمین سے بعض کو شیخ ابن کثیر رح نے اغرب کہا ہے وارد کیا اور خلاصہ یہ کہ والدین واجداد آپ کے مومن ہوئے ہین اور روایات صحیحین آپکی اطلاع کے پہلے کا کلام ہے- برخلاف انکے ملا علی قاری رح نے ان سب کا جواب دیا اور روایات صحاح کو ترجیح دی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اگر روایات در بارہ حیات وایمان صحت کو پہونچ جاوین تو دوبارہ زندہ ہو جانے وغیرہ مین کوئی تردد نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اس مسئلہ مین کلام کرنا محض وسوسۂ شیطانی ہے کیونکہ اسکی دین مین کوئی ضرورت نہین پھر لا یعنی امر مین بحث کو طول دینا کچھ ضرور نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہے کہ امر واقعی کیونکر ہے- فاستقم- امر سوم کا بیان یہ ہے کہ امام احمد رح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ مین نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے حق مین استغفار کرتا تھا پس مین نے اس سے کہا کہ وے مشرک تھے تو انکے لیے استغفار کرتا ہے اسنے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار نہین کیا تھا پس مین نے آنحضرت صلعم سے اسکو ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی- مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ

ماکان دو طرح پر قرآن میں آتا ہی الاول بمعنی نفی تابید قولہ ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ- اور دوم بمعنی نہی بمانند قولہ ماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ- پس یہاں ماکان بمعنی لا ینبغی یا لا یجوز- ہی یعنے سزاوار نہیں یا جائز نہیں ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں یہ بات کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے- وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى اگرچہ یہ مشرکین اُنکے قرابت والے ہوں مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ بعد اسکے کہ ظاہر ہوگیا اُنکے اوپر یہ امر کہ یہ مشرکین دوزخی ہیں- اللہ تعالے نے قطعی حکم دیدیا ہی بقولہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ- پس قطعاً معلوم ہی کہ اللہ تعالے کسی مشرک کی مغفرت نہ کریگا- اگر کہا جاوے کہ آخری سبب نزول سے تطبیق کیونکر ہی اس لیے کہ استغفار ایک مومن کرتا تھا- جواب یہ کہ استغفار اگرچہ ایک مومن سے سرزد ہوا لیکن حکم میں عموماً مومنوں کو منع کر دیا اور نبی صلعم کو بطریق مبالغہ ذکر فرمایا جس سے مشرک کے حق میں طمع استغفار کی جڑ کٹ جاوے یعنی جبکہ مومن تو مومن وہاں نبی کا استغفار بھی مفید نہیں بلکہ جائز ہی نہیں ہی ولیکن پوشیدہ نہ رہے کہ ظاہر سیاق بطریق انکار ہی لہذا تینوں سبب نزول سے آیت کریمہ کو خوب مطابقت ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اعتماد فرمایا- اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ تبین کی صورت یعنی مشرکوں کے جہنمی ظاہر ہونے کی صورت یہ ہی کہ کفر پر اُنکی موت ہو جاوے اور اسی سے ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنے کا جواب ظاہر ہوا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا- وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ اور نہ تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک موت کیوجہ سے جسکا اُسکو وعدہ دیا تھا- چنانچہ اللہ تعالے نے یہ قصہ ذکر فرمایا بقولہ اراغب انت عن الھتی یا ابراہیم لئن لم تنتہ لارجمنک واہجرنی ملیا- قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا- یعنی ابراہیم کے باپ نے انکو کہا کہ کیا تو منھ موڑنے والا ہی تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم- مجھے قسم ہی کہ اگر تو باز نہ آویگا تو تجھے سنگسار کرونگا اور مجھے چھوڑ ایک مدت تک- ابراہیم نے کہا کہ سلام علیک میں ضرور تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کرونگا کہ وہ مجھپر بہت مہربان ہی- پس اس وعدہ پر اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا- بیضاوی رح نے کہا کہ اس استغفار کے معنی یہ تھے کہ اللہ تعالے سے تیرے لیے ایمان کی توفیق مانگونگا تاکہ تیری مغفرت کرے- بدلیل قولہ- فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ پھر جب ظاہر ہوگیا ابراہیم کو کہ وہ اللہ تعالے کا دشمن ہی تو اس سے بالکل انقطاع کیا اور اس سے بیزار ہوگیا- یہ ظہور اس طور سے کہ وہ کفر پر مرگیا یا اس طور سے کہ ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی گئی کہ وہ ایمان نہ لاویگا- پس حاصل آیت کریمہ یہ ہی کہ نبی و مومنوں میں سے کسی کو مشرک کے لیے استغفار کرنا نہیں جائز ہی اور مشرک وہی کہا جائیگا جو کفر پر مرجاوے کیونکہ جب تک زندہ ہی تب تک احتمال ہی کہ ایمان لاوے- اور رہا یہ وہم کہ ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا تو اللہ تعالی نے جواب دیا کہ ابراہیم نے اُس سے استغفار کا وعدہ کیا تھا یعنی آنکہ اُسکے لیے دعا کریگا کہ مومن ہو جاوے تاکہ اُسکی مغفرت ہو پھر جب کافر مرجانے سے ابراہیم کو ظاہر ہوگیا کہ وہ دشمن خدا ازلی کافر ہی تو اُس سے بیزاری کرلی- بیضاوی رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ زندہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا جائز ہی یعنے دعا کرنا کہ اللہ تعالے اُسکو ایمان دیوے کہ جس سے مغفور ہو جاوے اور یہ جائز نہیں ہی کہ کسی مشرک و کافر کے لیے باوجود اسکے کفر پر باقی رہنے کے مغفرت کی دعا کرے کہ اسکے گناہ معاف ہو جاویں- بعض لوگوں نے یہاں اشکال کیا کہ جنگ احد کے روز جب مشرکوں نے آپکا دندان مبارک شہید کیا اور چہرہ مبارک زخمی کیا تو آپ خون پونچھتے اور فرماتے تھے کہ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون- پس اُنکے لیے استغفار کیا- پھر خود جواب دیا کہ یہ امر قبل اسکے تھا کہ آپ کو معلوم ہو کہ مشرکوں کے لیے

استغفار نہین جائز ہی اور اگر مانا جاوے کہ آپ کو معلوم تھا تو یہ کلام آپ کا بعض انبیاء سابقین کا قول نقل کرنے کے طور پر تھا جیسا کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ رض سے روایت ہی کہ گویا مین آنحضرت صلعم کو دیکھ رہا ہون اسوقت کہ آپ اگلے بعض انبیاء کا ذکر فرماتے تھے جسکو اسکی قوم نے مارا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا اور فرماتا جاتا کہ اے رب میرے بخشدے میری قوم کو کہ وے جانتے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ مشرکون کے لیے کسی نبی کو کسی وقت استغفار کرنا روا نہین ہوا کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے عذر بیان فرمایا کہ اُسنے بھی ایسے مشرک کے لیے جو حقیقی مشرک ہو استغفار نہین کیا پس معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم ؑ مین بھی مشرک کے لیے استغفار جائز نہ تھا پس جواب صحیح یہ ہی کہ یہ استغفار ایسی قوم کیواسطے تھا جو زندہ موجود تھے اور معنی اسکے یہ تھے کہ انکو ہدایت ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتی ہی۔ دوسری روایت کہ جسمین یون ہی۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ یعنی میری قوم کو ہدایت فرمادے پس یہ استغفار بمعنی طلب ہدایت ہی اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہی کہ استغفار کبھی گناہون سے پاک ہوکر رضوان الٰہی کی منزلت پر پہونچنے کے لیے ہوتا ہی اور وہ استغفار مومنین ہی اور کبھی رفع عذاب وغیرہ کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ قولہ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ مین ہی کیونکہ استغفار مشرکین انکے گناہون سے پاک ہونے مین مفید نہین ہی لہذا یہ استغفار آنحضرت صلعم کا بمعنی عفو ہی ان لوگون سے جنھون نے آپ کو زخم کی اذیت پہونچائی تھی پس فوراً وہ عذاب استیصال مین ماخوذ نہوے بسبب اسکے کہ آپ نے انکو عفو فرمادیا اور چونکہ متضمن جرم الٰہی بھی ہی اور اللہ تعالے سے عفو کی درخواست بھی کی۔ فلیتامل۔ پھر جان لینا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اپنے باپ کے لیے اسوقت تک تھا کہ انکو باپ کا عدو اللہ تعالے ہونا ظاہر نہوا تھا پس مانند آنحضرت صلعم کے مخلوق پر شفقت کرکے اُنکی ہدایت پر ہوجانے کی حرص فرماتے تھے اور اُسیوقت رحم دلی دترس تھا پھر بعد ظہور اسکے عدو اللہ تعالے ہونے کے بالکل تبری کرلی حالانکہ اللہ تعالے نے ابراہیم ؑ کی مدح فرمائی بقولہ تعـ - اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ البتہ ابراہیم اواہ وحلیم تھا۔ یہ حلم ہی تھا کہ باپ نے اذیتین دین اور اُسکے حق مین ترس کھاکر استغفار کیا کہ ہدایت پاوے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ برابر حضرت ابراہیم ؑ اپنے باپ کے لیے استغفار کرتے رہے یہان تک کہ وہ مرگیا پھر جب مرا تو انکو ظاہر ہوگیا کہ وہ عدو اللہ تعالے ہی پس اُس سے تبری فرمائی۔ یہی مجاہد وضحاک وقتادہ ودیگر علماء سلف رحمہم اللہ تعالے کا ہی اور سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ قیامت مین اپنے باپ سے تبری کرینگے جبکہ اسکے چہرہ پر سیاہی وغیرہ دیکھینگے اور وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین آپ کی نافرمانی نہ کرونگا تو ابراہیم ؑ اپنے پروردگار سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا کہ یوم البعث کو مین تجھے خوار نہ کرونگا اور باپ میرا اس حال مین ہی تو حکم ہوگا کہ پیچھے دیکھ تو لتھڑا ہوا گفتار دیکھکر بیزار ہونگے اور وہ چارون ٹانگین باندھکر جہنم مین پھینک دیا جائیگا۔ اور قولہ اواہ۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ بہت دعا مانگنے والا۔ ایک روایت مین کہا کہ رحیم یعنے بندون پر رحم وترس کھانے والا۔ یہی مجاہد وقتادہ وحسن بصری وغیرہم کا قول ہی۔ ابن عباس نے کہا کہ آواہ زبان حبش مین کمال یقین والا۔ یہ بھی مجاہد وضحاک سے مروی ہی اور یہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ بمعنی توبہ کرنے والا مومن۔ یہی ابن جریج کا قول ہی۔ امام احمد نے عقبہ بن عامر رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ذوالبجادین کو آواہ فرمایا کیونکہ جب قرآن مین اللہ تعالے کا نام پاک آتا تو وہ دعا کے لیے آواز بلند کرتا۔ ورواہ ابن جریر الفضا وشعبی وسعید بن جبیر نے کہا کہ آواہ تسبیح پڑھنے والا۔ مجاہد رح نے کہا کہ حافظ حدود الٰہی جو اس سے ڈرتا رہے اور پوشیدہ گناہ ہوجاوے اور پوشیدہ توبہ

کرلے۔ آنحضرت صلعم نے قرآن مجید بہت پڑھنے والے کو اواہ فرمایا۔ رواہ ابن جریر عن ابن عباس۔ اور نیز ابن عباس نے کہا کہ اواہ بمعنی فقیہ ہی اور ابن جریر رح نے کہا کہ سب اقوال مین قول ابن مسعود وغیرہ کہ اواہ بمعنی کثیر الدعا ہی اولی ہی اور وہی مناسب سیاق ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اواہ ایک صفت عطیہ الٰہی ہو سکتی ہی کہ اسکے ہوتے ہوئے اسمین جملہ معانی جو مذکور ہوئے مین بطور اسکے آثار ولوازم کے پائے جاوین اگرچہ یہان کثرت دعا مراد ہونا انسب ہی۔ فافہم

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب انکو راہ پر لاچکا جبتک کھول ندے انپر جس سے انکو بچنا

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اللہ سب چیز سے واقف ہی اللہ جو ہی اُسکی سلطنت ہی آسمان وزمین مین جلاتا ہی اللہ مارتا ہی اور تمکو کوئی نہین

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اللہ کے سوائے حمایتی نہ مددگار

قال الحافظ رح اللہ تعالےٰ اپنے عام کرم وعدل سے آگاہ فرماتا ہی کہ وہ کسی قوم کو گمراہ نہین گردانتا مگر بعد اسکے کہ اپنا رسول انکی طرف بھیجدے یہانتک کہ وے منکر ہوں اور انپر حجت قائم ہو جاوے پس جیسے قوم ثمود کی نسبت کہا کہ اما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی یعنی ثمود کو ہم نے راہ دکھلائی بذریعہ نبی صالح کے پھر انھون نے اندھے پن وکفر کو ہدایت پر پسند واختیار کیا۔ ویسے ہی یہان عموماً فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا یعنی نہین ہی طریق اللہ تعالےٰ عزوجل کا یہ کہ گمراہ قرار دے کسی قوم کو یعنی انکے ساتھ وہ مواخذہ کرے جو گمراہ سے کیا جاتا ہی یا گمراہ انکا نام کرے یا گمراہی پر انکو حوالہ کرے۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ بعد از آنکہ انکو ہدایت فرمائی اسلام کی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے جس قوم کو اسلام کی ہدایت فرمائی انکو ایسا نہین فرمایا کہ گمراہ قرار دے اور انکے ساتھ وہ معاملہ کرے جو کافر ومشرک گمراہوں سے کرتا ہی۔ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہان تک کہ انکے لیے بیان کردے کل وہ چیز جس سے وہ تقوی واجتناب رکھین۔ یعنی بعد اس طرح اعمال وافعال بیان ہونے کے پھر اگر خلاف کرین تو البتہ ماخوذ ہونگے اور قبل اسکے اللہ تعالےٰ عام کرم سے ماخوذ نہین فرماتا۔ مترجم کہتا ہی کہ حافظ رح کی تلخیص سابق اس آیت کریمہ کے ظاہر سے بطریق عموم استلزام کے البتہ موافق ہوتی ہی ہان شیخ ابن جریر رحمہ اللہ کی تقریر البتہ مطابق ظاہر آیت ہی کہ یہ اطمینان ان مومنون کو فرمایا جنھون نے مشرکین کے لیے استغفار کیا تھا اور حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہین کہ تم نے جو اپنے مردہ مشرکین کے لیے استغفار کیا بسبب نادانی کے اسکی وجہ سے تم پر گمراہ ہونے کا حکم کردے بعد اسکے کہ تمکو ایمان واسلام کی توفیق دیدی یہ اسوقت تک کہ تم کو امر ممنوع سے آگاہ کردے تاکہ تم چھوڑ دو اور اس آگاہی وبیان ممانعت سے پہلے تمپر اس امر کے کرنے سے ضلال کا حکم نہین قرار دیگا کیونکہ طاعت جیسے اس امر کے بجالانے مین ہوتی ہی جسکا حکم ہو ویسے ہی معصیت اس امر کے نکرنے یا جو منع فرمایا اسکے کرنے سے ہوتی ہی پس جسکا ہنوز کچھ حکم نہین دیا گیا یا ممانعت نہین کی گئی وہ مطیع یا عاصی نہین ہوگا جب تک کہ امر ونہی نہو جاوے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہی اسطرح کہ کوئی نہین جان سکتا۔ پس جو امور بندون کے واسطے جائز وناجائز ہین اور جسطرح انسے مواخذہ ہوگا یا نہوا اور جو مستحق گمراہی ہی اور جو نہین ہی اور ہر ایک کی نیات وغیرہ سب کو اپنے علم سے جو قدیم ہی جانتا ہی۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ بیان مومنون کے مشرکون کے لیے

استغفار کرنے مین خاصکر ہی اور ہر طاعت ومعصیت کے حق مین عام ہی- یعنی یہ آیت بطور عموم نازل ہوئی کہ جب تک اللہ تعالی نے کسی قوم
کو اسلام کی ہدایت کے بعد کسی امر کے طاعت کا یا کسی امر کے نہ کرنے کا حکم ندیا اُسوقت تک اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے وہ قوم اسلام
حکم الٰہی مین گمراہ نہین ہوگی- پس اس سے خصوصًا ظاہر ہوگیا کہ مومنین جنھون نے مشرکین کے لیے قبل ممانعت وارد ہونے کے استغفار
کیا تھا وے ماخوذ نہونگے اور اسی کے سیاق مین یہ آیت کریمہ ہی اور عمومًا ظاہر ہوگیا کہ جن امور سے شرع نے سکوت کیا وہ مباح ہین اور جو امر
ونہی وارد ہوگئی اسکے موافق تعمیل کرنا البتہ ضرور ہی ورنہ بعد بیان کے وہ قوم جو مخالفت کرے ماخوذ ہوگی- علماء رح نے لکھا کہ جو کوئی غافل
رہا وہ مکلف نہین ہی- کما فی البیضاوی وغیرہ اور مترجم کہتا ہی کہ غافل رہنا وہی عذر ہو سکتا ہی جو بالکل لاعلمی سے ہو جیسے کوئی قوم
ایسے جزیرہ مین ہو جہان آج تک بعثت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ پہونچی ہو ورنہ شہر و دیہات وکوہ وجبال وغیرہ جہان خبر پہونچ چکی
اور جہان علماء وغیرہ ایسے لوگ موجود ہین جن سے مسئلہ معلوم کیا جا سکتا ہی تو عذر غفلت خطاے دیگر ہی مقبول ہونا کیسا ہوتا ہی- واضح ہو کہ
ابن عباس سے روایت کیجاتی ہی کہ اس آیت کا نزول قیدیان بدر سے فدیہ لینے میں ہوا- اور مقاتل رح وکلبی رح نے کہا کہ منسوخ پر عمل کر لینے
کے بارہ مین ہی- اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک حضرت ابن عباس رض نے نزول آیت اس بارہ مین نہین فرمایا بلکہ یہ راوی کا سہو ہی
اور مراد ابن عباس رض کی یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین جو کفار قید ہوئے تھے انمین رضاے الٰہی یہ تھی کہ مومنین انکو قتل کرین و فدیہ لیکر نہ چھوڑین
جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی راے تھی ولیکن چونکہ حق تعالے کی طرف سے اس بارہ مین حکم صریح نہین آیا تھا لہذا موافق منطوق اس
آیت کریمہ کے مومنین اسمین ماخوذ نہوئے اور رہا یہ امر کہ دوسرے سال اُحُد مین اسیقدر مسلمان شہید ہوے جسقدر کفار فدیہ لیکر چھوڑے
تھے تو یہ قبل فدیہ لینے کے جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اصحاب چاہین انکو قتل کرین تو یہ کرین اور چاہین فدیہ لیکر
چھوڑین تو دوسرے سال انمین سے اسیقدر شہید ہونگے پس اصحاب نے دوسرا امر اختیار کیا اور یہی مقدر تھا اگرچہ رضاے الٰہی تعالے
اسمین نہ تھی فافہم- اور مقاتل وکلبی رحمہما اللہ کے قول کی بھی ایسے ہی تاویل ہی کہ انکی مراد یہ ہی کہ اس آیت کریمہ سے یہ حکم بھی نکل آیا کہ جس
شخص نے منسوخ پر عمل کر لیا قبل اسکے کہ اسکو ناسخ معلوم ہووے وہ گنہگار نہوگا مثلاً شراب حرام ہوئی تو جسوقت حرمت نازل ہوئی اُسوقت
سے جتنے دن مین کئی منزل دور رہنے والے مسلمانون کو خبر پہونچی اُتنے دن تک جو کوئی شراب پیتا رہا وہ ماخوذ نہوگا کیونکہ یہ احکام تو ایسے
ہین کہ بندہ کا مطیع ہونا ظاہر و ثابت ہو اور اسکا نفس سرکش مطیع حکم الٰہی ہو پس جب تک حکم نہین پہونچا اسوقت تک وہ معذور ہی اور
مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین جو امور ارکان اسلام سے ہین وہ عمومًا مشہور ہو چکے پس انمین غافل ہونے کا عذر لغو ہی جیسا کہ علماء
کا قول ہی ولیکن جو امور ایسے نہین ہین مثلاً کسی نے پچھنے لگانے سے روزہ افطار ہو جانے کا بسبب حدیث کے گمان کیا اور دوسری
حدیث اسکو نہین معلوم ہوئی یا مانند اسکے تو امید ہی کہ معذور ہو جیسا کہ شیخ دہلوی وغیرہ نے لکھا ہی واللہ تعالے اعلم- اور آیت کریمہ سے
جیسے یہ تہدید نکلتی ہی کہ جو کوئی حکم پہونچ جانے کے بعد خلاف کرے وہ سزاے گمراہی کا مستحق ہی ویسے ہی اسمین بہت سے معاملات مین
کرم ولطف سے آسانی بھی نکلتی ہی ولیکن اُسیوقت کہ وہ شخص ایمان و اسلام پر ہو یعنی برخلاف رافضی وخارجی ومعتزلی وجہمیہ وغیرہ کے
ٹھیک ٹھیک عقیدہ اسلام و ایمان پر ہو تو فروع اعمال مین جہان جہان نجاننے کا عذر مقبول ہی وہان معذور رہوگا اور جہان کوئی
حکم کتاب وسنت و اجماع وقیاس مین نہین ہی وہان اباحت اصلیہ سے سرفراز ہوگا بالجملہ مومن اپنے آپ کو اپنے مالک خالق کا
مطیع رکھے اور نفس کے وسوسہ مین نہ پڑے اور کسی مشرک کے لیے غمناک نہو کیونکہ ہر ایک مخلوق کا خالق و مالک اللہ تعالے ہی

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تحقیق اللہ تعالےٰ ہی کی ہے بادشاہت آسمانون وزمین کی - یعنی اسکی ذات پاک ہی کی تمام مخلوق واسی کے قبضۂ قدرت مین مقہور ہے آسمان ہون یا زمین یا جو کچھ انمین ہے یا جو انکے سوائے ہے وہی سب کا خالق ومالک ہے لا الٰہ الا ہو - اسی کو اختیار ہے جسطرح چاہے انمین تصرف کرے یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا و زندہ رکھتا ہے اور وہی مردہ کرتا و مردہ رکھتا ہے بس جو کچھ ہوتا ہے اسکی علم وحکمت سے ہوتا ہے اور کسی مخلوق کو ممکن نہین کہ ویسا علم ہو اور نہ ویسی حکمت پس کوئی نہین جان سکتا کہ فلان بندہ کیون کافر ومشرک مرا جس سے دائمی جہنمی و دائمی مردہ رہا بلکہ فقط اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کون مستحق ایمان وزندگی ہے اور کون لایق کفر ومردگی پس وہ جسکو چاہے ایمان وزندگی دے اور جسکو چاہے کفر وشرک پر مارے اسپر کوئی اعتراض نہین چل سکتا - اِس سے مومنون کو فہمایش کردی کہ کسی مشرک کے کافر مرنے پر غم نہ کھاوین اور استغفار پر آمادہ ہون یہ سمجھکر کہ اسکو عذاب نہ پہونچے کیونکہ جب مشرک نے چند روزہ زندگی مین اپنے معبود تعالےٰ کی شان مین وہ گستاخی کی جو کبھی روا نہین ہو سکتی تو وہ عذاب دائمی کا مستحق ہوا پس کسی کی نصرت ومدد سے وہ عذاب سے نہین بچ سکتا - وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ اور نہین ہے تمھارے لیے اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی بھی ولی اور نہ مددگار کہ تمکو عذاب الٰہی سے بچالیوے پس سب چیزون سے منقطع ہوکر خالص دل سے اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرو - میرے مولیٰ مجھے تیری ہی رحمت کا آسرا ہے کہ ایمان واسلام پر مغفور مرا خاتمہ بخیر ہو جاوے آمین وصلی اللہ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین ف - وماکان اللہ لیضل قوما بعد اذ ہداہم - ازل مین اللہ تعالیٰ نے عارفین کو عاشق صادق کرلیا اور لطف وکرم مین مستغرق کردیا پس اب انکو مجرب لغزاویگا کیونکہ اسکی صفات مین تغیر نہین ہے پس ازل کے مقبول بندے ہمیشہ اسکے لطف مین معصوم ہین اور جو احکام امتحان انپر جاری ہوجاتے ہین انکا اعتبار نہین ہے کیونکہ انکے شبہات مورث حسنات ہین اور حسنات مورث قربات ہین اور بسبقت عنایت سے وہ جنایت پر ماخوذ نہین ہوتے ہین - قولہ حتی یبین لہم ما یتقون - یہان ضلال ظہور نکرت بعد معرفت ہے پس امتحان نکرت مین بھی جو بطریق قہر ہو مانند معرفت کے نظر بجانب درگاہ حق عزوجل رکھین بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ لا یضلہم بعد ما ہداہم - یعنی بعد ہدایت کے انکو گمراہ نہ فرماویگا - مترجم کہتا ہے کہ ماکان نفی کے لیے قرار دیا اور بعد اذ بمعنی بعد ان - قرار دیا اور معنی مذکور اس دلیل سے کہ ہدایت ازلی وسعادت تقدیری کے بعد تغیر ممکن نہین پس جرم کچھ اثر نہین کرتا - استاد رح نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ عطیہ الٰہی مین کمی نہین مگر جبکہ بندہ کی طرف سے ترک ادب ہو - وقولہ ان اللہ لہ ملک السموات والارض - تہدیدی اشارت ہے کہ عارف کے دل مین تمام عالم کا خطرہ نہ گذرے بلکہ فقط خالق عزوجل کا کہ وہی عرفان بسط سے زندہ کرتا اور وہی غیر سے مشغول کرکے قبض وموت دیتا ہے وہی مالک وخالق ہے وہی مختار ہے جسکو چاہا مقبول وسعید ازلی کیا جناب ذوالجلال

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

اول اللہ تعالےٰ نے غزوہ تبوک سے پچھڑنے والون وجھوٹے عذر کرنے والون کی مذمت فرمائی تھی - بقولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا عنہم فاعرضوا عنہم انہم رجس الآیۃ - یعنی عنقریب قسم جھوٹی کھاوینگے نام جلیل اللہ تعالےٰ کی تمھارے واسطے جب تم لوٹ کر

انکی طرف جاؤگے تاکہ تم انسے اعراض کرو یعنے ان پر جھڑکی و سختی نہ کرو سو تم انسے اعراض کرو کہ وے ناپاک لوگ ہین- الی آخرالآیہ- پھر درمیان مین اسی کے مناسب وساوس و ذمائم ذکر فرمائے تاکہ اہل حق اپنے نفوس کی اصلاح رکھین اب بندگان پاکیزہ و مطیع کو مع توبہ بعض ان متخلفین کے جنھون نے قسم نہ کھائی اور نہ جھوٹا عذر کیا تھا بیان فرمایا بقولہ تعالے- لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ اے رجع اللہ وقبل التوبۃ- یعنی اللہ تعالے نے رجوع فرمایا اور مراد اس سے رحمت الٰہی کا نزول موافق علم قدیم کے ہے یعنے توبہ قبول فرمائی عَلَى النَّبِيِّ اپنے نبی محمد رسول اللہ صلعم پر- اور یہ خبر بشارت دوام ہے یعنے ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی اپنے رسول پاک محمد صلعم کی- اگر کہا جاوے کہ کس امر کی توبہ قبول فرمائی تو بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے بعض کو تخلف کی اجازت دیدی تھی جیسا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیۃ سے معلوم ہوا پس اس سے توبہ قبول فرمائی اور بعض نے کہا کہ بعض مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے توبہ قبول فرمائی- بعض نے کہا کہ توبہ در اصل رجوع الٰہی ہے اپنے بندے کی طرف اور اسمین یہ ضرور نہین کہ اس سے کوئی گناہ ہوگیا ہو جس سے توبہ ہو کیونکہ اگر تاب النبی ہوتا یعنے نبی صلعم نے توبہ کی تو البتہ اسکا وہم ہو سکتا تھا کہ کسی گناہ صغیرہ سے جو شاید صادر ہوگیا ہو توبہ کرلی حالانکہ اس صورت مین بھی یہ وہم کرنا نادانی سے خالی نہین اسلیے کہ عظمت و شان کبریائی کے لائق عبادت و معرفت کسی مخلوق سے ادا نہین ہو سکتی کیونکہ اسکی ذات کبریاء قدیم ہے اور تمام مخلوق حادث ہے پس کتنا ہی مقرب و مرتبہ والا ہو اللہ تعالے کی کبریائی کے آگے توبہ کرتا رہتا ہے اسی وجہ سے حدیث مین ثابت ہوا کہ آپ عاجزی کرتے تھے کہ اسے پروردگار ہم تیری حمد جیسی چاہیے ادا نہین کر سکتے اور بہت استغفار کیا کرتے تو بعض صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے واسطے تو اللہ تعالے نے حکم فرما دیا کہ اگلے گناہ بفرض اگر ہوے ہون یا آئندہ ہون ہم نے سب معاف فرما دیے پھر آپ کیون اسقدر خائف و استغفار کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالے نے معاف فرمایا تو کیا مین شکر گذار بندہ نہون یعنے مین شکریہ مین استغفار کرتا ہون- اور بعض علماء نے اس مقام پر ایک اچھا جواب دیا کہ جیسے قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول الآیۃ مین اللہ تعالے نے اپنا نام پاک تبرک کے لیے بیان فرمایا ایسے ہی یہان توبہ مین تبرکاً اپنے رسول پاک کے نام سے افتتاح کلام فرمائی اور انہین صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بڑی بزرگی ملی کہ توبہ مین انکو اپنے پاک رسول کے ساتھ ملا دیا یعنے توبہ قبول فرمائی اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک کی وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین کی اور انصار کی- پس جب انکے واسطے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توبہ فرمائی تو ہمیشہ کے لیے وے بھی توبہ سے سرفراز ہوے- اور اسی قبیل سے حق تعالے کے حکم سے آنحضرت صلعم نے خبر فرمائی کہ ان اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم- یعنی اللہ تعالے مطلع ہوا اہل بدر پر سو حکم فرما دیا کہ کرو جو چاہو کہ مین نے تمھاری مغفرت کردی یعنی اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے انکے قلوب سے آگاہ ہے تبھی اسلیے یہ حکم فرمایا کہ جو چاہو کرو مین نے تمھین بخشا- پھر اللہ تعالے نے مہاجرین و انصار کا وصف فرمایا بقولہ- الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ یعنی یہ مہاجرین و انصار وہ نیک بندے ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی ساعت عسرت مین- عسرت بمعنی سختی و صعوبت و شدت و تنگی- اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مراد اس سے غزوۂ تبوک ہے پس لفظ ساعت سے کوئی معین ساعت نہین مراد ہے بلکہ یہ تمام جہاد کا وقت مراد ہے کیونکہ یہ سختی کا وقت تھا اور قحط کا زمانہ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ستر ہزار کے درمیان سوار و پیادہ سمیت اس جہاد پر چڑھے اور یہ لشکر بنام جیش العسرۃ کہلاتا تھا اور اسی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جیش العسرۃ کا سامان کر دے اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رض نے

اسکا سامان کردیا تھا۔ حضرت مجاہد رح نے اور بہتون نے کہا کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارہ مین نازل ہوئی اور بات یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سختی کے وقت مین جبکہ سال قحط کا تھا اور موسم سخت گرمی کا اور زادراہ و پانی کی بڑی قلت تھی اس جہاد مین آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوئے۔ روایت ہی کہ قولہ تعالے۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ کے نزول پر آنحضرت صلعم نے نصارائے روم پر جہاد کیا اور قتادہ رح نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سال تبوک مین شام کی طرف روانہ ہوے ایسے حال مین کہ لون کی لپٹین تھین باوجود تمام سختی و شدت کے کہ اللہ تعالے ہی اسکو خوب جانتا ہی پس انکو سخت تکلیف پہونچی یہان تک کہ ہم سے بیان کیا کہ دو آدمی ایک چھوارا بچا کر بانٹ لیتے اور چند آدمی ایک چھوارے کو باری باری سے چوس لیتے اور اسپر ہر ایک پانی پی لیتا تھا۔ پس اللہ تعالے عز وجل نے انکی خلوص نیت کو قبول فرما کر انپر توبہ فرمائی اور غزوہ سے انکو واپس پہونچایا۔ اور ابن حبان و حاکم و بیہقی و ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حال عسرت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کو بہت سخت گرمی مین نکلے پس ایک منزل مین اترے اور ہمکو سخت پیاس نے گھیرا یہان تک کہ ہم لوگون کو گمان ہوا کہ ہماری گردنین اب الگ ہوجاوینگی یہان تک کہ ہم مین سے بعض آدمی اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اسکے پانی کے پیٹے کو نچوڑ کر پیتا اور باقی جگر پر رکھ لیتا پس ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے لیے اللہ عز وجل نے دعا مین نیک اثر فرمایا ہی سو آپ ہمارے لیے دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو یہ پسند ہی عرض کیا کہ ہان پس آپ نے ہاتھ اٹھائے۔ پس لوٹائے نہ تھے کہ آسمان سے پانی پڑنے لگا اور لوگون نے جو کچھ انکے پاس تھا بھر لیا اور پانی تھم گیا پھر ہم نے جاکر اسکو دیکھنا شروع کیا مگر دیکھا تو لشکر سے پار کچھ نشان تھا قال الحاکم صحیح الاسناد۔ پس اس سختی و شدت مین اہل ایمان نے ساتھ دیا مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ایک قرارۃ شاذ مین۔ بجاے یزیغ کے زاغت آیا تو معنی یہ ہونگے کہ بعد ازانکہ مڑگئے دل ایک فریق کے انمین سے جو زبان سے اسلام ظاہر کرتے تھے پس مراد اس سے تخلف کرنے والے منافقین ہین کہ وہ زیغ و شک کی وجہ سے اتنی سختی برداشت نہ کرسکے۔ اور مشہور قرارۃ یزیغ مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ مضارع بطریق حکایت حال ہو یعنے حالت وہ تھی کہ منافقین کے دل مڑتے تھے پس دونون قرائتین متوافق ہوگئین۔ اور وجہ دوم یہ کہ مضارع اپنے معنی پر ہو اور کاد مین ضمیر شان کی ہی یعنی بعد ازانکہ قریب تھا کہ زیغ کرین دل ایک فریق کے اہل لشکر مین سے یعنی حق سے مڑجاوین اور رسول اللہ صلعم کے دین مین شک لاوین اور یا زیغ بمعنی پیچیدگی بسختی و مشقت ہی یعنے سختی و مشقت کے ساتھ زائغ ہون۔ بہرصورت یہ اسوقت کی انتہا سختی کا بیان ہی کہ سختی اس مقدر شدید تھی کہ قریب تھا کہ ایک فریق کے دل زائغ ہوجاوین۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالے نے انپر رجوع فرمایا۔ ضمیر علیہم اگر اس فریق کی طرف ہی جنکے دل قریب زیغ پہونچے تھے تو یا جملہ اہل ایمان کی طرف ہی تو اس کلام کو مکرر فرمانے مین نہایت صریح اطمینان و تشریف ہی۔ و فی السراج وغیرہ قولہ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم۔ یعنی قریب ہوے دل ایک گروہ کے انمین سے کہ مڑجاوین اور بسبب سختی کے آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑدین۔ اور یہ مراد نہین کہ دین حق سے مڑجاوین بلکہ ساتھ دینے سے مڑجاوین۔ اور یہ جو کہا کہ قریب ہوئے تھے تو مراد یہ کہ سختی سے اس حالت پر پہونچے تھے کہ قریب تھا کہ ساتھ چھوڑدین ولیکن صبر و ثواب کی نیت خلوص سے ساتھ رہے اور ہرگز آنحضرت صلعم کا ساتھ نہ چھوڑا لہذا فرمایا۔ ثم تاب علیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے لقد تاب اللہ سے انکی توبہ قبول ہونا بیان فرمادیا پھر دوبارہ ثم تاب مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ پہلے بدون گناہ کا قصد ذکر کرنے کے انپر توبہ فرمانے کو

ذکر کر دیا تاکہ فضل الٰہی سے مطمئن ہو جاوین پھر اُنمین سے ایک فریق کا قصداً ایسا ذکر کیا کہ اگر وہ واقع ہوتا تو گناہ ہو جاتا پھر ثم تاب علیہم ذکر فرما کر اپنے فضل عمیم سے متنبہ کیا کہ رضوان الٰہی انپر متوجہ اور وے ازلی سعید و مقبول ہین - اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اﷲ تعالےٰ انکے ساتھ کمال رافت و کمال رحمت ہمیشہ سے فرمانے والا ہو یعنے یہ جملہ اسمیہ بصیغہ رؤف و رحیم کہ صیغہائے مبالغہ ہین اپنے کمال رافت و رحمت مستمرہ کا انکے حق مین اظہار فرمایا - سبحان اﷲ تعالےٰ ان بندون کو بھی کیا بزرگی عطا ہوئی - اللّٰھم لک الحمد علیٰ رضائک عنہم رضی اﷲ عنہم اجمعین و رضی عنا بہم انہ رؤف رحیم آمین - اہل لغت و تفسیر نے لکھا کہ رافت و رحمت ہر دو صفت الٰہی ہین اور جب بندون مین استعمال آتا ہو تو رافت وہ شفقت ہو کہ جسمین ضرر سے بچاؤ کی طرف زیادہ رجحان ہو جیسے رحمت وہ کہ بھلائی پہونچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو پس اس مقام پر اﷲ تعالےٰ نے صحابہ رضی اﷲ عنہم کو ہر ضرر سے محفوظ اور ہر بھلائی سے بکمال مالامال فرمادیا - والحمد ﷲ رب العالمین والعاقبة للمتقین - پھر واضح ہو کہ کا دیزیغ قلوب فریق منہم - مین شاید ایسے لوگ ہون جو بسبب شدت و سختی کے گھبرائے پھر بتوفیق و رحمتِ الٰہی مطمئن و ثابت قدم ہو گئے جیسے روایت ہو کہ ابو خثیمہ انصاری اپنے باغ تک پہونچے اور اُترکر اسمین داخل ہو کر بیٹھے اور انکی جورو نہایت خوبصورت بی بی تھی اسنے سایہ مین پانی چھڑک دیا اور بچھونا بچھادیا اور تروتازہ خرمے اور سرد پانی انکے پاس رکھا یہ سب دیکھکر بولے کہ سایہ گھنا ہوا ٹھنڈی ہوا اور پختہ میوہ و خادمہ نیک صورت اور پانی ٹھنڈا و لیکن رسول اﷲ صلی اﷲ علیہ وسلم پر بیٹ میدان گرد باد اور لون مین ہون - یہ کچھ خوب نہین ہو یہ کہکر اُٹھ کھڑے اور تلوار لگا کر اور نیزہ لیکر اونٹ پر سوار ہو کر نہایت تیز مثل ہوا کے روانہ ہوے آخر ایک روز رسول اﷲ صلعم نے راہ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک سوار کو ریگ اُڑاتی لاتی ہو فرمایا کہ - کن اباخثیمہ ابو خثیمہ ہوجیو - پس وہی تھے تو آنحضرت پاک صلی اﷲ علیہ وسلم نے انکے لیے خوش ہو کر استغفار فرمایا - یہ سب جنکی توبہ مین تقدیم فرمائی وہ ہین جنھون نے ساتھ دیا حالت سختی و سخت مشقت مین اور انکے ساتھ توبہ مین شریک کیا بقولہ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور ان تین شخص پر جنکو پیچھے رکھا تھا یہانتک کہ جب تنگ ہوئی اُنپر زمین ساتھ ہرے اُسکے کہ کشادہ ہو اور تنگ ہوئی اُنپر اپنی جان

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور سمجھے کہ کوئی پناہ نہین اﷲ سے مگر اُسیکی طرف پھر مہربان ہوا اُنپر کہ وہ پھر آوین اﷲ ہی ہو مہربان رحم والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اے ایمان والو ڈرتے رہو اﷲ سے اور رہو ساتھ سچون کے

یہ اُن تین مومنین کا حال ہو جو ساتھ سے پچھڑ رہے تھے اور انھون نے آنحضرت صلعم کے واپس آنے پر کوئی عذر نہین کیا اور صاف صاف سچ کہہ دیا کہ ہم خطاوار ہین ہمارے حق مین یون ہی واقع ہوا پس آنحضرت صلعم نے انکی توبہ قبول نہ فرمائی اور حکم الٰہی کا انتظار کیا یہان تک کہ یہ آیت نازل ہوئی - خلفوا بتشدید لام بصیغہ مجہول ہو شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ معنی اسکے ترکوا یعنی متروک ہوے اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے آنے پر جو لوگ عذر دروغ کر گئے اور آپ نے ظاہر مین قبول کیا اور حق تعالیٰ نے انکو فضیحت و انکا عذر نامقبول ظاہر کر دیا ان لوگون سے یہ پچھڑے وفی الحال استغفار و قبول عذر سے چھوڑے گئے تھے اور غالباً یہی لوگ قولہ تعالےٰ و آخرون مرجون لامر اﷲ الآیہ سے مراد ہین کہ انھین کی توبہ قبول ہونے مین تاخیر و انتظار تھا - اور شیخ مفسر رحمہ اﷲ نے اسی پر

جزم کیا اور وہ مرارہ بن الربیع بن عمرو العامری وکعب بن مالک الخزرجی وہلال بن امیہ بن عامر الواقفی ہین اور بعض حواشی مین جو لکھا کہ یہ سب بدری صحابی ہین تو یہ وہم وغلط ہی بلکہ بعض حفاظ کے نزدیک کوئی انمین سے غزوہ بدر مین شریک نہ تھا وسیاق الکلام فیہ - اور قولہ وعلی الثلثہ - اسے وتاب علی الثلاثہ یعنی والثلاثہ - بدون اعادہ حرف علی کے دو امر کو مشعر ہی اول آنکہ عطف بعید ہونے سے اعادہ حرف جار کا ہوا اور عطف مین بعد ہونا مشعر تاخیر توبہ ہی - اور دوم آنکہ اولین کی توبہ بدون خطاء کے مزید قرب درجات وقبولیت رافت ورحمت ہی اور انمین یہ بات نہین اگرچہ اللہ تعالے کا قبول توبہ کرنا انکے حق مین ایک نعمت کا ملہ ہی بمارحبت - مین ما مصدریہ ہی اسے مع رحبہا - باوجود اپنی کشادگی کے ... اے ایقنوا یقین کیا ان لوگون نے - لمجا پناہ کی جگہ قولہ تاب علیہم لیتوبوا - فائدہ معلوم ہوا کہ جب او تعالے رحمت فرماتا ہی تب بندہ کو توفیق توبہ ہوتی ہی اور یعنی یہ ہیں کہ ازل ہی مین انکے حق مین ایسا مقدر فرما دیا تھا - جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ نے امام محمد ابن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبید اللہ بن کعب نے جو اپنے باپ کے قائد بحالت نابینا ہو جانے کے تھے روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے وہ حال سُنا جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے مین ان پر گذرا تھا بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے جتنے غزوہ فرمائے ہین کسی غزوہ مین آپکے ساتھ ہونے سے نہین پچھڑا سوائے غزوۂ تبوک کے مگر مین غزوہ بدر مین آپکے ساتھ نہین گیا تھا اور آپنے کسی کو بدر مین ساتھ نجانے پر عتاب نہین فرمایا آپ تو فقط قریش کا قافلہ تلاش کرنے نکلے تھے یہان تک کہ اللہ تعالی نے بلا میعاد آپکو اور آپکے دشمنون کو جمع کر دیا یعنے بھڑا دیا - اور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ مین حاضر ہو جب کہ ہم سب نے اسلام پر آپ سے بیعت کی تھی اور مجھے محبوب نہین کہ بجائے اسکے میرے لیے بدر مین حاضر ہونا حاصل ہوا اگرچہ لوگون مین بدر اس سے زیادہ مذکور ومشہور ہی اور جب مین رسول اللہ صلعم سے غزوہ تبوک مین متخلف ہوگیا تو اسکا قصہ یہ ہی کہ مجھے اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ مین ایسی قوت ودسترس نہ تھی جیسے اس غزوہ تبوک کے وقت تھی جبکہ مین پچھڑا واللہ مین نے قبل اسکے کبھی دو سواریان مجتمع نہین کین اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو سواریان تھین - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے جسکو متوجہ کر دیتے مگر آنکہ توریہ سے دوسرا ظاہر ہوتا یعنے آپ سچ فرما دیتے مگر توریہ سے فرماتے تو سننے والا دوسرا سمجھتا یہانتک کہ آپنے اس غزوہ کا قصد کیا اور یہ وقت ایسا تھا کہ موسم چلچلاتی گرمی کا اور سفر دور دراز اور بیچ مین بے آب وگیاہ میدان اور کثیر تعداد سے دشمن تھے جنکا قصد فرمایا پس مسلمانون سے انکا کام کھلے کھلا ظاہر کر دیا تھا تاکہ اپنا سامان درست کرلیں اور جس طرف آپکا قصد تھا اس سے انکو آگاہ فرما دیا اور آپکے ساتھ جانے والے مسلمان اس کثرت سے تھے کہ نام بنام کسی دفتر مین جمع نہین کیے جا سکتے (یعنے اسوقت کے دستور کے موافق ادنی بات مین اتنا وقت جسمین آخرت کے واسطے بڑے ثواب کا کام ہو سکتا تھا صرف نہین کیا جا سکتا تھا) کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے کمتر ایسا آدمی تھا کہ اسنے ساتھ سے پچھڑنا چاہا مگر آنکہ اسکا گمان تھا کہ آنحضرت صلعم پر میرا پچھڑنا چھپ جائیگا جب تک کہ آپ پر اللہ تعالے کی طرف سے وحی نہ نازل ہو - (اقول اکثر منافقین کو یہی گمان تھا اگرچہ اسکے دل مین شیطان کے غلبہ کی وجہ سے شک آجاتا کہ وحی اُتری یا اور کوئی بات مثلاً اپنی طرف سے کہی ہی) اور رسول اللہ صلعم نے یہ غزوہ ایسے وقت پر کیا کہ اسوقت پھل خوش مزہ بھلے معلوم ہوتے یعنی پختہ تمام تھے اور سایہ خوشگوار یعنی نہایت گرمی سے چھاؤن بھلی لگتی تھی

پس سامان کیا آنحضرت صلعم نے اور آپ کے ساتھ مومنون نے پس مین روز صبح قصد کرتا کہ انکے ساتھ چلنے کا سامان کرون سو ایسا ہی لوٹ آتا
بدون کچھ سامان پورا کرنے کے اپنے دل سے کہتا کہ مین جب چاہونگا اسکو کر سکتا ہون پس برابر میرے ساتھ یہی تمادی ایام تھے یہان تک
کہ لوگون نے کوشش خوب کرلی پھر ایک روز صبح کو رسول اللہ صلعم نے کوچ فرمایا بہ نیت جہاد اور مومنین آپ کے ساتھ ہوئے اور ہنوز مین نے
اپنا کچھ سامان نہ کیا تھا اور مین نے کہا کہ مین ایک دو دن بعد سامان کرکے روانہ ہونگا اور لشکر سے جا ملونگا پس دوسرے روز صبح کے نماز کے
بعد گیا کہ بدون کچھ سامان کیے واپس آیا پھر دوسرے روز بھی اسیطرح بدون سامان کیے واپس آیا پس برابر اسیطرح میرے ساتھ تمادی ایام
ہوتی جاتی یہان تک کہ شتابی تیزی کی اور دور ہو گیا پس مین نے قصد کیا کہ روانہ ہو کر جا ملون اور کاش مین نے یہی کیا ہوتا پھر میرے لیے
یہ بھی مقدر نہوا پھر میری یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلعم کے بعد جب مین مدینہ مین باہر نکلتا تو مجھے غم ہوتا کہ مین کسی کو نہین دیکھتا سوائے
ایسے آدمی کے جو نفاق مین ڈوبا ہوا معلوم ہو رہا ہے یا یعنی ایسے لوگ کہ جنکو اللہ عزوجل نے معذور فرمایا ہے اور رسول اللہ صلعم نے
مجھے یاد نفرمایا یہان تک کہ تبوک پہونچ گئے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بیٹھے اور فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کام کیا پس بنو سلمہ
مین سے ایک آدمی بولا کہ یا رسول اللہ اسکو اسکے چادرون و جنت کی نظر بازی نے روک لیا۔ تو معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے یہ بیہودہ
بات کہی اور واللہ یا رسول اللہ ہمین تو اس سے سوائے بھلائی کے کوئی بات معلوم نہین ہے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے۔ کعب
کہتے ہین کہ پھر جب مجھکو خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلعم نے تبوک سے اسطرف رجوع فرمایا ہے تو غم میرے سامنے آیا اور مین برابر جھوٹ سوچنے لگا
اور دل مین کہتا تھا کہ کل مین کسطرح آپ کے خشم و ناخوشی سے بچونگا (یعنے آپ ناخوش ہونگے تو مجھے غم گھیر لیگا پھر مین کیونکر اس عذاب
سخت سے بچونگا۔) اور اپنے لوگون مین سے ہر ہوشیار آدمی سے رائے لیتا تھا پھر جب یہ خبر پہونچی کہ اب آنحضرت صلعم قریب آپہونچے
تو میرے دل سے سب جھوٹ مٹ گیا اور مین نے پہچان لیا کہ مین آپ سے کسی چیز سے کبھی نجات نہین پا سکتا پس مین نے سب سچائی
کو جمع کر لیا اور صبح کو رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف فرما ہوئے اور آپکا یہ قاعدہ تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد مین
آکر دو رکعت پڑھتے پھر لوگون کے واسطے بیٹھتے پس جب آپ نے یہی کیا تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ آنا شروع ہوئے اور برابر انھون نے
عذر کرنے اور آپ کے آگے قسمین کھانی شروع کین اور یہ لوگ کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس آنحضرت صلعم انکے ظاہر کو قبول فرماتے اور استغفار
کر دیتے اور انکے باطن کو اللہ تعالے کے علم و حساب پر چھوڑتے یہان تک کہ مین حاضر ہوا سو جب مین نے آپ پر سلام کیا تو آپ غضبناک
کا سا مسکرائے پھر مجھسے فرمایا کہ ادھر آ پس مین چلکر آپ کے سامنے بیٹھا تو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے پیچھے ڈالا کیا تو ایسا نہ تھا کہ تو نے
سواری خریدی تھی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اگر آپ کے سوائے کسی آدمی کے سامنے کہ وہ دنیا کے لوگ مین بیٹھتا تو مین البتہ یقین
جانتا کہ مین اسکے خشم سے نکل جاؤنگا کہ مین زبان آور اور باتونی ہون ولیکن واللہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اگر آج مین آپ سے جھوٹ ایسا بولون
کہ جس سے آپ مجھسے بظاہر راضی ہو جاوین تو لگتی بات ہے کہ اللہ تعالے آپ کو مجھپر خشمناک فرما دے اور اگر مین آج آپ سے سچ بولونگا تو
آپ مجھپر غصہ ہونگے لیکن مین امیدوار ہون کہ اللہ تعالے کی طرف سے میرا انجام اچھا ہوگا۔ سو واللہ مجھے کچھ عذر نہ تھا اور واللہ میں اس سے
پہلے کبھی مین ایسا قوی و آسودہ نہ تھا اسوقت کی بہ نسبت کہ جب مین آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جب مین نے
یون کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص البتہ سچ بولا۔ اور مجھسے فرمایا کہ اٹھ جا یہان تک کہ اللہ تعالے تیرے حق مین حکم کرے۔ پس
مین وہان سے اٹھ آیا اور کچھ لوگ بنو سلمہ کے اٹھکر میرے پیچھے ہوئے اور مجھسے کہنے لگے کہ واللہ ہمکو نہین معلوم کہ تو نے اس سے پہلے

کوئی گناہ کیا اور اب تو ایسا عاجز ہو گیا تھا مجھسے یہ نہو سکا کہ آنحضرت صلعم سے ویسا ہی عذر کر لیتا جیسا اور پیچھے رہنے والون نے کیا پھر
یہ گناہ ہوتا تو اسکے واسطے مجھے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ صلعم تیرے لیے استغفار فرماتے۔ کعبؓ کہتے ہین کہ واللہ وے لوگ برابر مجھے
ملامت کرتے رہے یہان تک کہ مین نے قصد کیا کہ لوٹ کر جاؤن اور اپنی بات کو جھٹلاؤن پھر مین نے انسے پوچھا کہ بھلا ایسا کسی اور کو
بھی حکم ملا ہی بولے کہ ہان دو شخص اور ہین جنھون نے تیرے ہی مثل کہا اور یہی انکو حکم ہوا ہی مین نے کہا کہ وے کون ہین بولے کہ مرارہ بن
بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہین پس انھون نے مجھسے دو مرد صالح کا نام لیا اور یہ دونون بدر مین حاضر ہوئے تھے اور
انمین اتباع طریقہ نبوت کا ایک اثر تھا پس جب انھون نے مجھسے ان دو آدمیون کا نام لیا تو مین اپنی راہ چلا گیا۔ کعبؓ نے کہا کہ جو لوگ پیچھے
رہے تھے ان سب مین سے فقط ہم تین آدمیون سے مومنون کو بات چیت کرنے سے رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا پس مومنون نے ہم
تین آدمیون سے پرہیز کیا اور ہم سے بدل گئے یہان تک کہ مجھے گویا سرزمین مدینہ وہ زمین نہین معلوم ہوتی تھی جسکو مین خوب پہچانتا تھا
اور اسی حالت پر ہم کو پچاس راتین وہان گذرین۔ تفصیل یہ ہی کہ میرے دونون ساتھی تو بیتاب ہو کر ایک جگہ پڑ گئے اور اپنی کوٹھریون
مین بیٹھے رویا کرتے تھے اور رہا مین سو مجھمین دلیری و چستی تھی پس مین مومنون کے ساتھ نماز مین حاضر ہوتا اور بازارون مین پھرا
کرتا مگر مجھسے کوئی شخص کلام نہین کرتا تھا اور مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوتا درحالیکہ آپ نماز کے بعد یاد الٰہی مین مشغول ہوتے
پس مین سلام کرتا اور دل مین کہتا کہ میرے سلام کے جواب مین لب مبارک کو جنبش ہوئی یا نہین ہوئی۔ پھر مین آپ ہی کے قریب
نماز پڑھنے لگتا اور آپ سے نظر چرا تا سو جب مین نماز کو متوجہ ہوتا تو میری طرف التفات فرماتے پھر جب مین آپ کی طرف نظر کرتا تو مجھسے
منھ پھیر لیتے یہانتک کہ جب زمانہ دراز گذرا اور مسلمانون کے ہم کو چھوڑنے کا طول ہوا تو مین چلا اور ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرا چچازاد
بھائی اور سب لوگون سے زیادہ مجھے دوست تھا پس مین نے اسکو سلام کیا واللہ اُسنے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ مین نے کہا کہ اے
ابو قتادہ مین آپکو اللہ تعالےٰ کی قسم دلاتا ہون کہ آپ جانتے ہو کہ مین اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کو بہت چاہتا ہون۔ وہ سُنکر خاموش
رہا۔ پھر مین نے دوبارہ قسم دلائی پھر سُنکر خاموش رہا۔ پھر مین نے تیسری بار قسم دلائی پھر وہ خاموش رہا پھر کہا کہ اللہ تعالےٰ و اُسکا رسول
ہی خوب جانتا ہی پس بے اختیار میرے آنسو جاری ہوے اور لوٹ کر دیوار سے پھاندآیا پھر اس بیچ مین کہ مین بازار مدینہ کے درمیان
پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیون مین سے جو مدینہ مین اناج بیچنے لایا تھا یہ کہتا ملا کہ مجھے کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتادو اور لوگون نے
میری طرف اشارہ کرنا شروع کیا یہانتک کہ اُسنے آکر مجھے بادشاہ غسان کا خط دیا اور مین پڑھا ہوا تھا۔ اُسمین مین نے لکھا دیکھا کہ
اما بعد ہمکو خبر پہونچی کہ تیرے صاحب نے تجھپر ظلم کیا اور خدا نے تجھے خوار و مضیعت کے گھر لینے مین نہین رکھا پس تو ہم سے مل جا ہم تجھسے
بہت مواسات کرینگے۔ جب مین نے اسکو پڑھا تو دل مین کہا کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان و بلا ہی پس مین قصد کر کے تنور
کی طرف گیا اور خط جھونک کر اسمین جلا دیا۔ پھر پچاس مین سے جب چالیس راتین گزرین تو ناگاہ رسول اللہ صلعم کا ایلچی میرے پاس
آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجھے حکم فرماتے ہین کہ اپنی جورو سے جدا ہو جا۔ مین نے اُس سے پوچھا کہ طلاق دیدون یا کیا کرون
مجھے کیا حکم دیتے ہین اُسنے فرمایا کہ نہین بلکہ اُس سے الگ رہ اُس سے قربت نہ کرنا۔ کعبؓ نے کہا کہ ایسا ہی حکم میرے دونون ساتھیون
کی طرف بھیجا۔ پس مین نے اپنی جورو سے کہا کہ جا تو اپنے میکے والون پاس اور وہین رہ یہان تک کہ اللہ تعالےٰ اس بارہ مین جو چاہے
وہ حکم فرمادے۔ کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہلال بن امیہ کی جورو نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہلال ایک بڈھا ضعیف

آدمی ہی اور اسکا کوئی خادم نہین جو اسکی خدمت کردے سو آپ یہ امر ناگوار تو نہیں جانتے کہ مین اسکی خدمت کرو یا کرون - فرمایا کہ نہین ولیکن وہ تجھسے قربت نہ کرے وہ بولی کہ یا رسول اللہ صلعم اسکی تو یہ حالت ہی کہ واللہ اسکو کسی چیز کی طرف جنبش نہین ہی اور واللہ جب سے اسکا یہ معاملہ پیش آیا ہو تب سے آج کے دن تک وہ برابر روتا رہا ہی کعب رض نے کہا کہ پھر مجھسے میرے بعض لوگون نے کہا کہ تو بھی اپنی جورو کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خدمت کی اجازت لے لیتا تو اچھا تھا کیونکہ ہلال بن امیہ کی جورو کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دیدی ہی مین نے کہا کہ واللہ مین اسکے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ مانگونگا مجھے نہین معلوم کہ رسول اللہ صلعم کیا فرماوین اور مین تو مرد جوان تندرست ہون کعب رض نے کہا کہ پھر ہم اس حال پر اور دس رات رہے اور جب سے ہم لوگون سے بات کرنے سے مومنون کو منع فرمایا تھا اسوقت سے پچاس راتین پوری ہوئین اور مین نے اپنی کریون مین سے ایک کریہ کی چھت پر پچاسوین رات کے صبح ہونے پر صبح کی نماز پڑھی اور مین اسی حال پر جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا ہی کہ مجھپر زمین باوجود چوڑائی کے تنگ ہوگئی تھی اور مجھپر اپنی جان دو بھر تنگ ہوگئی تھی اسی حال سے میٹھا تھا کہ مین نے ایک بلند آواز دینے والے کو سُنا کہ وہ جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہتا تھا کہ بشارت ہو تجھکو اے کعب بن مالک پس مین اوندھے منھ سجدے مین گر پڑا اور مین نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے کشایش آگئی بایں طور کہ اس پاک معبود تعالے نے ہمپر توبہ فرمائی ہی اور رسول اللہ صلعم نے صبح کی نماز کے بعد ہمارے اوپر توبہ الٰہی سے لوگون کو خبردار کردیا تھا تو لوگ ہمکو بشارت دینے دوڑے اور میرے دونون ساتھیون کی طرف بھی بشارت دینے والے گئے اور بنو اسلم مین سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوکر میری طرف دوڑا اور دوسرا شخص بنو اسلم مین سے پیادہ دوڑا اور کوہ سلع پر چڑھکر بلند آواز سے اسنے پکار دیا پس آواز بہ نسبت گھوڑے کے تیز پہونچی پھر جب وہی شخص مجھے بشارت دینے آیا جسکی مین نے آواز سنی تھی تو مین نے اسکے احسان بشارت کے شکریہ مین اسوقت اپنے تن کی لباس کو اُتارکر اسکو پہنا دیا اور قسم ہی اللہ تعالی کی کہ اسوقت سوائے ان دو کپڑون کے میرے ملک مین نہ تھا اور مین نے دو کپڑے مانگے لیے اور پہنکر رسول اللہ صلعم کی حضوری کا قصد کرکے چلا اور فوج فوج مومنین مجھسے ملتے اور ہمپر اللہ تعالے کی توبہ کی بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعم کا تجھپر توبہ قبول فرمانا تجھے مبارک ہو - یہان تک کہ مین آکر مسجد مین داخل ہوا سو مین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف رکھتے ہین اور لوگ آپکے گرد بیٹھے ہین پس طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر آہستہ دوڑکر مجھسے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اور واللہ مہاجرین مین سے سوائے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی میری مبارکبادی کو نہ کھڑا ہوا پس کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کا یہ احسان نہین بھولتے تھے کعب رض نے کہا کہ پھر جب مین نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا تو آپنے فرمایا اور اسوقت آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا کہ بشارت ہو تجھکو ایسے بہلے دن کی کہ جب سے تو اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تجھپر زمانہ گذرا ان سب دنون سے یہ دن بہتر ہی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی طرف سے ہی یا اللہ تعالے کی طرف سے فرمایا کہ نہین بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی - کعب رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ شان تھی کہ جب آپ مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ دمکنے لگتا گویا چاند کا ٹکڑا ہی یہان تک کہ لوگ آپ کی حالت سرور و خوشی کو اس نشان سے پہچان لیتے اور یہ حالت کھلی معلوم ہوجاتی تھی پھر جب مین آپ کے روبرو بیٹھا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ سے یہ ہی کہ مین اپنے مال سے صاف بالکل الگ ہوجاؤن اس حال مین کہ اسکو اللہ عزوجل کی درگاہ مین اور اسکے رسول کی حضور مین صدقہ کردون (یعنے رسول اللہ صلعم اس مال کو مساکین پر صدقہ کردین) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض حصہ مال اپنا اپنے اوپر روک رکھ کہ وہ تیرے لیے

صیغہ تمریض سے اسی ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ فافہم۔ الثالث اس روایت کے آخر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتذار کرنے والوں کے حق میں قولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم الآیۃ پیچھے نازل ہوئی بعد انکے اعتذار کے حالانکہ سیحلفون سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول بطور خبر غیب کے مقدم ہے۔ مترجم کو اسوقت فتح الباری وغیرہ کوئی شرح نہیں ملی ولیکن وہ جواب بتوفیق اللہ تعالے لکھتا ہے کہ اس روایت کی تقریر میں یہ تنصیص نہیں کہ نزول آیت کا پیچھے ہوا ہے بلکہ روایت سے صرف یہ معلوم ہوا کہ جب وحی نازل ہوئی تو انکے حق میں یوں مذمت اتری پس ممکن ہے کہ وحی پہلے نازل ہوئی ہو ولیکن ایک دوسرا سوال وارد ہوگا کہ اگر نزول مقدم ہے تو آنحضرت صلعم نے انسے کیونکر رضامندی فرمائی اور اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر میں عذر مان لینے اور باطن کو اللہ تعالے کی طرف سونپنے سے رضامندی حقیقی لازم نہیں اور اللہ تعالے نے جو فرمایا۔ فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ تو مقصود اس سے مبالغہ انکی خطاکاری میں ہے یعنے تمہاری رضامندی انکے کچھ کارآمد نہیں پس جھوٹ بولکر اور تمہاری رضامندی کے لیے جھوٹ قسم کھاکر کچھ فائدہ نہ پاوینگے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے بدون تصریح ناموں منافقین کے پہلے ہی سے آگاہ فرمادیا تھا کہ عنقریب تمہارے لوٹنے پر تمہاری خوشنودی کے لیے جھوٹی قسمیں کھاوینگے۔ پھر ان علامات کے ظہور سے پہچانے گئے ولیکن اسی آیت میں اللہ تعالے نے یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فاعرضوا عنہم انہم رجس۔ انسے اعراض کرلینا کہ وے پلید ہیں۔ تو آنحضرت صلعم نے اعراض فرمایا اور پھر جب نزول ہوا کہ یعتذرون الیکم اذا رجعتم۔ تو انسے کہدیا بحکم الٰہی۔ قل لا تعتذروا قد نبانا اللہ من اخبارکم۔ پس فضیحت و رسوا ہوئے۔ فتامل فیہ۔ الرابع اس حدیث صحیح میں بکثرت علوم ہیں جنکا استخراج بہت وقت اور بڑا فرصت چاہتا ہے اور معظم امور ایمان و اعتقاد کے اور معظم فروع اور مکائد نفس کے سب اس سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن کچھ تھوڑی ابتداء سے بیان ہوتے ہیں۔ ازانجملہ اسلام و ایمان پر مضبوط ہونا اصل ہے اور جہاد وغیرہ اعمال سب فرع ہیں اسیواسطے لیلۃ العقبہ کی حاضری کو بدر کی شرکت پر فضیلت دی اور اسیواسطے اخیر حدیث میں نعمت ایمان کے بعد اس صدق کو سب سے بڑی نعمت کہا۔ ازانجملہ توریہ جائز ہے یعنے سچی بات کسی دینی مصلحت سے پیچ طور پر کہدینا اگرچہ سننے والا یا خواہ نخواہ پوچھنے والا اپنی ناسمجھی سے کچھ اور سمجھے اگرچہ یہی مقصود تھا کہ یہ شخص ناحق اس امر سے ناخوش نہو کہ مجھے نہیں جواب دیا۔ ازانجملہ مجاہدین کے نام دفتر میں لکھ لینا بھی جائز ہے ولیکن دین میں ادنی کام ہے۔ ازانجملہ سایہ دھوپ میں اور گرم سامان جاڑے میں اور دیگر اسباب بالطبع مرغوب نفس ہیں اور وہی محل امتحان ہیں پس اگر آدمی کو یہ چیزیں فرمان الٰہی سے باز نہ رکھیں تو نعمت ہیں اور اپر شکر کرنا جو ہر حال میں لازم ہے مزید نعمت ہوگا ورنہ یہی چیزیں عذاب ہیں جیسے منافقوں و کافروں کے حق میں مال و اولاد کا بیان ہوچکا۔ ازانجملہ اپنے نفس میں یہ قدرت سمجھنا کہ ہم ایسا کرلینگے یا مثلاً مرتے وقت یا فلاں وقت توبہ و عبادت کرلینگے بالکل فریب نفس و مستوجب دوری از درگاہ حق تعالے ہے اور سراسر عاجزی کیونکہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے عاجز ہوا تو اور چیز پر کیا قدرت پائی ازانجملہ امام حق اور اتباع سنت سے پیچھے رہنا ایسا خسارہ ہے کہ اسکا تدارک کبھی نہوگا ہاں آیندہ اگر مطیع ہوگیا تو آیندہ کے واسطے انشاء اللہ تعالے کافی ہوگا اگرچہ گذشتہ کے لیے اسکو حسرت و افسوس کرنا صدق ایمان کے ساتھ دائمی لازم ہے۔ ازانجملہ تقدیر الٰہی برحق ہے اور تدبیر اسکے مقابلہ میں محض فریب نفس و شیطان ہے ازانجملہ علامات ایمان سے ہے کہ اہل حق و عدل کو دیکھکر خوش ہو اور منافقوں و کافروں کو دیکھکر اپنے حال پر غمگین ہوجاوے کہ افسوس مجھے انکا پڑوس ملا پس انپر کہاں عایہ رحمت ہے جو انکی صحبت سے مجھے ملے برخلاف اسکے قہر و غضب سے بچ جاؤں تو یہی رحمت ہے۔ ازانجملہ کعب رض کے ساتھ بجائے پر معاذ بن جبل رض نے بدگمانی نہیں کی بلکہ مومن کے ساتھ نیک گمان رکھا اور یہی موافق حدیث کے اور یہی مومن کی شان ہے ازانجملہ ہدایت فقط محض اللہ تعالے کی طرف سے فضل ازلی و احسان ہے اور اللہ تعالے ویسے ہی اسکے سامان فرماتا ہے جو توفیق الخیر ہے جیسے

كعب رضہ کے دل سے سب دروغ و باطل دور فرما کر صدق پر ثابت قدم کر دیا بخلاف منافقون کے۔ از انجملہ لوگون سے ظاہر حال پر قناعت کرنا چاہیے اور باطن سے بحث نہ کرے۔ از انجملہ مخلوق کی خوشنودی کے لیے خالق کی معصیت نہ کرے ورنہ آخر وہ مخلوق جو قبضہ قدرت مین مسخر و مقہور ہی بتسخیر حق عز و جل اُس عاصی کا دشمن ہو جاتا ہی۔ از انجملہ صدق ہر حال مین اچھا ہوتا اور اسکا انجام بخیر ہوتا ہی چنانچہ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم صدق کو لازم پکڑو کہ وہ نیکوکاری کی راہ بتاتا ہی اور نیکوکاری جنت کی راہ دکھاتی ہی اور آدمی برابر سچ بولتا اور سچائی کا قصد رکھتا ہی یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان وہ صدیق لکھا جاتا ہی اور خبردار بچو تم کذب سے اور کذب راہ دکھاتا ہی فجور یعنے گناہ کی اور گناہ راہ بتاتا ہی دوزخ کی اور برابر آدمی جھوٹ بولتا ہی اور جھوٹ کی ٹٹول رکھتا ہی یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان کذاب لکھا جاتا ہی۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم رحمہم اللہ تعالے اور ابن مسعود رضہ نے ٹھٹھول و لغو باتون مین بھی بدلیل آیت کریمہ منع فرمایا اور خود اللہ تعالی فرماتا ہی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو تقوی کرو اللہ تعالے سے یعنی اُس سے ڈرو اس طرح کہ جملہ معاصی چھوڑ دو اور ظاہر و باطن مطیع رہو کہ وہ سب جانتا ہی۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور ہو جاؤ تم لوگ صادقین بندون کے ساتھ۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم و آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کذا قال ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ضحاک رح نے آنحضرت صلعم کے بعد والے مومنون کو صادقین کے ساتھ ہو جانے کے معنی بتلائے کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و انکے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔ قال المترجم یعنی اسی طرح درجہ بدرجہ ہر زمانہ مین صالح بندگان حق تعالے کا ساتھ دینا ضرور ہی چنانچہ ابن عباس رضہ نے زمانہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین اس سے احتجاج کیا کہ اے لوگو بحکم آیت کریمہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ و انکے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ انھین تین صحابہ کا طریقہ اختیار کرو جنھون نے جھوٹا عذر نہین کیا بلکہ سچ بولے۔ ابن جریر رح نے کہا کہ مہاجرین صحابہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تبوک گئے تھے اُنکے ساتھ ہو جاؤ۔ بہرحال مقصود ایک ہی ہی جیسا کہ مترجم عفا اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ واللہ تعالے اعلم۔ حسن بصری رح سے روایت ہی کہ اگر تجھے صادقین کا ساتھ مطلوب ہی تو دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ۔ الخامس کعب رضہ کے صدق پر لوگون نے اُلٹی ملامت کی اور زعم کیا کہ استغفار رسول اللہ صلعم کافی ہوتا حالانکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا کیونکہ استغفار رسول اللہ صلعم جبھی کافی تھا کہ آپ دل سے استغفار فرماوین ورنہ نہین اور اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ فان ترضوا عنہم الآیۃ یعنے اگر تم اُنسے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالے فاسقون سے راضی نہین۔ ہان اگر گناہ پر ندامت ہو اور آنحضرت صلعم استغفار فرماوین تو سبحان اللہ تعالے زہے نصیب اُنکے جنکو یہ نصیب ہو اللہم رب اغفرلی وارزقنی استغفار رسولک صلی اللہ علیہ وسلم لی فانی مقر بالذنب وانک انت الغفور الرحیم۔ السادس موافقت و متابعت صالحین کو ترک نہ کرے اگرچہ مخالفت پر ایک جم غفیر آمادہ کرتا ہو۔ السابع گنہگار سے ترک کلام کرنا خالص اللہ تعالے کیواسطے جائز ہی جبکہ اس سے فائدہ ہو اور محبت وغیرہ مین اللہ تعالے ہی کے واسطے نیت خالص کرے چنانچہ ابو قتادہ نے کعب رضہ سے باوجود کمال محبت کے اس وقت مین اللہ تعالے و رسول کے واسطے انقطاع کیا اور محبت و قرابت کا جوش و نفس کی رغبت سب کاٹ دی۔ الثامن گناہ کرنے مین کبھی دنیاوی نعمت ملتی ہی لیکن وہ عذاب الٰہی ہی آمیز غرّہ نہو۔ التاسع جورو اور مال و اولاد سب ایسے امور سے جن سے نفس کو تعلق ہو جب تعلق باطنی ترک کرے اور ہمہ تن اللہ تعالے کے واسطے ہو جاوے تو رحمت الٰہی انشاء اللہ تعالے اُسپر نزول فرماوے اور اس سے یہ مراد نہین کہ ان چیزون کو ترک کر دے

بلکہ دل کا تعلق فقط قطع کرے جیسے مولوی روم رح نے کہا ہے چیست دنیا از خدا غافل بدن + نے قماش و نقرہ و فرزند و زن العاشق شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ نے کہا کہ توبہ نصوح جسکا مومنون کو حکم ہی ایسی ہوتی ہی کہ توبہ کرنے والے پر تمام زمین تنگ ہوا اور اپنی جان اسپر تنگ ہو جیسے حضرت کعب بن مالک و اُنکے دونون ساتھیون کی توبہ تھی- مترجم کہتا ہی کہ نصوح صفت توبہ ہی یعنی ایسی توبہ جو نصوح ہی چنانچہ قولہ التوبۃ النصوح مشعر ہی اور عوام مین جو مشہور ہی کہ نصوح کوئی شخص تھا اسکی مثل توبہ کرنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا تو یہ محض سُتنگر ہی اور یہ نہین سوچتے کہ کیا صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ شخص بڑھ گیا کہ جنکی توبہ قبول ہونے اور مرضی ہونے پر تنصیص ہو وکلام اسمین انشاء اللہ تعالے توبہ نصوح کے حکم والی آیت مین مدلل آویگا واللہ تعالے الموفق والمعین الحادی عشر مبارکباد و بشارت دینا اہل ایمان کو امر خیر پر مستحب ہی اور اس زمانہ مین جو غیر مشروع و فسق و فجور و دنیاوی امور پر لوگ مبارکبادی رسم رکھتے ہین تو بعضی ایسی صورتین نکلتی ہین جنمین کفر کا خوف ہی مثلاً کسی کا بیٹا جوان ہوا اور اُسنے کوئی فسق کیا اور عورتون نے اُسکی مان کو مبارکباد دی کہ خدا مبارک کرے خدا نے یہ دن کیا تو کہنے والیان اور مبارکی لینے والیان کافرہ کہی جاوینگی اور اپنے شوہرون سے بائنہ ہونے کا حکم ہوگا- واللہ تعالے اعلم- اور حدیث مین جو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بڑھکر مصافحہ کرنا و مبارکباد دینا آیا تو عند التحقیق اُسکے یہ معنی نہین کہ خوشی کے وقت مصافحہ کرنا چاہیے بلکہ مصافحہ بموافق معمول کے کیا اور خوشی کی مبارکباد دی پس نماز فجر یا عصر کے بعد جو شافعیون کا دستور ہی کہ مقتدی لوگ امام نماز سے مصافحہ کرتے ہین وہ جائز طریقہ نہین جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے خاص رسالہ مین رد کیا ہی اور ایسے ہی عیدین مین مصافحہ سے بڑھکر معانقہ کرنا جو ہندوستان مین رائج ہی مذموم ہی- اور رہی خوشی و فرحت افطار کی کہ اللہ تعالے عزوجل کی توفیق سے روزے پورے ہوئے تو یہ روا ہی اور اصلی خوشی اُسوقت انشاء اللہ تعالے ہوگی کہ اللہ تعالے کی درگاہ مین قبول ہونا دنیاوی زندگی فانی کے بعد ظاہر ہووے ف ـــــ ۲- حدیث کعب رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہی کہ ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی توبہ مین تاخیر ہوئی یہان تک کہ جب یہ نوبت پہونچی کہ اپنی جانین اُنکو دو بھر ہوگئین اور زمین تنگ ہوگئی حالانکہ پہلے درستی تن کی آسائش و آرام کی وجہ سے تخلف ہوا تھا تب اللہ تعالے نے اُنکی توبہ قبول فرما کر نازل فرمایا قولہ لقد تاب اللہ علی النبی الخ- اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ اسکو اسلام و ایمان کے بعد بڑی نعمت جانتے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ اللہ اللہ کیا بڑی نعمت ہی کہ اللہ تعالے فرماوے ثم تاب علیہم لیتوبوا- پس اس نعمت کا شکر نہین ادا ہو سکتا اور نہ اُسکی فضیلت بیان مین آسکتی ہی اللہم ربنا لک الحمد انت کما اثنیت علی نفسک- پس یہان ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب یہ ایسی نعمت تھی تو اللہ تعالے نے حضرت سید عالم اپنے بندہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو جو ساتھ گئے تھے اس نعمت سے پہلے ہی اپنے کلام پاک لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ الآیہ سے سرفراز فرما کر پھر قولہ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا الآیہ سے باقی تینون صحابہ تائبین کو سرفراز کیا تاکہ یہ تینون صحابہ اس نعمت مین منفرد نہو جاوین اور دوسرا نکتہ یہ ہی کہ اوپر کی آیات یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم الآیہ اور قولہ التائبون العابدون الآیہ- سے معلوم ہو چکا کہ مومنون کی جانین و مال حضرت خالق ذوالجلال کی بیع مین داخل ہین پس یہ مبیع اسی کے احکام کے تصرف مین ہی چنانچہ تبوک کے جانے مین جب کعب رضی اللہ عنہ اور دونون ساتھیون نے مبیع کو روکا تو مجرم قرار دیے گئے تھے پھر اُنکی کمال عاجزی پر جب اس سے تنگ ہو گئے اور جان و مال سے ہاتھ اُٹھایا تو قبول فرمایا اور ایسی رحمت کے ساتھ کہ دوام توبہ و قبولیت سے سرفراز کیا پس تائبون جو اول صفت ان بندون کی ہی جنکے لیے جنت مخصوص ہی اُنمین ظاہر ہوئی پس ظاہر ہوا کہ صحابہ مہاجرین

والنصار اور یہ تینون صحابہ سب وہ ہین جنکے لیے جنت منزل کراست ہی والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین - ف - ۳ - اول آیت کا خاتمہ انہ بہم رؤف رحیم - اور دوسری آیت کا خاتمہ ان اللہ ہو التواب الرحیم - ہی اور اول بہ نسبت دوم کے افضل ہی اور کمال رافت ورحمت پر مشعر چنانچہ فرق وامتیاز واکرام واعزاز پوشیدہ نہین ہی - پھر رحمت پر دونون کا خاتمہ ہی جسمین دلالت ہی کہ قبول توبہ محض رافت ورحمت الٰہی ہی اور بالکل احسان از حق تعالے جیسے بندون وتمام مخلوق کا پیدا کر دینا و انکو ہوش وگوش دینا - اور جیسے آدم ع کو مکرم وبرگزیدہ کر دینا محض فضل ورحمت ہی پس معتزلہ ورافضی وغیرہ بدعتی فرقے جو حق عز وجل تعالے شانہ پر بعض باتین واجب کہتے ہین یعنے جاہل گستاخ یون کہتے ہین کہ او تعالے پر یہ کرنا واجب ہی تو یہ لوگ معرفت الٰہی سے جاہل اور بے ادب گستاخ ہین تعالے اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا - اللہ تعالے پر کچھ واجب نہین وہ جو چاہے کرے اور جو وعدہ اسنے فرمایا اور ضرور جیسا فرمایا ویسا ہی ہوگا تو یہ سراسر اسکا فضل واحسان ہی ف - ۴ - آخر مین قبول توبہ کے بعد حکم فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہین - پس اسمین صادقین کی فضیلت نکلی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بڑی فضیلت ہی کیونکہ انکو اللہ تعالے نے صدیق کیا اور صادق سے صدیق مین مبالغہ ہی اسلیے کہ صادق صیغہ اسم فاعل ہی اور صدیق صیغہ اسم فاعل مبالغہ ہی اور عموم صادقین مین بھی وے داخل ہوے جیسے آنحضرت صلعم پھر آنحضرت صلعم رسول پاک اور بالاتفاق افضل الرسل بلکہ افضل جمیع خلائق ہین اور ابو بکر رضی اللہ عنہ صادق سے صدیق تک سرفراز ہوے ہین لہذا انبیا ورسولون کے بعد وہی سب سے افضل ہین - روایت ہی کہ بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلافت مین مشورہ کیا پس انصار نے مہاجرین سے کہا کہ تم مین سے ایک شخص تمھارا سردار ہو اور ہم مین سے ایک شخص ہمارا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہی - للفقراء المهاجرين الى قوله اولئك هم الصادقون - سو تم بتاؤ کہ یہ کون لوگ ہین تو انصار نے کہا کہ یہ تمھین لوگ ہو پس ثابت ہوا کہ مہاجرین وہی صادقین ہین پھر حضرت ابو بکر رض نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی - يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين - پس مومنون کو حکم دیا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس تم کو ہمارے ساتھ رہنے کا حکم ہی اور یہ نہین کہ ہم تمھارے ساتھ رہین پس سب نے اتفاق کر کے حضرت صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت کی - مترجم کہتا ہی کہ توضیح یہ کہ انصار رضی اللہ عنہم پر حجت قائم ہوئی کہ مہاجرین صادقین کے ساتھ رہین پھر ان صادقین مین سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق کے مرتبہ پر تھے لہذا باقی مہاجرین وانصار سب نے متفق ہو کر انسے بیعت کر لی - رضوان اللہ علیہم اجمعین ف - ۵ - بعض علما نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ اجماع جس امر پر ہو اسکا ماننا ضرور ہی اس لیے کہ آیت مین قولہ تعالے کونوا مع الصادقین - حکم ہی کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ پس ضرور انکا قول ماننا واجب ہی تاکہ انکی معیت حاصل ہو لہذا اجماع حجت ہونے پر یہ آیت حجت ہوئی - بعض نے کہا کہ مع الصادقین - مین مع بمعنی من ہو سکتا ہی یعنے من الصادقین - پس حجت نہوگی اور جواب یہ ہی کہ ایسا قول اسی شخص کا ہوگا جو رائے سے تفسیر کرتا ہی اس لیے کہ صادقین صحابہ رضی اللہ عنہم ہین تو کیونکر آدمی صحابہ مین سے ہو سکتا ہی - اگر کہا جاوے کہ صحابہ کے زمانہ مین صحابہ کے ساتھ ہونا اور متاخرین مین ہر زمانہ مین درجہ بدرجہ صادقین کو شامل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو جواب یہ ہی کہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اسمین بدرجہ اعلی بلکہ اول وہی داخل ہین - پس مع جب اپنے معنی سے ہٹا کر بمعنی من لیا جاوے تو حکم عموم ممکن نہین ہو سکتا بخلاف اسکے جب مع اپنے معنی پر ہو تو معیت باعتقاد ودین ممکن ہی اور چونکہ یہی معیت مراد ہی اسلیے کہ حکم عموم

تا قیامت سب مومنون کو ہی اور وہ معیت جسمانی سے ممکن نہین تو ضرور معیت قولی و فعلی مقصود ہی علاوہ برین معیت جسمانی خالی بیفائدہ
ہی کیونکہ منافقین ایسی معیت رکھتے تھے پس آیت اچھی طرح اس امر پر حجت ہی کہ جس امر پر اُنکا اجماع ہو اُسکا ماننا واجب ہی ہان اتنی بات
البتہ ہی کہ مطلقاً اجماع حجت ہونا ثابت نہین ہوگا اس لیے کہ صادقین کا علم سوائے صحابہ رضہ کے متعذر ہی ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت
اللہ تعالے نے البتہ تنصیص فرمائی پس اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم البتہ حجت قطعی ہوا اور حدیث ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن۔ مین
مسلمون سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضہ سے مسلمون کی یہی تفسیر مروی ہی پس جو آیت کریمہ سے ثابت
ہی اس سے یہ تفسیر حدیث مطابق و متوافق ہی فالحمد للہ علی ذلک۔ یہان سے ثابت ہوگیا کہ بعضے کم فہم لوگ جو ہر زمانہ مین بعضے بدعات
نکالکر اس زمانہ کی جہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا اجماع حجت سمجھتے ہین وہ بالکل کج فہمی ہی کیونکہ مومنون سے صحابہ مراد ہین جیسا کہ
ابن مسعود رضہ نے صریح تنصیص فرمائی پس اجماع فقط صحابہ رضہ کا حجت ہوا کیونکہ اُنکا مومنین صادقین ہونا منصوص و معلوم ہی اور انکے بعد
پھر زمانہ تابعین کے واسطے اگرچہ آنحضرت صلعم نے بھلائی کو فرمایا۔ فی قولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم الحدیث لیکن تنصیص
اہل اجماع کی صادقین مومنین ہونے پر وہان بھی نہین ہی تو بھلا اس زمانہ مین کہ جس قرن کے واسطے بھلائی کی بھی تنصیص نہین ہی
اُسکے اجماع و اتفاق کا کیا اعتبار ہی علاوہ برین بہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا کچھ اجماع نہین ہی کیونکہ اسوقت جب تمام دنیا کے مسلمان
سب مجتمع و متفق ہون کوئی باقی نہ رہے تو البتہ اتفاق کہا جاوے حالانکہ اُنکے حق مین بھی تنصیص ندارد ہی۔ بالجملہ یہان تو سرے سے
اجماع ہی نہین اور ہوتا بھی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہو سکتا کیونکہ مومنون کا اجماع کیونکر ثابت ہوگا اس لیے کہ ظاہر حال پر اسلام کا حکم
ہو سکتا ہی اور یہ معلوم نہین ہو سکتا کہ حقیقت مین یہ مومن ہی یا نہین ہی علاوہ برین اسوقت اسلام کے اقرار کرنے سے یہی لازم نہین
کہ اسلام پر اسکا خاتمہ ہوگا یا نہین ہوگا پس ایسے لوگون کے اجماع کو بفرض اُسکے کہ پایا بھی جاوے یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مومنون کا اجماع ہوا
کیونکہ یہ بات تو اللہ تعالے ہی جانتا ہی ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین یہ بات معلوم ہی کہ وے مومنین صادقین تھے کیونکہ اللہ تعالے
نے اُنکے حق مین بمانند قولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اور بمانند قولہ و کونوا مع الصادقین۔ اور قولہ اولئک ہم الصادقون۔ وغیرہ آیات کریمہ
سے تنصیص صریح فرمائی ہی پس اُنکا اجماع قطعی مومنون کا اجماع اور حجت قطعیہ ہی فافہم ف۔ ۶۔ فی العرائس قولہ تعالے لقد تاب
اللہ علی النبی والمہاجرین الآیۃ۔ توبہ دو ہین ایک بندہ کی توبہ اور دوسری توبہ الٰہی تعالے۔ پس بندہ کی توبہ اسطرح کہ لغزش و خطا
سے رجوع کرکے طاعات و فرمانبرداری پر ہو جاوے۔ اور توبہ الٰہی اسطرح ہی کہ اللہ تعالے اُسپر رجوع فرماوے یعنی نعمت وصال کی خوشبو
اُسکے مشام روح کو پہونچاوے اور سانجام کار وصل مراد کا دروازہ اُسکے واسطے کھول دے اور حجاب اس سے مرتفع فرماوے۔ یہان
دل کی آنکھ سے غور کرکے دیکھو کہ اللہ تعالے جل شانہ کو اپنے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر کسقدر لطف و عنایت ہی اور مومنون پر جو آپکے ساتھ ایمان لائے
تھے کیسا کرم ہی کہ اُنکی توبہ سے پہلے اُنپر رجوع فرمایا جس سے وے ہمہ تن اپنے معبود پاک کی طرف سے رجوع لائے اور اُنکو بقدر اپنے مرتبہ کے راہ
کھل گئی اور نعمت مل گئی پس اپنے حبیب رسول صلعم پر اُسکا رجوع اسطرح کہ مشاہدہ کشف فرمایا اور رجوع بجانب بندگان امت اسطرح کہ منزلت قرب
وصال اُنکو کشف فرمائی لہذا نبی ہی کی توبہ اس جہت سے تھی کہ اُنکو اداے رسالت وغیرہ احکام مین مشاہدہ سے دوسری طرف اشتغال تھا اور قوم
کی توبہ اس راہ سے کہ ملاحظہ درگاہ قرب سے اُنکو غیبت ہوئی پس اُنکو فیض ہدایت الٰہی نے سرفراز فرماکر انوار جمال کے انکشاف سے
فیضیاب فرمایا اور یہی طریقہ فیض قدم کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ مقام امتحان مین جاری ہی کہ ناامیدی و مایوسی مین باران رحمت سے

سیات خاص حاصل ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالے ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ حتی اذا استیأس الرسل
وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا الآیۃ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ توبۃ النبی صلعم مقدمہ و اصل توبۃ الامۃ ہے تاکہ اصل کی صحت سے تابع کی درستی
ہو۔ بعض نے کہا کہ انبیاء کی توبہ بجہت مشاہدۂ خلق کے وقت رسالت کے ابلاغ کے ہے کیونکہ انبیاء کو کبھی حضوری سے غیبت نہیں ہوتی
اس لیے کہ وے ہمیشہ مقام عین الجمع میں ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالے نے مخصوص کرکے ان تین بندوں کو جو مقام امتحان میں مبتلا
ہوئے تھے بیان فرمایا کہ اللہ تعالے نے انپر رجوع فرمایا اسطرح کہ انکی توبہ قبول فرمائی بقولہ تعالے وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الآیۃ۔ کثرت
تراکم القباض سے اور ہجوم انوار عظمت سے انکے قلوب میں انبساط ہوا اور روئے زمین پر کوئی چیز قابل انس نہ دیکھی حتی کہ اپنی
جانیں بھی اور یقین ہو گیا کہ ملجا اسی کی طرف ہے پس جملہ وسائط قطع کرکے اسی کے لطف پر منفرد ہو گئے۔ ثم تاب علیہم لیتوبوا۔
پس حجاب القبض وغیرہ کو درمیان سے اٹھا دیا پس انس میں داخل ہوئے اور یہ کرم اسی پاک معبود ذو الجلال کا وصف قدیم
ہے ان اللہ ہو التواب الرحیم۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت حق عز وجل کی طرف رجوع لاوے اسکا یہی حال ہونا چاہیے
کہ زمین اسپر تنگ ہو کبھی اسپر پاؤں رکھنے کا ٹھکانا نہ پاوے اور اپنی جان تنگ ہو کہ اسکی ہلاکت کا خوف کرے پس توبۃ النصوح
کی اول دلیل ایسی حالت ہے۔ بعض مشائخ نے قولہ وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ۔ میں کہا کہ انھوں نے کسی بندۂ بزرگ حبیب یا
خلیل یا کلیم پر اعتماد نہ کیا بلکہ تمام سب مخلوق سے انکے دل منقطع ہو کر اپنے خالق عز وجل کیطرف رجوع لائے۔ شیخ احمد بن خضرویہ
نے شیخ ابو یزید سے پوچھا کہ مجھے توبۃ النصوح کیونکر ملے فرمایا کہ اللہ عز وجل و اسکی توفیق سے مل سکتی ہے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے
ثم تاب علیہم لیتوبوا۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ ہے کہ پہلے حق تعالے نے انپر اپنا رجوع بیان فرمایا اور انکی توبہ کو اسی کا سبب کر
دیا پس اسی کی توفیق سے مرتبہ توبہ نصیب ہوا پس وہی ہادی و موفق و خالق افعال العباد ہے اللہم اہدنا الصراط المستقیم وتب علینا
انک انت الغفور الرحیم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ خود انپر فضل و احسان فرمایا کہ خود ہی انکو قبول کر لیا اور یہ نہیں کہ انھوں نے رجوع کیا ہو
استاد رح نے کہا کہ جب موت کی قربت پہنچی و نصرت سے یاس ہوئی تو باران رحمت سے انکی خشک کھیتی ہری ہو گئی پھر مومنوں کو
انقطاع کی تاکید و طلب مزید کی ہمت پر تحضیض فرمائی۔ بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ راہ حق کے تین
اقسام کیے۔ ایمان و تقوی و صدق۔ اور یہ اعمال قلوب ہیں کیونکہ انکے حقایق کشف انوار الغیوب سے درست و ثابت ہوتے ہیں
پس جب یہ حقایق ثابت ہو گئے تو بندہ کو ایمان سے آیات کے حقایق ملتے ہیں اور تقوی سے مشاہدہ صفات اور صدق سے
مشاہدہ انوار ذات حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے انکو مومنین کہا پھر اس مقام سے انکو مقام تقوی کی طرف بلایا اور وہ مشاہدہ
جلال و عظمت کا مقام ہے کہ تمام اغیار سے بیزار ہو جاوے پھر تقوی سے مقام صدق میں بلایا اور وہ مقام استقامت مع اللہ عز وجل
ہے چنانچہ صادق اسکی بلاء و امتحان سے گریز نہیں کرتا اور اسمیں اشارت ہے کہ جو مومن ہے اسمیں تقوی و صدق کی استعداد ہے۔ نیز
اسمیں بیان ہے کہ صادقین سے مخالفت مت کرو چنانچہ صادقین کو جو علوم و اسرار حاصل ہوئے انہیں اتباع کرنے والوں
کو بھی فیض ہوا اور نیز جو کوئی جس چیز کو محبوب رکھے اور جس شخص کو چاہے اسکے ساتھ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ صادقین وے
بندے ہیں جنھوں نے عہد ازل سے خلاف نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالے نے معیت الرسول صلعم و فضل جہاد کو بیان فرمایا۔

واللہ تعالے اعلم۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ

نہ چاہیے مدینے والوں کو اور جو انکے گرد گنوار ہیں کہ رہ جاویں رسول اللہ کے ساتھ سے

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ اُسکی جان سے یہ اسواسطے کہ نہیں کہیں پیاس کھینچتے ہیں نہ محنت

وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

اور نہ بھوکھ اللہ کی راہ میں اور نہ پانوں پھیرتے ہیں کہیں جس سے خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنفِقُونَ

دشمن سے کچھ چیز مگر لکھا جاتا ہے اسپر انکو نیک عمل تحقیق اللہ نہیں کھوتا حق نیکی والوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کچھ خرچ چھوٹا یا بڑا اور نہ گذرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھتے ہیں انکے واسطے کہ بدلا دے انکو اللہ بہتر کام کا جو کرتے تھے

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ نہیں ٹھیک تھا و نہیں روا تھا اہل مدینہ کو ۔ **وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ** اور اہل مدینہ کے گردوالے اعراب یعنی دیہاتیوں کو جیسے اسلم و اشجع و غفار وغیرہ ۔ غرض کہ مدینہ والے شہریوں کو اور گردوالے دیہاتیوں کو کسی کو روا نہ تھا **أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ** یہ کہ پیچھے رہیں رسول اللہ سے ۔ **وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ** اور نہ روا تھا یہ کہ رغبت کریں اپنی جانوں کے ساتھ رسول اللہ کی جان سے ۔ جب کہتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف رغبت کی تو معنی یہ ہوتے ہیں کہ اُسکی طرف مائل ہوا اور جب بولتے ہیں کہ فلاں چیز سے رغبت کی تو یہ معنی کہ اُس سے مُنہ موڑا ۔ پس یہاں معنی یہ ہیں کہ انکو روا نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کی جان سے اپنی جانوں کو موڑیں باین طور کہ جن سختیوں و مشقتوں میں رسول اللہ صلعم نے اپنی جان کو ڈالا اُسمیں وے لوگ اپنی جان کو بچاویں بلکہ اُنپر واجب تھا کہ ضرور اُن مشقتوں و سختیوں کی برداشت میں ساتھ دیں و اُسکے سامنے جانیں فدا کریں کیونکہ یہ امر قطعی معلوم ہی کہ رسول اللہ کی جان شریف اللہ تعالے کے نزدیک تمام عالم سے افضل و اکرم و بہت عزت و قدر والی جان ہی تو جب اُسنے طاعت الٰہی میں یہ سختیاں اُٹھائیں تو ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اپنی جانیں اُسکے سامنے پروانہ کی طرح جھونک دیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اُسکے سامنے انکی کیا قدر رہا اور کس شمار میں ہی پس بمقتضاے ایمان و عقل کے اپنی جانوں کو نہایت ہلکا و خفیف جانکر بدرجہ اولے اُن سختیوں میں رسول اللہ صلعم کے سامنے جانبازی کرتے ۔ کلام سے مقصود معنی نہی ہیں ولیکن بطریق اخبار کے زیادہ بلیغ ہی کیونکہ اسمیں ملامت و تقریع و ناقدری بمقابلہ رغبت کے زیادہ نکلی ۔ **ذَٰلِكَ** اشارہ ہی اُس مضمون کیطرف ہی جو کلام سے سمجھا گیا یعنی یہ مفہوم ہوا کہ ضرور اللہ تعالے کے رسول کی متابعت واجب ہی اور کبھی مُنھ نہ موڑیں بلکہ اُسکے سامنے جانبازی کریں سو یہ امر ۔ **بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ** اس لیے کہ نہ پہونچیگی انکو کوئی پیاس ۔ **وَلَا نَصَبٌ** اور نہ تعب یعنی تھکاوٹ ۔ **وَلَا مَخْمَصَةٌ** اور نہ بھوک کی شدت **فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اللہ تعالیٰ کی راہ میں ۔ **وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ** اور نہ روندینگے کوئی مقام جس سے کفار غیظ میں پڑیں ۔ **وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا** اور نہ پاوینگے دشمن سے کچھ پانا ۔ یعنی رسول اللہ صلعم کے ساتھ میں آپ کے پیچھے پیچھے ان باتوں میں سے کوئی بات رائگان نہ جاریگی **إِلَّا**

كُتِبَ لَهُم بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر آنکہ اُسکے مقابلہ مین اُنکے لیے عمل صالح لکھا جائیگا - ظمأ پیاس - نصب تعب - مخمصہ شدت بھوک
جس سے پیٹ لگ جاتا ہی اور سب کو نکرہ فرمایا کہ ہر قلیل و کثیر کو شامل ہی اور حرف لا سب پر مکرر کیا کہ معلوم ہو کہ ہر ایک انمین سے
علیحدہ مستقل شمار ہی - موطئا بعض نے کہا کہ مصدر ہی پس مفعول مطلق ہوگا اور بعض نے کہا کہ ظرف ہی اور قولہ یغیظ الکفار - اُسکی
صفت ہی یعنے ایسا روندنا کہ کفار کو غیظ مین ڈالے یا ایسا مقام روندا ہوا - جیسے ایک مقام سے لشکر پیادہ یا سوار گذرا اور کفار نے
مقابلہ نہ کیا پھر اپنے مقامات روندے ہوے پاکر سخت غصہ کھایا - نَیل پانا - اور یہ بھی عام ہی خواہ کفار کو قتل کیا ہو یا قید کیا یا وے
بھاگ گئے یا غنیمت ملی و مانند اسکے اللہ تعالے کی راہ مین جو کچھ حاصل ہوا سب کے مقابلہ مین عمل صالح لکھا جائیگا یعنی بہت بڑا ثواب
ملیگا - یہ سب نیک کام ہین اُنکے کرنے والے نیکوکار ہوے - اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالے ضائع نہین فرماتا
اجر نیکوکارون کا - اسمین بجاے اجرہم کے اجر المحسنین - فرماکر تنبیہ فرمائی کہ جہاد ایسا کار نیک ہی کہ ان مومنون کو نصیب ہوتا ہی جو محسنین
ہین یعنے برتبۂ احسان پہونچے ہین - اس آیت مین دلالت ہی کہ جسنے اللہ تعالے کی طاعت کا قصد کیا اُسکا کھڑا ہونا بیٹھنا چلنا کھانا پینا
یہانتک کہ سونا بھی سب اللہ تعالے کے یہان نیکی و ثواب ہی اور نافرمانی و گناہ کی صورت مین اسکے برعکس سمجھنا چاہیئے پس طاعت کی کیا
اچھی برکت ہی اور گناہ کی کیا بری ذلت ہی اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جسکے قدم
گرد آلودہ ہوئے اللہ تعالے اُسکو آتش جہنم پر حرام کر دیتا ہی - کذا فی السراج - مترجم کہتا ہی کہ طاعت کی صورت مین ثواب کیواسطے
سب اجزاء علیحدہ معتبر ہوتے ہین مثلاً نماز کے لیے مسجد کو چلا تو ہر قدم کے لیے الگ نیکی ملتی ہی اور دھوپ ہو تو الگ اور رات اندھیری
ہو تو اور زیادہ مستقل علی ہذا القیاس - اور گناہ کے لیے اگر سب اسباب مہیا کیے اور جب اس کام تک پہونچا تو اللہ تعالے کا خوف
کرکے چوکا اور ہٹ گیا تو اللہ تعالے کے فضل سے توبہ و استغفار کرنے سے گناہ سب محو کیے گئے اور توبہ وغیرہ کا ثواب لکھا گیا
پس طاعت مین ثواب نہایت کثرت سے ہی اور معصیت مین ہر ایک بدفعلی کے موافق ایک بدی ہی بشرطیکہ جو معصیت نفس نے
سجھائی تھی اُسکا مرتکب ہو جاوے - ہان طاعت کا اثر و ایمان کا مزہ یہی ہی کہ ہمہ تن صدق دل سے اپنے آپ کو بندہ الٰہی فرمانبردار
کرے اور معصیات و مخالفت سے بچنے پر عزم مصمم رکھے اور یقین جان لے کہ ہر ہوا و ہوس ناپائدار ہی اور ہر طاعت برقرار اور
اللہ تعالے نیک بندون کا اجر ضائع نہین فرماتا یعنے ضرور اُنکو ثواب دیتا ہی - وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً اور نہ خرچ کرینگے کوئی
خرچ - صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً - چھوٹا نہ بڑا - وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اور نہ طے کرینگے کوئی وادی یعنی زمین - اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
مگر یہ کہ اُنکے واسطے یہ نیک کام لکھا جائیگا - لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تاکہ بدلا دیوے اُنکو اللہ تعالی بہتر اُس کا
کہ وے کرتے تھے یعنے بدلا دیگا اُنکو اللہ تعالے ایسا بدلا کہ جو اُنکے اعمال سے بہتر و افضل ہوگا اور وہ ثواب ہی اور حقیقت اس ثواب
کی بلکہ ہر ثواب کی چونکہ بشر کی سمجھ سے اونچی ہی لہذا مبہم و مجمل فرمایا - اور امام اوزاعی و ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانون کے
لیے قیامت تک باقی ہی - اور اول آیت مین فرمایا - کتب لہم بہ عمل صالح - اس لیے کہ وے افعال اُنکی قدرت مین داخل نہین بلکہ اُنکے
افعال سے ناشی ہین پس اظہار فرمایا کہ اُنکے عوض بھی اجر جمیل لکھا جائیگا اور دوسری آیت مین فرمایا - کتب لہم لیجزیہم اللہ - پس
کتب لہم بہ - یہان نفرمایا اس لیے کہ یہ افعال اُنسے خود صادر ہین اگرچہ اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے - دونون ہین اسی واسطے
احسن ما کانوا یعملون - فرمایا کذا فی تفسیر الحافظ - وادی رہ راہ کشادہ ہی جو پہاڑون وغیرہ مین سیل کے بہاؤ کے لیے ہوتی ہی - اور

صیغہ اسم فاعل از ودی بمعنی سیلان ہی پھر اسکا استعمال زمین کے معنی مین شائع ہوگیا۔ چنانچہ بولتے ہین کہ اسکی وادی مین سوا سے تیرے کوئی نہین جا سکتا لہذا آیت مین ولا یقطعون وادیا بمعنی ارضاً ہی یعنے جہاد مین اور ایسے ہی طاعت الٰہی مین جو زمین طے کرین انکے لیے ثواب لکھا جائیگا۔ اس کلام مین جہاد کی اور اسمین خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہی اور اسمین احادیث بھی بہت ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص ایک ناقہ مع مہار لایا اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالے کی راہ مین ہی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے قیامت مین اسی طرح مخطوم سات سو ناقہ ہونگے قال المترجم علماء نے کہا کہ شاید یہ ادنی مرتبہ نفقہ جہاد مین متعین ہی اور اس سے زائد اللہ تعالی کے فضل پر اسکے علم مین ہی جیسا کہ احادیث مین آیا ہی۔ واللہ اعلم۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے غازی کا سامان کر دیا اسنے جہاد کیا (یعنے جہاد کا ثواب اسکو ملا) اور جسنے غازی کے پیچھے خبرگیری کی اسنے جہاد کیا۔ سہل بن ساعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین ایک روز کا رباط تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہی اور تم مین سے کسی کے کوڑے برابر جگہ جنت مین تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون آدمی افضل ہی تو فرمایا کہ وہ مومن جسنے اللہ کی راہ مین اپنی ذات سے جہاد کیا۔ اسنے عرض کیا کہ پھر کون شخص۔ فرمایا کہ پھر وہ شخص جو درہ پہاڑ مین سے کسی درہ مین اللہ تعالے کی عبادت کرتا ہی اور لوگون کو اپنے شر سے چھوڑتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ معالم و سراج مین یہان ان احادیث کو وارد کیا تو مین نے لکھدیا اور احادیث فضائل جہاد جا بجا مذکور ہو چکی ہین اور اصل مقصود اس مقام پر یہ ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تخلف ہرگز روا نہین ہی اور تخصیص اہل مدینہ و انکے گرد والے اعراب کی فقط اس وجہ سے ہی کہ استنفار فقط انھین کو کیا گیا یعنی آنحضرت صلعم نے انھین کو اعلان و حکم کیا تھا کہ میرے ساتھ چلین پس انھین پر چلنا فرض تھا پھر آیت سے ثابت ہوا کہ ساتھ جانے مین جو امر انکو پیش آوے اسمین ثواب جزیل پاوینگے اور طے منازل مین اور نفقات مین اجر جمیل پاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آیہ کریمہ سے بہت بڑا حصہ نصیب ہوا کیونکہ انھون نے اس جہاد مین بہت بڑا مال خرچ کیا چنانچہ عبدالرحمن بن حباب السلمی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور جیش العسرة کے واسطے آمادگی دلائی تو عثمان رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر تین سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ پھر آنحضرت صلعم نے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر دوسرے سو اونٹ ہین مع زین و مہار کے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ پھر آپ منبر کا ایک زینہ اترآئے پھر آپ نے جیش العسرة کے لیے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رض نے کہا کہ مجھپر ہین اور سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک کو جنبش دیتے ہوئے فرمایا کہ نہین عثمان پر جو کچھ کرے بعد اسکے۔ مترجم کہتا ہی یعنے عثمان پر کسی فعل کا ضرر نہین ہی اور یہ عرب کا محاورہ ہی جیسے حق تعالے نے فرمایا۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔ یعنی ہر جان کے لیے ہی جو کماوے اور اسی پر ہی جو کماوے یعنی امر خیر کا نفع اسی کے لیے ہی اور امر شر کا ضرر بھی اسی پر ہی۔ اسی طرح حدیث مین مراد ہی کہ یہ امر خیر جو عثمان رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا تو اسکا کوئی عمل انکو مضر نہوگا فافہم واللہ اعلم۔ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہزار اشرفیان اپنے کپڑے مین لائے جس سے آنحضرت صلعم نے جیش العسرة کا سامان درست کیا تھا پس لا کر آنحضرت صلعم کے گود شریف مین ڈالین پس مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک سے انکو الٹ پلٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہین ضرر کریگا عثمان کو جو آج کے بعد کرے اس کلمہ کو بار بار فرماتے تھے

ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہ رحؒ نے قولہ ولا یقطعون وادیا الا کتب لہم الآیۃ-مین کہا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جو لوگ اپنے اہل وعیال سے دور پڑے انکو اپنے لوگون سے جتنی دوری ہوئی اُتنا ہی اللہ تعالی سے قرب حاصل ہوا۔مترجم کہتا ہو کہ یہ حال مجاہدین کا ہو اور انکا مرتبہ کسی اور کو نہین مل سکتا صرف مجاہدین ہی کے لیے مخصوص ہو- ہان جو کوئی ایسے زمانہ مین کہ جہاد میسر نہ آوے اپنے نفس کو صدق ویقین پر مستقیم رکھے اور خطرات ووساوس شیطانی کو دور کرے اور جو خصال مومنون کے صدق وتقوی مین ہین برتے اور اپنی جان راہ حق مین فدا کر دے اور تمام تعلقات ماسوے اللہ تعالے سے قطع ہو تو امید ہو کہ وہ بھی مستحق ثواب جمیل ہو جیسا کہ مشائخ وعلماء نے متفرق مقامات مین تصریح کی ہو-اور یہ امر اشارات النصوص سے ثابت ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب- قولہ تعالیٰ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا

اور ایسے تو نہین مسلمان کہ سارے کوچ مین نکلین سو کیون نہ نکلے ہر فرقے مین سے انکے ایک حصہ تا سمجھ پیدا کرین

فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

دین مین اور تا خبر پہونچاوین اپنی قوم کو جب پھر اوین انکی طرف شاید وہ بچتے رہین

مترجم کہتا ہو کہ اس آیت کے معنی مین چند اقوال ہین اور چونکہ کتب تفاسیر مین بیان مشوش ہو لہذا بتوفیق الٰہی اُسکو بطریق الضبط ذکر کرتا ہون اور جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اُسکی تنبیہ کر دونگا- واضح ہو کہ یہ حکم یا تو امر جہاد سے متعلق ہو یا الگ مستقل ہو پس اس تقدیر پر کہ امر جہاد سے متعلق ہو تو اسکے معنی کیونکر ہین اس لیے کہ اوپر کی آیات سے مانند قولہ انفروا خفافا وثقالا الآیۃ اور قولہ الا تنفروا یعذبکم الآیۃ-اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم الآیۃ سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ عموم ہر ہر نفر پر ساتھ جانا وجہاد کے لیے نکلنا عموم نفیر مین واجب تھا اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہو کہ بعض کو تخلف کرنا روا ہو تو بعض سلف نے کہا کہ عموم نفر کا حکم اُسوقت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لیجاوین اور استنفار بھی عام ہو کیونکہ تبوک مین جب آپ نے عام استنفار نہین کیا تھا تو جو لوگ ساتھ نہین گئے انپر کچھ عتاب نہین ہوا بالجملہ عموم نفر عام استنفار کے وقت جب ہو کہ آنحضرت صلعم خود تشریف لیجاوین چنانچہ قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ- الآیۃ اسپر دلیل ہو اور یہ حکم جو یہان مذکور ہو یہ اُسوقت ہو کہ آنحضرت صلعم خود تشریف نہ لیجاوین بلکہ سریہ روانہ کرین تو ایسی صورت مین سب کو نہ جانا چاہیے اور یہی قول مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم جب خود جہاد کو تشریف لیجاتے تو مسلمانون مین سے کسی کو حلال نہ تھا کہ آپ کی ہمراہی سے پیچھے رہے سوا ایسے لوگون کے جو معذور تھے کہ جنکے عذر کو اللہ تعالے نے قبول فرمایا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے خود تشریف نہین لیجاتے اور چھوٹے چھوٹے لشکر کسی صحابی کی سرداری مین بھیجتے تو مسلمانون کو حلال نہ تھا کہ بدون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے ہوئے خود ساتھ چلے جاوین پس تھوڑے جاتے اور کچھ رہجاتے تھے پس سریہ روانہ ہو جانے کے بعد جو کچھ قرآن مجید واحکام الٰہی نازل ہوتے وہ اُن لوگون کو جو یہان موجود رہے تھے تعلیم ہوتے پس جب سریہ والے واپس آتے تو یہ لوگ انکو آگاہ کرتے کہ یہ قرآن مجید و یہ احکام تمہارے پیچھے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہین پس وہ بھی علم حاصل کر لیتے اور یہ اسی حکم سے تھا جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا یعنی قولہ- وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً آخر- وما کان المومنون مختارین لینفروا الی الغزو جمیعا- اور مومنون مختار نہین اس امر کے چلے جاوین جہاد کو سب کے سب- یعنی اس حال مین کہ رسول اللہ

ع ۳

صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ مین مقیم ہون۔ فَلَوْلَا نَفَرَ اے فہلا نفر مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ اے فہلا نفر من کل حی وقبیلۃ منہم جماعۃ۔ سو کیون ایسا نہین کرتے یا کیون ایسا نہ کیا کہ جہاد کو نکل جاتا ہر قبیلہ سے اُنمین کا ایک گروہ یعنی اور رہین رہتا آنحضرت صلعم کی خدمت مین دوسرا گروہ۔ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ اے لیتفقہ الذین قعدوا فی الدین بما انزل بعد الذین خرجوا۔ تاکہ کوشش کے ساتھ فقہ حاصل کرلیتے دین مین وے لوگ جو بیٹھے رہے ہین جہاد کو نہین نکلے ہین ان آیات و احکام کے ساتھ جو جانے والون کے بعد نازل ہوئے۔ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ولینذر الذین مکثوا قومہم الذین خرجوا اذا رجع الخارجون من الغزو الے ہولاء الذین تفقہوا۔ اور تاکہ نصیحت و ڈر سناتے یہ لوگ جو حاضر رہے اور فقہ سیکھ چکے ہین اپنی قوم کو یعنی اُن لوگون کو جو جہاد کرنے گئے تھے جبکہ وے واپس ہو کر ان فقہ سیکھے ہوؤن پاس آتے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ شاید کہ وے حذر کرتے عذاب الٰہی سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتون کے بجالانے کا حکم کیا ہو اُنکو جان کر بجالاتے اور جن سے منع کیا ہو اُنکو چھوڑتے۔ مترجم کہتا ہو کہ جو تفسیر حضرت ضحاک رح سے بیان ہوئی ایسا ہی علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ حکم مخصوص بسریہ ہو اور جو پہلے مذکور ہوا وہ آنحضرت صلعم کے خود تشریف لیجانے کی صورت مین تھا۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر بھیجا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کرین پس ایک گروہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور دوسرا اپنی قوم کے پاس جاکر دین اسلام کی طرف بلاوے اور اُنکو ایسے واقعات یاد دلاوے جو اللہ تعالیٰ نے اگلی امتون پر واقع کیے ہین شاید کہ وے ڈر کر شرک مخالفت سے پرہیز کرین۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین یہ قول بھی قریب بقول اول معلوم ہوتا ہو ولیکن میرے نزدیک اسکے معنی اور ہین اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جاوینگے۔ مفسر رحمہ اللہ نے سبب نزول یون لکھا کہ جب مومنون کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے پر ملامت کی گئی تو وے خوفناک ہوگئے پس اسکے بعد آنحضرت صلعم نے جو سریہ بھیجا تو سب کے سب اس سریہ کے ساتھ نکل گئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مترجم کہتا ہو کہ اس بیان کے موافق قولہ تعالیٰ فہلا نفر کے یہ معنی ہین کہ ایسا کیون کیا اور یون کیون نکیا کہ ہر فرقہ مین ایک گروہ جاتا۔ پھر واضح ہو کہ اس قول پر قولہ لیتفقہوا کی ضمیر راجع بجانب دوسرے گروہ کے ہو جو جہاد کو نہین نکلا ہو اور ایسی ہی ضمیر قولہ لینذروا۔ اور ضمیر الیہم۔ اور جو لوگ نکلے وہ قوم کی لفظ سے مراد ہین اور قولہ رجعوا کا وہی فاعل ہین۔ اور میرے نزدیک قتادہ رح کے قول کے یہ معنی ہین کہ ہر قبیلہ مین سے جو لوگ ایمان لائے اور آنحضرت صلعم کے پاس تھے اگرچہ وہ اپنی قوم کی طرف سے بھی ہون ان کو یہ حکم ہو کہ وے دو گروہ ہو جاوین ایک گروہ تو جہاد کو جاوے اور دوسرا گروہ چھوٹا یہ کام کرے کہ اپنی قوم پاس جاکر اُنکو ڈراوے اور احکام سُناوے تاکہ وے ڈرین اور امر و نہی کی پابندی کرین۔ اور اس صورت مین جب آنحضرت صلعم جہاد کو جاوین تو احتمال ہو کہ دونون ساتھ جاوین یا اپنی قوم کو ڈر سنانے والے چند آدمی آپ کی اجازت سے پھر قوم کو ڈر سناوین واللہ اعلم۔ واضح ہو کہ ابن عباس رض سے ایک روایت اور آئی ہو چنانچہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے یہ بھی روایت کی کہ یہ آیت دربارہ جہاد نہین ہو بلکہ بات یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مُضر پر قحط کی بددعا کی اور اُسپر قحط طاری ہوا اور تمام ملک مین قحط پڑا تو اُنمین بڑا کنبا کا کنبا پورا مدینہ مین آتا اور ظاہر مین مسلمان بنتا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کے یہان مہمان اترتا کہ اُنکو سخت مشکل پیش آتی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے رسول کو خبر دار فرمایا پس حضرت صلعم نے اُنکو نکال باہر کیا پس قولہ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم۔ کے یہی معنی ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ قولہ وما کان

المومنون لینفروا کافۃ کے اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اگر مومن ہوتے تو مومنوں کی یہ علامت نہیں کہ سب کے سب بھاگ آویں پس
یہ لوگ مومن نہیں ہیں اس علامت سے پہچان لو اور نفر لغوی معنی پر ہوگا ولیکن یہ روایت ضعیف ہے باوجود ضعف کے اسپر اعتماد
و تکلف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پس ابن عباس رض سے معتبر پہلی روایت ہوگی۔ ہاں اسمین اتنی بات بادی النظر مین البتہ ہے کہ انتشار
ضمائر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ظاہراً ضمیر قولہ لیتفقہوا اسی فرقہ کی طرف ہے جو ساتھ گیا۔ لہذا سلف مین ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ اجبار
پر جنکو رسول اللہ صلعم نے استنفار فرمایا ہو یہ واجب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نکلین تو وے سب کے سب نکلین کوئی فرد باقی نہ رہے
پھر اس آیت سے اللہ تعالی نے اسکو منسوخ کر دیا اور ابن زید رح نے جو کہا کہ حالت قلت مین ہر نفر کو ساتھ جانے کا حکم تھا۔ پھر
کثرت اسلام کے وقت منسوخ ہوا تو یہ قول ضعیف ہے اور بعض سلف رح نے کہا کہ منسوخ نہین ہے بلکہ عموماً ہر قبیلہ پر جو ساتھ جانے کا
حکم تھا اسکی مراد اس آیت مین بیان ہے اسطرح کہ ہر قبیلہ ساتھ جاوے ہاں کچھ تھوڑے رہجاوین بوجہ اسکے کہ انتظام معاش سے
چارہ نہین ہے باقی سب ساتھ جاوین تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ قرآن مجید نازل ہو اس سے فقہ حاصل کرین اور
جب واپس ہوکر اپنی قوم کی طرف آوین تو انکو انذار و نصیحت کرین شاید وہ مخالفت سے حذر کرین پس انکو دونون باتین اسمین
حاصل ہوجاوینگی۔ پھر آنحضرت صلعم کے بعد ہر قبیلہ پر خواہ فقہ حاصل کرنے کے لیے ہو یا جہاد کے لیے ہو بطور فرض کفایہ ہے یعنی قبیلہ
مین سے اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر بعض اسپر قائم ہوئے تو انکے واسطے فضیلت ہے اور باقیون کے ذمہ سے
وجوب ساقط ہوگیا۔ ہذا ما ذکرہ الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیرہ **وقال المترجم** اس قول پر ضمائر کا انتشار لازم نہین آتا اور سبب نزول
شاید وہی ہو جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ سب کے سب بعد غزوہ تبوک کے کسی سریہ کے ساتھ روانہ ہوگئے پس نازل ہوا کہ ماکان المومنون
لینفروا کافۃ۔ یعنے ما ینبغی للمومنین ان ینفروا جمیعا۔ چنانچہ اسی طرح روایت ضحاک رحمہ اللہ مین جسکو حافظ رح نے ذکر کیا ہے صریح تفسیر
نظم کلام مذکور ہے چنانچہ عبارت یہ ہے یعنی بذلک انہ لا ینبغی للمسلمین ان ینفروا جمیعا۔ اور روایت ابن عباس رض بھی اسپر شاہد ہے۔ حاصل
آنکہ مومنون کو نہین چاہیے کہ سب کے سب چلے جاوین۔ اور اگر سبب نزول وہ ہو جو مفسر رح نے ذکر کیا تو معنی مرادی یہ ہوسکے کہ مومنون
پر لازم یہ نہین ہے کہ سب کے سب جہاد مین ساتھ چلے جاوین جس سے حفظ و امور معاش مین خلل پڑے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم
طائفۃ۔ پس کیون نہین نکلا ہر قبیلہ مین سے ایک گروہ انہین سے۔ لیتفقہوا فی الدین۔ تاکہ یہ فرقہ جو آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلا ہے یہ لوگ
فقہ حاصل کرلین دین مین یعنے جو قرآن مجید سفر مین نازل ہووے اس سے تفقہ حاصل کرلین۔ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم
یحذرون۔ اور تاکہ انذار کرین اپنی قوم کو الی آخرہ۔ پس ضمائر سب مرجع مذکور کی طرف ہین کما لا یخفی۔ اور اسی کی موید ہے وہ روایت
جو عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ جب قولہ تعالے الا تنفروا یعذبکم الآیۃ و قولہ ماکان لاہل المدینۃ
الآیۃ۔ یعنی جن آیات سے ظاہر مین عموم نفر کا وجوب معلوم ہوتا تھا نازل ہوئین تو منافقون نے کہا کہ پھر وے سب مومن برباد ہوئے جو
دور جنگلون مین تھے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہین پہونچ سکے بلکہ متخلف ہوگئے اور حال یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے صحابہ مین سے بعضے لوگ ایسے تھے جو بوادی مین اپنی اپنی قومون کو انذار کرنے گئے تھے کہ انکو دین مین فقہ سکھلاوین پس وے لوگ
ساتھ جانے سے رہ گئے تھے تو انکے حق مین منافقون نے جب یہ کہا تو اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا قولہ وماکان المومنین لینفروا
کافۃ الآیۃ۔ اور نازل ہوا قولہ والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتہم داحضۃ عند ربہم وعلیہم غضب ولہم عذاب شدید۔ اور

اسی کی مؤید ہی وہ روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ قولہ تعالے لیتفقہوا فی الدین۔ یعنی تاکہ فقہ حاصل کرین وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو نکلے اُس چیز سے جو دکھلائی انکو اللہ تعالے نے یعنی اللہ تعالے نے جو انکو اپنی قدرت دکھلائی کہ مشرکون پر فتح و نصرت دی اسکو دیکھکر دین مین سمجھ حاصل کرین اور واپس ہوکر اپنی قوم کو انذار کرین۔ مترجم کہتا ہی کہ عکرمہ رحمہ اللہ کی تفسیر سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ منافقون نے جن مومنون کی نسبت تخلف کا الزام دیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے انکا الزام رد کردیا یہ فرقہ علاوہ ان فرقون کے ہی جنکے تخلف اوپر کی آیات مین بیان ہوا کیونکہ وے تین فرقہ تھے اول منافق اور دوم مومنون مین سے عذر والے۔ سوم مومنون مین سے بغیر عذر والے جو فقط بمقتضائے بشریت پیچھے رہے بدون شک ونفاق کے۔ اور قول عکرمہ رح سے ایک چوتھا فرقہ مومنین کا نکلا جو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور نہین تھے اور نہ بمقتضائے بشریت پیچھے رہے بلکہ اللہ تعالے ورسول کی طاعت مین اپنی قوم کو انذار کرنے گئے تھے پس گویا وے متخلفین ہی نہین ہین وعلی ہذا یہ آیت بقیہ قصہ تبوک سے ہی۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ قول عکرمہ رحمہ اللہ وقت نظر وتاویل چاہتا ہی فلیتدبر۔ یہ سب بیان اس تقدیر پر تھا کہ یہ آیت متعلق احکام جہاد ہو اور رہا بیان اسکا کہ آیت مستقل وعلحدہ ایک حکم کا بیان ہی پس حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ یہ آیت کریمہ ایسے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی جو بوادی و دور دراز گانون وغیرہ مین نکل گئے تھے پس وہان جن لوگون کو پایا انکو امر بالمعروف کیا یعنی اللہ تعالے کے بندون کو جو جاہل تھے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور دین کی راہ بتائی اور وہان ان صحابہ کو فراخی میسر آئی کہ اُس سے خود انتفاع حاصل کیا اور جو کوئی ملا اسکو اللہ تعالےٰ کی ہدایت کی طرف بلایا پس لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمین تو ایسا دکھلائی دیتا ہی کہ تم نے اپنے یارون کو چھوڑدیا اور ہمارے پاس آگئے ہو پس اس بات سے اُنکے دلون مین تنگی وبچاؤ ہوا اور وے بوادی سے روانہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوگئے تو اللہ تعالے نے نازل کیا قولہ وماکان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ۔ یعنی ایسا گروہ جو خیر وفضیلت کا خواہان ہی۔ لیتفقہوا فی الدین۔ اور جو کچھ صحابہ مین احکام وغیرہ اُترے اُنکو خوب طرح سن لین پس اُنکو اللہ تعالے نے معذور رکھا۔ ولینذروا قومہم یعنی سب لوگون کو انذار کرین۔ اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ جب یہان سے اُن لوگون پاس واپس جاوین۔ مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر قولہ تعالے وماکان المومنون۔ بطریق انکار ونہی ہوگا یعنے ماینبغی للمومنین۔ اور احتمال ہی کہ بطریق مدح وتثبیت ہو پس رد ہوگا اُن لوگون پر جنھون نے بوادی مین جانے ونصیحت کرنے والون کو دلگیر کیا تھا یعنے اُن لوگون نے اپنے ساتھیون کو چھوڑا نہین بلکہ چند ہی لوگون کو اسطرح انذار کے لیے آنا چاہیے اور یہ نہین ہوسکتا کہ مومنین سب کے سب انذار کرنے کو نکل جاوین۔ اور قول مجاہد رحمہ اللہ (پس اُنکو اللہ تعالی نے معذور رکھا) دونون معنی کو محتمل ہی اگرچہ ترجیح بجانب احتمال اول ہی اور یہی اولے ہی کیونکہ ماکان بمعنی ماینبغی۔ یعنی لائق نہین یا چاہیے نہین۔ دیگر روایات مین بھی لیا گیا پس توافق اولے ہی۔ اور اسی وجہ سے جو روایت عوفی رحمہ اللہ کی آتی ہی اسمین بھی یہی معنی لینا چاہیے پس عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ عرب کے ہر قبیلہ مین سے ایک دستہ آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کی باتین دریافت کرلیتے اور دین مین سمجھ حاصل کرلیتے اور عرض کرتے کہ آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہین کہ ہم کیا کرین اور جب اپنی قوم والون پاس جاوین تو انکو آپ کا کیا حکم اور دین کے کیا امور سناوین پس آپ انکے لیے واسطے قوم کے انذار کے واسطے دین کے امور فرماتے اور حکم دیتے کہ اپنی قوم کو نماز وزکوٰۃ کے احکام سناؤ سو جب وے اپنی قوم پاس جاتے تو اللہ تعالے کی توحید واحکام سناتے اور حذر کرتے کہ جو کوئی مسلمان ہوجاوے وہ ہم مین سے ہی ورنہ نہین یہان تک کہ آدمی اپنے مان وباپ کو چھوڑ دیتا پس یہ لوگ تھوڑے آتے اور واپس ہوکر اپنی قوم کو انذار کرتے یعنی

ایمان لانے ولے کو مغفرت و جنت و دائمی زندگانی خوبی کی بشارت دیتا اور جو منکر کافر ہو اُسکو دنیاوی بربادی و خرابی و آخری موت و
جہنم سے ڈر سناتے تھے ایسا ہی عوفی رحمہ نے اس آیت مین ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہی - پھر مترجم کہتا ہی کہ میرا خیال اہل تفسیر
کی طرف ٹھیک ہی اسطرح کہ ان لوگون کی مراد یہ نہین ہی کہ آیت مین احتمال ہی کہ یہ معنی ہون یا وہ معنی ہون بلکہ اُنکی غرض یہ ہوگی کہ سبب نزول
کیا واقع ہوا ہی - پھر تحقیق یہ ہی کہ آیات کریمہ قرآنیہ ایسی حسن وخوبی وبلاغت وفصاحت مین کامل ہین کہ مانند بحر زخار کے اللہ تعالی نے انہین
علم اولین و آخرین کو جمع فرما دیا اسی واسطے بندہ کوئی ہو اُس سے عاجز ہی کیونکہ تمام آیندہ احوال و مختلف واقعات پر بندہ کو اطلاع ممکن نہین
ہی اور یہ شان پاک حضرت خالق عز وجل ہی کی ہی چنانچہ یہ آیت کریمہ جامع منفرد ہی کہ جتنی روایات تفسیری حضرت ابن عباس ومجاہد و
ضحاک وعوفی وعکرمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مذکور ہوئین سب کے احکام اس آیت کریمہ سے نکلتے ہین اور سب کو شامل ہی اور خواہ
آیۃ کریمہ متعلق بجہاد قرار دیجاوے یا سوائے اُسکے بہر حال اسمین بڑا مقصود یہ کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے سے کسی حال مین غافل نہ رہین اور
اسکو خلوص کے ساتھ سیکھین وسکھلاوین اور اسمین کوشش کرین پس بطور فوائد کے سننا چاہیے کہ قولہ تعالے لیتفقہوا فی الدین -
التفقہ باب تفعل ہی جسمین تکلف وکوشش کے معنی ہوتے ہین لہذا معالم ومدارک وسراج وغیرہ مین لکھا ہی کہ معنی یہ ہین کہ دین مین فقہ
حاصل کرنے کے لیے اچھی طرح کوشش ومشقت اوٹھاوین تاکہ حرام وحلال واحکام دین الٰہی سے واقف ہوجاوین اور مترجم کہتا ہی
خالی یہی بات فقہ نہین ہی بلکہ یہ بھی کہ کبر وغرور برا ہی وہ انسان کے بلکہ مخلوق کے لایق ہی نہین اور حلم وعفو و اطمینان وکرم وغیرہ مکارم
اخلاق بہتر ہین اور اُنکے اُلٹے یعنی فسق وزنا نافرمانی وظلم وغیرہ بدتر ہین اور طاعت پر نظر نہ رکھے بلکہ اُسکو بھی اللہ تعالے کی سرفرازی ونعمت
جانکر شکر کرے اور ہر وقت خضوع وخشوع مین رہے اور دنیا کو فانی واُس سے منھ موڑے رہے اور آخرت کو زندہ واُسکی طرف راغب
اور اللہ تعالے سے ہر دم ہدایت کا خواہان رہے اور شیطان کے وسوسہ وراہین ومکر اور نفس کی ہوس وغیرہ سب کی سمجھ حاصل کرکے
معلوم کرے کہ مین بندہ کیونکر ہو جاؤنگا کہ میرا معبود خالق مجھ ناکارہ ضعیف کو اپنی بندگی مین قبول کرلے اور وہ ارحم الراحمین ہی غرضکہ
یہ سب فقہ دین ہی جو اس زمانہ ہین فقہ کی کتابون اور حدیث شریف وقرآن مجید کے پڑھنے سے یا اُنکو سن لینے سے حاصل ہوتا ہی اور
بدون ان سب کے حاصل نہین ہوتا پس فقہ حاصل کرنے مین بہت کوشش کرے - قولہ تعالے ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم - اور فقہ
حاصل کرنے سے جیسے پہلا مقصود یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح کرلے ویسے ہی دوسرا مقصود یہ کہ قوم کو انذار کرے اور سابق مین امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کی تاکید وفضائل بیان ہو چکے ہین اور اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ اللہ تعالے نے مومن کے اوصاف مین سے اسکو شمار
کیا ہی اور یہان خاص کرکے اُسکو ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات بہت اہتمام کے لایق ہی اور اس کلام پاک مین دلیل ہی کہ فقہ حاصل
کرنا اور لوگون کو انذار کرنا فرض کفایہ ہی اور یہ کہ فقہ حاصل کرنے والے کی خالص غرض یہ ہو کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرے اور لوگون کو ٹھیک
راہ پر چلاوے تاکہ موت جو ضروری آتی ہی اور ہر آدمی کے سامنے ہی وہ آدمی کو ایسی ٹھیک راہ پر ملے کہ موت کی پیٹھ پیچھے جنت ہو کہ پھر
وہان ہمیشہ زندگی ودائمی آرام وراحت ہی اور ایسے ٹیڑھے راستہ پر نہ ملے کہ وہان پیچھے جہنم کا گڈھا ہی کہ اُسکا عذاب ودکھ بہت خواری
وذلت وسخت مصیبت ہی اللہ تعالے مجھکو وسب مومنون کو جہنم سے پناہ دے آمین - پس فقیہ وعالم کی یہی غرض ہووے اور فقیہ
بننے سے یہ مقصد نہو کہ میرا نام جہان مین مشہور ہو اور دنیا کے لوگ میری طرف رجوع لاوین کیونکہ جس کسی مین یہ بات دیکھی جاوے تو اُسکو
فقہ نہین ملی کیونکہ وہ خود اسی جہان فانی کا خواہان ہی اور ناپائدار چیز چاہتا ہی اور آخرت مین انجام خراب کہ پہلے اسی سے جہنم کی آگ

روشن کیجاویگی نعوذ باللہ منہ۔ اور بزرگ لوگ تو جب کبھی انکی طرف کوئی اُنگلی اُٹھاتا کہ یہ فلان عالم ہین تو وے نہایت غمگین ہوتے کہ شاید ہمکو اللہ تعالے جل جلالہ نے قبول نہ فرمایا کہ ہم دنیا مین مشہور ہوئے جاتے ہین پس حاصل یہ کہ فقہ پڑھنے مین خالص اللہ تعالی کے واسطے نیت رکھے جسکی فضیلت حدیث شریف مین ہے چنانچہ ایک حدیث کے یہ معنی کہ اللہ تعالے جس بندہ کے حق مین بہتری چاہتا ہے اُسکو دین مین فقیہ یعنی سمجھدار کردیتا ہے۔ دوسری حدیث کے معنی یہ کہ جو کوئی ایسی راہ چلا کہ اسمین اللہ تعالے کے دین کا علم ڈھونڈھتا تھا تو اللہ تعالے اسپر جنت کی راہ سہل فرماتا ہے۔ تیسری حدیث پر کفایت کرو کہ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث باین معنی ہے کہ عالم کی فضیلت بے علم عبادت کرنے والے پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم مین سے کسی ادنی آدمی پر ہے۔ رواہ الترمذی وغیرہ سبحان اللہ تعالی کیا بزرگ فضیلت ہے اللہ تعالے جسکو نصیب کرے۔ والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس قولہ تعالے وما کان المومنون لینفروا کافة اس سے استنباط ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے وہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے ایک قوم کو مخصوص کرلیا اور انھین کو القاء سمع خاص سے مخصوص فرمایا کہ خطاب حق کو غیب سے بتلاوت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم لے لیوین اور باقی قوم کو سفر ومجاہدہ وریاضت کے لیے مخصوص کیا تاکہ مقام مشاہدہ وحضوری مین پہونچین ولائق دوام مجلس ہون پس اول قوم وہ لوگ ہین جنکو ہمیشہ جلیس ہونے وفہم خطاب وموالنسہ کے لیے برگزیدہ کیا اور وہ اہل حضور وشہود الغیب ہین۔ اور قولہ لیتفقہوا فی الدین۔ یعنے حقایق احکام معرفت وطریقت وحقیقت وشریعت کی سمجھ حاصل کرین۔ اور قوم دوم وہ ہین کہ جب مقام عبودیت مین مرتبہ تمکین انکو حاصل ہوگا تو اسوقت انکو بھی فہم الخطاب حاصل ہوجائیگا اور اہل موانست سے ہوجائینگے۔ بالجملہ سب کے سب ایک عظیم ازلی سعادت پر اللہ تعالے کی طرف سے ہین چنانچہ پچھلے والے اگلون کے ساتھ ملتے چلے گئے اور سب منور بجلال وجمال کمال ہوگئے کیونکہ آفتاب عظمت وشمس عنایت ورافت ورحمت ورضوان جب طالع ہوا تو اسنے اپنے انوار سے سب کو احاطہ فرمالیا فلہذا قال تعالی والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیة۔ اسی واسطے حدیث شریف مین ہے کہ میرے صحابہ سب مثل ستارون کے ہین جسکی پیروی کروگے تم منزل مقصود کو پہونچ جاؤگے۔ پھر جانو کہ اللہ تعالے نے سفر کا حکم دیا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ افضل سفر وہ ہے کہ ہوا وہوس سے کوچ کرکے عقل کی طرف چلا جاوے۔ اور جہل سے علم کی طرف۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرجاوے اور استطاعت سے بیزاری اور حول وقوت کی طرف یعنی اپنی استطاعت کچھ نہ سمجھے اُس سے بیزار ہو اور ہمیشہ درگاہ حق مین عاجزی کرے کہ پروردگار تعالے مجھمین کچھ طاقت وقوت نہین ہے کچھ استطاعت نہین ہے۔ پھر سہل رح نے باقی سفر کو بیان کیا کہ افضل سفر اور یہ ہے کہ نفس سے تقوی کی طرف سفر کرجاوے اور زمین سے آسمان کی طرف اور مخلوق سے خالق ذوالجلال والاکرام کی طرف سفر کرجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنی پسندیدہ ہین اور یہ استنباط ہے۔ جیسے اللہ تعالے نے ہجرت واسلام کا حکم دیا تھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ وزبان سے اہل اسلام سلامت رہین والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ اور ہجرت کرنے والا وہ ہے جسنے ہر وہ چیز چھوڑ دی جس سے اللہ تعالے واُسکے رسول نے منع فرمایا ہے۔ اور واضح ہے کہ نظم قرآنی بلیغ معجز ہے تمام مکارم ومعانی کو شامل ہے اور جب ہجرت وطنی کو اس معنی سے ملاؤ گے تو توفیق آلہی تعالے سمجھ جاؤگے کہ آنحضرت صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم کو جو ہجرت کا حکم ہوا اور انکو ان سب سے مہجور کیا اسمین کیا کیا حکمتین مخفی تھین فافہم واللہ الموفق۔ مرتعش رح نے کہا کہ سیاحت وسفر کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ احکام دین واساس طریقت سمجھنے کے لیے سفر کرے

دوم یہ کہ آداب عبودیت و ریاضت نفس کے لیے سفر کرے پس جو شخص کہ احکام سیکھنے کی سیاحت سے لوٹا وہ لوگوں کی تعلیم میں مصروف ہوتا ہے اور جو شخص سیاحت ادب سے آراستہ ہو کر لوٹا وہ اللہ تعالےٰ کے بندوں کو آداب و اخلاق سکھلاتا ہے اور ایک سیاحت بنام سیاحۃ الحق ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں سے ملاقات کرے اور اُنکے آداب حاصل کرے پس یہ برکت ہے کہ تمام ملک کو وہ تمام بندوں کو پہنچتی ہے - مترجم کہتا ہے کہ سیاحت ریاضت و سیاحت ادب کے بعد پھر سیاحۃ الحق کا مرتبہ ہے کیونکہ ولی کو ولی پہچانتا ہے لہذا نادان لوگ جو اسی کو مقدم کرتے ہیں وہ ناقص کو کامل اور اُسکے برعکس سمجھکر خراب ہوتے ہیں لہذا مرتبہ و موقع ملحوظ رہے اور شیخ مرتعش رحمہ نے اسکی طرف خود اشارہ کیا ہے - سہل رحمہ نے قولہ تعالےٰ لیتفقہوا فی الدین - میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب سے اسکی مراد اسی سے سمجھیں اور جو حکم دیا گیا اسکی تعمیل پر قائم ہوں اس حال سے کہ دین کو خلوص کے ساتھ رکھیں اور ظاہر و باطن و خفی و اخفی شرک سے احتراز کریں - پھر اللہ تعالےٰ نے مجاہدہ نفوس پر اشارہ کے ساتھ جہاد و قتال کفار کی طرف ارشاد فرمایا - بقولہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً

اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہیے انپر معلوم ہو تمہارے بیچ میں سختی

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○

اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے

ربع

یلونکم دراصل یلیونکم تھا جو صرفی تہذیب سے یلونکم ہوا اور معنی اسکے ملے ہوئے نزدیک کے ہیں - غلظت سختی و درشتی - اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو کافروں پر جہاد کرنے کا طریقہ تبلایا اور حکم دیا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو - قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ قتال کرو اُن کافروں سے جو تم سے ملے ہوئے نزدیک ہیں - علماء رحمہ نے کہا کہ مومنوں کو حکم دیا کہ سب کے نزدیک ملے ہوئے کافروں سے جہاد شروع کریں پھر جب انکو راہ راست حاصل ہو جاوے یا انکا فتنہ و فساد مٹ جاوے تو جو اُنسے متصل ہیں اُنپر جہاد کریں اسی طرح ترتیب سے چلیں اور یہ ایسا ہے جیسے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا تھا - وانذر عشیرتک الاقربین - یعنی اپنے کنبہ کے سب سے قریب ملنے والوں کو انذار سُنا - چنانچہ پہلے آنحضرت صلعم نے اپنی قوم والوں سے قتال کیا پھر دیگر اہل حجاز سے پھر باقی عرب والوں سے پھر غزوہ تبوک میں اہل شام پر چڑھائی کی - اور بعض سلف سے روایت ہے کہ یلونکم من الکفار سے یہودی بنو قریظہ و نضیر و اہل خیبر مراد ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ خیبر تو غزوہ تبوک سے پہلے فتح ہو چکا تھا پس ان بعض بزرگوں سے اگر روایت صحت کو پہونچے تو معنی یہ ہونگے کہ اُنھوں نے اقرب کی مثال ذہن نشین کر دی مع اشارہ اس بات کے کہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کے مطابق عمل کیا تھا اور بعض سلف رحمہ نے کہا کہ اہل شام مراد ہیں جو نصرانی تھے اور یہ قول تحقیق معلوم ہوتا ہے کیونکہ غزوۂ تبوک کے سیاق میں یہ حکم ہے اور اسمیں ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ مومنوں کو خطاب کر کے اس جہاد میں عمل درآمد کا طریقہ فرمایا کہ تم لوگ یوں جہاد شروع کرو اور یہی واقع ہوا کہ آنحضرت صلعم نے تبوک سے مراجعت فرما کر دوسرے سال حجۃ الوداع کیا اور اسکے چند روز بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی اس حال میں کہ اللہ تعالےٰ نے قولہ الیوم اکملت لکم دینکم - سے دین حق کی تکمیل سے آگاہ فرمایا اور اس نعمت کاملہ میں اہل ایمان کو مستغرق کر دیا - پھر بعد انبیاء علیہم السلام کے جو افضل البشر اور خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیق یار غار ہے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ انھون نے مومنون کو روم کے جہاد پر روانہ فرمایا اور فتوحات شروع ہوئی پھر آپ کے وصی صحیح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوے جو معاملہ الٰہی عزوجل مین بہت مستقیم ومضبوط تھے پس انکی برکت سے اہل ایمان نے دشمنان حق وکافران روم پر جو صلیب پوجتے تھے اور گبران فارس پر جو آگ پوجتے تھے بہت سختی وشدت کی بحکم قولہ تعالےٰ۔ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً اور چاہیے کہ پاوین ہر کافر لوگ تم مین سختی ومضبوطی۔ یہ حکم اگرچہ کافرون کو ہی مگر فصاحت وبلاغت مین اسکی مراد یہ ہوتی ہی کہ تم اچھے استقلال وصبر وسختی کے ساتھ بدون کسی نرمی وبودے پن کے کافرون سے مقابلہ کرو کہ جس سے کفار تمھارے اندر دلیری ومضبوطی پاوین۔ یہ وصف ایسے بندے مین ہوگا جو آخرت کا طالب اور دنیا سے منھ موڑے ہوے اور اپنی جان ومال کو صدق وخلوص سے اللہ تعالےٰ کی بیع مین داخل یقین کیے ہوے حاصل یہ کہ یہ وصف محض اللہ تعالےٰ کی قوت ومدد کا ظہور ہی لہذا انکو آگاہ فرمایا بقولہ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اور جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ متقی بندون کے ساتھ ہی یعنے اسکی قوت ومدد ایسے بندون کو ملتی ہی جو اس سے تقویٰ رکھین اسطرح کہ جو احکام دین اسنے حضرت خاتم المرسلین صلعم کی رسالت سے بھیجے ہین انپر عمل کرین بدون نفس کی مداخلت کے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب شام پر جہاد کیا تو بہت تھوڑا لشکر تھا اور رومیون کی تعداد وسامان وہتھیار وگھوڑے وجسمانی زور وہیبت ڈیل ڈول بہت زیادہ بڑھکر تھے ولیکن ان پاک بندون نے اللہ تعالےٰ پر تقویٰ کیا اور اسکے حکم کی فرمانبرداری کرکے اپنے آپ کو اس کام مین لگایا اور یقین کیا کہ اللہ تعالےٰ متقیون کے ساتھ ہی پس حق تعالےٰ عزوجل نے انکو ایسی ایسی فتوحات دین کہ آدمی کو نمونہ قدرت الٰہی نظر آتا تھا آخر بہت تھوڑے عرصہ مین تمام شرک وکفر کا فساد مٹادیا اور اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہوگیا اور صحیح ہوا وہ وعدہ جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ تم لوگ خزائن کسریٰ وقیصر کے مالک ہوجاؤگے۔ متعدد روایات صحاح مین جو اخبار غیب کہ آنحضرت صلعم نے علم نبوت سے فرمائے تھے وہ سب بتمام وکمال صحیح ہوے والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ علامات قیامت جو احادیث صحیحہ مین وارد ہوے ہین وہ سب ایک ایک کرکے پورے ہوتے چلے جاتے ہین منجملہ انکے ایک یہ ہی کہ قریب قیامت کے نصرانی اکثر روے زمین کے مالک وغالب ہونگے۔ دیکھو کیسا صحیح واقعہ آنکھون کے سامنے ہی اور نیز روایت مین آپ نے اپنی امت کے جو حالات فرمائے ہین کہ ایسے ایسے فسق وفجور مین مبتلا ہونگے اور وہ سنن ترمذی وغیرہ مین مفصل مذکور ہین سب ٹھیک ٹھیک پورے ہین پس اہل ایمان کے لیے یہ سب زیادت یقین کا سبب ہین اور عجب ہی کہ عناد والے اہل کفر وشرک اس سے متنبہ نہین ہوتے کہ دنیا کی طرف سے منھ موڑکر موت کی فکر کرین اور جہان لامحالہ جانا ہی اس سے ڈرین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر دونون جہان کی سعادت حاصل کرین واللہ تعالےٰ ہو الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ تعالےٰ من الضلال۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل ضلالت منافقین کی سختی دلی وشدت گمراہی وبقیہ قبائح کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے انمین کہتے ہین کسکو تم مین زیادہ کیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہین

فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

انکو زیادہ کیا ایمان اور وہ خوشوقتی کرتے ہین اور جنکے دل مین آزار ہی سو انکو بڑھائی

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ۝

گندگی پر گندگی اور وہ مرے جبتک کافر رہے

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ ما زائدہ بتاکید ہے یعنے اذا بمعنی جب اور ما زائدہ سے تاکید ہوئی یعنے اور جبھی نازل کی گئی سُوْرَةٌ کوئی سورت
یعنے قرآن مجید مین کوئی کلام نازل ہوا اور احتمال ہی سورت بمعنی معروف ہو جیسے سورہ فاتحہ ایک سورت اور سورہ اخلاص دوسری
سورت ہو بالجملہ منافقون کے کفر و نفاق و ناسمجھی و شک کا یہ حال ہو کہ جبھی قرآن مجید مین سے کوئی سورہ نازل کی گئی جس سے ایمان کو رونق
تازہ اور روح کو فرحت بے اندازہ ہونی چاہیے مگر منافقین کا حال اسکے برخلاف ہی - فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا
چنانچہ منافقون مین سے بعض یون کہتا ہو کہ تم مین سے کس کو اس نے ایمان بڑھا دیا - یعنی اللہ تعالے نے جو فرمایا ہو کہ قرآن مجید سے
ایمان بڑھتا ہو تو کہان یہ واقع ہوتا ہو تم مین سے کسکو اس نے ایمان بڑھایا - یہ بات آپس مین منافقین ایک دوسرے سے ٹھٹھول
کے طور پر کہتے تھے اور یہی اقرب ہو اور شاید بعضے بے پڑھے غریب مسلمانون سے اس غرض سے کہتے ہون کہ یہ لوگ خلجان مین پڑجاوین
کہ یہ کہنے والا بھی مسلمان ہو تو جب یہ کہتا ہو کہ میرا ایمان نہین بڑھا تو شاید مجھے جو فرحت حاصل ہوئی ہو ایسا نہو کہ میرے نفس کا وہم ہو
پس متردد ہو جاوے تو اللہ تعالے نے جو عالم الغیب ہو انکا مکر ظاہر کر دیا کہ یہ کہنے والے منافق ہین اور کلام پاک سے منافقون کا ایمان
بڑھنا نہین کہا گیا کیونکہ منافقون مین تو ایمان ہی نہین ہو پھر کیا بڑھیگا - تو کہنے والے منافق نے جو اپنے حال کی خبر دی کہ اسکا کچھ بھی
ایمان نہ تھا اور نہ سورت نے کچھ بڑھایا تو یہ واقعی ہو اور یہ جو اسکی مراد تھی کہ اس سے کسی کا ایمان نہین بڑھا تو وہ جاہل جھوٹا ہی
اسکو کہان سے معلوم ہوا دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا - فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ سو جو
بندے کہ اپنے خالق عز و جل پر ایمان و یقین رکھتے ہین انکو اس سورہ نے ایمان بڑھایا اور وے نہایت خوش ہوتے ہین - انکو اپنے
پروردگار عز و جل کی طرف سے بشارت و معرفت و اسرار و انوار جو اس سورہ سے مخصوص ہین حاصل ہوتے اور ایمان بڑھاتے ہین ایک
ذرا سی بات یہی کہ جنکو منافق خیال کرتے تھے اور انکے چال چلن و باتون سے گمان کرتے تھے کہ یہ باتین تو آگاہ کرتی ہین کہ ایسی جہالت کی بات
کبھی ایمان والا معرفت و علم والا نہین کہیگا تو سورہ کریمہ نے نازل ہو کر علم غیب سے انکو آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ منافق ہین پس منافق فضیحت
ہوئے اور مومنون کو ایمان بڑھایا اور خوشی و سرور حاصل ہوا - وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور رہے وے لوگ جنکے دلون
مین مرض ہو یعنے ظاہر مین اگرچہ موٹے تازے تندرست ہون مگر دلون مین شک و نفاق کا مرض کفر ہو اور کیا برا مرض ہی - فَزَادَتْهُمْ
رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ تو انکو سورہ کریمہ نے رجس پر رجس بڑھا دیا - یعنے کافر لوگ جو رجس یعنی اعتقادی پلیدی مین تھے
جب سورہ نازل کی گئی تو اس سے کفر کیا پس کفر سابق پر اور کفر بڑھا یعنے پہلے پلیدی مین اور پلیدی مل گئی پس زیادت
متضمن معنی ضم ہو لہذا حرف الی سے متعدی آیا - اے فزادتہم السورۃ رجسا جدیدا منضما الی رجسہم الحاصل لہم من قبل - بڑھا دیا انکو نزول
کے نزول نے نئے رجس کو ملایا ہوا پرانے رجس کے ساتھ - پس تہ بر تہ پلیدیون کی بڑھتی گئی اور انکے دل سیاہ ہوتے چلے گئے اور ایمان
کی انہین بالکل سمائی نہ رہی بلکہ نجاست کفر و نفاق خوب جمتی گئی یہان تک کہ اللہ تعالے نے فرمایا - وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور مرے
درحالیکہ وہ کافر تھے - یعنی برابر نفاق پر قائم رہے اور اسی پلیدی کو ترقی رہی یہان تک کہ کافر مرگئے - نعوذ باللہ من ذلک منافق تو خبیث
کیواسطے کافر بنے اور آخرت چھوڑ کر اس نہایت نجاست پر مرے پس دنیا تو گئی اور لا محالہ جاتی مگر ایسا نجس دار آخرت مین دوزخ مین
جھونکے جانے کے سوائے کسی قابل نہین لہذا ہمیشہ کے لیے دوزخ مین پڑے - نعوذ باللہ من ذلک ف ـــ اوپر کی آیت مین مومنون کو
نزدیک والے ہوئے کافرون پر جہاد کا حکم کیا اور جہاد جیسے زبان و حجت سے ہو ویسے ہی تلوار و ہتھیار سے ہو اور سراج و بیضاوی وغیرہ

مین لکھا کہ حجت سے جہاد گو یا اصل ہی پھر اُسکے بعد منافقون کے قبائح کو بیان کیا اور منافقین ایسے کافر ہین کہ سب سے زیادہ قریب ہین
لہذا آنحضرت صلعم کو صریح حکم فرمایا بقولہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیہ جیسے یہان فرمایا ولیجدوا فیکم غلظۃ - اور چونکہ
منافقین کو بوجہ ظاہری اقرار اسلام کے تلوار و قتل سے امن دی گئی ہی حالانکہ منافق لوگ اپنی باطنی خیانت سے بیہودہ باتین کر کے راہ حق
سے روکتے تھے تو اُنکے فسادات سب ظاہر کر دیے تاکہ کسی ایمان والے کو فریب دینے کا قابو نہ پاوین اور دنیاوی زندگی مین بھی لوگون
کی نظرون مین خوار و بے اعتبار رہین - اب کچھ حقائق آیات کے سننا چاہیے - قال الشیخ فی العرائس - قولہ تعالے یا ایہا الذین
آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - پہلے کافر تو آدمیون کے اندر اُنکے نفوس ہین جو طاعت آلہی سے سرتابی کرتے اور ہوا و ہوس
و حجاب کی نجاست لادے ہوئے رہتے ہین پس جب کسی نے اُسکو پہچان لیا وہ اُسکو اپنا دشمن دیکھکر اُس سے قتال کرتا ہی اور ہتھیار
اُسکا یقین و شریعت ہی یعنے ہر ذرہ اپنے خالق پاک ذو الجلال والاکرام کی توحید کرتا ہی اور جب خالق عز و جل نے رسول پاک محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بھیجا تو جو اُسکے راہ شریعت بتلائی وہی راہ مستقیم ہی پس مومن نے جب یقین پایا اور اُسی راہ پر مضبوط ہوگیا تو نفس مقتول
ہوگیا کہ اب وہ کچھ قدرت نہین رکھتا کیونکہ راہ مستقیم بالکل ہوا و ہوس سے خالی ہی اور نفس کی راہ ہوا و ہوس ہی تھی لہذا حدیث
صحیح مین ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک کہ اُسکی ہوا و ہوس بالکل اُس شریعت کے تابع نہو جاوے جسکو مین لایا ہون -
بالجملہ جب وہ راہ مستقیم کا تابع ہوگیا تو ہوا و ہوس کا اثر تک نہ رہا تو حجاب بھی نہ رہا تب اُسکے دل مین معرفت و کشف و حکمت ربانی
و کمالات کے ہرے بھرے درخت میوہ دار اُگینگے اور انوار تجلیات حضرت تبارک و تعالے سبحانہ ذو الجلال والاکرام نازل ہونگے پس
وہ منور بانوار آلہی ہو جاینگا - سہل رح نے کہا کہ نفس کا فر کو اسطرح قتل کر کہ اُسکی خواہش و ہوا و ہوس سے خلاف کر کے اس مخالف کو
زیر کر کے اپنے آپ کو طاعت آلہی مین لگا دے - روایت ہی کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا النفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ
مین ہی - واضح ہو کہ حق تعالے نے فرمایا - وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون - پس جن بدبختون کے حق مین سعادت ازلی
بمشیت حضرت خلاق علیم نہین ہی انکو آیات سے کچھ بھی نفع نہین ہوتا اسیواسطے دیکھو منافقین کو آیات مفید نہین ہوتی تھین
اور جنکو اللہ تعالے ذو الجلال والاکرام نے اپنے محض فضل سے سعادت نصیب فرمائی اُنکے دل آیات سے لہلہانے لگتے ہین -
قال تعالے - فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون - یہ لوگ بشری چاہتے ہین اور ایمان پر بفضل آلہی اُنکا خاتمہ بخیر ہو تاکہ
چنانچہ حق عز و جل نے فرمایا - لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ - پس آیت مین اللہ تعالے نے مومنون کا وصف بیان فرمایا کہ
خطاب آلہی سننے و سمجھنے کے لیے اُنکے دل مستعد ہین اور اُسکی راحت یقین سے بہت ہی مستبشر ہو جاتے ہین - ابن عطا رح نے کہا
کہ جو بندے اپنی بندگی کے عہد ازلی پر قائم ہین اور اپنے خالق عز و جل کو پہچانتے اور ہر دم زیادتی کے خواہان ہین وہ ہر آیت و سورہ
سے نئی معرفت پاکر نہایت خوش ہو جاتے ہین اور جب معرفت بڑھی تو غیر کی طرف سے نظر اُٹھتی جاتی ہی بخلاف منافقون کے کہ دل کے
بیمار ہین جیسے بیمار کو کیسی عمدہ غذا کھلاؤ تو اُسکو فائدہ نہین دیتی بلکہ وہ زیادہ مریض ہو جاتا ہی ایسے ہی یہ منافق ہین - کما قال تعالے
واما الذین فی قلوبہم مرض الآیہ - پس بجاے معرفت و فرحت کے انکو جہالت ملتی ہی سو پہلی جہالات پر یہ جہالت اور ترقی ہو جاتی ہی پس
عجیب قدرت آلہی ہی کہ دلیل و برہان پاکر اور زیادہ جاہل و سرگردان ہو جاتے ہین - یہی حال اسوقت کے گمراہون کا ہی کہ آیات و نصوص
سے اُنکو بجاے حق کے ضلال سوجھتا ہی - سہل رح نے کہا کہ ہوا و بدعت والون کو جہالت پر جہالت بڑھ جاتی ہی - التعجب ہی کہ ہر جوس

تو بدعت سے انکو دنیا کی ہوس بڑھتی ہو اسمین کمی نہین ہوتی اور دنیا کی ہوس ہی سب گمراہی کی جڑ ہی جیسا کہ بعض سلف کا قول ہی
پھر بھی یہ لوگ متنبہ نہیں ہوتے کہ آخرت کی طرف جب رغبت نہ بڑھی تو بدعت ضلالت ہی وقد قال تعالے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ

کیا نہین دیکھتے کہ وہ آزمائے مین آتے ہین ہر برس ایک بار یا دو بار پھر توبہ نہیں کرتے

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ○

اور نہ نصیحت پکڑتے ہین

أَوَلَا يَرَوْنَ حمزہ ویعقوب رحمہا اللہ تعالے کی قرارۃ مین ترون بتاء خطاب ہی پس ہمزہ واسطے تعجب دلانے کے ہی اور خطاب مومنون کو ہی یعنی اے مومنو تم نہین دیکھتے ہو یعنی بنظر تعجب دیکھو خواہ آنکھون سے یا دل کی نگاہ سے۔ اکثرون کی قرارۃ مین بیاء تحتیہ ہی اور ہمزہ استفہام انکاری ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ اسمین بھی عبرت لینے والے کو تعجب ہوگا۔ یعنی اور کیا دیکھتے نہین ہین منافق لوگ کہ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وے ہر سال مین ایکبار یا دوبار فتنہ مین ڈالے جاتے ہین۔ یعنی امتحان مین مبتلا ہوتے ہین۔ مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالے انکو سختی وقحط وگرسنگی مین مبتلا فرماتا ہی۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ بیماریون مین مبتلا ہوتے ہین۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ ایک دوبار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد مین بمجبوری جانے مین مبتلا ہوتے ہین بیضاوی رح نے ان سب وجوہ کو بطور مثال قرار دیکر عموم لفظ کی وجہ سے جمع کر دیا اور کہا کہ قولہ انہم یفتنون یعنی طرح طرح کی بلیات مین اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ بمجبوری جہاد کرنے جانے مین گرفتار ہوتے ہین اور طرح طرح کے آیات قدرت وتصدیق نبوت کو آنکھون دیکھتے جلتے ہین۔ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ پھر اس سے متنبہ نہیں ہوتے اور نفاق سے توبہ نہین کرتے۔ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ اور نہ وے نصیحت پکڑتے ہین اسطرح کہ ان آیات سے عبرت حاصل کرین اور نفاق سے توبہ کرکے رجوع لاوین حضرت حذیفہ رض سے روایت ہی کہ منافقین سال مین ایک دوبار کوئی ایسا دروغ بولتے کہ جسکی وجہ سے لوگون کا ایک گروہ دین سے پھر جاتا تھا۔ فی اسنادہ شریک عن جابر الجعفی وقال المترجم قد روی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ باسناد آخر فلیشہد کلوا احد منہا الآخر۔ بعض نے کہا کہ قولہ انہم یفتنون۔ یعنی سال مین ایک دوبار فضیحت ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ سال مین ایک دوبار نفاق سے ایمان کی طرف آکر پھر مرتد ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ایک دو مرتبہ سال مین عہد توڑتے ہین۔ بالجملہ لفظ عام ہی ہر طرح کے فتنہ دینی ودنیاوی کو شامل ہی جس سے انسان کو عبرت ہونی چاہیئے جیسا کہ کلام بیضاوی رح سے اشارہ گزرا اور مقصود اس سے تعجب دلانا وانکار ہی کہ نفاق مین یہ لوگ ایسے مضبوط ومستحکم ہین کہ غور وفکر وعبرت کو بالکل چھوڑ دیا ہی ف فی العرائس قولہ تعالے اولا یرون انہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالے نے اہل فتنہ سے آگاہ فرمایا کہ متواتر بلیات مین مبتلا ہوکر اور اکثر اظہار دلائل وآیات سے بھی راہ حق کی طرف ہدایت نہین اختیار کرتے اور کیونکر ہدایت پکڑین کہ ازل ہی مین حجاب دائمی سے مبتلا ہوگئے ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ ایام فتنہ مین یہی راہ ہی کہ التجا واستغاثہ کرے دامان مانگے اور توبہ کا عازم ہو سو جسنے سوائے اسکے اور کسی سبب کی طرف رجوع کیا وہ اگر عوام کے فتنہ سے بچا تو اپنے نفس کے فتنہ سے نہین بچ سکتا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ثم لا یتوبون یعنے دل سے اللہ تعالے کی طرف رجوع نہین لاتے ہین اور جو کوئی اللہ تعالے کی طرف رجوع لایا وہ ہر فتنہ وآفات سے بچ گیا

،، قوله ولاهم يذكرون - یعنی اگلی لعنتون وعفو الٰہی کو فتنہ مین یاد نہین لاتے - قال المترجم عبرت ونصیحت نہین لیتے ہین - نتیجہ
ہوکہ مومنون کو جہ تعجب دلایا تو اسکا حاصل یہ ہی کہ اہل ایمان اسمین خوض وفکر کرینگے اور اللہ تعالےٰ کی عظمت وجلال دیکھکر تمام
قلوب اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین کہ جسکو اُسنے نہین چاہا اُسکو کوئی آیت وعبرت فائدہ نہین دیتی اور بدون اُسکی ہدایت کے
کسی کو راہ نہین ملتی پس اپنے اوپر احسان الٰہی تعالےٰ شانہ دیکھکر ہزار ہزار شکر دل وجان سے ادا کرینگے کہ حضرت تبارک و
تعالےٰ شانہ نے کمال فضل سے اُنکو سرفراز فرماکر ایمان عطا فرمایا ہی - فالحمد للہ رب العالمین - پھر اللہ تعالےٰ نے نزول سورہ کے وقت
منافقون کا فعل بھی بیان فرمایا - بقوله تعالےٰ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ

اور جب نازل ہوئی ایک سورت دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی بھی دیکھتا ہی تمکو پھر چلے گئے پھیر دیے ہین

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○

اللہ نے دل اُنکے اسواسطے کہ وہ لوگ ہین کہ سمجھ نہین رکھتے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی گئی کوئی سورہ - یعنی جب رسول اللہ صلعم پر کوئی سورہ نازل ہوئی جسمین منافقون
کا حال ونصیحت مذکور ہی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو پڑھا جیسے اور سورتون کو جو نازل ہوتی تھین اور آپ مسجد مین بیٹھتے اور
مسلمان آپکے گرد بیٹھکر آپ کے پڑھنے سے سنتے تھے اسی طرح آپ نے یہ سورہ بھی پڑھی جسمین منافقون کے قبائح وذمائم ہین -
نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ تو منافقون مین سے بعض نے بعض کو دیکھا یعنی اس ارادہ سے کہ یہان سے آنکھ بچاکر چلدو اور اسی واسطے
اشارہ سے آپس مین کہا - هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ بھلا کوئی تمھین دیکھتا ہی یا کوئی دیکھ لیگا - یعنی موقع دیکھکر چلدو کوئی دیکھتا تو
نہین ہی کہ جب تم یہان سے کھسکو تو کوئی دیکھ لے - حرف من زائدہ مفید معنی استغراق نفی ہی یعنے ایسا نہو کہ کوئی بھی دیکھ لے کہ وہ
جاتا ہی لہذا اگر دیکھتا ہوا یا کھڑے ہونے پر کسی نے دیکھ لیا تو ناچار بیٹھ گئے ورنہ چل دیے - بہرحال اُنکی کیفیت یہ ہی جو اللہ تعالیٰ نے
فرمائی - ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر منھ موڑ گئے یعنی یا تو اول ہی آنکھ بچاکر چل دئیے یا بمجبوری بیٹھے رہے بہرحال جو نصائح تھے اُنسے
منھ موڑ لیا اور نفس وشیطان کے پابند ہوئے صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ تعالےٰ نے اُنکے دل موڑ دیے - احتمال ہی کہ بددعا کے
مانند ہو یعنے ایسے ناپاک لوگون کے دلون کو اللہ تعالےٰ موڑے رکھے - اور یہ احتمال ہی کہ بطریق اعلام ہو یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے
دل موڑ دیے ہین جیسے حدیث صحیح مین آیا ہی کہ بندون کے دل حضرت حق عزوجل کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین جدھر اور جیسے چاہتا ہی
موڑ دیتا ہی پس منافقون کا ایسے عمدہ نصائح سے جو موجب کمالات صالحات باقیات اور علین مراد ہین منھ موڑنا خود اُنکی قدرت کا فعل
نہین ہی بلکہ اللہ تعالےٰ نے اُنکے دل موڑ دیے ہین پس قہر مین سرشار ہوکر ان نصائح کو سمجھتے ہی نہین جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا -
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یعنے دلون کا موڑنا بسبب اسکے کہ یہ ایسی قوم ہین کہ سمجھتے نہین ہین - یہان سے ہر ایماندار کو سمجھ لینا
چاہیے کہ راہ حق اور سچی بات کی سمجھ فقط اللہ تعالےٰ عزوجل کی ہدایت وعنایت سے حاصل ہوتی ہی کیونکہ یہ منافق اپنے نزدیک تو خوب سمجھتے
تھے لیکن حقیقت مین اپنے اعتقاد کو جو محض باطل اور بالکل غلط تھا اُسی کو سچ سمجھتے تھے اور حق بات واقعی وہ تھی جو آیات کریمہ واحادیث
رسول اللہ صلعم مین صاف بیان ہوا اُسکی سمجھ سے حق عزوجل نے اُنکے دل موڑ دیے تھے اور یہ اُسی پاک معبود حق ذوالجلال والاکرام کی

شان ہے وہ خالق قادر مختار ہے جس مخلوق عاجز کو جو ہر وقت اُس سے گڑگڑاتا اور صراط مستقیم و اُسکی رضامندی کی دعا کرتا رہتا ہے اپنے فضل سے قبول کر لیتا ہے اُسکو دین کی و راہ حق کی سمجھ دیدیتا ہے کہ آخر یہ عمر چند روزہ ختم کر کے اس دنیاے ملعونہ کو چھوڑ کر رضاے حق و راحت دائمی مین بعزت و امتیاز پہونچ جاتا ہے پس یہ اُسی کا فضل ہے اور جس مخلوق سرکش نڈر کو جو اُلٹی پلٹی باتین بناتا اور خالق عز و جل کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی نہین کرتا ہے حضرت خلاق العلیم اُسکو مانند شیطان کے ملعون کر کے دنیاے ملعون کی طرف راغب اور کبھی دنیا اُسکو بہت کثرت سے دیدیتا ہے پس وہ ملعون اُسکا نفس ملعون و اُسکا ساتھی شیطان ملعون اور اُسکی محبوبہ دنیا ملعون یہ سب ملاعنہ مجتمع ہو جاتے ہین اعوذ باللہ من ذلک اللھم ربنا اہدنا وتب علینا وتوفنا مومنین - واضح ہو کہ قرآن مجید کی آیات یعنی وحی جلی مین اور رسول اللہ صلعم کی احادیث یعنی وحی خفی مین اسرار و دلائل اعجاز ایسے بیان ہین کہ ہر باطل کی سیاہی و اسکا اندھیرا بمقابلہ نور آیات و احادیث کے مٹا جاتا ہے لہذا منافقون کے نفس و شیطانی اعتقادات خود مٹے جاتے اسلیے وے سننے سے جلے گئے تھے اور اُنکے نفس گھٹے جاتے تھے جیسے اللہ تعالے نے قولہ تعالے او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق الآیۃ - مین اُنکی تمثیل فرمائی ہے فلیفہم - آیت کریمہ مین لطیف اشارہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم کی مجلس شریف مین جو خالص مومن ہوتے تھے وہ آیات کلام آلہی اور حدیث حضرت رسالت پناہی صلعم کے سننے مین ایسی خوشی کے ساتھ مستغرق اور دل لگائے رہتے تھے کہ اُنکو اسطرف خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ کون منافق چل دیا - لہذا قولہ تعالے نظر بعضھم الے بعض ہل یراکم من احد ثم انصرفوا - کا ترجمہ کیا گیا کہ بعض منافقون نے بعض کیطرف نگاہ کی کہ بھلا کوئی تمکو دیکھتا تو نہین آؤ پھر چل دیے - اس سے قوت اسی طرف ظاہر ہوئی کہ اہل ایمان کوئی ایسا نہ پایا کہ ادھر ادھر نظر کرتا ہو بلکہ سب استماع قرآن مین مشغول تھے اور منجملہ لطائف کلام آلہی کے ہے کہ قولہ من احد - سے ہر ہر فرد کا استغراق فرمایا تاکہ باوجود اسکے کہ منافقین آپس مین ایکدوسرے کو تاکتے تھے اُنکو ان افراد سے خارج کر دیا - فافہم فانہ یحتاج الے لطف القریحۃ واللہ تعالی الموفق - بالجملہ اس سورہ شریفہ مین ذمائم و قبائح منافقین کے اور اُنکا اپنے نفوس کی ہوا و ہوس اور شیطانی ہواجس کا پابند ہونا خوب بشرح و صحیح صریح و اشارہ و اقتضاء و دلالت سے بیان فرمادیا کہ ہر اہل ایمان بتوفیق آلہی فریب نفس سے آگاہ ہو گیا برخلاف اہل نفاق و کفر کے کہ وے سرکشی کرتے ہین - پھر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلعم کی رافت و رحمت بحال امت پر ختم فرمایا بقولہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

البتہ آیا ہے تم پاس رسول تمہارے مین کا بھاری ہوتی ہے اُسپر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ

ایمان والون پر شفقت رکھتا مہربان پھر اگر وہ پھر جاوین تو تو کہہ بس ہے مجھکو اللہ کسیکی بندگی نہین سواے اسکے اُسی پر

تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

مین نے بھروسا کیا اور وہی ہے صاحب بڑے تخت کا

ع ٧
٥

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعا در بارہ اولاد اسمعیل علیہ السلام کے بیان فرمائی ہے کہ - ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیۃ - سو اس دعا کو حضرت ابراہیم ع نے خانہ کعبہ کے پاس حالت سفر مین جبکہ حضرت اسمعیل و اُنکی والدہ کو اللہ تعالے کے توکل پر اس بیابان ریگستان مین بے آب و دانہ عجیب قدرت آلہی پر چھوڑے جاتے تھے تضرع و الحاح کے ساتھ حضرت حق تعالے ذو الفضل العظیم الخلاق

العلیم سے مانگا تھا پس جیسے حضرت ابراہیم کو اس دعا کی توفیق دی اور ویسے ایسے سامان قبولیت دعا کے اُسوقت موجود فرمائے تھے
ویسے ہی او تعالے ارحم الراحمین نے یہ دعا بہت بزرگی و کمال قبولیت کے ساتھ مستجاب فرمائی کہ اپنا بندہ اکرم محبوب اکمل افضل الانبیا
والمرسلین جسکے طفیل مین تمام عالم کو خلق فرمایا اور اسی محبوب خاص کی بشارت دینے کے لیے جملہ انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا تھا وہی محبوب
بندہ و رسول کیا جس کی پاک ذات سے حضرت موسی و عیسی و جملہ انبیاء اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کو فخر حاصل ہوا اور حضرت
عیسی ؑ نے آسمان کو جاتے وقت کہا تھا کہ میرے بعد تمھاری ہدایت کرنے کو وہ بادشاہ دنیا مین تشریف لاویگا جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے
لائق بھی مین نہین ہون چنانچہ الحال جو تحریف کی ہوئی انجیل نصرانیون پاس موجود ہے اسمین بھی یہ روایت مذکور ہے اور تعجب کہ نصرانی
ناحق منکر ہوتے ہین - بہرحال اہل ایمان و اسلام کی امت اگر اپنے آپ کو خیال کرے کہ اللہ تعالے نے اسکو کیسے اخص الخاص محبوب خاتم الانبیا
والمرسلین کی امت مرحومہ کر دیا تو حضرت باری تعالے کی درگاہ مین سربسجدہ ہو کر اپنے بال بال کی زبان سے شکر کرے اور اگر اسی ایک سجدہ
مین عمر گذار دے تو بھی شکر الٰہی تعالیٰ ادا نہو سکے کیونکہ اس احسان کی کوئی انتہا نہین ہے اور خود اللہ تعالے نے ہمپر یہ احسان رکھا ہمارے
مولی اپنے اُس پاک رسول محمد مصطفے احمد مجتبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین ایمان و اسلام پر ہمارا خاتمہ بخیر فرما دے یہ تیرا اول و آخر ہمپر احسان
ہے - قال تعالیٰ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ واللہ الاعلم آگیا تمھارے پاس رسول جو تمھین مین سے ہے - لقد مین لام
موطئہ للقسم ہے پس کیسے اہتمام سے اللہ تعالے نے یہ احسان رکھا کہ حضرت خلیل علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے جس رسول کی جناب
باری تعالے مین دعا کی تھی اور ضرور حق تعالے کو اسکا مبعوث فرمانا ایک خیر امت مین ازلی تقدیر سے منظور تھا پس وہ رسول سب سے
افضل اور اسکی امت سب سے بہتر ہے کما قال تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ - وہ رسول پاک اس امت مرحومہ کے پاس آگیا پھر
افسوس کہ اس وقت مین بہت سے کافر و منافق اُسکی پیروی سے منکر ہوے اور جو کتاب پاک اللہ تعالے نے اُسپر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید
کہ عجائب علوم و کمالات معرفت الٰہی جو اصل مقصود ہے اُسکے لیے وہ عجیب بحر ذخار ہے کہ دنیا کے تمام سمندر اگر اُسکے معارف و علوم کو لکھین
تو اس سے دو چند ختم ہو جاوین اور اُن معارف الٰہیہ کی انتہا نہین ہو سکتی ہے پس صد افسوس کہ اس سے مُنھ موڑکر اُس نعمت عظمی سے
فقط دنیا و اسکی متاع چند روزہ کے واسطے محروم رہے حالانکہ یہ رسول کمال شفقت سے اُنکی اس حرکت سے اُنپر ترس کھاتا ہے جیسا کہ حق تعالے
نے اپنے پاک رسول کا وصف فرمایا بقولہ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ما مصدریہ ہے اے کبُر علیہ عنتکم - اے شدید علیہ مشقتکم و ماتنالون
بہ من العذاب - یعنی ایسا وہ رسول ہے کہ بہت گران و بہت شاق گزرتا ہے اسپر تمھارا مُنھ موڑنا کہ جس سے تم بہت بھاری سختی و عذاب مین
مبتلا ہوگے - مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے معنی ظاہر ہین لیکن میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ کلام کو حسن سیاق پر عمومًا رکھا جاوے اور یون
تفسیر کیجاوے کہ تمھارے پاس آگیا رسول جو تم مین سے ہے یعنے کوئی فرشتہ یا جن وغیرہ اجنبی و غیر قوم نہین ہے کہ اُس سے تم اچھی طرح
فائدہ نہ لے سکو - پس رسول کا بھیجنا ایک احسان ہے اور رسول کی تنوین کمال التعظیم ہے یعنے بہت بزرگ و اشرف و اکرم و خاتم المرسلین رسول
آیا یہ دوسرا احسان بزرگ ہے - پھر من انفسکم یعنے تمھین مین سے ہونا کہ اس سے کامل طور سے استفادہ و فیض حاصل کر سکو یہ تیسرا
کامل احسان ہے - پھر قولہ عزیز علیہ ما عنتم - یعنی اُس رسول اکرم و افضل کو جو تم مین سے ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ سے تمپر اسقدر شفقت ہے
کہ جو امر تمھارے واسطے دنیا و دین مین سختی و مشقت ہو وہ اُسپر شاق و گران ہے پس اس رسول کی شان و صفت یہ ہے کہ عمومًا اسوقت کی
مخلوق پر جو امر باعث سختی ہو وہ اسپر شاق ہوتا ہے لہذا وہ کامل شفقت کرنے والا تمپر ہے پس اسپر پہلے تو کافرون کا کفر کرنا شاق ہے کہ وے

جہالت سے اللہ تعالے عزوجل کی جناب میں شرک کرتے اور گستاخ کلمات بکتے اور جورو اور بیٹا بناکر بہتان باندھتے اور ایسے افعال کرتے ہیں جن سے نیک بندے دنیا میں امن و آسایش کے ساتھ اپنے خالق عزوجل کی بندگی بے کھٹکے نہیں کرسکتے ہیں اور ان کافروں نے اپنے اپنے جتھے جماکر کچھ لوگ سرغنہ کرلیے اور دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اور دوم ایسے منافقوں کا نفاق شاق ہے جو محض دنیا کے لیے بیہودہ نہ ادھر نہ اُدھر بنکر کھلے کافروں سے بھی باطن میں بدتر ہو رہے ہیں کہ انجام ان دونوں گروہ پر دائمی عذاب ہوگا پس بمقتضاے ترحم و شفقت کے ایسے لوگوں کا منھ موڑنا اور قرآن مجید و آیات الٰہی کی طرف دھیان نہ لگانا اور کفر پر اڑے رہنا شاق ہے اور سوم مومنین کے حق میں شفقت فرماتا ہے کہ ایمان کی برکت سے اگرچہ اللہ تعالے جل جلالہٗ پر فضل فرماکر انکو دائمی عذاب نکرے لیکن معصیت سے بھی تکلیف ہوگی تو نہیں چاہتا کہ انکو یہ تکلیف بھی پہونچے اور ترحم صفت حضرت رب العزۃ ذو الجلال والاکرام ہے ولیکن معاصی و نافرمانی میں شرک وغیرہ پر عذاب جہنم و قہر و غضب فرماتا ہے اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی غصہ نہیں فرماتے لیکن جب ایسا کوئی فعل دیکھتے جس سے حرمت الٰہی کی ہتک ہو تو غضب فرماتے تھے۔ پھر اللہ تعالے نے تیسری صفت فرمائی بقولہ تعالے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تم پر حریص ہے یعنے نہایت شفقت سے بہت ہی چاہتا ہے تاکہ تم ہدایت کی راہ پر آجاؤ پس کمال ترحم و شفقت کو حرص سے تعبیر فرمایا۔ پھر مومنین کے ساتھ چوتھی صفت انکے پاک رسول کی مخصوص فرمائی بقولہ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی مومنین ہی کے ساتھ خاص کرکے نہایت رافت و کمال رحمت والا ہے۔ سبحان اللہ تعالے مومنوں پر کیسی اللہ تعالے کی عنایت ہے کہ خود فرمایا۔ ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم۔ یعنی مومنوں پر اللہ تعالے رؤف و رحیم ہے اور یہاں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں بھی بالمومنین رؤف رحیم فرمایا۔ پس مومنوں کے واسطے کیا خوب سعادت ہے کہ اللہ تعالی و اسکا رسول اکرم دونوں مومنوں کے ساتھ رؤف رحیم ہیں اور کمال قرب و منزلت و عبودیت حضرت رسول اللہ صلعم کی ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالے عزوجل کے ارادت میں بندگی میں رسول اکمل ہے کہ عین ارادت الٰہی جو بمقتضاے صفت قدیمہ پاک ہے رسول بھی اپنے مولی عزوجل کے اخلاق سے کامل متصف ہے اور یہی کمال عبودیت اور کامل قرب و منزلت ہے۔ واضح ہو کہ بعض نے آیت میں قولہ من انفسکم۔ مِن انفسکم کو جو جمع نفس ہے الفس بفتح الفاء بصیغہ اسم تفضیل نفیس پڑھا یعنے تم میں سے نہایت نفیس ازراہ شرف و نسب ہے کیونکہ زہری رحمہ اللہ وغیرہ نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے آدم سے اپنی ولادت تک اپنی آبا و اجداد کو نکاح سے مولود ہونا بدون سفاح یعنے زنا کے بیان فرمایا اور ظاہر انکاح سے مخصوص صیغہ عقد نہیں مراد ہے بلکہ مقابل زنا مراد ہے یعنے حرام سے کوئی نہیں پیدا ہوا بلکہ سب حلال سے پیدا ہوئے خواہ حلت بوجہ عقد کے ہوئی یا حلت بوجہ ملک یمین کے جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں صحیح ہوا کہ اللہ تعالے نے آدم سے لیکر دو فریق میں سے آنحضرت صلعم کو بہتر فریق میں کیا حتی کہ اولاد ابراہیم ؑ میں سے بھی لہذا اسمٰعیل ؑ افضل از اسحاق ؑ ہیں اور اسی طرح فضائل میں ازراہ نسب و شرف بھی روایات احادیث بہت ہیں مترجم کہتا ہے کہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق اجمعین ہیں پس جتنے امور کہ شرف و منزلت کے ہوں سب آپ کے واسطے افضل و اکرم طور سے اللہ تعالے نے مجتمع فرمائے لیکن یہ بات کہ آیت میں انفس بصیغہ افعل التفضیل ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شاذ قراءۃ بلکہ شیخ مفسر رح نے اسکو متروک بلکہ موضوع قرار دیا کما ذکرہ فی الاتقان اسیطرح ایک جماعت علما نے بھی اسپر انکار کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ قطع نظر اسکے ازراہ معنی نظم اسمیں خلل قوی ہے اسطرح کہ حرف من بہرحال تبعیضیہ ہے تو

معنی یہ ہونگے کہ تم میں سے جو انفس یعنے نہایت نفیس لوگ ہیں انہیں سے ایک اپنا رسول کر دیا پس لازم آویگا کہ رسول اللہ صلعم منجملہ انفس کے ایک ہوں حالانکہ ضرور ثابت بلکہ اسپر اجماع ہی کہ آنحضرت صلعم علی الاطلاق اشرف واکرم ہیں یعنے آپ ہی آپ منفرد ہیں کوئی آپ کے مثل شرافت میں دوسرا نہیں ہوا اور نہو سکتا ہی نہ ازراہ کسب اور نہ ازراہ کمالات پس انفس کی قراءۃ کچھ نہیں ہی لہذا قراءۃ وہی انفس بضم الفاء جمع نفس ہی یعنے وہ رسول اشرف واکرم تم میں سے ایک بشر ہی جو تمپر شفیق و تمہاری ہدایت پر حریص اور مخصوص مومنوں کے ساتھ رؤف ورحیم ہی۔ حدیث میں ایک مثال بیان فرمائی ہی کہ میری اور اے لوگو تمہاری مثال ایسی ہی جیسے کسی نے آگ روشن کی اور کیڑے پتنگوں نے اسمیں گرنا شروع کیا اور وہ انپر شفقت کر کے انکو جل جانے سے روکتا اور ہانکتا تھا اور وے ہجوم کرتے ہیں پس یہی حال تمہارا ہی کہ میں تمہاری کمروں کو پکڑ کر تمکو آگ میں گرنے سے کھینچتا ہوں مگر تم زور کرتے اور چھوٹے بھاگتے اور آگ ہی میں گھسے جاتے ہو۔ قال اللہ تعالے۔ **فَإِنْ تَوَلَّوْا** پھر اگر اہل کفر و منافقین منھ موڑیں یعنے باوجود اس کمال شفقت وترحم کے تجھپر ایمان نہ لاویں اور آیات الٰہی پر کان نہ لگاویں اور ذرا بھی دھیان نہ رکھیں کچھ بھی نہ سوچیں **فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ** تو کہدے کہ کافی ہی مجھے میرا اللہ تعالے کوئی الٰہ نہیں مگر وہی **عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ** اسی پر میں نے بھروسا کیا پس وہی جو چاہے وہ ہووے کسی اور کو کچھ بھی قدرت نہیں ہی لہذا میں نے اسی پر بھروسا کر لیا کہ اسکے سوائے کوئی معبود نہیں **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** وہی رب ہی عرش عظیم کا۔ عرش کے معنی واسکی تفسیر آیۃ الکرسی اور قولہ ثم استوی علی العرش کی تفسیر میں گذر چکی اور مفسر رحمہ اللہ نے عرش کی تفسیر کرسی کے ساتھ بیان کی اور یہ اس بنا پر ہی کہ عرش وکرسی ایک ہی چیز ہی جیسا کہ علماء کے دو قول میں سے ایک یہی قول ہی ولیکن ارجح قول دوم ہی کہ عرش اور ہی اور کرسی دوسری چیز ہی چنانچہ احادیث جو اس بارہ میں آئی ہیں وہ آیۃ الکرسی کی تفسیر میں مذکور ہیں اور صاوی رح نے جزم کیا کہ مفسر رح نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف قول صحیح ہی اور خازن رح نے کہا کہ خلاف مشہور ہی۔ حق یہ ہی کہ احادیث جو عرش کے بارہ میں آئی ہیں جب وہ صحیح ہو جاویں تو اختلاف کی کچھ اصل نہیں اور کسی عقلی دلیل کو بعد اسکے مجال نہوگی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ یہ دو آیتیں آخر نازل ہوئی ہیں۔ **قال المفسر** رحمہ اللہ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔ اور ابن عباس رضہ نے ابی بن کعب رضہ سے روایت کی کہ یہ آخر آیت ہی کہ قرآن میں نازل ہوئی۔ رواہ احمد۔ اگر کہا جاوے کہ آخر آیت تو صحاح کی روایات سے قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الآیۃ وغیرہ ثابت ہی جواب دیا گیا کہ یہ آیت تو مطلقاً آخر نازل ہوئی اور آیۃ الکلالۃ احکام میراث میں سے آخر نزول ہی اور یہ آیت شاید کہ سورہ براءۃ میں سے آخر نزول ہو یا فضائح منافقین وقبائح نفس کے بارہ میں جو کلام اللہ تعالے نے نازل فرمایا جس سے اصل مقصود یہ کہ انسان خطرات نفس سے بچکر ایمان میں کامل ہو اسمیں سے آخر نزول یہ آیت ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا تذکرہ خود آنحضرت صلعم کے حضور میں آیا تھا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک مصحف میں جمع کر لیا گیا اور حضرت عثمان رض کے وقت میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنمیں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں مصاحف میں لکھکر دیار و امصار میں بھیجدیا گیا تاکہ دین الٰہی استقامت کے ساتھ پھیلے اور زید بن ثابت سے جمع القرآن کے حالات میں ہی کہ میں نے آخر سورہ براءۃ یعنی انھیں دو آیات کو خزیمہ بن ثابت انصاری رض کے پاس پایا اور اسمیں دلالت ہی کہ متفرق قرآن صحابہ کے پاس لکھا ہوا موجود تھا۔ واللہ اعلم۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جو کوئی صبح وشام سات مرتبہ قولہ تعالے حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم پڑھ لیا کرے

اللہ تعالےٰ اُسکے مہمان کو کفایت فرماویگا - رواہ ابوداؤد باسناد حسن دق - رواہ ابن عساکر وقد روی مرفوعًا وہو ضعیف ف-
فی العرائس قولہ تعالےٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم اسمین اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک کی بزرگی میلاد وعظمت میعاد اور شرف
سے آگاہ فرمایا جسمین اسکی امت کا شرف ظاہر ہی کہ اُنھین مین سے اس پاک رسول کو مختار فرمایا اور اس سے بڑھکر کون شرف ہوگا
کہ اپنے پاک رسول کو ہم مین سے کیا اور رافت ورحمت سے موصوف فرماکر ہماری ہدایت کے لیے بھیجا - وہ رسول موصوف باوصاف
جلیلہ ہی اور ہم امتیون کے لیے اسمین سے حصہ ہی یعنی عمومًا و رحمۃ للعالمین ہی کہ اُسکے وجود پاک سے اللہ تعالےٰ نے ہر کافر ومشرک عاصی
وغیرہ سے ظاہری عذاب کو جیسے اگلے کفار پر آتا تھا اس امت سے رفع فرمایا اور خصوصًا وہ مومنون کے لیے رؤف رحیم ہی - حسین رح
نے کہا کہ تم ہی مین سے ایسا رسول جسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر دو جہان سے نظر اٹھالی وقال تعالےٰ مازاغ البصر وماطغیٰ - ابن عطاء
رح نے کہا کہ خلقت مین خلق سے موافق ہی اور حقیقت مین مبائن ہی کیونکہ وہ ذات پاک منور بانوار رسالت ومقبول حضرت کردگار بتعز
بقبولیت تامہ ہی اسکا سایہ نہ تھا اُسکا بدن مثل گلاب کے معطر تھا اور اُسکا پسینا جسنے پانی کے دھوکے پی لیا تھا اسکے بدن سے
عمر بھر گلاب کی خوشبو آتی رہی اسکا مقام اقرب از انبیاء ومرسلین ہی وہ اکرم رسول رب العالمین ہی اللھم توفنا مومنین مسلمین علی سنتہ
واتباعہ یا ارحم الراحمین پھر اللہ تعالےٰ نے اسکا وصف فرمایا بقولہ تعالےٰ - عزیز علیہ ما عنتم - یعنی تمہاری مخالفت جو امر حق تعالےٰ کے
ساتھ کرتے ہو اسپر شاق ہی - سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے تمہارا ایک دم بھی غافل ہونا اسپر گران ہی - پھر اُسکا وصف پڑھایا
بقولہ تعالےٰ - حریص علیکم الآیۃ - حریص ہی کہ تم اپنے پروردگار سبحانہ تعالےٰ سے محبت وعشق کرنے والے ہو جاؤ - اور فرمان الٰہی
کی متابعت دل وجان سے کرو - رافت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رؤف ہی رحمت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رحیم ہی - صادقین پر رحمت
فرماتا ہی - گنہگارون پر رافت رکھتا ہی - اُنکے لیے شفاعت کرتا ہی اہل طاعت کے لیے دعا کرتا ہی - جعفر رح نے کہا کہ حق تعالےٰ علام الغیوب
ہی پس جب مخلوق اُسکی عظمت خطاب کے لائق نہ تھی تو اپنا رسول اُنھین کی جنس سے برگزیدہ فرماکر اُسکو اپنی صفات سے آراستہ
کرکے حق وصدق کے ساتھ بھیجکر مخلوق مین سے جنکو چاہا ہدایت مین مستقیم کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلعم کو اپنے واسطے مخصوص
کرلیا اور حکم دیا بقولہ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو الخ - اسکا قرب مجھے کافی ہی کہ دو جہان اُسکے مقابلہ مین ہیچ وبے نشان ہی
وہ پاک منزہ ہی لا الٰہ الا ہو - درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین ہی - قولہ علیہ توکلت - کسی غیر یا اپنے نفس پر کسی پر مجھے توکل نہین
ہی صرف اُسی پر توکل ہی اور اُسی کے فضل ورحمت سے دل ثابت رہتے ہین - قولہ وہو رب العرش العظیم - اسی نے عرش کو
انوار سے مزین فرمایا پس اُسی کی عظمت سے وہ عظیم ہوا اور اگر ایسا نہوتا تو عرش ایک دم مین فنا ہو جاتا - انتہا کلامہ - واضح
ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس سورہ شریفہ کو اس آیت کریمہ پر ختم فرمایا جسمین اصل مقصود مع علوم دیگر موجود ہی یعنی اللہ تعالےٰ وحدہ
لا شریک ہی لا الٰہ الا ہو پس شرک کی بنیاد ہی نہین ہو سکتی ہی لہٰذا توحید الٰہی کی جسنے ہدایت پائی اُسنے راہ پائی اور اللہ تعالیٰ لا الٰہ
الا ہو - اس بندہ موحد کے اعتقاد کرنے ہی سے نہین بلکہ وہ وحدہ لاشریک ہی جیسے مشرک کے اعتقاد سے بت یا عیسیٰ علیہ السلام
میں کوئی صفت الوہیت پیدا نہین ہو سکتی بلکہ سب مخلوق وعباد ہین اُنمین الوہیت ممکن ہی نہین حتی کہ سوائے ذات پاک حق
عزوجل کے کوئی ہو خواہ سب سے بڑا جسم ہو اور وہ عرش عظیم ہی اور خواہ اخلاق میں اکرم ہو جیسے انبیاء ورسل کہ جنکے سردار محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہین سب اللہ تعالےٰ کی مملوک ومخلوق وعبید ہین اور جب قدرت خلق ونفع وضرر وغیرہ کسی میں نہین تو ایمان والا فقط

اللہ تعالے پر متوکل ہوگا۔ اللھم اہدنا وثبتنا علی الایمان والطاعۃ وتوفنا علی ذلک وانت ارحم الراحمین

سورۃ یونس مکیۃ الا فان کنت فی شک الاٰیتین

سورہ یونس مکیہ ہی یعنے رسول اللہ صلعم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ مین نازل ہوئی سوائے قولہ تعالیٰ فان کنت فی شک الخ دو آیتون

او الثلث او ومنھم من یومن بہ الاٰیۃ مائۃ وتسع او عشر اٰیات

یا تین آیتون کے کہ یہ مدینہ مین ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئین پس ایک قول پر دو اور دوسرے قول پر تین آیات مکیہ ہونے سے مستثنیٰ ہین یا تیسرے قول پر ایک آیۃ ومنھم من یومن بہ الآیۃ مستثنیٰ ہی

اور تمام سورہ کی ایک سو نو[۱۰۹] یا ایک سو دس آیات ہین مترجم کہتا ہی کہ مشہور اصطلاح مکی ومدنی کی یہ ہی کہ جو قبل ہجرت نازل ہوئی وہ مکی اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی وہ مدنی ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بعض کے نزدیک جو مکہ مین نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت کے یا بعد ہجرت کے مکی ہی اور تیسرا قول بھی شیخ مفسرح نے اتقان مین ذکر کیا ہی اور بعض سلف سے ایک قول اور بھی بسند جید مروی ہوا کہ سفر ہجرت کی آیات بھی مدنی ہین۔ بالجملہ معرفت مکی ومدنی سے احکام ناسخ ومنسوخ وغیرہ اکثر متعلق ہین ولیکن اختلافات جو بعض سورتون وآیات کی نسبت مکی ومدنی ہونے مین آئی ہین سو ہاوجودیکہ یہ اختلافات رحمت الٰہی ہین مگر شاید یہ بھی واقع ہوا کہ اصطلاح مین کئی اقوال ہین پس سلف مین جسنے کسی کو مکی یا مدنی کہا تو معلوم نہین ہو سکتا کہ کس اصطلاح پر کہا لہذا ممکن ہی کہ معنی مین مراد واحد ہو اور اللہ تعالے نے بندون کے اعتقادات مثل توحید وغیرہ کے مقطوع کردیے ہین پس ہر امر اعتقادی قطعی یقینی ہی اور رہے اعمال طاعات تو وہ اپنے ثواب ومنزلت کمانے کے لیے ہین اور حق تعالے ثواب عطا فرمانے والا ہی پس ان اعمال کے لیے جو احکام بطریق اجتہاد وکوشش کے علماء ومجتہدین نے اللہ تعالے واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے نکالے ہین انپر عمل جائز اگرچہ ظنی ہون پس اگر ایک ہی امر متعین ہو جاتا تو اسی کے موافق عمل کرنا لازم ہو جاتا اور جب اختلاف ہوا تو مرجع آسانی کی طرف ہوگیا اسی واسطے اختلاف امت بھی رحمت الٰہی ہی اور مراد امت سے صحابہ رضی اللہ عنہم وانکے متبعین ہین اور جو فرقہ مانند رافضی وخارجی وجہمیہ ومعتزلہ وغیرہ کے اس راہ پر نہین وہ خارج ہین انکے اختلاف گمراہی وضلالت ہین۔ کیونکہ قطعی اعتقادات سے پھر گئے اور رسول اللہ صلعم کے دین مین رخنہ ڈالا پس راہ سنت سے مخالف اور اپنی رائے کے پابند ہین لہذا انکا اعتبار کچھ بھی نہین ہی۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مکی ومدنی کا جاننا کچھ اصول اعتقادات مین سے نہین اور ایسے ہی آیات کا شمار بھی جاننا ضروری نہین بلکہ بعض عملیات کے لیے مجتہد عالم کو جاننا بہتر ہی تاکہ وہ اعمال کے احکام نکال کر بندگان خداے تعالے کو بتلا دے اور خود بھی عمل کرکے اس عمل کی قدر ثواب پاوے جیسے اجتہاد کرنا بھی اسکے لیے ثواب کا کام ہی۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس ہی اور اسمین حضرت یونس علیہ السلام کا حال مذکور ہی اگرچہ اسمین دیگر احوال کا بھی ذکر ہی لیکن اسرار کلام الٰہی ہر بندہ کی وسعت سے باہر ہین اور تصفیہ قلب وتزکیہ روح وسر باطن وطرق تقرب ومراتب قبولیت کے انواع کثیرہ ہین اور آیات وسورتون مین ضلالت وگمراہی ونفاق اور وساوس نفس وشیطان سے بچنے کے لیے جیسے ان امور کے قبائح صریحاً واشارۃ ودلالۃ مذکور ہین باوجودیکہ گمراہی کی راہین بے شمار ہین لیکن اللہ تعالے نے اس معجز کلام پاک مین سب سے تخلیص بتلادی ویسے ہی تقرب وعلو منزلت وکمالات کی راہین ہر آدمی کے شمار پر الگ الگ بیشمار ہین لیکن اللہ تعالیٰ نے

نجات ۱۲

ادواع

انواع مین انکو احصار فرمایا جیسے اللہ تعالے کی نعمتون کو بندہ نہین شمار کرسکتا اور اللہ تعالے دینے والا ہی پس کلام مجید کے اعجاز و فصاحت و بلاغت مین سے ایک یہ بیان بھی ہی کہ بدبختی و خواری سے بچنے کے انواع اور سعادت و شرف منزلت حاصل کرنے کے انواع کو حق تعالے نے جو ہر ہر فرد مخلوق کی ذرہ ذرہ ماہیت و حقیقت سے خوب دانا ہی بلکہ وہی اُنکا خالق ذوالجلال ہی درحالیکہ انکا کچھ بھی وجود نہ تھا اس کلام پاک مین جو بہت چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہی بالکل بیان فرما دیا اور اسمین بے انتہا اسرار و حقائق ہین جنکا علم سوائے رسول اللہ صلعم کے اورون کو اپنی اپنی منزلت کے اندازہ پر ہوتا اور سب نہین ہوسکتا ہی لہذا اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس منجملہ انھین اسرار حکمت کی بنیاد پر ہی اسیواسطے کسی اور کو جائز نہین ہی کہ اسکا یا کسی دوسری) سورت کا خود کچھ نام تجویز کرلے اور آیات مین بھی اپنی رائے کو بالکل دخل نہین بلکہ واقف کرانے سے علم ہوا کہ یہان سے آیت شروع اور وہان ختم ہی اگرچہ اسکا جان لینا کچھ امر ضروری نہین ہی اسیواسطے بعض صحابہ کو کسی مقام پر آنحضرت صلعم کے پڑھنے سے مثلاً ظاہر ہوا کہ یہان آیت ہی اور بعض کو ظاہر نہوا لہذا شمار آیات مین اختلاف ہوگیا اور چونکہ امر اعتقادی نہین بلکہ ضروری بھی نہین ہی تو اختلاف کچھ مضر نہین بلکہ عین رحمت ہی چنانچہ اس سورہ کی آیات مین بھی دو قول مذکور ہوے اور بنا بر قول حضرت حسن بصری و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید کے سورۂ مکیہ ہی باستثناء دو آیات یعنی قولہ فان کنت فی شک الخ یا تین آیات تک جیسا کہ مقاتل رح نے کہا اور ابن عباس رض و قتادہ کے قول مین تین آیات پر جزم ہی اور کلبی رح نے قولہ تعالے ومنہم من یؤمن بہ الآیۃ کو بھی مدنیہ کہا اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ کچھ لوگون کے نزدیک اول سے چالیس آیات تک مکی اور باقی مدنی ہی واضح ہو کہ خاص لطف الٰہی سبحانہ تعالی اس امت پر یہ تھا کہ کتاب حکیم مجید کریم قرآن عظیم کو اللہ تعالے نے نجم نجم کرکے مختلف اوقات مین نازل فرمایا اور جب تعلیم کے واسطے موقع مقدر پیش آیا اُسوقت حکم کا نزول ہوا جیسے بچون کو آہستہ آہستہ کرکے آداب و قواعد سکھلاتے ہین تاکہ آراستہ ہوجاوین ایکبارگی اُنپر بوجھ نہین دیتے ہین لہذا اس امت مین آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جملہ انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہوے اور اللہ تعالے نے انکو خیر الامۃ واتہ الخیر کردیا کیونکہ وہ تمام آداب عبودیت و ربوبیت سے آراستہ ہوکر حضوری کے واسطے لائق ہوگئے اور نزول نجم نجم مین سب باسانی سیکھ گئے بخلاف امت توریت و انجیل کے کہ ایکبارگی نزول سے انمین شایستگی کمتر آئی اور یہ امر ایسا واضح صحیح ہی کہ کوئی عقل والا اس سے منکر نہوگا سوائے ایسے شخص کے جو مطیع نفس امارہ ہو کیونکہ نفس بوسوسہ شیطانی خواری و بے ایمانی کا طالب و جہنمی آخرت سے غافل ہوتا ہی اسیواسطے کفار مکہ باوجود اقرار اعجاز فرقان حمید کے اس امر پر ہٹ کرتے کہ ایکبارگی آسمان سے ہماری آنکھون کے سامنے لاؤ پس قطع نظر اس حالت کے تجھے معلوم ہوچکا کہ اسمین خالص عباد اللہ الصالحین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق مین ازراہ تعلیم کیسی منفعت تھی لہذا اُنکی ہٹ پوری نفرمائی کیونکہ وے تو کفر پر مطبوع تھے کسی طرح ایمان نہ لاتے چنانچہ یہ امر انپر ظاہر کردیا پھر نیک بندون کو ایکبارگی نازل کرکے کیون ضرر دیا جاتا فافہم اور چونکہ نزول منجم ہوا جیسا کہ ذکر کیا گیا تو اکثر ایسی مکیہ سورتین ہین جنمین استثناء بعض آیات نہو پس نزول آیات کے وقت آنحضرت صلعم فرمادیتے تھے کہ انکو فلان سورہ مین فلان مقام پر رکھو اور حفظ الٰہی و قوت نبوت سے آپ کو تمام قرآن مجید مع قریب العہد نازل شدہ آیات کے یکسان یاد رہتا اور نماز و تلاوت مین پڑھا کرتے تھے یہان تک کہ تمام فرقان حمید کامل ہوا اور اہل السنۃ کا اجماع ہی کہ موافق اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید جس ترتیب سے الحال موجود ہی یہی ترتیب لوح محفوظ کی ہی اور یہ جو روایت کیا گیا کہ مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مین آل عمران سے سورۃ النساء مقدم تھی اور

مانند اسکے اختلاف ترتیب بعض سورتون کا بعض پر مصحف ابی بن کعب وغیرہ مین تھا تو جواب اسکا یہ ہو کہ اسوقت جو مصحف ہو اسکی ترتیب مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع مین یہ سب صحابی بھی ہین تو ظاہر ہوگیا کہ مطلقاً ترتیب مین ایسا ہوگا - اور خلاصہ جواب یہ ہو کہ روایات مذکورہ مین متعلق ترتیب مذکور ہو اور ہمارا کلام لوح محفوظ کے موافق ترتیب مین ہو پس موافق لوح محفوظ کے یہی ترتیب ہو جو اسوقت موجود ہو جیساکہ عبد اللہ رض وابی رض وغیرہ اسمین سب صحابہ رض کے ساتھ متفق ہین پس ترتیب لوح محفوظ انکے نزدیک بھی یہی ہو اور سوائے ایسی خاص ترتیب کے اور ترتیب مین باہم اختلاف تھا اور اس سے ہمکو بحث نہین ہو کیونکہ مقاصد ترتیب کے متفاوت ہوسکتے ہین جیسے اس زمانہ مین پنجسورہ لوگون نے لکھ لیا ہو اور اسمین مثلاً بعد سورہ یٰسین کے سورہ انا فتحنا ہو تو اس سے کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ قرآن مجید و لوح محفوظ کی ترتیب مین یٰسین سے پیچھے ملی ہوئی انا فتحنا ہوگی حالانکہ بیچ مین اور سورتین ہین پس ایسا ہی ان مصاحف مین قیاس کرو اور علاوہ اسکے جو مصحف مجید اسوقت جس ترتیب سے ہو وہ متواتر چلا آیا پس صحابہ و تابعین کا اسپر اجماع خود ظاہر ہو اور اس خبر متواتر قطعی کے مقابلہ مین ان روایات کا جو ایک دو آدمی کی روایت ہو اور وہ بھی مجمل کہ جسمین بہت سے احتمالات ہوسکتے ہین مثلاً شاید راوی کا وہم ہو یا شاید پنجسورہ کی طرح ہو اور مانند اسکے تو متواتر کے مقابلہ مین اسکا کیا اعتبار ہو اور دیکھو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا کہ قرآن مجید جمع کیا کرتے اور گھر سے نہین نکلتے تھے حالانکہ دوسری صاف روایت مین اسکی تصریح آئی کہ مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی آیات ناسخ و منسوخ کو الگ لکھے دیتے تھے یا مصحف مین نشان دیے دیتے تھے کہ اب زمانہ تابعین کا آتا ہو اور مصاحف تمام ملکون مین جاوینگے تو وہ لوگ خلط مین نہ پڑجاوین لہذا بطریق تفسیر و تعلیم کے یہ تالیف ہو جانا چاہیے اور یہ واقعی بڑا عمدہ کام تھا حالانکہ پہلے راوی نے اسکو ایسے الفاظ مین روایت کیا کہ اس سے کئی احتمال پیدا ہوگئے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کو جمع کرتے تھے حالانکہ دوسری روایت سے صاف ہوگیا اور یہ نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کی شان مین خصوص صحابہ رض کی صفت مین کہا کہ امر معروف کرتے اور منکر سے نہی کرتے ہین پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہو کہ ترتیب مصحف مجید معاذ اللہ اگر خلاف ہوتی تو اسپر خاموش رہتے تو کبھی اس وہم مین نہ پڑنا - اور فرض ہو کہ اجماع صحابہ و جمیع اہل السنۃ و اتباع و ائمہ و صلحاء کی دل سے تصدیق کر اور یقین جان لے کہ بحکم قولہ تعالےٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون - یہ قرآن مجید لوح محفوظ مین جس ترتیب سے ہو اسی ترتیب سے اب موجود ہو فاستقم واللہ تعالےٰ الموفق - فرقان حمید مین اعجاز کے کمالات بے نہایت ہین اور بحکم قولہ تعالےٰ فوق کل ذی علم علیم ہر علم والے سے اونچا علم والا موجود پس جسقدر کمال ایمان ہوا اسیقدر اسمین سے عجائب حقایق و دقائق ظاہر ہوتے ہین اور اسمین علوم اولین و آخرین مجموع ہین اور اگر کسی نادان کی سمجھ مین نہ آوے تو یہ اسکا قصور ہو اور ابن مردویہ نے حضرت انس رض سے روایت کی کہ مین نے آنحضرت صلعم کو سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے را آیات یعنی طوٰسین کو قائم مقام انجیل کے عطا فرمایا ہو یعنی یہ ہین کہ فرقان حمید مین جو علوم ان سورتون مین ہین انجیل مین یہی تھے اور معارف فرقان حمید کے یہان مزید ہین فافہم - واللہ اعلم - اور حضرت عمر رض سے روایت کیا گیا کہ آپنے صبح کی نماز مین اس سورہ کو پڑھا - قال اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۝ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ

یہ آیتین ہین | پکی کتاب کی | کیا لوگون کو | تعجب ہوا کہ حکم بھیجا ہمنے ایک مرد کو انھین سے

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

کہ ڈرسنا لوگوں کو اور خوشخبری دے جو کوئی یقین لاوے کہ انکو ہو پایہ سچا اپنے رب کے ہاں

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

کہنے لگے منکر بیشک یہ جادوگر ہو صریح

الٓرٰ مترجم کہتا ہو کہ ساتوں قاریوں وغیرہم نے اتفاق کیا کہ یہ پوری آیت نہیں ہو اور دانی رحمہ اللہ نے کہا کہ تمہ کوکوفی قاریوں نے پوری آیت شمار کیا ہو اور شاید معنی یہ ہیں کہ باب قراءۃ میں آواز و روانی ولہجہ کے لحاظ سے یہ کلام ہو اور آیۃ اصطلاحی سے یعنی پارہ کلام جو سورۃ کے اندر ابتدا و انتہا رکھتا ہو بیان کلام نہیں ہو کیونکہ یہ امر توقیفی ہو اسمیں اجتہاد کو مساغ نہیں اگرچہ معرفت اسکی امر ضروری نہو۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے قولہ الرٰ کی تفسیر میں کہا اے انا اللہ ارٰی۔ میں اللہ تعالیٰ ہوں دیکھتا ایسا ہی ضحاک وغیرہ نے کہا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل نہیں بلکہ بطریق تفسیر ہو اور کلام بلیغ میں اصل مقصود معنی کے علاوہ علوم واشارات ہوتے ہیں پس آگے سورۃ میں کفار کا استعجاب وجادو کہنا وغیرہ جو مذکور ہو اسکے مناسب یہ اشارہ موجب تشفی وتسلی رسول اللہ صلعم ہو اور مفسر رح نے اتقان میں جملہ حروف مقطعہ کی نسبت ایسے اقوال لکھے ہیں جنکا رجع مناسبت مذکورہ ہو اور حسن وعکرمہ سے یہ روایت ہو کہ الرٰ قسم ہو اور قتادہ نے کہا کہ سورۃ کا نام ہو۔ بالجملہ اگر یہ روایات صحت کو پہونچیں تو تا وقتیکہ ایمان کامل نہو انکے معانی سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں لہٰذا القول صادق رحمہ اللہ کے سچا وسدید طریقہ وہ ہو جو شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ آگکی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو یعنے یہ کلمہ منجملہ متشابہات کے ہو جیسے الٓمٓ کہ اسکی تاویل ومراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور واضح رہے کہ تفسیر بہ نسبت تاویل کے عام ہو لہٰذا جو شیخ مفسر رح نے لکھا وہ بھی ابن عباس رضہ وغیرہ سے مروی ہو پس عدم علم تاویل پر اتفاق ہو اور باوجود اسکے بطور تفسیر کچھ اشارہ بیان کرنا اسکے منافی نہیں ہو چنانچہ اول سورۃ البقرہ میں مفصل بیان ہو گیا ہو۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ یعنے ہٰذہ الآیات۔ آیات من القرآن الحکم۔ یہ آیات جو آگے آتی ہیں یا جو پہلے نازل ہو چکی ہیں آیات ہیں قرآن حکیم کی تلک اشارہ دبعید بحسب استعمال ہو ورنہ اصل وضع میں تلک اور ہٰذہ یکساں ہیں پھر تلک کا استعمال کبھی براہ بلاغت لے بعد مسافت کے سوائے مجازاً بعد منزلت پر آتا ہو یعنے مرتبہ بہت بالاتر ہو اور یہی یہاں مراد ہو اور مشار الیہ اسکا آیات ہیں یعنے یہ آیات جنکی طرف رفعت منزلت کا اشارہ ہو آیات الکتاب ہیں یعنے آیات ہیں کتاب معہود سے پس اضافت بمعنی من ہو اے آیات من الکتاب اور معہود کتاب وہ قرآن مجید ہو جسکی صفت حکیم ہو اور حکیم بروزن فعیل بمعنی محکم ہو یعنے بحسب فصاحت وبلاغت وکمال ہدایت کے نہایت احکام کے ساتھ ہو کہ اسمیں تمام بہتری دنیا وآخرت کی مبین ومندرج ہو۔ لہٰذا جو کافر ومنافق کہ فقط دنیا ہی چاہے تو دولت وآخرت بلکہ معنی آزمائش سے جاہل ہو کر کبھی اپنی خواہشوں وشہوات کے لیے قرآن مجید کا قائل نہیں ہوتا بلکہ مضر پاتا ہو حالانکہ یہ خیال اسکا ایسا ہو کہ جیسے مجنون اپنی خواہش کے لیے عقلاء کی تہذیب وآدمیت کے برتاؤ کے قواعد کو ناقص اور اپنی مراد کے مخالف ومضر خیال کرتا ہو اسی طرح کافر ومنافق کی خواہشیں محض دنیائے فانی واسکے اموال وعیش فانی ودنی وبے بنیاد ہیں اگرچہ اسکو ان چیزوں کے حاصل کرنے کی سمجھ وڈھنگ خوب سمجھائے گئے ہوں پس وے اپنی دانائی پر مغرور واسی دانائی کے نتائج میں منہمک ہیں اور یہ بھی پایان تقدیر ازلی وتقدیر حضرت ذوالجلال ہو کما قال تعالیٰ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین۔ لہٰذا جب مانند مجنون ودیوانہ کے انکو امر واقعی سے آگاہی نہیں

اور نور ایمان وعقل ایمانی حاصل نہیں ہی تو اسرار وحقایق قرآن حکیم سے خبردار ہی نہیں ہوسکتے۔ کما قال تعالے وہو علیہم عمی۔ پس تحقیق اپر
صادق ہی کہ وے قرآن مجید سے اندھے ہین اور رہے اہل ایمان جو ہمیشہ ہدایت آلہی کی دعا مانگتے ہین انکو اللہ تعالے عقل ایمانی و نور
بصیرت کرامت فرماتا ہی پس انکے دلون سے پوچھا جاوے تو عاجزی سے سچ سچ اقرار کرتے ہین کہ سبحان اللہ تعالے وہ ایک سمندر ہی کہ
جسکا کنارہ نہیں اور اسمین موتی ویاقوت وغیرہ جواہر ہین کہ انکا شمار ممکن نہیں اور جب روز بروز انکو زیادہ علم حاصل ہوتا ہی اور نیا بست
کتاب کے واقفات اسمین سے پاتے ہین تو حیران رہجاتے ہین اور عجز سے اقرار کرتے ہین کہ اے پروردگار جو تونے فرمایا لقولہ ولو ان ما
فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیۃ۔ بے شک صحیح ہی اور کسی بندہ کی تاب نہیں کہ ان سب علوم کا احاطہ کرسکے پس ہر بندہ کو اسکے
مقدار علم حاصل ہوتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم کی تفسیر جو مذکور ہوئی یہی مفسر رح نے اختیار فرمائی ہی اور رہا یہ امر
کہ تلک کا اشارہ جن آیات کی طرف ہی وہ آیات یہ ہین جو اسی سورہ مین آتی ہین تو یہ ظاہر ہی یا وہ ہین جو اسوقت تک نازل ہوچکی تھین
تو آگے کا کلام یعنی قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا۔ اور قولہ ان ہذا لسحر مبین۔ اسپر بھی شاہد ہوتا ہی۔ بہرحال یہ آیات کوئی ہون۔
قرآن مجید مین سے ہین سا اور یہی تفسیر کلام ہی۔ مجاہد رح وقتادہ وحسن بصری رح سے مروی ہی کہ قولہ تعالے تلک آیات الکتاب الحکیم
مین کہا کہ توریت وانجیل وزبور یعنی اگلی کتابین ہین اور شیخ ابن کثیر رح نے انکے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا کہ مجھے اس قول کی وجہ
نہین معلوم اور یہ معنی معلوم ہوتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ تفسیر کے طریقہ مین تو بات یون ہی ہی جیسے شیخ نے فرمائی ہان شاید
مقصود یہ ہو کہ قرآن مجید کی آیات متضمن علوم اولین وآخرین ہین تو ان آیات القران کی نسبت صحیح ہی کہ کتب سماویہ متقدمہ اسمین حاصل
ہین اور اس توجیہ پر ایک بات یہ نکلی کہ قرآن مجید وکتاب حکیم ایک بزرگ کتاب ہی کہ اگلے صحیفہ وکتب جو حضرت آدم علیہ السلام سے
حضرت عیسی علیہ السلام تک نازل ہوے سب کے علوم اس کتاب حکیم مین سے آیات ہین فافہم واللہ اعلم۔ ضحاک رح نے ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالی نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول کرکے مبعوث فرمایا تو اکثر جہال عرب نے انکار کیا اور
بعض نے کہا کہ اللہ تعالے ایسا نہین کہ آدمی اسکا رسول ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا
اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ ہمزہ استفہام انکاری مفید لاست وسرزنش ہی کیونکہ انھون نے اپنی طرف سے اللہ تعالے پر حکم لگایا کہ اللہ تعالے
ایسا نہیں کہ بشر اسکا رسول ہوسکے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسوقت تک جاہل رہے اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی ملت پر کہتے تھے
تو کیا انکو بھی رسول نہین جانتے اور کیا اسمعیل علیہ السلام کی رسالت کے منکر تھے اور آدمی جو مظہر قدرت آلہی ومکرم از جملہ اشیا ہی اس سے
بالکل جاہل تھے۔ کان فعل ناقص۔ للناس حال ہی اے حادثا للناس ولیکن عجبا سے مقدم کردیا اس لیے کہ صفت کا التباس نہو
عجبا سپر مقدم اور ان اوحینا سے آخر تک اسم کان ہی۔ اور ان مصدریہ سے ان اوحینا بمعنی ایحاؤنا ہوا یعنی ہمارا وحی کرنا اور حاصل
معنی یہ ہین کہ ایک آدمی کو ہمارے وحی کرنے سے کہ ایمان لانے والون کو بشارت وکافرون کو ڈرسنادے کیون تعجب ہوا اور وہ بھی
لوگون کو کہ باوجود آدمی ہوئے کے وہ حالت تعجب مین متعجب ہوگئے۔ اب توضیح کے ساتھ معنی لکھے جاتے ہین۔ قولہ اکان للناس عجبا
کیا ہوگیا لوگون کو عجب۔ ان اوحینا الے رجل منہم۔ ہمارا وحی فرمانا انھین سے ایک مرد کی طرف۔ یعنی جہال عرب کو تعجب کی حالت پیدا
کرنے والا ہوا ہمارا وحی کرنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور بیان اس وحی وعجب کا یہ ہی۔ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ انذار کردے تو لوگون کو
یعنے وحی یہ فرمائی کہ ناکارہ کافر لوگون کو جو اپنے خالق کی اطاعت سے درحقیقت باہر ہین اگرچہ اپنی رائے مین وہ اپنے آپ کو اچھا

دا پنا طریقہ بہتر سمجھتے ہون تو لیسے کافرون کو انذار کردے یعنی خوفناک عذاب آخرت کی خبر سنا دے کہ اگر وے اللہ تعالےٰ کے حکم کے
موافق ظاہر و باطن طاعت و اعتقاد لایق نہ رکھینگے تو آخرت مین نافرمانی کا عذاب سخت ہی اُس سے کسی طرح نجات نہوگی اور یہ
اسوجہ سے ہی کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کی معرفت اپنی سمجھ سے ممکن نہیں کیونکہ آدمی کی سمجھ و خیال مین خواہ مخواہ یہی محسوسات
و مادی چیزون کی صورتین باسعائی آدینگی اور خالق عز و جل ان سب سے پاک منزہ ہی پس جب تک اللہ تعالےٰ کے رسول سے یہ بات
معلوم نہو کہ اللہ تعالےٰ کی جناب مین کیا اعتقاد رکھین تب تک آدمی کی سمجھ خود نہین پہونچ سکتی اگرچہ وہ دنیا کے کامون مین افلاطون سے
زیادہ سمجھدار ہو اس لیے کہ دنیا خود ملعون و ناچیز ہی اور اسکی سمجھ کو عقل سے کچھ مناسبت نہین کیونکہ وہان صورت و شکل وغیرہ کا
نشان ہی ممکن نہین ہی پس جسنے سوائے رسول اللہ صلعم کے تعلیم وحی کی خالی اپنی سمجھ سے کچھ اعتقاد کیا تو اسنے کوئی چیز اپنے ذہن
و خیال مین گڑھ لی اور اسکو اللہ اعتقاد کر لیا۔ نعوذ باللہ منہ پس درحقیقت اُسنے اللہ تعالےٰ کا اعتقاد نہین کیا اور نہ اسپر
ایمان لایا پھر اللہ تعالےٰ کے لایق عبادت کیا کریگا جب کہ وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہی نہین رکھتا اور نہ معرفت سو دیکھو حدیث مین
آخر زمانہ قرب قیامت کے علامات بیان ہوئے ہین منجملہ اُنکے یہ بھی آیا کہ نصرانی اُسوقت سب سے اغلب و زیادہ ہونگے تو ہم جو غور
کرتے ہین تو آنکھون کے سامنے موجود ہین اور اب اُنکی کثرت و غلبہ کے وجوہ بھی ہم کو معلوم ہو گئے پس باوجودیکہ دنیاوی امور مین
اُنکی سمجھ بہت تیز ہی لیکن دین کے معاملہ مین وہی مسیح ؑ کو خدا کا بیٹا کہے جاتے ہین حالانکہ یہ بات ایسی خلاف عقل ہی کہ کوئی
ملت و مذہب والا اُسکو روا نہین رکھتا اور اکثر اُسپر ہنستے ہین اور اہل ایمان جب ایسا کلمہ سنتے ہین تو عقل ایمانی و معرفت الٰہی
سے اُسکو بالکل محال دیکھکر نصرانیون کی سمجھ پر افسوس کرتے ہین اور چونکہ حضرت خالق عز و جل کی جناب مین یہ کلمہ نہایت
گستاخی ہی کہ ہرگز شان باری تعالےٰ کے لایق ہی نہین ہوسکتا پس اُنکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور وے اپنے پروردگار
سے پناہ مانگتے و لرزتے ہین۔ ذرا سی بات سمجھو کہ اگر بادشاہ کو کوئی چمار کہے تو بادشاہ اسپر غضبناک ہوگا حالانکہ بادشاہ و چمار
دونون آدمی ہونے مین یکسان ہین یا مثلاً سور کے یا کوئی نجس چیز جیسے گوہ موت کہے تو بادشاہ غضب کریگا حالانکہ جسم ہونے مین
دونون یکسان ہین اور یہان تو خالق عز و جل سے کسی چیز کو کچھ بھی مناسبت نہین تو بیٹا کہنا یا بتون وغیرہ کو عبادت مین شریک
بنانا یا جتنے امور شرک ہین سب شان الٰہی عز و جل کے کسی طرح لایق و مناسب نہین ہین پس جسنے اپنے خالق جل شانہ کو پہچانا وہ
اُسکی شان کے خلاف کچھ اعتقاد نہین کرتا اور شرک و کفر سے پناہ مانگتا ہی اور جنھون نے نہین پہچانا وہ اپنے خیال کی بنائی ہوئی چیز کے
معتقد ہین اور ہر دم ایسی ایسی گستاخیان کرتے ہین کہ جن سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہون اور دنیائے فانی و پلید اگر کافرون کو ملگئی
اور اسکی تدبیرین و سمجھ اُنکو حاصل ہوئی تو اس سے اُنکا کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ آخرت و اُسکی نعمتون سے بے نصیب رہے بلکہ اِن
گستاخیون کے عوض کیسا سخت عذاب پاوینگے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے جو رسول بھیجا اُسپر یہ وحی کی کہ خوفناک عذاب پانے کی کافرون کو
خبر سنا دے یعنی اگر ایمان نہ لائے تو آخرت مین دائمی جہنم کے عذاب مین پڑینگے یہ خبر سنا دے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور
یہ وحی فرمائی کہ بشارت دیدے یعنی خوشخبری سنا دے اُن لوگون کو جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے۔ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ
عِنْدَ رَبِّهِمْ یہ خوشخبری یا اس طرح خوشخبری کہ اُنکے واسطے اُنکے پروردگار پاس قدم صدق ہی۔ یعنی اس سفر مین جو اُنھون نے
نیکیان کرکے اپنے اصلی ٹھکانے آخرت مین پہلے مقدم بھیجے ہین اُنکا بہت سچا ثواب ہی۔ قدم بمعنی سلف یعنی جو مقدم کیا اور ہر وہ شخص

جسکو مسافر لوگ قافلہ مین سے منزل گاہ پر پہلے بھیجدیتے ہین کہ راحت کے سامان وہان مہیا کر دیوے اور قدم صدق یعنی نیک اعمال جنکو دنیاوی زندگانی مین اللہ تعالے کی توفیق سے بجالاکر مقدم بھیجا تھا انکا نیک ثواب واجر ہے- یہ معنی حاکم رحمہ اللہ کی روایت ابی بن کعب اور ابن عباس رضہ مین آئے ہین اور ابن جریر رحہ کی روایت از مجاہد رحہ مین ہے کہ قدم صدق اُنکا نمازین اداکرنا و زکوٰۃ دینا و روزہ رکھنا و تسبیح و تہلیل پڑھنا وغیرہ اعمال صالحہ ہین- یہی ضحاک و ربیع و ابن زید وغیرہم کا قول ہے یہی مفسر رحہ نے اختیار کیا ہے- اور علی بن ابی طلحہ رحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ قدم صدق- فرمایا کہ ذکر اول مین اُنکے لیے سعادت مقدم ہو چکی- مترجم کہتا ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ تقدیر ازلی ہے اور بدون ہدایت الٰہی تعالے کچھ نہین ہو سکتا اگرچہ قرآن مجید سی بزرگ کتاب کی تلاوت کرے پس ہر دو معنی متلازم ہین اور حدیث مین خود ثابت ہے کہ دیکھو یہود و نصاریٰ کے پاس توریت و انجیل بھی مگر بدون ہدایت الٰہی انکو کچھ فائدہ نہوا- مترجم کہتا ہے کہ اگر فائدہ ہوتا تو کیون تحریف کرکے اپنی خواہش کے لیے معنی بگاڑتے حتی کہ جو کچھ موجود ہے اُسمین سے بھی راہ حق کی کجی ڈھونڈھتے ہین- یہان تک تو ایجاز کا بیان تھا یعنے لوگون کو جو ایک مرد کی طرف وحی ہونے مین تعجب تھا اُسپر اللہ تعالے نے پہلے انکار فرمایا اور پھر وحی فرمانے و انکے تعجب کو بیان کیا تو وحی یہ فرمائی کہ کافرون کو عذاب آخرت سے آگاہ کر اگر ایمان نہ لاوین اور مومنون کو جنت و عمدہ ثواب کی بشارت دے پس جب ایک مرد پر ایسی وحی فرمائی تو کافرون کو تعجب ہوا- قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کہا کافرون نے یعنی تعجب کرنے والون نے کہ بیشک یہ تو کھلا جادو ہے- یعنی یہ قرآن جسمین یہ ایجاد مذکور ہے یہ کھلا ہوا جادو ہے- اُسکو جادو اسوجہ سے کہتے تھے کہ کمال فصاحت و انتہائی بلاغت سے جب اُسکے مثل نہین لاسکتے تھے تو یہ معجزہ تھا کہ اسپر ضرور یقین کرنا چاہیے کہ یہ مرد ضرور رسول ہے کیونکہ ایسا معجز کلام لایا کہ باوجود فصاحت و بلاغت مین دعویٰ کرنے کے عرب اس سے عاجز ہوئے تو شیطان نے اُنکو وسوسہ دلایا کہ جادو بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ لوگ اسکی ماہیت سے عاجز ہوتے ہین پس ان کافرون نے جادو کہنا شروع کیا- اور کہا کہ وحی ہوئی تو یہ آدمی کیونکر رسول ہو سکتا ہے اور ایک قراءۃ مین اِنَّ ہٰذا لساحر- آیا یعنی یہ مرد بیشک کھلا جادوگر ہے یہ سب اُنکی زعم باطل پر تھا کہ اللہ تعالے کا رسول کوئی آدمی نہین ہو سکتا ہے- حاصل معنی آیت کریمہ کے یہ ہوے کہ کیا لوگون کو عجب ہو گئی یہ بات کہ ہم نے انہین سے ایک مرد پر وحی بھیجی اور اُسکو رسول بنایا یہ وحی کہ تو کافرون کو ڈر سنادے اور مومنون کو خوشخبری سنادے کافرون نے کہا کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہے یا یہ مرد کھلا جادوگر ہے- آیت مین ایک قوی دلیل ہے کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت نظم کلام و حسن معانی مین اعجاز ہے اسلیے کہ قرآن مجید مین کافرون کا یہ قول حکایت ہے پس ضرور وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت کے مدعی تھے قرآن کے اعجاز کو دیکھکر عاجز ہوکر جادو کہتے تھے کیونکہ اگر نہ کہتے ہوتے تو صاف یہ مشہور کرتے کہ ہمپر بہتان باندھا گیا ہے اور جب ناحق عیب نکالنے والے بکثرت تھے تو یہ بات تمام مین مشتہر ہو جاتی پس ثابت ہوا کہ ضرور سچی بات تھی تو معلوم ہو گیا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب جب اسکے اعجاز ہونے کے قائل تھے اور وہ اہل زبان تھے تو اب کسی شخص کو یہ نہین پہونچتا کہ اسمین شک کرے کیونکہ وہ مثل عرب کے ادنیٰ آدمی کے بھی فصیح نہین ہے تو اُسکو اسکے اعجاز مین کیا سمجھ ہوگی پھر جب آج تک فصحاء عرب مین اسکے اعجاز پر اتفاق ہے تو زمانہ جاہلیت کے کفار سے لیکر آج تک اجماع اور متواتر الثبوت ہو گیا کہ قرآن کلام معجز ہے والحمد للہ رب العالمین فــــــــی العرائس قولہ تعالی بسم اللہ الرحیم- الٓر الف عین وحدانیت ولام عین ازلیت والراء عین ربوبیت از عین وحدانیت ہے- الف سے قلوب موحدین کے لیے جو تمام مخلوق سے

منفرد ہین تجلی فرمائی تھا کہ انوار الوہیت مین فانی ہون اور لام سے ارواح عاشقین کے لیے تجلی از عین ازلیت فرمائی تاکہ باز دے قدم سے قدم مین پرواز کرین اور را سے عین ربوبیت سے اسرار محبین پر تجلی فرمائی تاکہ حسن صفات سے اُنس پا کر مشاہدہ ذات کے مشتاق ہون موحدین کو وحدانیت سے الف کے ساتھ شربت امانیت دیا کہ صفت اتحاد سے متخلق و آراستہ ہوئے اور لام سے عارفین کو شربت جمال پلایا کہ والہ و شیدا ہوے اور را سے انوار ربوبیت سے اہل محبت کو شربت دیا کہ حیران و بیخود ہو گئے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اسرار منجملہ عادم تفسیری کے ہین حقایق تاویل نہین ہین اور جو ابن عباس رض سے مروی ہی کہ الر معناہ انا اللہ اری۔ اسکے لطائف اسمین توضیح بیان ہوے شیخ رح نے لکھا کہ نیز یہ اشارت ہی کہ الف آلا یعنے صادقین کے لیے نعمتین ہین۔ لام الطاف برائے مقربین ہین۔ را رحمت بحق تائبین ہی حسین رح نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز کا علم ہی اور قرآن کا علم ان حروف مین ہی جو سورہ کے اول مین ہین شیخ نے کہا کہ میرے دل مین واقع ہوا کہ سورہ یونس مین جو غرائب و عجائب و قصص و امثال ہین انکو صرف تین حرف مین جمع کر دیا یعنے الف لام را مین اور اپنے حبیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو اس سے متنبہ کر دیا اور آنحضرت صلعم کو یہ کافی ہو گیا کیونکہ اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے درمیان اسرار جاری ہین کہ اُنسے دیگر مخلوق مین سے کسی کو اطلاع نہین ہو سکتی ہی اسیواسطے انکو پوری سورہ نازل ہونے کی ضرورت ہوتی ہی یعنے قبل نزول تمام سورہ کے انکو تمام احوال و معانی پر اطلاع نہوتی بخلاف آنحضرت صلعم کے کہ صرف آ ر سے سب اطلاع ہو گئی۔ اور نیز مجھے خطور ہوا کہ اللہ تعالے نے تربیت و مواسات کے طور پر سب سے اچھے نام سے خطاب فرمایا چنانچہ الف سے اشارہ کیا کہ اے آدم الثانی کیونکہ آدم مین الف سب حروف سے پہلا حرف ہی اور لام سے یا لطیف کا اشارہ ہی اور را کو آواز سے یا رحیم کی طرف اشارہ ہی جیسے طٰہٰ اور یٰسین اور یا ایہا المزمل اور یا ایہا المدثر مین صریح اور اشارت ہی قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم یعنے یہ اخبار آیات صفات قدیم ازلیہ ہین کہ قدم و ازل مین تو انکا عالم تھا اور نیز یہ علامات ہین کہ ازل مین ہم نے تیری روح کو الہام کیا تھا پس اس سے تجھکو خطاب ازلی کا پتہ یاد آ جائیگا۔ پھر اللہ تعالے نے تلک آیات الکتاب الحکیم۔ مین بیان فرما دیا کہ قرآن مجید محکم بحکم ازلیہ ہی اور پوری حجتون سے آراستہ ہی جسمین حکم ربوبیت موجود اور عبودیت کے آداب موجود ہین جسنے اسکی سمجھ پائی وہ حکمت آلہیہ سے حکیم ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ اسمین علامات ہین جس سے معلوم ہو جاتا ہی کہ کون اس خطاب سے حکمت حاصل کر کے مقبول ہوا۔ بعض نے کہا کہ کتاب حکیم یعنی عہد ناطق باحکام ظاہر و باطن ہی۔ استاد رح نے کہا کہ الکتاب الحکیم۔ الف لام عہد کا ہی یعنے وہ کتاب جو ازلی میثاق کے روز تم سے وعدہ کر دی گئی تھی اور اشارہ اسمین یہ ہی کہ ہم نے تم سے وعدہ پورا کیا اور رشتہ محبت مضبوط کر دیا اور زمانہ دوری منقضی ہو گیا اور زمانہ سرور ملاقات نزدیک پہونچا پس شربت محبت نوش کرو اور طریقہ مودت پر مستقیم رہو اور ایسے لوگون کیطرح مت ہو جنھون نے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت و نبوت سے عجب کر کے موقع عنایت الٰہی کو نہین پہچانا کما قال تعالے اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم۔ پس درحقیقت یہ فضل عظیم تھا اسکو تعجب سے بدل لیا پھر اللہ تعالے نے آگاہ کیا کہ خاصہ وحی اس لیے کہ جو مخلوق کہ مشاہدہ عظمت کبریا و جلال سے غافل سوتے ہین انکو بیدار کرے کما قال تعالے ان انذر الناس۔ پس اسمین معرفت حق تعالے کی تعلیم ہی کہ وہ پاک پروردگار ہر شخص کے فعل نیک و بد سے ایسا علیم و خبیر ہی کہ جتنا اسکا فاعل نہین جانتا اور اسکی صفات مین عقاب کرنا بھی ہی جیسے نیکون کو نعمت دینا کما قال تعالے وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم۔ سچی ارادت و خلوص والون کو اپنی سوابق نعمت سے آگاہ فرمایا کہ انکے لیے وصال جمال بلا حجاب ہوگا۔ نیز اشارت ہی کہ میثاق ازل مین جب کشف جلال و تجلی جمال ہوا تو صادقین کی ارواح ہی کے لیے قدم صدق تھا

پس مُعین کا سچا وعدہ تھا کہ عبودیت کے مقام میں محبت کی برداشت کرنے میں اُنکا قدم نہیں لغزش کریگا- نیز اشارہ ہی کہ قدم ربوبیت ایجاد کونین میں نہیں رکھا گیا الا مسی وصف سے ازل میں انکے ساتھ محبت صادقہ تھی - نیز واضح ہو کہ اول آیت میں تخویف ہی لقولہ ان انذر الناس - اے جسنے ایک دم میرے مشاہدہ کو کھویا اور پلک مارتے میرا فراق اختیار کیا اُسکو اس حرکت سے خوف دلاوے - پھر آخر آیت میں بشارت فرمائی لقولہ وبشر الذین آمنوا - یعنی جنکے دل اُسکی محبت میں بھرے ہوئے اور سچی یاد میں مستغرق ہیں اُنکو اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشارت دیدی - نیز اشارت ہی کہ اہل ارادت کو جو یقین کامل رکھتے ہیں یہ بشارت دیدے کہ زمانہ فتور و فراق میں اگر بمقتضاے بشریت و ہولئے نفسانی اُنسے قصور ہوا تو میرے لطف سے ناامید نہوں کہ انکے لیے قدم صدق ہی یعنے حکم قبولیت ازلیہ اُنکے لیے ثابت ہی پس ناامیدی وسوسہ شیطانی ہی کہ قدم ارادت مقام قبولیت سے دور کردیے جاوین بلکہ لطف و رحمت پر نظر رکھیں کہ آخری قدم انکے برابر استقامت پر ہوکر سب اگلے پچھلے یکسان ہوجاوینگے - ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ حقیقت قول یہ تھا کہ جسنے ڈھونڈھا اُسنے پایا پھر اسمین ڈھونڈھنے والے کئی راہوں پر مستغرق ہوئے اول اہل اشارات ہیں کہ بلقیہ قوت اشارت سے اُنھوں نے ڈھونڈھا پس وہی قدم صدق کے مصداق ہیں اور وہی اہل طوالع و اشارات ہیں - سہل رح نے کہا کہ قدم صدق سابقہ رحمت جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں ودلیعت رکھی تھی ترمذی رح نے کہا کہ قدم صدق وہ امام وہادی صادق شفیع مطاع محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں - نصر آبادی رح نے کہا کہ قدم صدق ہر مقام میں ادب کا سلوک ہی اور وہ موضع شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی - استاد رح نے کہا کہ قدم صدق وہ طاعات و عبادات و اعمال صالحہ بصدق نیت ہیں جنکو انھوں نے مقدم بھیجا ہی اور صداقت اُنکی طاعت ادا کرنے میں بھی اور بسبب کامل نہونے کے اقرار نقصان میں بھی پس اُنکی یہ صداقت بفضل الٰہی گویا تکمیل ہی - بعض نے کہا کہ قدم صدق وہ انعام ہیں جو یوم القیامۃ میں انکے لیے مقدم کردیے ہیں - پھر اللہ تعالے نے اپنی الوہیت و ربوبیت و انواع احسان و کرامات ثابت کرکے متنبہ فرمایا کہ مہمل نہیں چھوڑے گئے ہیں اور ان معارف کے واسطے رسالت ضرور ہی جو جن یا ملائکہ سے تمام نہیں ہوسکتی پس رسول آدمی ہوگا - فقال تعالیٰ -

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

تمھارا رب اللہ ہی جس نے بنائے آسمان و زمین چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا کام کی

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

کوئی سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اُسکا حکم ہو وہ اللہ ہی رب تمھارا سو اُسکو پوجو کیا تم دھیان نہیں کرتے

سعد بن اسحق بن کعب بن عجرہ سے روایت ہی کہ جب مکہ میں یہ آیت اتری تو سواروں کا ایک بڑا گروہ اُنسے ملاقی ہوا تو اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو پس اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم جن ہیں مدینہ سے آتے ہیں اور یہی آیت کریمہ ہمارے سفر کرکے حاضر ہونے کا باعث ہوئی ہی رواہ ابن ابی حاتم اس آیت میں اللہ تعالے نے اپنی الٰہیت سے متنبہ کرکے عبادت خالص اپنے ہی واسطے ثابت فرمائی بقولہ تعالے - اِنَّ رَبَّكُمُ بے شک رب تمھارا - اللّٰهُ اللہ تعالے ہی - الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جسکی صفت یہ ہی کہ اُسی نے پیدا کیے سب آسمان اور زمین - فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ روز میں - یعنی دنیا میں جتنی مقدار ایک روز کی ہوتی ہی اتنی مقدار کے چھ گونہ وقت میں کہ چھ روز کے اندازہ ہوا سب آسمانوں و زمینوں کو جو سب سے بڑی مخلوق نظر آتی ہی پیدا فرمایا اور اگر

تو ایک لمحہ بلکہ اُس سے بہت کم مین پیدا کر دیتا ولیکن مخلوق کو آہستگی اور خوبی کے ساتھ کام کرنا سکھلانے کو اس انداز کے وقت
مین پیدا کیا اور ہم نے چھ روز کا اندازہ اسواسطے کہا کہ اسوقت مین سورج نہ تھا کہ دن و رات ہو تو مراد یہی ہی کہ چھ روز کی قدر وقت
مین پیدا کیا۔ لیکن مترجم کے نزدیک اسمین اشکال یہ ہی کہ زمانہ کا حساب حرکت فلکی سے ہی تو فلک نہونے پر وقت و زمانہ انداز سے
بھی نہوگا پس جواب اسکا یا تو اسطرح دیا جاوے کہ حرکت فلکی سے زمانہ ہونے کا قول فلاسفہ کا ہی اور ہم اسکو نہین مانتے ہین اور
یا جواب یہ ہی کہ آسمان و زمین نہونے کی حالت مین کوئی کیفیت حس و خیال سے معلوم نہین ہو سکتی ہی پس جائز ہی کہ دن اس حال مین
موجود ہو جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہین جیسی وہ حالت ہمارے قیاس مین محسوس نہین ہو سکتی ہی اور نسبت اس موجودہ حالت کے وہ حالت
عدم اس ملکہ کا ہی محض عدم نہین ہی علاوہ برین علم الٰہی مین ہر حادث کا وجود تھا حتی کہ جو کچھ قیامت تک موجود ہو لہذا سورج نہونے
یا فلک نہونے سے جزم اس امر کا نہین ہو سکتا اور نہ حکم لگایا جا سکتا ہی کہ دن نہ تھا یا زمانہ نہ تھا کیونکہ عدم العلم مستلزم علم العدم
نہین ہی اور سورج کے طلوع و غروب کے مابین کو دن کہنا فقط لفظی گفتگو ہی کہ اس وجود دنیاوی مین آسکے سوائے معلوم نہین جیسے
اقرار میثاق ازل اب یاد نہین ہی یا پچاس ہزار برس کا دن کبھی دیکھا نہین ہی پس سوائے کیفیت مجہول ہونے کے کوئی استحالہ لازم
نہین آتا تو جب اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا کہ چھ روز مین پیدا فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ روز تھا جسکی کیفیت ہمارے خیال سے باہر ہی
اور ہم اسی کو یقین کرتے ہین لہذا جو صحیح حدیث مین وارد ہوا کہ اتوار کے روز پہاڑ قائم اور دوشنبہ کو فلان چیز و سہ شنبہ کو فلان چیز
وغیرہ مفصل ایام کی پیدائش مذکور ہی اور دیگر احادیث جنمین تعیین ایام ہی سب اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ایسے ہی جنت کے خلود
وغیرہ مین بعض احادیث مین تخصیص روز جمعہ کے مانند ظہور خصوص نعمت خاص کا جو وارد ہوا وہ اپنے معنی پر ہی حالانکہ وہان سورج
و چاند اور دن و رات نہین ہی بالجملہ ملک آخرت و عالم وراء محسوسات کو عالم عناصر محسوسات پر قیاس نہین کر سکتے ہین اور نہ کوئی
استحالہ قائم ہو سکتا ہی اور عجب ہی کہ ذہن کے مقابلہ مین خارج کا حکم بدلا ہوا سلم ہی پھر عقل و ایمان ہمارے مسئلہ مین بدرجہ اولےٰ
کسی اشکال کو راہ نہین دیتے ہین۔ فاستقم و باللہ التوفیق۔ اور آیت مین دلیل ہی کہ سماء بمعنی بلندی نہین بلکہ ایک خلقت محسوس
اور چند عدد جمع ہی تو جسنے یہ زعم کیا کہ آسمان فقط منتہاے نظر ہی وہ آیت سے کافر ہی۔ اور آیت مین ربکم مقدم کیا اس لیے کہ عرب کے
کفار اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی لہذا انحصار کے ساتھ یون بیان کرنے کی بھی ضرورت نہین کہ
اللہ تعالے ہی نے انکو پیدا کیا ہان وے لوگ اپنے کامون و حاجتون کا سرانجام دینے والا بعضے بتون کو خیال کرتے اور انکو رب جانتے
تھے تو رد کر دیا کہ رب تمہارا وہی اللہ تعالے ہی جسکی قدرت عظیم و شان بے قیاس ہی اُسنے چھ روز مین یعنے اپنی مخلوق کو اسی طرح
آہستہ سوچ سمجھکر کام کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لیے چھ روز مین آسمانون و زمین کو پیدا کیا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر عرش
پر مستوی ہوا۔ کرخی رح نے لکھا کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے کی ایک صفت ہی اُسکی کیفیت بالکل سمجھ سے باہر ہی۔ مفسر رح نے
لکھا کہ یہ استوار ایسا ہی جو اُسکی شان پاک کے لایق ہی۔ یعنی کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ عرش پر مستوی ہونا ایسی کیفیت پر ہی یا اسکی
مثال اسطرح ہی یا یون متصور ہی کیونکہ حضرت باری تعالے کو کسی چیز سے تشبیہ نہین اور نہ آدمی کے قیاس کو مجال ہی پس جب یہ صحیح
آگیا کہ اللہ تعالے کسی چیز سے مشابہ نہین ہی تو اتنا بالیقین معلوم ہو گیا کہ جو کیفیت بندہ تصور کرے وہ حادث ہوگی اور حادث سے
اللہ تعالے پاک ہی تو اُسکی کیفیت کبھی معلوم نہین۔ اور چونکہ اللہ تعالے نے استوار علی العرش کو بیان فرمایا تو ہم یہ نہین کہتے ہین کہ

یہ کچھ نہیں ہی بلکہ یقین کرتے ہین کہ جو کچھ اُسنے فرمایا وہ صحیح ہی اور کیفیت ہمکو معلوم نہین ہی ہان اتنا یقین ہی کہ کوئی تشبیہ وتمثیل و
تصور یہان نہین ہی۔ پس یہ طریقہ تو سلف الأئمہ واماموں کا ہی کہ ایسی آیات کو جو اللہ تعالے کی شان مین ہین ظاہر بدون تاویل کیے
اسطرح ایمان لاتے ہین کہ جسطرح وارد ہوا بدون کیفیت کے اور یقین جانتے ہین کہ یہان قیاس وگمان ووہم وغیرہ سب باطل ہی
اور پچھلے علماء رح نے ان آیات مین تاویلین کین تاکہ سمجھ سے موافق ہوجاوے ولیکن بے ضرورت تاویل ہی اور بکثرت احادیث جو
صفات مین وارد ہین اُنمین تاویل بعض جگہ بنتی ہی اور بعض جگہ بالکل نہین بنتی ہی تو تاویل بیکار ہی اور کوئی آدمی جسکو ذرا بھی عقل ہی
ایمان لانے کے لیے اس بات پر ہٹ نہین کریگا کہ مجھے شان وصفت الٰہی کا علم ہوجاوے اس لیے کہ مخلوق کو اتنی مجال نہین
کہ حضرت خالق تبارک وتعالے کا علم حاصل کرے لہذا آیات واحادیث صفات کو اپنے معنی پر یقین کرے بدون دخل اپنے قیاس کے
اور جان لے کہ یہ صفت الٰہی ہی جسطرح اُسکی شان پاک کے لایق ہی اُسی طرح ہی۔ پھر قولہ ثم استوی۔ مین حرف ثم اس امر پر دلالت کرتا ہی
کہ آسمانون وزمین پیدا کرنے کے بعد صفت استوار عرش ظاہر ہوئی اور وہ پاک پروردگار قبل اسکے عرش سے مستغنی تھا اور بعد اسکے
بھی کیونکہ اوتعالے کو کسی چیز حادث کی طرف احتیاج محال ہی اور صفات الٰہی سب قدیم ہین اُنمین کچھ تغیر وتبدل نہین ہوسکتا
ہان ظہور اوقات مختلف مین ممکن ہی۔ بالجملہ سچا طریقہ ایمان کا وہ ہی جسپر صحابہ وتابعین گذرے کہ بیشک بے تردد وہ ایمان لائے تھے اور ہم بھی ایمان لاتے
ہین کہ اللہ تعالے نے چھ روز مین آسمانون وزمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر جسطرح اُسکی شان پاک کے لایق ہی مستوی ہوا۔ یُدَبِّرُ
الْأَمْرَ تدبیر فرماتا ہی امر کی۔ اس جملہ کو بدون واو عطف کے فرمایا کیونکہ یہ گویا سابق کلام کی تفسیر وتفصیل ہی تدبیر لغت مین نظر
کرنا ادبار امور کو یعنے انجام کار مین نظر کرنا کہ اچھی صورت پر واقع ہو اور امر بمعنی شان وحال ہی اور جناب باری تعالے مین
تدبیر کے معنی قضا وقدر کا جاری کرنا نہایت حکمت وکمال قدرت پر کیونکہ اوتعالے کا علم محیط ہی اور اُسی کے خلق سے تمام مخلوق ہی لہذا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ معنی یہ ہین کہ امر خلائق کی تدبیر فرماتا ہی اُسکے علم سے ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہی نہ آسمانون مین اور نہ زمین
مین اور نہ کوئی حال وشان اُسکو مشغول کرسکتی ہی اور نہ بےشمار مخلوق کی حاجات ودعاؤن مین کچھ سہو ہوتا ہی اور نہ جنگلون وپہاڑون
وآبادیون وآسمانون وزمینون وملائکہ وجن وانسان ووحوش وطیور وکرورون اقسام کے حشرات الارض وچیونٹیان ومکھیان اور بے انتہا
خلقت جسکے علم سے وہی آگاہ ہی کسی کے رزق وجزا وسزا ودعا وعطا مین ذرہ برابر تغیر وفرق ہوسکتا ہی اور ہر جانور کا روزینہ اللہ تعالے
کے فضل پر ہی اور کوئی پتی بدون اُسکے علم کے نہین گرتی اور کوئی دانہ زمین کے اندر بدون اُسکی اجازت تغیر نہین پاتا اور جو کچھ رطب
ویابس ہی سب کتاب مبین ولوح محفوظ مین موجود ہی۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یدبر الامر یعنی امر کائنات کو بمقتضاے حکمت بالغہ
وکلمہ قدیمہ مقدر فرماتا اور اُسی کے حکم وتحریک پر اسباب نازل ہوتے واُسی کے فعل وقدرت سے خلق جاری ہی۔ بالجملہ جب کافر لوگ
حضرت حق تعالے عزوجل کے اس اقتدار عظیم کو دیکھین اور اُسکی عظمت وجلال مین فکر وغور کرین تو آنکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت
مین کچھ تعجب وشک نہوگا کہ اللہ تعالے کی معرفت تعلیم فرماتا ہی اور آنکو کچھ شک نہ رہے کہ ایسا خلاق العلیم سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ
العظیم وہی ہمارا رب کریم ہی اُسی کے واسطے الوہیت وربوبیت مختص ہی اور اُسی کے ہم بندے ہین تو بندگی خالص اُسی کی ہی پس بتون
وغیرہ کسی چیز کا شرک ہو محض باطل ہی اور رہا یہ گمان کہ بت وغیرہ ہماری حاجت برلاتے ہین اللہ تعالے کے یہان ہمارے شفیع وسفارشی
ہین تو محض باطل گمان ہی اوّل تو بت پتھر کے خود تمہارے ہاتھون کے تراشے ہوے پس وہ تم سے بھی بدتر ہین دوم اُنکو گویائی ہی نہین ہی

تیسرے پتھر کو نہ عقل نہ شعور - چوتھے حضرت رب العزۃ ذو الجلال والاکرام کے دربار عظمت وجلال کبریائی مین دم مارنے کی مجال کہان ہی
اور بدون اسکے حکم کے زبان حرکت کہان کر سکتی ہی قال اللہ تعالے مَا مِنْ شَفِيعٍ اسے لا احد شفیع یشفع لاحد - کوئی سفارش
کرنے والا جو کسی کے لیے سفارش کرے ہو نہین سکتا - اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ مگر حق عز وجل کی اجازت کے بعد - پس بدون اسکی اجازت
کے کسی کی زبان ہل نہین سکتی کہ سفارش کر سکے تو اگر بتون کے زبان ہوتی اور شعور ہوتا اور بول سکتے تو بھی بیکار تھے کہ بدون رضامندی
حق عز وجل کے انکو مجال سفارش نہوتی - اور ظاہر ہی کہ جو بندے کہ اپنے پروردگار کے سوائے دوسرے کی بندگی کرین تو اللہ تعالے
ایسے مشرکون سے راضی نہین اور سا تہر غضب فرماتا ہی اور بت اگر شعور رکھتے اور اپنے معبود بنائے جانے پر راضی ہوتے تو انکو بھی سخت
عذاب ہوتا اور بڑی ذلت ودکھ کی مار اٹھاتے پھر سفارش کیسی لہذا قطعی حکم دیدیا کہ ان اللہ لا یغفران یشرک بہ الآیۃ یعنی اللہ تعالے
یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے یعنی کوئی دوسرے کی بندگی کرے یا دوسرا اپنی بندگی پر اُس سے راضی ہو کیونکہ دونون مشرک
ومردود ہین - آیت مین دلیل ہی کہ اللہ تعالے کی اجازت سے شفاعت ہوگی چنانچہ آنحضرت صلعم کے واسطے حق تعالے عز وجل نے اجازت
کا وعدہ فرمایا ہی اللھم ارض عنا بفضلک وتوفنا مومنین مسلمین علی سنۃ نبیک محمد صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین - الحاصل اللہ تعالے
کی عظمت وکبریائی وقدرت وکمال ایسی ہی اور عظمت وجلال یہ کہ بدون اجازت کسی کی زبان نہین ہل سکتی - ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
یہی عظمت وجلال والا اللہ تعالے تمہارا رب ہی وہی معبود ہی اُسی کے تم بندے ہو اُسی کے واسطے عبادت وبندگی خالص وخاص ہی -
فَاعْبُدُوْهُ پس اُسی کی توحید کرو یعنی یقین کرو کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ - پس اُسی کی بندگی کرو - اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اے
تذکرون - کیا تم سمجھکر نصیحت نہین پکڑتے ہو - پس درحقیقت تعجب کے قابل یہ بات تھی کہ حضرت حق ذو الجلال والاکرام کی توحید
چھوڑکر بتون وغیرہ کے بندے بنگئے جس سے آنکھین اندھی ودل سیاہ ہو گئے تو اُلٹا تعجب کرنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آدمی ہین
اللہ تعالے کے رسول نہین ہو سکتے ہین باوجودیکہ یہ کلام معجز نظام کہ سراسر معرفت ہی اپنے دعوی رسالت پر معجزہ لائے تو بدبخت کافر
اُسکو جادو کہنے لگے حالانکہ اس امر کے قائل تھے کہ تمام مخلوق اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی ہی پس خود ہی اقراری تھے کہ وہی معبود برحق اور
اُسی کی بندگی خالص ہی - ف - عرائس البیان مین ہی کہ اللہ تعالے نے اپنی الوہیت کو اسرار عارفین واہل توحید کی تربیت کے واسطے
ذکر فرمایا بقولہ ان ربکم اللہ - پھر اہل یقین کے فرحت قلوب کے لیے آگاہ فرمایا بقولہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام - اسمین اہل عقل
کو بصیرت ہی اور چند ایام مین انکی خلقت فرمانے کا بیان سفینہ ہی کہ انسان سے عجلت دور ہو وقد قال تعالے وکان الانسان عجولا -
پس بالطبع انسان مین عجلت اسکی کمالات وترقیات مین بہت مضر ہی پس وجود نور قلب کے لیے درنگی وآہستگی ضرور ہی جیسے اس آیت
کریمہ مین اشارہ فرمایا ورنہ او تعالے ایک لمحہ مین کرورون آسمان بے انتہا پیدا فرما سکتا ہی - وقال تعالے ثم استوی علی العرش - پھر
عرش کو اپنی تجلیات کے لیے آئینہ بنایا اور انفاس صدیقین ومریدین کے واسطے وہی منتہی ہی - مترجم کہتا ہی کہ اس سے نازل مرتبہ
پر سدرۃ المنتہی وغیرہ ہین اور سورۃ النجم وحدیث المعراج مین بہت سے اسرار کی طرف اشارہ ہی جبکہ ہدایت الٰہی سے فکر سلیم نصیب ہو
پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ جو بندے صدق ارادت سے طالب حق عز وجل ہین انپر راہ بہت آسان فرمائی ہی قال تعالی یدبر الامر
ارواح کو علت حدوث وتعلق بالغیر سے پاک فرماکر راہ مشاہدہ دیتا ہی اور عارفین کے دلون کو کشف انوار صفات سے منور فرماتا ہی - پھر
بیان فرمایا کہ اللہ تعالے خود مختار ہی جسکو چاہا مقبول کیا اور جسکو چاہا مطرود فرمایا اسمین کسی مخلوق کو مجال نہین ہی بقولہ من

شفیع الامن بعد اذنہ۔ پس جس بندہ مخلوق کو زبان انبساط ویدی وہ سوال ودعا کرنے لگتا ہی اور دوسرون کی شفاعت کرتا ہی ورنہ حادث کو کیا مجال و اسکی کیا ہستی ہی کہ اللہ تعالے کی عظمت وجلال کے سامنے دم مارے۔ پھر حسن وصف سے موصوف فرمایا اسی کو اہل معرفت کے لیے واسطے حصول معرفت کے بیان کیا لقولہ ذلکم اللہ ربکم۔ پھر معرفت کے بعد انکو عبادت کی طرف بلایا۔ لقولہ فاعبدوہ معرفت کے ساتھ اسکی عبادت کرو کیونکہ خلق سے یہی معرفت توحید مقصود ہی لقولہ تعالے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی توحید ومعرفت حاصل کرین۔ پھر انکو فکر وغور سلیم کی طرف آمادگی دلائی لقولہ تعالے افلا تذکرون۔ دریاے فکر مین خوض نہین کرتے کہ حقایق صنائع الٰہی حاصل کرو جنسے حقائق انوار ملتے ہین اور انسے لطائف اسرار منکشف ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ توحید وتفکر کا حکم دیا کہ یہ اسوقت حصول کمالات وقبولیت کا عمل کسبی ہی پھر جزاء وسزاے واقعی سے جو بلا اختیار خواہ مخواہ واقع ہونے والا ہی آگاہ فرمایا۔

اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ لِیَجۡزِیَ

اسی طرف پھر جانا تم سب کو وعدہ ہی اللہ کا سچا وہی بنادے پہلے پھر اسکو دوہرا دیگا تا بدلا دے انکو

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ

جو یقین لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوے انکو پینا ہی کھولتا پانی

وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ۝

اور دکھ کی مار اسپر کہ منکر ہوتے تھے

واضح ہو کہ ضمیر الیہ راجع بجانب اللہ تعالے جو رب وخالق ومالک ہی۔ مرجع لوٹنا یا مقام بازگشت جمیعًا تاکید۔ وعد اللہ۔ مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اے وعد اللہ وعدًا۔ اور اپنے نفس کا خود مؤکد ہی کیونکہ قولہ الیہ مرجعکم۔ خود بھی وعدہ الٰہی ہی۔ حقًا بھی مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اور مؤکد غیر کا ہی یعنے وعد اللہ جسپر دلالت کرتا ہی اسکی یہ تحقیق کرتا ہی۔ اس آیت سے شروع کیا کہ اللہ تعالے نے یہ تمام مخلوقات جو عجائب قدرت وصنعت الٰہی پر دلیل ہی تمہارے امتحان وفکر کرکے توحید حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمائی پس تم مہمل نہین چھوڑے گئے بلکہ خواہ مخواہ تمکو بدلا دیا جائیگا پس فرمایا۔ اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا اللہ تعالے ہی کی طرف تمہارا سب کا مرجع ہی یعنے پیدا ہوئے پھر ہلاک ہوکر یوم بعث ونشر کو اسی کی طرف پھر جاؤگے کسی اور کی طرف جنکو شریک بناتے ہو نہین مرجع ہی پس اسکے حضور مین جانے کا سامان کرو۔ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا وعدہ دیا تم کو اللہ تعالے نے یہ وعدہ اور اسکو خوب محقق کر دیا اسمین ذرا خلاف نہین ہوسکتا اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ اللہ تعا ابدار فرماتا ہی خلق کو اسطرح کہ انکو پیدا کر دیا پھر اعادہ فرماویگا باین طور کہ ہلاک کرکے پھر بعد موت کے یوم الحشر کو اٹھاویگا پس جس حالت پر مرے ہین اسی حال پر اٹھینگے۔ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ یہ پیدائش واعادہ اسواسطے ہی کہ بدلا دیوے اللہ تعالے ان بندون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ساتھ عدل کے۔ یعنی اپنے عدل وانصاف کے ساتھ۔ یا یہ معنی ہین کہ ان مومنون نے جو عدل اختیار کیا تھا یعنے تمام امور مین اعتدال شرعی سے تجاوز نہین کرتے تھے اگرچہ انکے نفوس فساد کی طرف خواہش کرتے ہون وعدل شرع سے ناگواری اٹھاتے ہون۔ یا عدل سے مراد ایمان ہی اسواسطے کہ ایمان عین عدل ہی چنانچہ ایمان یہی ہی کہ خالق عز وجل کی جناب مین ادب ہو پس خالق کو پہچانے اور اسکے حقوق بجالاوے اور اپنے آپ کو اسکا بندہ مخلوق جانے اور آپس مین بندون سے خالق عز وجل کے حکم کے موافق برتاؤ کرے پس

ایمان عین عمل عظیم ہی جیسے شرک ظلم عظیم ہی۔ بیضاوی رحہ نے کہا کہ یہی معنی اوجہ ہین۔ یعنی یہ ہووے کہ ایمان والون کو اُنکے ایمان کا ثواب عطا فرماوے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اور جن بندون نے کفر کیا اُنکے لیے پینے کو حمیم ہی اور دُکھ کی مار ہی بسبب اُنکے کفر کیے۔ کہ یعنی مخلوق ہوکر خالق عز وجل کی عبادت سے منکر ہوے اسطرح کہ غیر کو شریک جانا۔ یہ جملہ مقابلہ مین جملہ اول کے ہی۔ اور اصل مین یہ معنی تھے کہ ولیجزی الذین کفروا وعملوا السیآت بظلمہم۔ اور تاکہ سزا دیوے اُن لوگون کو جنھون نے کفر کیا اور بُرے کام کیے بین توجہ اُنکے ظلم و شرک کے۔ پھر بلاغت کاملہ سے اس جملہ کو اس اسلوب پر بدل دیا پس اسمین بہت سے فوائد پیدا ہوگئے ازانجملہ یہ کہ ظاہر ہوا کہ اہل کفر اسی عذاب کے مستحق ہین۔ ازانجملہ یہ کہ تنبیہ ہوئی کہ خلق واعادہ سے اصل مقصود ثواب کا بدلا دینا تھا اور عذاب تو بالعرض واقع ہوا۔ ازانجملہ تنبیہ ہوئی کہ مومنون کے ثواب دینے مین اللہ تعالے بذات پاک متولی ہی پس جب اُسکے فضل وکرم پر اُنکو ثواب ملا تو اُسکی کچھ انتہا نہین اور وہ فہم بشری سے باہر ہی اسیواسطے اسمین کوئی تفصیل نہین فرمائی اور کافرون کا عذاب فقط اُنکے اعمال بد کا مساوی بدلا ہی کچھ زیادہ بالکل نہین ہی گویا اُنکی بداعتقادی وبداعمالی خود اُنپر یہ بیماری ودُکھ کھینچ لائی۔ حمیم نہایت گرم پانی۔ اور یہ نچوڑ جلتا ہوا خود جہنمیون کا اُنکو ملیگا جس سے آنتین کٹ گرینگی بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جملہ گویا کلام سابق یعنے قولہ الیہ مرجعکم الخ کی تعلیل ہی کیونکہ جب پیدا کرنے ومارنے اور پھر اعادہ کرنے سے اصلی مقصود یہ ہوا کہ ہر مخلوق کو جو اعمال کی پابند کی گئی ہی اُسکے برتاؤ کے موافق بدلا دیا جاوے تو خواہ مخواہ ہر ایک کا مرجع اسی کی طرف ہوگا۔ اور اسکے مؤید قرارۃ عبداللہ بن مسعود رضہ واعمش رحمہ اللہ ہی کہ انھون نے قولہ انہ یبدء الخلق کو بفتح ان پڑھا یعنی لانہ یبدی الخلق پس جملہ بلام تعلیل ہوا۔ واضح ہو کہ قولہ الیہ مرجعکم۔ مین ضمیر خطاب بجانب اہل عقل ہی اور جملہ تعلیلیہ مین۔ یبدی الخلق۔ عام خلق فرمائی۔ تو اشعار ہی کہ سوائے عقلاء کے جانور وغیرہ سب کا اعادہ ہوگا حتی کہ سینگون والی بکری سے بے سینگون والی کے مارنے کا قصاص لیا جائیگا جیسا کہ حدیث مین صحیح ہوا ہی اور فرق عقلاء مین وانمین یہ ہی کہ حیوانات بعد قصاص وبدلے کے خاک کردیے جاوینگے بخلاف کفار ومشرکین کے کہ وے دائمی جہنمی ہونگے جیسے دنیا مین اُنپر کرامت تھی کہ سب سے افضل کیا ویسے ہی عذاب مین سب سے خوار ہونگے فافہم واللہ اعلم ف۔ وفی العرائس قولہ تعالے الیہ مرجعکم جمیعا۔ اسمین اشارت یہ بھی ہی کہ جب ہر غریق وخائف وحیران وتائب وقاصد وطالب کا وہی مرجع ہی تو ہر مجذوب کو اُسکی ایک صفت پاک جذب کرتی ہی پس عاشق کا مرجع اُسکا جمال مبارک ہی اور عارف کا مرجع اُسکا جلال اور موحدین کا اُسکی کبریائی اور خائفین کا اُسکی عظمت اور مشتاقین کا وصال اور محبین کا قرب اور مرجع اہل فنا اُسکی ذات پاک ہی پس اُسکی ذات پاک کے انوار مرجع ارواح قدسیہ ہین اور انوار صفات مرجع قلوب شیفتہ وانوار افعال مرجع عقول حیران تعالے اللہ سبحانہ۔ قال المترجم پس وہان کسی حادث وحدوث کو رسائی نہین ہی اور طرق معرفت سب مسدود ہین سوائے اسکے کہ قدم کی صفت سے قدیم کی طرف معرفت ہوا اور یہ طریقہ عقلی نہین ہی کیونکہ عقل اسمین خود حیران ہی پس اُسکا طریقہ یہی ہی کہ اتباع رسول اللہ صلعم تمام وکمال ہو اور بغیر چون وچرا کے تصدیق تمام اُسی پر قائم وثابت رہے یہان تک کہ اللہ تعالے عطا فرماوے وہ قوت جو محل المعرفۃ ہی اور اُسکا بیان اس حدیث صحیح مین ہی۔ لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل الی آخر الحدیث واللہ تعالے اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالے پاک برتر عالی متعالی ہی وہان کسی حادث کو مجال نہین ہی اور بیان اسکا آخر آیت مین ہی قولہ تعالے وعد اللہ حقا انہ یبدی الخلق ثم یعیدہ۔ عدم سے تجلی قدم اُنکو ابداع فرمایا پھر قہر سلطانی سے اُنکو معدوم کیا پھر براہ شفقت

انکا ارادہ فرمایا کہ اہل عرفان کو نعمت کشف جمال عطا ہو۔ کما قال تعالے لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات بالقسط۔ یعنی جن بندون
نے ملکوت کو مشاہدہ کیا انکو کشف جمال جبروت عطا فرماوے اور جن بندون نے اپنے سرائر کو درست کرکے نزول انوار کے لیے پاک
کیا تھا انکو قرب وصال عطا فرماوے اے برادر جو اس سفر دنیا سے شوق دل کے ساتھ بیان کلفتون کو پاکیزگی کے ساتھ اُٹھاتے ہوئے
وہین کا دھیان لگائے ہوے پہونچتا ہی حق تعالے انکو نعمتون سے سرفراز کرتا ہی جنکا کچھ بیان نہین ہو سکتا۔ اسی پر اکتفا کرو کہ حضرت سید المرسلین
صلعم نے قسم سے بیان فرمایا کہ جنت مین ہاتھ بھر جگہ تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہی۔ جنید رح نے کہا کہ قولہ الیہ مرجعکم۔ اُسی سے ابتداء اور
اُسی کی طرف انتہاء ہی اور درمیان مین فضل ونعمت کے باغ ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ درمیان مین معرض امتحان مین دنیا وما فیہا ہی
کہ اسپر تجلی قہری ہی پس جسنے اُسکو امتحان مین موافق رضاے حق تعالے یعنی موافق شرع پاکیزہ لیا اگرچہ اُسکے نفس پر گران ہو اور
اسیقدر پر اکتفا کیا اور بالکل اُسکو اُسکی محبت سے نہین لیا بلکہ باغ حقیقی یعنے اعمال صالحہ کے لیے لیا تو اُسکے لیے دنیا کی اتنی چیزین
بالتبع اور اصلی باغ اعمال صالحہ ہین پس شیخ نے فقط اہل ایمان کی تخصیص کی لہذا یون فرمایا کہ درمیان مین باغ فضل ونعمت ہین پس
جسکے لیے ابتدا مین سعادت سابق ہو گئی تو اُسکے لیے باغہاے مذکور مین نعمتون کے اظہار مین زبان شکر و دل راضی و دیدار منعم حقیقی
ہی اور جسکے لیے ابتدائی سعادت جاری نہین ہوئی اُسنے تمام عمر اپنے نفس کی خواہش مین اور فانی اموال جمع کرنے مین برباد کی تاکہ ابتدا ہی
مین جو شقاوت اُسکے حق مین مقدر ہوئی آخر اُسی طرف مردود ہو لہذا قال تعالے الیہ مرجعکم جمیعا۔ پس اللہ تعالے کی طرف راجع درحقیقت
وہی ہی جسنے تمام ماسواے حق تعالے سے منھ موڑ کر اُسی کی طرف رجوع کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اشارت یہ فرمائی کہ اللہ تعالی کی درگاہ مین
مرجع واقعی یہ تھا کہ خوشی ورضا کے ساتھ ہو جسپر انعام واکرام ہی اور یہ مومنون کے لیے مخصوص ہی اور رہے کفار ومشرکین ومنافقین
تو وہ مقہور ومجبور اُسکی طرف مردود ہین ورنہ باختیار خود تو ہمہ تن دنیا وما فیہا کی طرف راجع تھے پس مرجع اُنکا عذاب شدید کی طرف ہی
استاذ رح نے کہا کہ رجوع مقتضی ہی کہ ارواح کے لیے جسم مین ہونے سے پہلے وجود ہو پس مقامات تسبیح وتقدیس مین مقیم تھین پس
جو کوئی سفر کو جاتا ہی جب وہ واپس آتا ہی تو اہل محبت اس سے خوش ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ مثال ایسی ہی کہ جیسے مالک کے دو غلام
سفر کو تجارت کے لیے گئے جنمین سے ایک کے پاس مالک کے قاصد نے جو پیغام پہونچایا تھا اُسنے اُسی کی پابندی کرکے نفع اُٹھایا
اور دوسرے کے پاس وہی پیغام پہونچا مگر اُسنے پیغام کو خوب استوار یقین کرنے کے باوجود لہو ولعب مین زیادہ اوقات گذارے
اور کچھ نفع نہین کمایا لیکن سرمایہ بھی باقی رکھا اور تیسرے کو وہی پیغام پہونچا اسنے قاصد کو برا بھلا کہا اور اپنی رائے کی پابندی کی اور
اس سے بڑھکر یہ کیا کہ وہان ایک اور آقا کی غلامی اختیار کی پھر پہلا غلام واپس ہو کر مالا مال اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہوا
دیکھا کہ مالک سلطان روے زمین ہی اُسنے اُسکی حسن خدمت پر تمام کمائی اُسکو بخشی اور نعمت بیقیاس و وزارت اُسپر فضل وکرم سے
مزید فرمائی اور دوسرا غلام حاضر آیا مگر شرمندہ پس مالک نے اُسکو کچھ تنبیہ وتادیب کے بعد بخشدیا اور تیسرا غلام بفرمان سلطانی گرفتار
ہو کر مع اُس شخص کے جسکو وہان آقا بنالیا تھا حاضر ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ شخص جسکو آقا بنایا ہی مالک کا مملوک ونافرمانی سے بھاگا ہوا
نہایت نجس ونامعقول ہی پس مالک نے دونون مردودون کو جہنم مین ڈالدیا۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت باری جل سلطانہ وعز برہانہ
ایسا پاک معبود ہی کہ اُسکی جناب مین جو مثال ونظیر بیان کیجاتی ہی وہ کسی طرح بن نہین پڑتی ہی کیونکہ جس سے مثال بیان کیجاویگی لامحالہ
حادث چیز ہوگی اور حوادث سب مخلوق ومملوک وہیچ وپوچ ہین پھر حضرت قدیم تعالے وتقدس تک کہان رسائی ممکن ہی یہان عبارت

قاصر بیان عقل حیران یہان تو اسی کے فضل پر ہدایت و معرفت ہے ۔ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم + وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم + جو کچھ ہے اسکی مخلوقات ہے ولیکن ہدایت و کرم عفو پر بھروسا کرکے شرمندگی و عاجزی کے ساتھ زبان پر حرف لایا جاتا ہے اللہ تعالے عفو فرماوے ہم بندے اسی طرح آپس مین ناچار ایک دوسرے کو انھین حرفون مین سمجھاتے ہین اللہم اعف عنا واغفر لنا۔ پھر شیخ نے لکھا کہ جب فرمان بردار مطیع بندہ حاضر ہوا تو اسکو وہ بھلائی ملی جو اُسکے قیاس و گمان و وہم سے کہین بڑھکر تھی بلکہ کسی طرح وہم مین نہین آتی اور نہ کوئی نسبت ہے اور ثواب ملا اور قرب و منزلت حاصل ہوئی ہر دم ترقی اور کہین انتہا نہین ہے اور سا قراری گنہگار غلام جب اخلاص کے ساتھ شرم مین ڈوبا ہوا افسوس و آہ کرتا ہوا لوٹا تو اسکو کرم کے ساتھ درگذر فرمانے کا تمغہ و مغفرت و عفو کا لباس خلعت و امان مل گیا۔ واضح ہو کہ جو حق تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور وحی خاص سے احکام بھیجے سب قطعی ہین وقد قال تعالے وعدا اللہ حقا۔ پس صالح بندون کو فردوس اعلی و رضوان اکبر ہے اور گنہگار شرمسار کے لیے رحمت و رضاء و لطف حق عزوجل ہے۔ پس رحمت تو وصف حق جل وعلا ہے اور وصل صفت اجل کہ اسکو دوام بقا ہے مترجم کہتا ہے کہ اشارت سے فرق بتلا دیا اور یہان تقریر کو گنجایش نہین ہے ولیکن مجھے اتنی تنبیہ کی ضرورت ہوئی کہ یہ وہم ہو کہ گنہگار پر رحمت و بخشش دائمی نہین بلکہ جو بخشا گیا وہ ہمیشہ جنت مین ہے اور احادیث دیدار حق سبحانہ عزوجل مین بہت اشارات ہین از انجملہ یہ ہے کہ اعلی درجہ اُن بندون کا ہوگا جو ہر وقت اس کرم مین غرق ہین اور ادنی وہ ہین کہ اُنکے واسطے میعاد ہے فافہم واللہ ولی الحق وهو یہدی السبیل۔ استاذ رح نے کہا کہ تمام عمر مین جس بندے کو ایسا وقت جب کبھی مل گیا کہ جیسا اُسکا آغاز وجود تھا تو اشارہ مین اُسکے لیے اعادہ متحقق ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نعمت کبیرہ ہے اور حدیث صحیح مین ایک قصہ طویل ایک بندہ مقبول ازلی کا ہے جو شوق ایمان مین سفر دراز طے کرکے گرد آلودہ حاضر ہو کر عین صدق سے ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اسوقت تو ایسا ہے جیسا کہ مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اسقدر خوشی ہوئی کہ اُسی مین مسکراتے ہوئے جان بحق تسلیم ہوئے رضی اللہ تعالے عنہ وعن اصحاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم اجمعین۔ پھر حق تعالے عزوجل نے عالم کو نورانی فرمانے کی قدرت کاملہ اور وحدانیت کے دلائل ساطعہ پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالی۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ
وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اُجالا اور ٹھہرائین اُسکو منزلین تو پہچانو گنتی برسون کی
وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○
اور حساب نہین بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک قوم پر جنکو سمجھ ہے

هُوَ الَّذِي وہی پاک ذات معبود برحق وحدہ لاشریک ہے جسنے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً کردیا آفتاب کو ضیاء یعنی ذات ضیاء یعنی ضیاء والا کردیا سورج کو۔ ضیاء مانند قیام کے مصدر ہے یا ضوء کی جمع ہے جیسے سوط کی جمع سیاط آتی ہے اور یاء تحتانیہ اسمین واو سے بدلی ہوئی ہے۔ وَالْقَمَرَ نُورًا اور کردیا چاند کو نور یعنی نور والا۔ اور اللہ تعالے نے دونون کو ضیاء و نور فرمایا اور نور والا نہین فرمایا تو مانند زید عدل ہے وصف مین مبالغہ ہے۔ پھر نور کا لفظ ہر روشنی کو شامل ہے چنانچہ قولہ تعالے ذہب اللہ بنورہم مین بیان ہوا ہے ضوء خاص حدہ تیز روشنی کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ جو روشنی کہ بالذات ہو وہ ضوء ہے اور جو بالعرض ہو وہ نور ہے پس اسمین تنبیہ ہے

کہ آفتاب کو خود روشن پیدا فرمایا اور چاند کو اُسکے مقابلہ سے روشنی پاکر روشن ہو جانے والا پیدا کیا - بالجملہ یہ دونوں جرم مخلوق اور مطیع ومنقاد ہیں اور اُنکی پرستش کرنے والے جاہل ومشرک وسفیہ ہیں اور جنکو اللہ تعالےٰ نے ایمان عطا فرمایا وے ان دونوں کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی جانتے ہیں اور بعض سلف سے مروی ہی کہ سورج وچاند کے مُنھ آسمان کی طرف اور پشت ادھر ہی ولیکن کسی مرفوع حدیث میں یہ بات نہیں آئی پس اولے یہ ہی کہ اسی قدر پر اکتفا کیا جاوے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ لے سورج کو مضی اور چاند کو منور پیدا کیا - وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقدر کیا اُسکو منازل - بیضاوی رح نے کہا کہ قدرہ کی ضمیر ہر واحد کے لیے ہی یعنی ہر واحد کی رفتار کے منازل مقرر ومعین کردین یا منازل بمعنی ذی منازل ہو یعنی ہر ایک کو مقرری سیرون والا کر دیا - پس ہر ایک اپنی گردش مین اور سفر مین مقرری منزلون سے تجاوز نہین کرتا - مترجم کہتا ہی کہ اس تقریر سے یہ وہم دفع ہوا کہ قدرہ کی ضمیر مذکر ہی اور شمس مونث سماعی ہی تو قدرہا چاہیے تھا پس قاضی رح نے دفع کر دیا کہ ضمیر ہر واحد کی طرف ہی یعنے - قدر لکل واحد منہما - اور اولی یہ ہی کہ ضمیر فقط قمر کی طرف ہو اور ذکر اگرچہ دونون کا ہوا لیکن ضمیر مذکر سے التباس نرہا کیونکہ شمس مونث مستعمل ہی اور شمس کے منازل سے عموماً عرب بلکہ عموماً عوام واقف نہین ہوتے ہین اور یہان عموماً ہر ایک کو عبرت اور حسن قدرت آلہی پر تنبیہ مقصود ہی اگرچہ عبارت بلیغہ دونون کو بھی شامل ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور اسی کو ثانیاً بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ یا قدرہ کی ضمیر بجانب قمر راجع ہی یعنے اللہ تعالےٰ نے قمر کے منازل مقدر فرمائے اور اس سے یہ لازم نہین کہ آفتاب کے منازل نہون - رہا یہ امر کہ قمر کو خاص کر کے کیون بیان کیا تو مترجم نے اوپر ایک وجہ کی طرف اشارہ کیا اور دوسری وجہ قاضی رح نے بیان کی کہ قمر کی رفتار تیز ہی اور اُسکے منازل معائنہ ہوتے ہین اور شرعی احکام اس سے متعلق ہین مترجم کہتا ہی کہ یہان کچھ شرع ماننے والون کی خصوصیت نہین بلکہ عموماً ہر ایک کو تنبیہ بوحدانیت آلہی تعالےٰ منظور ہی پس کمال قدرت دیکھین اور احسان بھی دیکھین کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو منور اور اسطرح منازل کے ساتھ مقدر پیدا کر کے احسان کیا لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ - تاکہ جان لو تم لوگ شمار سال کا اور حساب سنین جمع سنہ بمعنی سال اور حساب سے یہ مراد کہ ہفتہ ومہینہ وایام جو تمہارے معاملات مین پڑتے ہین اُنکو معلوم کر لو - اور مفسر رح نے منازل کی تفسیر مین لکھا کہ اٹھائیس منازل اسیقدر راتون کے مقدر ہوئین یعنے ہر مہینہ ہر رات اُنمین سے ایک منزل مین ہوتا ہی اور جب مہینہ تیس کا ہو تو ایک رات دن اور جب انتیس کا ہو تو ایک دن چھپ جاتا ہی کمالین مین کہا کہ کبھی تین رات بھی چھپتا ہی اور اسپر بعض اہل الہیئۃ کا قول شاہد لایا - مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ مفسر رح نے شاید یہ تفسیر بطریق علم الہیئتہ ہی اور چونکہ بالاجمال تقدیر منازل نص مین مذکور ہی تو ایسی حالت مین یہ قول لینا مضائقہ نہین ہی بخلاف علم نجوم وغیرہ کے یا دیگر امور علم الہیئۃ کے جو خلاف نصوص ہین یا رجم بالغیب ہین اُنکو لینا یا اُسپر اعتماد کرنا حلال نہین ہی اگرچہ بعض لے فی الجملہ اُنمین مخالفت کی ہی اور بعض نے فقہ کے ایک مسئلہ سے استدلال کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو نجوم سکھلا دے اور مثلاً دس روپیہ ماہواری دونگا تو فقہ مین لکھا ہی کہ اجرت واجب ہوگی - پس اُس شخص نے استدلال کیا کہ یہ جائز ہی بدلیل ایجاب اجرت کے اور اسکا جواب یہ ہی کہ ایجاب اجرت کا حکم باعتبار ظاہر قضاء کے ہی چنانچہ اور مسائل بھی ایسے موجود ہین کہ باوجود عدم جواز فعل کے وجوب اجرت کا حکم دیا اور یہ تنصیص کر دی کہ یہ فعل مکروہ ہی پس اس سے استدلال نہین ہو سکتا - بعض لے اس آیت سے نکالا کہ علم حساب سیکھنا جائز ہی - مترجم کہتا ہی کہ ظاہر لفظ سے یہ استدلال کیا گیا ہی اور میرے نزدیک حق یہ ہی کہ اصل مقصود زندگی دنیا کا یہی ہی کہ سورج وچاند کی طرح اپنے منازل طاعت واتباع سنت کو استقامت سے پورا کرتا رہے اور جب آدمی سب مخلوق سے اکرم ہی تو اُن

دونون سے بڑھکر نور ایمان سے منور ہوا اور جو امر کہ اسکے حق مین ذخیرہ آخرت نہو اس سے احتراز کرے پس اللہ تعالے نے ضرورت واکثر حاجت کے واسطے چاند کا حساب کافی کر دیا ہی اور یہ اصل ہی اور اس سے زائد جہان تک مفید ہو اور لا یعنی نہو جائز ہی ورنہ اثنا وقت طاعت و ذکر الٰہی مین صرف کرے۔ بالجملہ جیسے جواز کی وجہ نکلتی ہی ویسے ہی یہ بھی نکلتا ہی کہ چاند کی اسطرح منازل کی خلقت تمھاری حاجت کے لائق شمار و حساب کے واسطے کافی پیدا کر دی ہی۔ بعض نے نکالا کہ شمار سال جان لینے مین علم تاریخ یعنی مثلاً اچھے لوگون کا سال پیدائش و وفات جان لینا جائز نکلا۔ بعض نے قولہ قدرہ کی ضمیر راجع کرنے مین اول توجیہ کے موافق لکھا کہ قولہ لتعلموا عدد السنین یہ نتیجہ آفتاب کی تقدیر منازل کا ہی یعنے آفتاب کی منازل مقدر فرمائے تاکہ تم لوگ اس سے سالون کی گنتی جان لو اور حساب نتیجہ تقدیر منازل قمر ہی۔ بالجملہ یہ دونون منور جرم اپنے خالق عز و جل کے مطیع و منقاد ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ آفتاب ہر روز غروب کے وقت سجدہ کرتا ہی اور اجازت چاہتا ہی پس اسکو حکم ہوتا ہی کہ مطلع سے پھر طلوع کرے یہ معانی اہل ایمان کے نزدیک یقینی ہین اگرچہ جہلاء بے ایمان کے خیال مین نہ آوین۔ حق تعالے نے فرمایا۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ نہین پیدا کیا حق تعالے نے اسکو یعنی جو مذکور ہوا ہی۔ اِلَّا بِالْحَقِّ مگر متلبس بحق۔ یعنی جو مذکور ہوا اسکو اللہ تعالے نے محض حق و درست و عین حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہی یہ کچھ عبث و بیکار نہین ہی اور جہان تک بندہ صحیح سالم فکر کرے تو علم کے ساتھ جان لیگا کہ انسان کے رزق و حیات و صحت وغیرہ کے یہ اسباب ہر دم اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین کمال حکمت کے ساتھ مسخر ہین نہ انکو خود کوئی تاثیر ہی اور نہ قدرت ہی جسنے انکو پیدا کیا وہی تمام مخلوق کا حافظ و رازق عجیب لطف سے ہی لہذا فرمایا۔ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ بصیغہ غائب اے یفصل اللہ تعالے یعنے مفصل بیان فرماتا ہی اللہ تعالے۔ دوسری قراءۃ مین۔ نفصل بصیغہ متکلم ہی یعنے حق تعالے فرماتا ہی کہ مفصل بیان فرماتے ہین ہم آیات کو یعنی اپنی قدرت و وحدانیت والوہیت کے دلائل و نشانیون کو۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ واسطے ایسی قوم کے جو جانتے ہین یعنی سوچ و فکر کر لیتے و جان جاتے ہین۔ لقوم مین لام بمعنی نفع ہی پس یہ مراد نہین کہ بیان کرنا عموماً سب کے واسطے نہین ہی بلکہ علم غیب سے آگاہ کر دیا کہ سب بندے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ یہ دلائل قدرت و وحدانیت بہت روشن ہین بلکہ نفع اس بیان سے فقط اہل ایمان و یقین ہی کو ہوگا پس یہ بیان انھین کے نفع کے لیے ہی۔ واضح ہو کہ آیات مین ہر شخص کو اپنی مقدار پر نفع ہوتا ہی اور اعلی اسکا انبیاء علیہم السلام کو ہی اور حدیث صحیح مین ہی جو کہ آنحضرت صلعم کے تہجد کے لیے اُٹھنے کے بارہ مین ہی کہ سبحان اللہ اس رات کیا کیا ابتلاء نازل ہوے ہین جگادو حجرون والیون کو یعنے (ازواج مطہرات) کہ بہتیری دنیا مین لباس والیان آخرت مین ننگی ہونگی۔ بالجملہ کوئی مومن ایسا نہین کہ اسکو ان آیات سے وحدانیت والوہیت الٰہی و فناے دنیا و تحقیق آخرت کا فائدہ حاصل نہو اسیواسطے اللہ تعالے نے آیات مابعد مین اسکو متفرع فرمایا ہی

ف۔ وفی العرائس قولہ تعالے ہو الذی جعل الشمس ضیاء الآیۃ۔ تفصیلی اشارات جو اس آیت کریمہ کی ہدایت سے غور کرنے مین حاصل ہون از انجملہ یہ ہی کہ آفتاب ذات پاک کو ارواح عارفین کے لیے ضیاء کر دیا پس ازل و ابد انکو نظر آیا اور قمر صفات کو عاشقون کے لیے نور کر دیا پس انکو اخلاق جمال و جلال نظر آئے پس صولت ذات سے ارواح مذکورہ عین ذات مین فنا ہوئین اور مشاہدہ صفات سے ارواح ثابتہ عین صفات مین فنا ہوئین پس آفتاب ذات ہر حال مین و تمام اوقات مین ارواح کی نظر سے پوشیدہ ہی اسیواسطے نہ اس سے غائب ہین اور نہ اسکو دیکھتے ہین کیونکہ مقام توحید ہی۔ سورج تو دن گزر کر رات مین غروب ہوتا ہی مگر دلون کا آفتاب کبھی غروب نہین ہوتا۔ اور صفات کا چاند حالت بسط مین دکھلائی دیتا اور حال قبض مین چھپ جاتا ہی اسیواسطے مقام صفا

کے منازل مین قلوب کا حال منقلب رہتا ہی پس جیسے آفتاب کی مواجہت مین کمی بیشی کے اختلاف سے چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہی ایسے ہی ماہتاب صفات کے ظہور خفا مین قلوب کا حال ہوتا ہی- پھر محبین کے دلون مین ہدایات کے منازل ہین کہ مواجید و حالات وغیرہ انھین منازل مین متفاوت ہین اور انفاس کا جریان موافق معرفت و محبت و اوقات و ارادت غیبیہ کے ہوتا ہی پس انھین اسباب کے اجتماع وغیرہ سے حالات معلوم ہوتے ہین اور قولہ تعالے لتعلموا عدد السنین و الحساب سے یہی اشارہ لیا گیا ہی- بعض نے کہا کہ آفتاب مختلف ہین پس آفتاب اعمال شریعت سے جوارح و اعضاء کو نور ہوتا ہی اور آفتاب تقوی و معرفت سے دل منور و علی ہذا روح و اسرار کی تنویر سے- بعض نے کہا کہ آفتاب توفیق سے بندون کو عبادت و طاعت کی روشنی ملتی ہی اور توحید کا چاند انکے دلون کو حلاوت سے مسرور کرتا ہی اور دونون لازم ملزوم ہین پھر دونون کے اتفاق سے حسب توفیق کامل یا کم و بیش کے بندہ کو منزلت ملتی ہی حتی کہ اعلی اسکا منزل صدیقیت ہی- بالجملہ ان آیات سے اہل عبرت را ور رغبت بدار آخرت و انقطاع از دنیا و حیات فانی ہی لہذا فرمایا اللہ تعالے نے-

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ

البتہ بدلنے مین رات اور دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان و زمین مین نشانیان ہین

لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا

ایک لوگون کو جو ڈر رکھتے ہین جو امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ۝ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا

اور جو ہماری قدرتون سے خبر نہین رکھتے ایسون کا ٹھکانا ہی آگ بدلا اسکا جو

يَكْسِبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ

کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کیے کام نیک راہ دیگا انکو رب انکا انکے ایمان سے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

بہتی ہین انکے نیچے نہرین باغون مین آرام کے انکی دعا اس جگہہ یہ کہ پاک ذات ہی تیری یا اللہ اور ملاقات انکی

فِيهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

سلام اور تمام انکی دعا اسپر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا

ع

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور فی اختلاف الخ خبر مقدم اور لآیات بلام تاکید و اعراب نصب کے اسم موخر ہی اور اختلاف کے معنی یہ ہین کہ انا ایک کا خلف دوسرے کے یعنی ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا اور یا ہر ایک کا خود مختلف ہونا اور ظاہر المفسر رح نے دونون کو جمع کر دیا اور معنی یہ ہین کہ بے شک رات و دن کے اختلاف مین یعنی ایک کے جانے اور دوسرے کے آنے مین اور کبھی گھٹ جانے و کبھی بڑھ جانے مین- وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ اور ان چیزون مین جو اللہ تعالے نے پیدا فرمائی ہین آسمانون مین مانند ملائکہ و سورج و چاند و ستارون کے- وَالْأَرْضِ اور زمین مین مانند جانورون و پہاڑون و دریاؤن و نہرون وغیرہ کے- لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیان و دلالات ہین اپنے خالق عز و جل کے وجود اور اسکی وحدانیت و کمال علم و قدرت پر

لِقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ایسی قوم کے لیے کہ جو اپنے خالق عزوجل سے تقوی رکھتے ہین اور انجام کار سے ڈرتے ہین کہ انجام خراب نہو پس
یہ آیات تو خود آیات ہین مگر قوم متقین کی تخصیص اسیواسطے فرمائی کہ انھین کو ان آیات سے نفع ہے اور انکا اتقاء انکو آمادہ کرتا ہے کہ
ان آیات مین فکر وغور کرکے اللہ تعالے کی طاعت وتقوی مین مستعد ومستحکم رہین ادنی یہ ہے کہ یہ چیزین اسطرح اپنے خالق عزوجل کی مطیع
ومنقاد ہین کہ کبھی نافرمانی نہین کرتی ہین اور سب سے منھ موڑکر اسی کی طرف راجع ہین پس اہل تقوی بھی خالص دل سے اپنے
پروردگار کی طرف راجع ہوتے ہین۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا جو لوگ کہ نہین توقع رکھتے ہماری ملاقات کے۔ کیونکہ وے
بعث وحشر سے منکر ہین اور جو چیزین انکو محسوس نظر آتی ہین انھین پر جم گئے اور ماسوائے ان محسوسات کے جو ملک عظیم وعجیب انکے
پیچھے ہے اس سے غافل وبھولے ہوئے ہین۔ وَرَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اور راضی ہو گئے ہین اسی دنیاوی زندگی پر جو ضرور
فانی ہو جاتی ہے مگر جہالت سے اسی فانی پر راضی ہوکر آخرت سے غافل ہو گئے ہین۔ وَاطۡمَاَنُّوۡا بِھَا اور مطمئن ہو گئے اسی حیات
دنیاوی پر یعنے تمام ہمت اسی دنیا کی لذتون پر مقصور کردی اور اسی کی آرایش واسی کی ناموری وغیرہ کو عین مراد سمجھکر اسی پر
مطمئن ہو گئے یا یہ معنی ہین کہ دنیاوی زندگی پر انکو ایسا سکون واطمینان ہے کہ کچھ گھبراہٹ وہان سے موت کی کچھ فکر نہین کرتے
ہین۔ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ اور وہ لوگ کہ جو ہماری آیات سے غافل ہین۔ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىھُمُ النَّارُ
بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ یہی لوگ ہین کہ انکا ٹھکانا دوزخ ہے بسبب ان بداعمال کے جنکو کماتے تھے۔ ان الذین۔ حرف مشبہ واسم
اسکا ہے اور والذین ہم۔ عطف ہے موصول اول پر اور اولئک خبر ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ اہل تقوی وہ ہین کہ جنکے واسطے مخلوقات
آسمانی وزمینی مین آیات وحدانیت الٰہی حاصل ہوتے ہین پس یقین کامل ایمان لاتے اور آخرت کی طرف راجع ہوتے ہین اور
فریق دوم وہ اہل کفر وطغیان ہین جو لقاء الٰہی کی امید نہین رکھتے کیونکہ آخرت سے منکر ہین اور حیات دنیا پر راضی واسی پر مطمئن ہین
اور وہ لوگ کہ آیات الٰہی سے غافل ہین تو انکا ٹھکانا جہنم ہے۔ پس قولہ ان الذین لا یرجون۔ معطوف علیہ۔ والذین ہم۔ عطف ہے اور
دونون اسم موصول سے مراد یا تو ایک ہی لوگ ہین یا دو فریق ہین۔ پس اگر ایک ہی فریق مراد ہین یعنے اہل کفر ونفاق تو عطف
کی وجہ بسبب تغائر ہر دو وصف کے ہے یعنے پہلا وصف انکا یہ بیان کیا کہ لقاء آخرت کے متوقع نہین وحیات دنیا پر راضی ومطمئن ہین
اور دوسرا وصف یہ کہ آیات الٰہی جن سے ہدایت پائے اُنسے بالکل غافل ہین یعنے دنیا واسکی لذات فانیہ مین ایسے منہمک ہوئے
کہ آیات مین فکر وسوچ ہی نہین کرتے پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ جہنم کی وعید انکو دو باتون پر ہے ایک تو آخرت سے انکار ودنیا پر رضامندی
اور دوم شہوات مین اسطرح انہماک کہ آیات ہدایت کی طرف توجہ ہی نہین کرتے محض غافل ہین پس جب دونون باتین جمع ہوئین تو
ضرور بموت دیگر جہنم مین ہمیشہ جلائے جاوینگے۔ اور اگر دو فریق مراد ہین تو اول فریق وہ کافر ہین جو آخرت سے منکر اور سوائے حیات
دنیاوی کے قائل ہی نہین ہین پس انکار آخرت وقیامت کفر ہے اور سزا اسکی یہ ہے کہ آخرت کے جہنم مین عذاب پاوین۔ دوم فریق
وہ لوگ مراد ہین جنھون نے سردست حقیر وناپائدار شہوات ولذات لہو ولعب مین منہمک ہوکر آیات سے غفلت کی اور اسکا کچھ
سامان نکیا پس اسمین گنہگار لوگ بھی داخل ہونگے اور دونون فریق کو عذاب جہنم کی وعید جبھی ہے کہ کفر ومعاصی سے توبہ ورجوع
نکیا ہو بلکہ اسی حالت پر مر گئے ہون۔ پھر اللہ تعالے نے آیات مین غور کرنے والون اور اپنے پروردگار پر تقوی رکھنے والون پر
احسان وفضل بیان کیا کہ ان آیات کے واسطہ سے ہدایت فرما کر داخل فضل عظیم کیا لقولہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بے شک جو بندے ایمان لائے اور انھون نے نیک کام کیے- يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ ہدایت دیتا ہی انکو انکا پروردگار بسبب اسکے کہ وہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہین- مفسر رح نے کہا کہ ارشاد و ہدایت اسطرح ہوگی کہ قیامت کے روز انکو ایک نور عطا فرماویگا کہ راہ پاوین- ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ بایمانہم مین بار موحدہ کے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ بار سببیہ ہو پس معنی یہ ہونگے کہ ہدایت فرماویگا انکو پروردگار انکا قیامت کے روز پل صراط پر ایک نور سے بسبب اسکے کہ وار دنیا دار امتحان مین وہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے تھے پس وہ پل صراط سے پار ہو جاوینگے اور نجات پاکر جنت مین داخل ہو جاوینگے- اور دوم یہ کہ بار استعانت ہو یعنے ہدایت باستعانت ایمان ہی- واضح ہو کہ نور قیامت کی جو تفسیر مذکور ہوئی وہ مجاہد رح کا قول ہی اور قتادہ رح سے مرسل مروی ہی کہ اعمال صالحہ کا نور ہوگا اور ایسا ہی ابن جریج کا قول ہی اور علی ہذا ایمان کا اطلاق اعمال صالحہ پر ہوگا- مترجم کہتا ہی کہ اعمال کا اعتبار جبھی ہی کہ ایمان کامل ہو- یہ جو کچھ مذکور ہوا ہدایت وارشاد قیامت ہی اور یہان کی ہدایت کے معنی بھی درست ہین چنانچہ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یہدیہم ربہم بایمانہم- یعنی ہدایت کرتا ہی انکو پروردگار انکا بسبب انکے ایمان کے یعنی ایسی راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہی کہ آخر کار جنت مین پہونچ جاوین- یا ایسی ہدایت فرماتا ہی کہ حقیقت و اسرار کو پاجاوین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایمان و علم کے موافق عمل کرتا ہی تو اللہ تعالےٰ اسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہی جسکو وہ نجانتا تھا- اور آیت کریمہ مین اگرچہ ایمان و اعمال صالحہ پر ہدایت مذکورہ کا ترتب بطریق مفہوم ظاہر ہوتا ہی لیکن قولہ بایمانہم کے منطوق سے صاف معلوم ہو گیا کہ فقط ایمان و یقین ہی مستقل سبب ہدایت ہی اور اعمال صالحہ اسکا تتمہ و ردیف ہین- تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ یہ جملہ مستانفہ ہی اسمین اہل ایمان کے اوپر نعمتون مین سے بعض کا بیان ہی یا حرف آن کے دوسری خبر ہی اور قولہ فی جنات النعیم تیسری خبر ہی یا حال ہی یا متعلق ہی- معنی یہ کہ جاری ہونگی- ان مومنون کے قصر و مکانات کے نیچے نہرین جنات النعیم مین یعنی نعمتون کے باغون مین انکے مکانات کے نیچے نہرین جاری ہونگی- حدیث مین ہی کہ نیل و دجلہ و فرات کا ظہور یہان ہی اور بطن انکا جنت مین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ منجملہ لطیف اشارات کے ہی کہ اہل ایمان اسپر یقین رکھتے اور خوب سمجھتے ہین- پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا- دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ طلبہم فی الجنۃ لما یشتہونہ ان یقولوا سبحانک اللہم- یعنی جنت مین جس کسی چیز کی خواہش کرکے اسکو طلب کرینگے تو فقط اتنا کہینگے کہ سبحانک اللہم- یعنی تنزیہ تیرے لیے ثابت ہی اے اللہ تعالےٰ پس فوراً وہ چیز جو چاہتے تھے انکے سامنے موجود ہو جائیگی- یہ قول مقاتل بن حیان و سفیان الثوری رح کا اسکی تفسیر مین مروی ہی اور تبیان مین لکھا کہ یہ بہت سے علماء سلف سے مروی ہی اور سلف کی ایسی خبر اپنی رائے و عقل سے نہین ہو سکتی بلکہ یون ہی ہوگی کہ انھون نے آنحضرت صلعم کے بیان سے اسکو معلوم کیا- اور بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ دعواہم اے دعاؤہم- انکی دعاء- فیہا اے فی الجنۃ- جنت مین- سبحانک اللہم اے اللہم انا نسبحک تسبیحاً- اے پروردگار ہم تیری تسبیح کرتے ہین کامل تسبیح- تفسیر ابن کثیر رح مین ہی کہ ابن جریج رح نے فرمایا کہ جب انکو خواہش ہوگی تو سبحانک اللہم- کہینگے پس فرشتہ انکے سامنے حاضر کریگا پس پہلے انکو سلام کریگا اور یہ لوگ اسکو جواب سلام دینگے یہی فرمایا- وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ اور آپس مین انکی ملاقات کی تحیت بلفظ سلام ہوگی پھر جب اس نعمت کو کھائینگے تو اپنے پروردگار تعالےٰ کی حمد و ثناء کرینگے چنانچہ یہی فرمایا- وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور آخر دعا انکی یہ ہوگی کہ الحمد للہ رب العالمین- اور بیضاوی رح نے لکھا کہ شاید معنی یہ ہین کہ اہل جنت جب اسمین داخل ہوکر عظمت و کبریائی الٰہی

معائنہ کرینگے تو اللہ تعالے کی تسبیح وتحمید کرینگے پس فرشتے انکو سلامت ومبارکباد اُن فوز کرامات کی دینگے یا اللہ تعالی کی طرف سے
آنکی تشریف وتکریم کے واسطے انکو سلام ہوگا پس شکر گزاری وتعظیم مین یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین کہینگے۔ مترجم کہتا ہو کہ
ایسے اقوال تفسیری مین یہ احتمال قوی ہو کہ سب باتین وکرامات اللہ تعالے کی طرف سے آنکے واسطے جمع ہون اور اسپر بھی بیان
اُسیقدر ہوئین جسقدر عموماً فہم مین آسکتی ہین اور باقی بعد موت کے اس تن مکدر سے خلاص ہوکر جان لینگے جو ایمان پر مرین
فافہم۔ قولہ ان الحمد۔ مین ان مفسرہ ہو یعنے آخری دعوی کی تفسیر کرتا ہو اور بیضاوی رح نے آن کو مخففہ از ثقیلہ لیا اور کہا کہ ایک
شاذ قراءۃ مین انَّ مشددہ آیا بھی ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس کلام مین دلیل ہو کہ اللہ تعالے جل جلالہ وہی اول میں
وآخر مین محمود ہو اور بندے حیات دنیا مین بھی اُسی کی حمد کرتے ہین اور آخرت مین بھی اُسی کی مدح کرینگے اور ہر حال مین اُسیکی
مدح ہو لہذا حدیث مین آیا ہو کہ اہل جنت کو جنت مین تسبیح وحمد کا الہام کیا جائیگا۔ اور یہ اسواسطے ہوگا کہ ہر تسبیح پر اللہ تعالے
کی نعمت مین ترقی ومزید دیکھکر تسبیح کرینگے اور اللہ تعالے آنکو ہر بار مزید نعمت کے واسطے الہام فرماویگا پس اُسکی نعمتون مین
کمی نہین اور مدت ابد الآباد کا انقضاء نہین فسبحان اللہ رب السموات والارض رب العرش رب العالمین ف۔ فی العرائس
قولہ تعالے ان فی اختلاف اللیل والنہار الآیۃ۔ رات مین اہل صدق وعرفان کو اُنس ہوتا اور انوار عظمت نزول کرتے ہین
اور دن آئینہ مشاہدہ انوار جمال وجلال ہو اور عرش سے تمام مخلوقات آئینہ شہود ہو اور اشارت مین رات قبض اور دن بسط
اور دیگر احوال ومکاشفات ہین کہ سوائے شقی کے دوسرے کو نصیب نہین ہو۔ استاذ رح نے کہا کہ دن وقت اہل طاعت
ہو اور رات وقت ارباب وصلت کہ اپنے پروردگار کی حضور مین منفرد حاضر ہوتے ہین۔ اہل محبت کی مناجات اور استغفار کی
اوقات مین بہی رات ہو اور یہ سب کرامت اہل تقوی وثبات ہو۔ اور رہے منکرین اہل کفر وطغیان تو انکو کچھ نصیب نہین چنانچہ
فرمایا۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا۔ آنکو لقاء کی امید نہین آنکو فراق سے خوف نہین۔ پھر آنکے اس انکار وناامیدی کی وجہ فرمائی
بقولہ ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا۔ یعنی باقی ودائمی حیات کو چھوڑا اور اس زندگی دنیاوی کو اختیار کر لیا اور اسی پر مطمئن اور
ساکن آرام مین ہو بیٹھے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ واللہ اُسکو زینت نہین دی اور نہ اُسکو مرتفع وبلند کیا جب تک کہ اسپر
راضی نہین ہوگئے اس حال مین کہ اس عالم فانی کی آیات الٰہی سے غافل وبے فکر ہین۔ کذا فی تفسیر الحافظ قول حسن رحمہ اللہ
شیخ نے کہا کہ دنیا کی حیات ودنیا کے اموال فانیہ پر آنکی رضامندی کا سبب اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ والذین ہم عن
آیاتنا غافلون۔ ان آیات کے اندر دیدار صفات سے غافل ہوے پس آنکو اُس دن کا خوف نہین کہ جسدن میدان حشر مین کھڑے
ہونگے اور نامۂ اعمال کُھلینگے اور پوشیدہ باتین ظاہر ہونگی۔ اور حیات دنیا پر راضی ہوے یعنی مذموم عیش اور بدتر زندگانی کو اختیار
کیا اور اسپر مطمئن ہوے یعنے ناگہانی موت کو بھول گئے اور آیات سے غافل ہوگئے کہ اللہ تعالے قلوب کو پھیر دیتا اور جوارح کو عذاب
فرماتا ہو۔ پھر اللہ تعالے نے ازلی مقبول بندون کو ذکر فرمایا بقولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ یعنی وہ بندے جنھون نے
عہد ازل مین چشم محبت سے حق عز وجل کو دیکھا اور معرفت کی راہ سے خس وخاشاک حوادث کو دور کیا پس آنکو حق عز وجل اپنی صفات
کی طرف اور انوار صفات سے ذات کی طرف ہدایت فرماتا ہو کہ علم الٰہی مین ہدایت الٰہی آنکے لیے سابق ہو چکی ہو۔ پھر آنکی منزلت ومراتب
کو بیان فرمایا بقولہ تجری من تحتہم الانہار فی جنات النعیم۔ وے خالص بندے مشاہدہ کی جنتون مین اس حال سے ہونگے کہ انکی ارواح کی

نظر مین انہار معارف وکواشف جاری ہوتے ہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ازل مین جب انھون نے بلی کہا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر قبولیت کی برکت فرمائی پس اُسی کی برکات سے یہ ہو کہ فرائض وسنت کو لازم پکڑے ہین اور ایمان ٹھیک ہی اور اعمال کو صدق نیت سے ادا کرتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے اہل جنت کے وصف کو بیان فرمایا کہ جب دیکھینگے تو مشاہدہ کی نعمت مین فنا ہوکر اسی کی حمد وثناء جاینگے اور حق ثناء سے عاجز ہوکر اُسی کی ثناء کی طرف راجع ہونگے فقال تعالے دعواہم فیہا سبحانک اللہم۔ یعنی تو ہی ہمارا معبود ہی تجھی سے ہم نے تجھکو پہچانا اور تنزیہ بیان کی۔ یہ مرتبہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حیات مین ہو چنانچہ آپ دعاء مین عرض کیا کرتے تھے۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ پھر اُنکی تحیت کہ باسم السلام ہوگی بیان فرمائی لقولہ وتحیتہم فیہا سلام۔ انکو سلامتی سنائی جاییگی کہ اب حجاب وفراق سے بیخوف ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمکو ہمیشگی ہی اور اب موت نہ آویگی۔ سلام نام الٰہی تعالے ہو پس سلامتی از آفات بفضل حق سبحانہ تعالے ہو اور آپس مین اہل جنت ایک دوسرے کی تحیت سلام سے ہر نفس وشیطان کے وصف ووسوسہ سے پاک ظاہر کرینگے۔ پھر جب اہل جنت نے جان لیا کہ یہ تمام نعمتین کہ نہایت کامل ہین محض فضل الٰہی عز وجل سے ہین ہمین ہمارا استحقاق نہ تھا اور کوئی سبب وعلت نہین ہو تو اُسپر مدح وثناء کرین جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یہ مدح وثناء صریح ہو کہ اُنکو جو کچھ ملا وہ حق تعالے کا فضل ازلی ولطف قدیم اُنپر تھا بدون اسکے کہ انہین خود کچھ استحقاق ہو یا اُنکے اعمال کچھ سبب ہو سکین کیونکہ ان اعمال کو بھی اُنھون نے اللہ تعالے کی توفیق وہدایت سے کیا تھا پس اُسی کا فضل وکرم تھا۔ شیخ ذو النون رح کا قول ہو کہ عارفین مین سے جو اہل تحقیق ہین اُنکا یہ قول ہو کہ جو کچھ اُنکے اقوال وافعال وغیرہ ہین سب سے بیزار ہوتے ہین اور اُسکو کچھ نہین سمجھتے ہین اور ہمہ تن حضرت حق تعالے عز وجل کی طرف رجوع لاتے ہین اور اُسکی تسبیح کرتے ہین کہ وہ پاک پروردگار عز وجل ہو کہ اُسکی طرف کوئی اپنے کسی سبب کے ساتھ قصد نہین کر سکتا اور نہ اپنی کوئی طاعت اُسکو پسند کرا سکتا ہو بلکہ وہی اپنی رحمت سے جسکو چاہے قبول کرے پس جو اعمال وطاعات اس سے ظاہر ہوتے ہین یہ وہی قبول ازلی کا نتیجہ ہی۔ شبلی رح نے کہا کہ اگر ابتداء مین لوگون پر حمد کی راہ کھل جاوے تو کوئی دعوی نہ کرے ولیکن برابر جہالت مین دوڑتے رہتے ہین یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حمد کا دروازہ کھول دے پھر سب دعوی ساقط ہو جاتے ہین اور بالکل اپنے اوپر احسان ہی احسان دیکھتے ہین۔

اہل جنت کا قول اللہ تعالے نے حکایت فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ

اور اگر شتاب لاوے اللہ لوگون پر برائی جیسے شتاب مانگتے ہین بھلائی تو پوری کر چکے اُنکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہین جنکو

لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ

امید نہین ہماری ملاقات کی اپنی شرارت مین بہکتے اور جب پہونچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ

یا بیٹھا یا کھڑا پھر جب ہمنے کھول دی اُس سے وہ تکلیف چلا گیا گویا کبھی نہ پکارا تھا ہمکو کسی تکلیف پہونچے پر اسیطرح

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بھلا سوجتا ہی بے لحاظ لوگون کو جو کچھ کر رہے ہین

شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے یہان نزول آیت کا کوئی سبب نہین بیان کیا مگر شیخ مفسر رحمہ اللہ تعالے نے اپنی وسعت نظر سے معلوم
کیا ہوگا جبھی یہ سبب نزول لکھا کہ مشرکین مکہ نے جب نہ مانا اور قرآن مجید اعجاز کو جادو اور آنحضرت صلعم کو ساحر کہا اور شیطان نے
انکو دلیری پر آمادہ کیا تو مانگنے لگے کہ جو وعید تم کفر و انکار پر بیان کرتے ہو وہ لاؤ چنانچہ اوپر انکی بد دعا گزر چکی اور آیندہ بھی آویگی
انشاء اللہ تعالے تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر تعجیل
فرماوے اللہ تعالے لوگون کے لیے شر کو یعنے جلدی دیدے۔ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ مانند انکے جلدی چاہنے کے خیر کو۔
لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ تو البتہ پوری کردیجاوے اُنکو انکی اجل۔ تقدیر کلام یون تھی۔ لو یعجل اللہ للناس الشر تعجیلہ للخیر
حین استعجلوہ استعجالا کاستعجالہم بالخیر لقضی الیہم اجلہم۔ اور تعجیل کے معنی جلدی کردینا اور استعجال جلدی چاہنا۔ اور معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالے
لوگون کو برائی پہونچانے مین جلدی کردے جیسے بھلائی پہونچانے مین جلدی کردیتا ہی جبکہ اُنھون نے برائی چاہنے مین ایسی جلدی کی جیسے بھلائی
چاہنے مین کرتے ہین تو ضرور یہ ہوکہ اُنکی میعاد مقرر کو ابھی پورا کردے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یہ ایجاز بلیغ ہی کہ اس تقدیری کلام مین سے
جو کچھ حذف فرمایا گیا وہ اسوجہ سے حذف ہوا کہ جسقدر باقی یعنی آیت ہی وہ اس محذوف پر دلالت کرتا ہی۔ اور جملہ استعجالہم بالخیر۔ کو بجائے تعجیلہ لہم
بالخیر کے قائم کیا پس اسمین دو باتون کا اشعار ہی ایک یہ کہ اللہ تعالے انکی درخواست بھلائی کو جلد قبول فرماتا ہی حتی کہ اُنکا استعجال دربارۂ خیر کے
گویا اُنکے حق مین تعجیل ہوتا ہی کیونکہ تعجیل تو استعجال کا اثر قبولیت ہی اور دوم یہ کہ مراد شر سے وہ شر ہی جسکا استعجال کیا یعنی چاہا کہ اُنکے لیے تعجیل کردیجاوے
جیسے کہتے تھے کہ ہمپر آسمان سے پتھر برساوے یا آسمان گرادے جیسے کہ دیگر آیات مین مذکور ہی حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالے بیوقوف لوگون کی درخواست عجلت پر
برائی دینے مین تعجیل کردے جیسے بھلائی مین کرتا ہی تو جو اُنکی مدت مقرری ہی اُسکو پورا کردے بایں طور کہ موت دیدیجاوین یا ہلاک کردیے جاوین
پس اللہ تعالے کی رحمت ہی کہ جب ایمان نہ لائے اور آخرت سے اُنکو بہرہ نہین تو یہی دنیا اُنکے لیے جنت ہی کہ ایک وقت مقرر تک اسمین
تمتع اُٹھالین کیونکہ آخرت کے بدلے اسی پر راضی و مطمئن ہوے ہین اور اپنے پروردگار تعالے کو بھولے اور اُسکی آیات سے غافل ہین
ولیکن وہ رحمت کاملہ سے غضب مین تعجیل نہین فرماتا لہذا فرمایا۔ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُونَ پس ہم چھوڑے دیتے ہین یعنے اجل مقرری تک ان لوگون کو جو ہمارے لقاء کی امید و توقع نہین رکھتے ہین اس حال مین
کہ وے اپنی طغیان و سرکشی گمراہی مین متردد پھرتے ہین۔ واضح ہو کہ جو لوگ آخرت کے قائل نہین اور جو لوگ اقرار اسلام کرتے ہین مگر
دل مین اُنکو یقین پورا نہین ہی اور جو لوگ متحیر ہین سب انھین لوگون مین داخل ہین اور لقاء یعنی ملاقات ہی پس سوائے اہل سنت
والجماعت کے جملہ فرقے رافضی و خارجی و معتزلی وغیرہ جو دیدار الٰہی سے منکر ہین سب منکرین لقاء مین شامل ہین سوائے اُنکے جنکی
تکفیر نہ کیجاوے۔ آیت مین دلیل ہی کہ شر و برائی کی دعا کرنا ممنوع ہی اور ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت و بھلائی و ایمان و سلامتی کی
درخواست کرے اور اہل و عیال کسی کے لیے برائی نہ مانگے حتی کہ آیت کی اس سے تفسیر آئی ہی چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت مین کہا
کہ یہ آدمی کا قول اپنی اولاد و مال کے حق مین درحالت غضب ہی کہ اللہ تعالے اُسکو خوار کردے اللہ تعالے اسمین برکت نہ دے الٰہی یہ
ناس ہو جاوے پس اگر اللہ تعالے اُسکی قبولیت مین تعجیل فرماوے جیسے بھلائی کی دعا قبول کرنے مین تعجیل فرماتا ہی تو ضرور انکو موت دیدے و
برباد کردے۔ مترجم کہتا ہی کہ اس کلام مین اشارت ہی کہ تعجیل نہونے سے یہ ضرور نہین کہ کسی وقت آیندہ یا آخرت کے لیے قبول نہین
ہوتی ہی ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے اُسکو قبول نہین کرتا اس لیے کہ وہ تعالے جانتا ہی کہ دل سے اسلیے

ایسی برائی کا قصد مراد نہین لیا ہی پھر لکھا کہ اگرچہ دل سے مراد نہو لیکن خوف کرنا چاہیے اور ایسا کرنا نچاہیئے چنانچہ حدیث ابن جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بددعا مت کرو اپنی جانون پر اور مت بددعا کرو اپنی اولاد پر اور مت بددعا
کرو اپنے اموال پر ایسا نہو کہ تمھاری بددعا ایسی ساعت مین واقع ہو کہ اللہ تعالے نے اس ساعت کی دعائین مستجاب فرمائی ہین پس
تمھاری یہ بددعا بھی قبول ہوجاوے۔ رواہ ابوداؤد والبزار۔ پھر دعا چونکہ عبادت ہی اللہ تعالے بندون کی دعاء خیر قبول فرماتا ہی اور اسمین
رحمت عام ہی کہ کافر و مومن سب سے قبول ہوتی ہی جیسے توبہ کا حال ہی لیکن کافر کی دعا ہمیشہ ایسی ہوگی جو ضلال ہی سوائے اسکے کہ
ایمان و اسکی توفیق و ہدایت کی دعا کرے اور نیز کافر کا یہ حال ہی جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ
اور جب چھولیا انسان کو یعنی ایسے انسان کو جو دل سے کافر ہی اسکو چھولیا۔ الضُّرُّ ضرر نے یعنی ایسی چیز نے جو اسکے بدن یا مال و
اولاد کو مضر ہی۔ دَعَانَا تو دعا کرنا شروع کرتا ہی ہم سے۔ یعنی شرک و کفر سب بھول کر خلوص سے اسکے دور ہونے کی ہم سے دعا کرتا ہی
لِجَنْۢبِهٖٓ اے ملقیا لجنبہ۔ اپنی کروٹ پر پڑے ہوے۔ اَوْ قَاعِدًا یا بیٹھے ہوے۔ اَوْ قَآئِمًا یا کھڑے ہوے یعنی انسان
کی یہی حالتین ہین تو جس کسی حالت پر جسوقت ہوتا ہی ہم سے دعا کرتا ہی۔ پس بحرف واو نہین بلکہ بحرف آو۔ بیان کرنے مین یہ فائدہ نکلا
کہ جب تک یہ ضرر گھیرے رہتا ہی تب تک وہ ان حالتون مین کسی حالت پر ہر وقت ہوتا ہی تو ہر حال مین دعا کرتا ہی فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُ ضُرَّهٗ پھر جب ہم نے اُس سے اسکا یہ ضرر کھول دیا اور وہ رہا ہوگیا تو۔ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اے مضی علی طریقتہ کان لم یدعنا
وہ اپنی راہ چل دیا گویا اسنے ہم سے کبھی دعا ہی نہین کی تھی۔ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ اے الی کشف ضر مسہ۔ کسی ایسے ضرر سے رہائی مین جو
اسکو پہونچا ہو۔ واضح ہو کہ مذمت یہان اس امر پر نہین کہ ہر حال مین کیون دعا کی بلکہ اس امر پر ہی کہ جب مضرت لاحق ہوئی تو خلوص
کرنے لگا اور جب چھوٹا اور آسودہ ہوا تو کبھی یاد بھی نہ آئی بلکہ وہی شرک و بدعت کی راہ چل دیا۔ لہذا یہ اسراف ہی کہ آدمی ہمیشہ اللہ تعالے
کی حمد و ثنا و دعا نہ کرے یا حالت آسودگی مین غافل و مشرک ہوجاوے فرمایا اللہ تعالے نے۔ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ایسا ہی
جیسا کہ اس دعا کرنے والے کا حال مذکور ہوا ایسا ہی مزین کر دیے گئے تمام مسرفون حد سے بڑھ چلنے والون کے لیے۔ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وے اعمال کرتے ہین۔ چنانچہ کفر و شرک و بدعت کو اچھا سمجھتے ہین اور شہوات مین مبتلا رہتے ہین اور توحید و خلاص
و دعا و عبادات سے منھ موڑے رہتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ حال تو کافر و مشرک و مبتدع بیوقوف کا ہی اور رہے وہ بندے
جنکو اللہ تعالے نے ہدایت و توفیق دی ہی تو وے ان انسان سے مستثنی ہین جیسے اللہ تع نے قولہ الا الذین صبروا و عملوا الصالحات
الآیۃ سے مستثنی فرمایا اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ مومن کا حال کیا اچھا عجیب ہی کہ اللہ تعالے جو کچھ اسکے حق مین
قضا جاری فرماتا ہی وہ اسکے حق مین بہتر ہی ہوجاتی ہی چنانچہ اگر اسکو مضرت پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہوگئی اور اگر اسکو
منفعت پہونچی پس اسنے شکر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہوئی پس یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کے لیے نہین ہی۔ الحدیث فی الصحیحین و
غیرہما۔ واضح ہو کہ جو کوئی اسطرح مثلاً دعا کرے کہ الٰہی مجھے جنت دیجیو اور اسمین ایک گھر لعل سپید کا اور ایک زمرد کا اور ایک موتی و
الماس کا اور ایک ایسا اور ایک ویسا اور مانند اسکے تو یہ اسراف ہی اسکو چاہیے کہ جنت و رضائے الٰہی کی مع عافیت و سلامتی دعا کرے
کہ اسمین سب آگیا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعو واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا الآیۃ۔ اللہ تعالے نے قضاء و قدر و ارادہ
و مشیت مین متحیرین کا وصف بیان کیا کہ جب بلیات کی تاریک گھٹا مین آ پڑ جاتی ہین اور راحت کے آثار اسنے زائل ہوجاتے ہین

اور الطاف ازلی انکے دلون کی زنجیر ہلا کر انکو حضوری مین متوجہ ہونے کی جنبش دیتا ہی اور صباح الغیب کی نسیم عنبر شمیم انکے دماغ اسرار مین خوشبوے عہد الست پہونچاتی ہی تاکہ مضطر ہوکر بارگاہ ربوبیت پر حاضر ہون جب یہ اُدھر متوجہ ہوے تو قہر جبروتی کے اعلام دیکھکر انکی عقل قید سے نکلی اور انکو آمادہ کیا کہ بارگاہ عظمت وکبریائی پر تضرع والحاح سے سربسجدہ ہون پس دعار عبودیت کو بارگاہ ربوبیت پر بعجز ونیاز ادا کرنے سے ارحم الراحمین نے لطف فرمایا اور ورطۂ محنت سے خلاص فرمایا جب تلاطم بلیات سے ساکن ہوے تو عقل نے استقامت پر متمکن رہنے کی خواہش دلائی مگر لشکر قہر نے انکے نفس شوم کی مدد فرمائی کہ دریاے شہوات مین غرق ہوگئے- تمام مشاہدات وعہود بھولکر قبائح اعمال مین منہمک ہوے- کاش التجاء وتضرع مین سچے ہوتے کیونکہ جو بندہ مقام دعار مین پہنچا وہ بیسط وانبساط مین شاہد رضوان ہوتا ہی طمع نظر اسکا لطف واحسان ہوتا ہی- وہ دعار مین اپنے رب کریم بے مثل ونظیر بے مانند وبے شبہہ لا الہ الا ہو سے مستانس ہوتا اور خلوص عقیدت وصدق طویت سے ہرحال مین خواہ وقت بلاء ہو یا نہو شاکر وداعی رہتا ہی- ابو حفص رح نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل نے دعا کا دروازہ بہت وسیع وبلند فرمایا اور نوائب ومحن کے وقت وہی مومن کا ہتھیار ہی اور اصل رجوع بندہ کا فاقہ ومحنت کے وقت رضار کے ساتھ ہی ولیکن جب رجوع نہ لایا تو التجاء ودعار سے راجع ہوا- شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رح نے کہا کہ مین نے اپنے جد بزرگوار سے سُنا کہ عادت کے طور پر دعار کرنا معصیت ہی اور یقین پر دعار کرنا نجات وعبادت ہی لقولہ علیہ السلام الدعار ہی العبادۃ- لیکن دعار کے واسطے اوقات وآداب وشرائط ہین جسنے انکو لحاظ کرکے نفس کو مقید نہ کیا وہ برکت سے محروم رہا- منجملہ آداب کے یہ ہی جو حدیث مین مروی ہی کہ تم لوگ دعار کرنے مین قبولیت کا یقین رکھے رہو اور جانو کہ لہو ولعب مین غافل دل کی دعار اللہ تعالے قبول نہین فرماتا ہی مترجم کہتا ہی دیگر آداب وغیرہ تحت قولہ تعالے قال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ اور قولہ تعالے اذا سالک عبادی عنی الآیۃ مذکور ہوے ہین وہان سے تلاش کرو پھر اللہ تعالی عز وجل نے مزید توضیح کے ساتھ پہچان ہونے اور کفار مکہ وغیرہم کو عبرت ونصیحت لینے کے لیے ایسے آدمیون کا حال جنھون نے حقائق عبودیت کو شاہد ربوبیت مین نہین پہچانا اور مانند مضطر دعار کرنے والے کا فرکی رہائی کے بعد مُنھ پھیر کر چل دینے کے انھون نے بھی بارگاہ عظمت کے دروازہ پر اخلاص چھوڑ دیا اور وسواس وشہوات کا اقتدار کیا آخر ابدی ہلاک ہوے کما قال اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۤءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

اور ہم کھپا چکے ہین سنگتین تمسے پہلے جب ظالم ہوگئے اور لائے تھے رسول اُنکے کھلی نشانیان اور ہرگز نہ تھے

لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ

ایمان لانیوالے یون ہی سزا دیتے ہین ہم قوم گنہگار کو پھر تمکو ہمنے نائب کیا زمین مین

بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

اُنکے بعد کہ دیکھین تم کیا کرتے ہو

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ حرف لام مع قد کے ہول دلانے کو قسم کا موطئہ ہی اور اہلاک دو طرح کا ہوتا ہی ایک باطنی اور دو اسطرح کہ باطن مسخ ہوا اور ایمان سے زندگی نہ پائی بلکہ کفر وشرک پر مردہ رہا اور یہ بہت بُری موت ہی اگرچہ ظاہری جسم موٹا تازہ رہے اور دوم ہلاک ظاہری خواہ بالکل جڑ سے یا تھوڑے باقی رکھے جاوین ولیکن یہ ضرور ہی کہ اگر ظاہری ہلاکت سے رہائی ہو تو کفر پر اڑے

رہنے مین باطنی ہلاکت لازم ہی اور اسمین کوئی شک نہین ہی اور یہان اہل کفر کو عبرت دلانے کے لیے انھین امم کافرہ ماضیہ کو بیان کیا
جو جڑ سے ظاہر مین ہلاک کردیے گئے تھے کیونکہ اہل کفر تو ظاہر محسوس کے پابند ہوتے ہین پس انکو محسوس میٹ دیے ہوے کافرون سے
عبرت دلائی پس معنی یہ ہین کہ قسم ہی کہ ہم نے ہلاک کردین اُمتین جو تم سے پہلے تھین اے مکہ والو- یہ خطاب مکہ والون کو ہی اور آخر
دنیا یعنے قیامت تک جتنے آدمی ہون سب کو شامل ہی اور شاید کہ خطاب عموماً کافرومومن سب کو ہو کیونکہ ہر ایک پر عبرت لازم ہی اور
یہان خطاب کر کے بیان کرنا کمال تہدید کے معنی دیتا ہی یعنے اے لوگو خواہ جن ہون یا انسان ہون تم عبرت پکڑو کہ ہم نے تم سے اگلی
امتین ہلاک کر ڈالین- لَمَّا ظَلَمُوْا حین ظلموا بالتکذیب والطغیان- جب کہ انھون نے ظلم کیا یعنے شرک کیا اور جو ہوش وحواس
اللہ تعالے نے دیے تھے یا جو چیزین پیدا کی تھین انکو بیجا صرف کیا پس اپنی جانون پر ظلم کرنے والے ٹھہرے کہ خالق عزوجل کا حق
نہ پہچانا جیطرح مخلوق بندون پر واجب ہی- وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اے وقد جاءتہم الخ- اور حال یہ تھا کہ انکے
پاس انکے رسول لے آئے تھے بینات کو یعنے انکو یہ بھی عذر نہ رہا تھا کہ ہم مخلوق ہین ہماری عقل کو تاب نہین کہ خالق عزوجل کے
حقوق کو خود جان لین تو یہ عذر بھی اللہ تعالے نے رفع کر دیا تھا کہ آیات ومعجزات واضحہ کے ساتھ اپنے رسولون کو بھیجدیا جنھون
نے طرح طرح سے انکو سمجھایا مگر انھون نے سوائے جھٹلانے و سرکشی کے راہ نہ پکڑی- وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا وما استقام لہم
ان یومنوا لفساد الاستعداد وخذلان اللہ تعالے ایاہم لعلمہ تعالے بکفرہم- اور ٹھیک درست نہ تھا انکے لیے یہ کہ ایمان لاوین یعنی
انکا ایمان لانا انکے واسطے ٹھیک نہین ہو سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالے کی تقدیر انکے لیے یون ہی جاری تھی کہ کافر بے ایمان مرین پس
انھون نے جو جھٹلانا شروع کیا تو پھر ایمان نہ لائے آخر اللہ تعالی نے عذاب کر کے سب کو ناس کر دیا- یہ صریح دلیل ہی کہ ایمان وکفر
محض خلق الٰہی ہی اور جو کچھ اللہ تعالے نے ازل مین مقدر کر دیا وہی برحق واقع ہوتا ہی اور چونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہی اور بندہ
مخلوق کو کیا علم ہی لہذا حکمت اسکی بندہ کبھی نہین سمجھ سکتا- یہ مقام بہت خوف والتجا کا ہی برخلاف اسکے بعضے کافر وجاہل جو بحث
کرتے ہین کہ پھر ہمارا کیا قصور ہی اور جو ہونا ہوگا وہ ہوگا اور مانند اسکے تو اس سے انکو کیا فائدہ یہ مباحثہ یہان کیا کام آویگا اور سلف صالح
وائمہ مومنین اہل سنت بالکل متفق ہین کہ تقدیر امر حق ہی اسکا انکار کفر ہی اور مترجم کہتا ہی کہ جو کوئی بحث کرے چاہیے کہ مجھے تقدیر کا علم
وعلم ہو جاوے تو وہ بھی جاہل قریب بکفر ہی اور جیسے ایمان بالغیب کا انکار کرنے والے نے اپنی جان پر خود ظلم کیا ویسی ہی تقدیر کے منکر نے
اپنے آپ کو برباد کیا اور اللہ تعالے پاک معبود ہی وہ بے پرواہ بے نیاز ہی اسی کو عظمت وکبریائی ہو کروڑون اقسام کی بے انتہا مخلوق
تو وہ ہی کہ آنکھون دکھلائی دیتی ہی اور بے انتہا نظر سے غائب ہی پھر آسمانون کے اُدھر کسی مخلوق کو علم نہین ہو سکتا اسکی سلطنت و
بادشاہت مین کوئی سنکر و بھنگی سے کمتر و بدتر ہی انکار کر کے کیا خلل ڈالیگا اسنے خود اپنا برا کیا- اور سیدھا راستہ یہ ہی کہ عاجزی کے
ساتھ ایمان لاوے اور تقدیر سے بحث نہ کرے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ کیا مقدر ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ ہر ایک پر وہی آسان ہی جسکے لیے
وہ پیدا ہوا ہی- اسکی تصدیق دیکھو کہ اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ امم کافرہ ماضیہ جو ظالم ہو کر ہلاک کیے گئے انکو مستقیم نہ تھا کہ
ایمان لاوین- كَذٰلِكَ ایسے ہی جیسے ہم نے ان ظالمون کو اپنے رسولون کو جھٹلانے اور اپنے معبود عزوجل کی جناب مین بہتان و شرک
باندھنے سے برباد وہلاک کر دینے کا بدلہ دیا ایسے ہی نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ہم بدلا دیتے ہین کافر و مشرک قوم کو- جیسے تم جرم کرتے ہو
واضح ہو کہ کافر کوئی ہلاکت وبربادی سے نہین بچتا اگرچہ دنیا مین مالدار ہو تا تازہ مضبوط ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا- اور بعض نے کہا کہ

قولہ وما کانوا لیومنوا - مین لام تاکید نفی ہی اور یہ بمانند قولہ فما کانوا لیومنوا بما کذبوا بہ من قبل کذلک نطبع علی قلوب المجرمین - پس معنی یہ ہونگے کہ جس سے وے پہلے انکار کر چکے تھے اسپر ایمان نہ لائے اور نہ لا سکتے تھے - اور مراد یہ ہی کہ ازل مین ظاہری اقرار اور باطنی انکار سے دنیا مین بھی ایمان نہ لائے اور مآل و مرجع دونون معانی کا ایک ہی ہوتا ہی - اور دونون آیتین ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہین اور اسمین نفقہ یہ ہی کہ ایمان در اصل صدق یقین دلی کا نام ہی اور اعمال صالحہ و طاعات وغیرہ اسکی تصدیق و مظہر اور اسکو لازم ہین - پھر اللہ تعالے نے تہدید فرمائی بقولہ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ پھر ہلاک شدہ امتون کے پیچھے ہم نے تم کو زمین مین انکا خلیفہ کیا لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ تاکہ ہم دیکھین کہ تم کیسے کام کرتے ہو - یعنی جیسے وے اس امتحانگاہ مین لائے گئے تھے ویسے انکے جانے کے بعد تم پیدا کیے گئے تاکہ تمھارے اعمال کا امتحان ہو پس اگر تم نے جان لیا کہ ہم کو ضرور یہان سے جانا پڑیگا اور یہ دنیا دار امتحان ہی پس تم نے اچھے کام کیے اور آخرت پر ایمان لائے اور اپنے معبود کو جس عظمت و کبریاء و جلال پردہ ہی اُسی طرح اسکے رسول صلعم سے معلوم کر کے مومن ہوئے و نیک کام کیے تو آخر جنت و نعمت و رضوان مین پہونچے اور اگر لقاء الٰہی تعالے سے منکر ہو کر اسی دنیا پر مطمئن ہو بیٹھے اور شرک و کفر و ظلم کیا اور اپنی رائے کے موافق جو چاہا اعتقاد کیا خواہ وہ جناب باری تعالے کے لائق ہو یا نہو مگر تمھاری رائے مین وہی آیا پس درحقیقت تم اپنی رائے کے پابند ہوے تو ضرور تمھاری بھی وہی سزا ہی جو مجرمین کی مقرر ہی - واضح ہو کہ آدمی اپنی رائے سے یا بہت لوگون کے مجمع و اتفاق سے یا جھوٹی موٹی کتابون سے اللہ تعالے کی شان مین کچھ اوصاف اعتقاد کر لیتا ہی جیسے بعضے مشرکین و عجم کے کفار وغیرہ نے اعتقاد کیا تھا کہ یہ بُت یا یہ آگ وغیرہ اللہ تعالے کے کارپرداز ہین یہی اسکی درگاہ مین ہماری سفارش کر کے جو چاہتے ہین کرا دیتے ہین اور انکی عبادت کرنی ضرور ہی یا جیسے نصاری نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نعوذ باللہ من ذلک اعتقاد کیا اور بعض نے صلیب پوجنا و چومنا واجب جانا اور ایک مختلط محرف مجموعہ انجیل پر اعتقاد جما یا تو ان سب کا یہ حال ہی کہ اللہ تعالے پر انکا ایمان نہین ہی اس لیے کہ اللہ تعالے تو وہ پاک معبود ہی جسکا کوئی شریک نہین وہی خالق وہی مالک وہی رزاق ہی بدون اسکے حکم کے ایک پتی نہین گرتی اور اسکی تدبیر خلق سے سب جاری ہی ایک ذرہ کہین ہو اُس سے پوشیدہ نہین وہ بے مثل و بے مانند ہی نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا یہ سب اُسکی شان مین محال ہی تو نصارے کسی ایسے خدا کے اوپر ایمان لائے ہین جسکا مسیح بیٹا ہی اور کسی ایسے عیسیٰ پر ایمان لائے جسنے اُنسے کہا کہ مین خدا کا بیٹا ہون پس وہ کوئی اور ہوگا کیونکہ پیغمبر حضرت عیسیٰ ابن مریم تو اللہ تعالے کے بندے و رسول تھے انھون نے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور اپنے آپ کو بندۂ الٰہی بتلایا اور اپنے بعد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول آویگا کہ وہ اللہ تعالے کو محبوب ہی اور وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول اسکا محبوب و مقبول خاص الخاص ہی وہ دنیا مین لوٹا دیگا اور پھیلا دیگا اور وہ بادشاہ دنیا و آخرت ہی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم - واضح ہو کہ قولہ تعالے لننظر کیف تعملون - مین بیضاوی رح نے حرف کیف کے فائدہ مین لکھا کہ اسمین دلالت فرمائی گئی کہ خود کسی فعل کی ذات معتبر نہین ہی مثلاً کوئی کافر نماز کے افعال ادا کر دے تو کچھ اعتبار نہین بلکہ کیفیت و جہت سے معتبر ہی کہ ایمان کے ساتھ خالص عبادت کی نیت سے ہو اسی واسطے جو فعل کہ بطور ریاکاری اور لوگون کے دکھلانے سنانے کو ہو اگرچہ نماز کے ارکان ہون انکی بڑی مذمت حدیث مین آئی ہی اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالے عز و جل کو ازل و قدم سے سب علم ہی اور یہان جو فرمایا کہ لننظر تاکہ ہم دیکھین - تو یہ تہدید ہی اور آمادگی بھی دلائی لہذا ہر لوگ بندگی مین کوشش کرتے ہین اللہ تعالے دیکھتا و جانتا ہی کما فی قولہ تعالے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الآیہ - اور بعض نے

کہاکہ یہ استعارہ ہے یعنے جیسے کوئی امتحان کے طور پر کسی کو مقرر کرتا ہو ایسا ہی تمھاری سمجھ کے لائق ہم نے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو یا بجملہ دنیامین آدمی امتحان مین ہو پس دنیا کی طرف مائل و اسکی زندگی پر راضی و مطمئن نہو بلکہ آخرت کا طالب رہے اور دنیا مین سے بقدر ضرورت و حاجت کے ایک وقت مقرر تک کے لیے یعنی موت تک کے لیے انتفاع حاصل کرے اور دنیا مین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرے اور شرک و کفر کا کلمہ جو باطل ہو مٹادے اور جو لوگ یہ فساد پھیلاتے مین اُنکو زیر کرے۔ حدیث مین حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آن الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم الحدیث یعنی دنیا میٹھی ہری بھری ہو اور اللہ تعالی تم کو اسمین خلیفہ بنانے والا ہو پس دیکھنے والا ہو کہ تم اسمین کیسے کام کرتے ہو پس تم بچے رہنا اس دنیا سے اور بچے رہنا عورتون سے کہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل مین شروع ہوا وہ عورتون ہی سے تھا۔ رواہ مسلم فی الصحیح۔ مترجم کہتا ہو کہ دنیا کو اللہ تعالے نے ایک زینت دیدی ہو کہ وہ خوشگوار و مزین نظر آتی ہو پس اسی سے امتحان ہو اور باطن مین وہ نہایت قبیح ہو اور سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب مین اسکو گھورے سے مثال دی ہو جہان پلیدی و نجاست ڈالی جاتی ہو اور سچے ایمان والے کی نظر مین یون ہی آخر نظر آنے لگتی ہو پھر واضح ہو کہ جب تک اللہ تعالے کے ایسے بندے خلیفہ رہے جنھون نے نیک عمل کیے اور دنیا سے بچے رہے جیسے حضرت سرور عالم صلعم نے نصیحت فرمائی تھی تب تک دنیا مین امن و امان تھا اور بکثرت سلطنتین اُنکے زیر حکومت تھین اور بے انتہا جواہرات اور سونے چاندی بھرے ہوے تھے کہ جسپر یہ نیک بندے اسطرح نظر کرتے تھے جیسے کوئی پلید چیز کو دیکھتا ہو اور جب یہ نوبت پہونچی کہ ایسے بادشاہ ہونے لگے جنھون نے دنیا پر نظر ڈالی اور اُسکو چاہنے لگے تو جیسے کافرون کی نیت ہو ویسی انکی نیت ہوئی پس ہوا جو ہوا اعوذ باللہ من عذاب اللہ و بلائہ اللھم توفنی مومنا مسلما والحقنی لعبادک المخلصین والحمد للہ رب العالمین۔ وقال الحافظ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے حدثنی المثنی قال حدثنا زید بن عوف ابو ربیعۃ بھذا انبانا حماد عن ثابت البنانی عن عبد الرحمن بن ابی لیلے ان عوف بن مالک رضی اللہ عنہ قال لابی بکر رایت فیما یری النائم کان سببا دلی من السماء فانتشط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم اعید فانتشط ابو بکر ثم ذرع الناس حول المنبر ففضل عمر بثلاث اذرع حول المنبر فقال عمر دعنا من رویاک لا ارب لنا فیھا فلما استخلف عمر قال یا عوف رویاک قال وہل لک فی رویای من حاجۃ اولم تنھرنی قال ویحک انی کرہت ان تنعی لخلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفسہ فقص علیہ الرویا حتی اذا بلغ ذرع الناس الی المنبر بھذہ الثلاث الاذرع قال اما احداھن فانہ کان خلیفۃ واما الثانیۃ فانہ لایخاف فی اللہ لومۃ لائم واما الثالثۃ فانہ شہید۔ قال فقال یقول اللہ تعالے ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون۔ فقد استخلف یا ابن ام عمر فانظر کیف تعمل واما قولہ فانی لاخاف فی اللہ لومۃ لائم فیما شاء اللہ واما قولہ شہید فانی لعمر الشھادۃ والمسلمون مطیعون بہ ہکذا فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ترجمہ اسکا میرے نزدیک یہ ہو کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہاکہ مین نے ایسی حالت مین کہ جیسے سونے والا آدمی دیکھتا ہو یہ خواب دیکھاکہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی پس آنحضرت صلعم خوشی خوشی اُس سے لٹک کر چڑھ گئے پھر وہ دوبارہ لٹکائی گئی پس ابو بکر رضی اللہ عنہ اسیطرح چڑھ گئے پھر لوگون نے منبر کے گرد ہاتھون سے پیمایش کی تو منبر کے گرد عمر رض کے تین ہاتھ سب سے بڑھ گئے تو عمر رض نے کہاکہ اپنا خواب بیان کرنے سے ہمین معاف کرو کہ ہمکو اسکی کچھ حاجت نہین ہو پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گئے تو کہاکہ اے عوف اپنا خواب لاؤ تو عوف نے کہاکہ آپ کو کچھ میرے خواب کی حاجت ہو کیا تم نے مجھے جھڑکا نہ تھا تو فرمایا کہ ارے مجھے یہ گوارا نہوا کہ تو رسول اللہ صلعم کے خلیفہ کو اُنکی وفات کی خبر سنادے پس عوف نے اپنا خواب سب بیان کیا جب لوگون کے

گردبنر کے ناپنے اور عمر رض کے تین ہاتھ سب سے بڑھنے کا ذکر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان تین ہاتھ میں ایک تو یہ ہے کہ وہ خلیفہ ہوگا اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالے کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریگا اور تیسرے یہ کہ وہ شہید ہوگا اور کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے ثم جعلناکم خلٰئف فی الارض الآیۃ - سو اے عمر کی ماں کے پوت تو خلیفہ تو ہوگیا اب دیکھ کہ تو کیسے کام کرتا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ میں اللہ تعالے کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو مراد یہ کہ جن امور میں اللہ تعالے چاہتا ہے انمین انشاء اللہ تعالے ہوں اور یہ جو میں نے کہا کہ میں شہید ہوں تو عمر کے لیے شہادت کہاں ہے اور حال یہ ہے کہ مومنین بالضرور اسکی اطاعت پر رہینگے

قال المترجم اسکی اسناد حسن سے کم نہیں واللہ اعلم اور اسکے لیے شاہد صحاح میں متفرق موجود ہیں **ف** - وفی العرائس قولہ و لقد اہلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا ظلم اس مقام پر اقرار کے بعد مکرنا اور سنت چھوڑکر اپنی رائے پر نازان ہونا اور طریقہ سنت یعنی آنحضرت صلعم کی اقتدا بہ خصوص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدار کا ترک کرنا - چنانچہ جب انھون نے انبیاء و اولیاء الٰہی سے سرکشی کی بعد اسکے کہ انکو صدق آیات و دلالات سے اس امر کا علم ہوگیا کہ مقبولین بارگاہ تھے تو اللہ تعالے نے انکو ہلاک کردیا اسطرح کہ شہوات و نفس کے حجاب میں مردود چھوڑدیا اور انکو اہل قرب کا راستہ نہ ملا - ابن عطاء رح نے کہا کہ ظلموا یہ کہ سوائے حق تعالے کی ہدایت کے اپنے نفس وغیرہ کی قدرت پر اعتماد کیا - ابو عثمان رح نے کہا کہ لما ظلموا - اسطرح کہ اکابر و سلف کے حقوق نہ پہچانے اور درگاہ الٰہی میں جو انکا آداب عبودیت تھا ویسا ادب خود حاصل نہ کیا پھر اللہ تعالے نے انبیاء ع کے خلیفہ بندون کو خوف دلایا کہ صدیقین ہوں یا مقربین ہوں بہر حال پیغمبر علیہ السلام کی راہ سے کسی اور طرف التفات نہ کریں بلکہ اسی طریقہ پر مستقیم رہیں اور راہ یقین میں سنت کی اتباع کرنے سے کوئی نقصان نہ کھاویں اور کسی امر پر مغرور نہوں کما قال تعالے ثم جعلناکم خلٰئف فی الارض الآیۃ - یہ خلیفہ لوگ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے نائب و رسولوں علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہی اہل استقامت و تمکین و جمعیت ہیں جنکو ہر دم اللہ تعالے زبان ولایت سے خطاب فرماتا اور آداب سنت و اعمال پاکیزہ و اخلاق کریمہ اور اتباع پسندیدہ تعلیم فرماتا ہے پس ان احکام سے انکو سیر روحی و ہوائے عالم القدس سے خلوص حاصل ہوتا اور ہر دم مشتاق رہتے ہیں اور انوار صفات و ذات سے صاف کلام بے کیفیت سنتے ہیں پھر رجوع کرکے مخلوق کو اللہ تعالی کیطرف و اسکے رسول کی سنت و امر بمعروف و نہی از منکر و حدود الٰہی کی حفاظت کیطرف راجع کرتے ہیں بعض اکابر رح نے کہا پرا برابر قدیم کے انبیاء و رسولوں کے خلیفہ و انکے اولیاء و اولیاء کے اولیاء اسیطرح چلا آیا کہ پچھلے اگلوں کی اتباع سے راہ پاویں اور خود استقلال و استقامت پر ہوجاویں اور حفظ حدود الٰہی برابر باقی رہے - پھر اللہ تعالی نے اہل کفر کی جہالت و عدم حفظ حدود کو باوجود ایسی واضح آیات توحید و معرفت کے بیان فرمائی کہ راہ عقل چھوڑکر نفس کی پابندی میں اپنے اوپر کمال ظلم کرتے ہیں کہ راہ مستقیم کو نفس کے موافق چاہتے ہیں قال عز و جل

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ

اور جب پڑھیے اُن پاس آیتیں ہماری صاف کہتے ہیں جنکو ہم سے ملاقات کی امید نہیں لے آ کوئی اور قرآن اسکے سوائے یا اسکو بدل ڈال

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

تو کہہ میرا کام نہیں کہ اسکو بدلوں اپنی طرف سے میں تابع ہوں اُسی کا جو حکم آوے میری طرف میں ڈرتا ہوں

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ

اگر بے حکمی کروں اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا یہ تمھارے پاس اور نہ وہ تمکو خبر کرتا

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

کیونکہ مین رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہین بوجھتے

واضح ہو کہ عظمت وکبریاء اللہ تعالےٰ سے جاہل ہونا اور آخرت کا انکار اور بندون کی خود مختاری کا اعتقاد اور نفس کی پیروی او اسی کی خواہشون پر اڑنا ایسی باتون نے کفار کو حق صریح سے منھ موڑنے اور ایسے سوالات پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ تلاوت پڑھنا کسی کلام کو اور تلا علیہ اسکو پڑھ سنایا۔ اور آیت مین ضمیر علیہم راجع بجانب کفار کے اور داخل اسمین انکے مانند سب ہین اور اوپر کی آیت مین من قبلکم سے خطاب فرمایا تھا جو ہول دلانے کے لیے تھا اور یہان بطریق صنعت التفات کے ضمیر غائب فرمائی جو مفید ہی کہ یہ لوگ قابل خطاب نہین ہین یعنی اور جب پڑھی جاتی ہین انپر ہماری آیات جنکی شان یہی کہ بہت واضح و روشن حجت ہین یعنی انمین توحید الٰہی و اسکے خلق و تقدیر و مشیت و جزا و سزا سے حکمت و ہدایت وغیرہ صفات کاملہ کا بیان واضح ہی قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا تو کہتے ہین وہ بدبخت مخلوق جو ہماری لقاء کی توقع نہین رکھتے یعنی اپنے خالق عزوجل سے غافل اور اسکی صفات عظمت وکبریائی سے جاہل اور آخرت و قیامت سے منکر اور لقاء الٰہی سے ناامیدی گمان کیے ہین۔ ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ لے آ تو اے محمد صلعم کوئی قرآن جو اسکے علاوہ اُسکا غیر ہو۔ اَوْ بَدِّلْهُ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دے یعنی اس قرآن مین ایسی باتین ہین جو ہماری خواہش و پسند کی نہین ہین جیسے بتون کی مذمت اور اسکے نام پر ذبیحہ کی حرمت و تکفیر اور دنیاوی زندگی پر مطمئن اور اسی پر جی نہ جانا بلکہ دار آخرت کے لیے نیک اعمال کرنا اور بعد موت کے پھر حشر و قیامت کے لیے زندہ ہونا اور خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی بندگی کرنا کسی کو اسکا شریک نہ کرنا اور جان لینا کہ وہی خالق رازق علیم خبیر ہی جو چاہتا ہی کرتا ہی جو اسکی تقدیر و مشیت ہی وہی ہوتا ہی اُسی نے اس حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ایک ذرہ اُسکی حکمت سے باہر نہین اور سب اُسکی قضاء و قدر اور مشیت و قدرت کے محکوم ہین کسی کو اسکی مملکت مین ذرہ برابر اختیار نہین ہی ایسی سب باتین ہماری خواہش و نفس کے موافق نہین ہین ہان باقی جو کام کرنے کو کہا گیا اسمین مضائقہ نہین پس تم کو چاہیے کہ یا تو تم اس قرآن کے سوائے دوسرا قرآن ہی لے آو جسمین یہ باتین نہون یا خیر اُسی کو رہنے دو مگر اسمین سے ایسی باتین بدل دو۔ مترجم کہتا ہی کہ اہل کفر کی جہالت اپنے خالق عزوجل کی شان عظمت وکبریائی سے ایسی ہی ہوتی ہی اسیواسطے مومن اپنے پاک معبود عزوجل کی ہدایت فرمانے کا بال بال سے شکر گزار ہوتا ہی کہ اللہ تعالےٰ ذوالجلال والاکرام نے محض اپنے فضل و احسان سے اسکو اس تاریکی و جہالت سے نجات دی وہی جو چاہے کرے اُسپر کسی کا دعوی نہین چنانچہ کفار کو اندھا رکھا کہ ایسی درخواست اسکے کامل مطیع بندہ و رسول صلعم سے کی جسکا ہر کام موافق رضائے الٰہی عزوجل اور اُسکے حکم سے تھا لہٰذا جواب کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ تو کہدے کہ میرے واسطے یہ ٹھیک ہی نہین ہو سکتا کہ مین اپنے نفس کی جانب سے اسکو بدل دون۔ بیضاوی رح نے کہا کہ تلقاء در اصل مصدر ہی اور ظرف کے معنی مین مستعمل ہوا اور کفار کی دونون باتون مین سے ایک کے جواب پر اکتفا کیا گیا اسوجہ سے کہ جب تبدیل سے انکار کیا تو بالکل دوسرا قرآن لانے سے انکار اسکو لازم ہی یعنی بدرجۂ اولی اُس سے انکار ہی کیونکہ کسیقدر بدل دینا بہ نسبت بالکل ترک کرنے کے آسان ہی تو جب آسان کو ممکن نہین کہا تو مشکل کہان سے ممکن ہو سکتا ہی اور قولہ ما یکون لی۔ نہایت بلیغ ہی کہ اس سے اپنے عدم ارادہ کی اور اسکے صحیح نہونے کی اور اسکے نہو سکنے کی سب کی نفی نکلتی ہی یعنی نہ میرا ارادہ اور نہ وہ مجھسے صحیح ہو سکتا اور نہ وہ میری جانب سے ہو سکے اور اسمین اشعار ہی کہ اصل خلقت مین ہر شخص کے ساتھ جو شیطان پیدا ہوا ہی

اور نفس انسانی مین ایک لمہ شیطانی ہوتا ہو ان دونون سے آنحضرت صلعم سلامت تھے چنانچہ حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آپکا ہمزاد مطیع تھا اور ثابت ہو کہ خلق آپکا قرآن مجید تھا یعنی بدون کسی معارضہ و تکلف کے بمقتضائے نفس ہر آپ قرآن مجید کے عامل تھے پس احکام و مواعظ قرآن مین اور آپکے خلق عظیم مین صفۂ اتحاد تھا اور اسی پر شاہد ہو کہ یہان اللہ تعالیٰ خالق سبحانہ نے یون جواب کا حکم دیا کہ تو کہدے کہ مین اپنے نفس کیجانب سے بدل نہین سکتا یعنی نہ اپنے نفس کیطرف سے کچھ لایا اور نہ اسکو بدل سکتا ہون۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ نہین پیرو ہون مگر اسی چیز کا جو میری طرف وحی کی گئی یعنی بدون مداخلت نفس کے پس خوب محکم جواب ہوگیا کہ مین کیونکر بدل سکونگا کیونکہ یہان کچھ بھی میرا تصرف نہین ہی لہذا بعض احکام جو کسی وقت تک کے لیے اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے اپنے علم قدیم مین مقدر و نازل فرمائے پھر اُس وقت مقررہ کے بعد دوسرا حکم نازل فرما کر اول کو منسوخ کیا اسمین بھی مجھے کچھ دخل نہین بلکہ مین وحی کی اتباع کرتا ہون اور تمھاری درخواست مین جو یہ بات ٹپکتی ہو کہ قرآن معجز بلیغ فصیح کچھ میرا کلام ہو تو یہ تمھارا گمان محض غلط ہو مین تو وحی کا متبع ہون جو وحی مجھپر ہوئی اگرچہ اسمین خود بعض احکام کی تبدیل ہو مین نے وہی بعینہٖ تلاوت کردی کیونکہ مجھپر یہ اتباع الوحی و تبلیغ بعینہٖ فرض ہو اور خود مین کیونکر تبدیل کرکے گنہگار ہو سکتا ہون اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ مین ڈرتا ہون اگر مین اپنے پروردگار کی نافرمانی کرون یعنی اگر اپنی طرف سے تبدیل کرنے مین نافرمانی کرون عذاب یوم عظیم کو یعنے اگر ایسا عصیان کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہو۔ اسمین ایما ہو کہ کافر لوگ ایسی ہٹ کرنے سے مستوجب عذاب بزرگ ہوگئے۔ یوم کو جو عظیم کہا گیا تو بسبب ظہور جلال و عظمت الٰہی کے ہو کہ اُس دن ہولناک و عظیم وقائع بالکل کھلے ظاہر ہونگے۔ بالجملہ سب بوحی الٰہی و بقدرت و مشیت الٰہی عزوجل ہو۔ پھر صحت وحی پر تنبیہ بلکہ حجت بیان کی بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ تو کہدے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو مین اسکو تمپر تلاوت نہ کرتا۔ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ وہ اعلام کرتا تمکو اسکے ساتھ۔ یعنی یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی و مشیت و ارادہ سے ہو کہ مین تمکو یہ سب سناتا اور آگاہ کرتا ہون اور تم اسمین سے بعض مضامین سے کراہت کرکے میری ذات کی طرف سے سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل تمھاری نادانی ہو۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ کیونکہ بے شک مین اس سے پہلے ایک عمر یعنے چالیس برس تم مین رہا یعنے اسطرح کہ تمپر کچھ تلاوت نہین کرتا تھا اور نہ تم کو کچھ اعلام کرتا تھا۔ یہ سمجھنے کی بات ہو کہ قرآن یکایک ایک معجزہ خرق عادت ہوا کیونکہ جو شخص انمین ایک عمر چالیس برس تک رہا اسطرح کہ نہ اسکو کسی علم سے ممارست تھی اور نہ کسی عالم کو اسنے دیکھا جس سے کچھ علمی باتین سنتا اور نہ کبھی اسنے شعر نظم کیا اور نہ کبھی نثر عبارت بنائی پھر یکایک انپر ایسی کتاب تلاوت فرمائی کہ اسکی فصاحت کے آگے سب فصیح جنکو بڑے بڑے دعوے تھے گونگے ثابت ہوگئے اور سب نظم و نثر والے گردنین جھکانے لگے اور اس انتہا تک بلاغت و فصاحت پہونچی کہ کمال تعجب سے دیکھتے اور جادو کہتے تھے پھر معانی کا یہ حال کہ دو علم دین ایک علم اصول اور ایک علم فروع تو دونون کو اسکے معانی نے گھیر لیا اور اگلون پچھلون کے قصص کو بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کردیا تو جسنے ذرا بھی عقل سے کام لیا اور تعصب کی رنگ اپنی آنکھون سے نکال ڈالی وہ یقین کرگیا کہ یہ اسکی طرف سے کبھی نہین بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی تعلیم و وحی ہو اسیواسطے ان کفار کو جنکو دین کی سمجھ بالکل نہین ہو ملامت فرمائی بقولہ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم سمجھتے نہین ہو۔ تمکو تعقل بالکل نہین ہو یعنے کیون ایسے بیعقل ہوگئے ہو کہ عقل سے سوچ سمجھکر کچھ بھی کام نہین لیتے ہو کہ تمھین صاف ظاہر ہو جاوے کہ یہ قرآن تو خالص وحی از جانب الٰہی ہو۔ قال ابن کثیر رح حاصل دلیل اسکے خالص وحی ہونے پر یہ ہو کہ تم لوگ اسکے ادنیٰ سورہ کے مثل لانے سے عاجز ہو اور تم یہ بھی بالیقین آنکھون دیکھا جانتے ہو کہ جبسے مین پیدا ہوا تب سے وقت بعثت تک تم مین بہت سا

امانت دار معروف ومشہور ہون تم مجھ مین کچھ بھی کوئی ایسی بات نہین جانتے ہو کہ جسکے سبب آنکھ مار دیجر کیا تم کو ذرا بھی سمجھ نہین کہ بیفائدہ مین تم سے کیون جھوٹ بولتا لہذا سوچو اور سمجھو کہ یہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے وحی اور تمہارے لیے دائمی حیات کی نعمت ہی کہ اسکے مثل تم کو ملنا ممکن نہین ہی پھر ابن کثیر رح نے اسکا شاہد قصہ ہرقل بادشاہ روم پیش کیا کہ جب اسنے ابوسفیان سے حال پوچھا اور ابوسفیان نے باوجود اسکے کہ اسوقت کافرون کے سرغنہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق وامانت وعفاف ودیانت وکرائم اخلاق کی بھی خبر دی مگر رسول ہونے سے انکار کیا تو ہرقل نے جواب مین کہا کہ مین ضرور سمجھتا ہون کہ یہ نہین ہو سکتا کہ وہ شخص دنیا کے لوگون پر تو جھوٹ بالکل نہ بولے اور جاکر اللہ تعالے پر جھوٹ باندھنے لگے - جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ حبشہ سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک رسول مبعوث فرمایا ہی جسکی سچائی اور نسب کی بزرگی اور امانت ودیانت کو ہم خوب پہچانتے ہین ہم مین معلوم ومشہور رہی اور قبل نبوت کے وہ ہم مین چالیس برس رہے ہین - ابن کثیر رح نے کہا کہ سعید بن المسیب رح سے تینتالیس برس کی روایت ہی ولیکن صحیح ومشہور پہلا قول ہی - مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو چالیس برس کی عمر پر مبعوث فرمایا پس تیرہ [۱۳] برس مکہ مین رہے آپ پر وحی اُترتی تھی پھر ہجرت پر مامور ہوئے پس ہجرت کر کے دس برس مدینہ مین رہے اور وفات فرمائی جبکہ آپ کی عمر ترسٹھ سال کی تھی - رواہ البخاری وابن ابی شیبہ والترمذی اور اسی کے مانند سدی رح سے بھی مروی ہی اور نووی رح نے کہا کہ یہی اصح واشہر ہی اور اسی کو مسلم رح نے حدیث انس وعائشہ وابن عباس رض سے روایت کیا اور اسی پر علماء نے اتفاق کیا اور ایک قول جسمین ساٹھ برس کی عمر آئی ہی اسکی تاویل یہ ہی کہ راوی نے سال ولادت وہجرت ووفات کی کسر چھوڑ دی اور پورے پورے سال شمار کر لیے اور تیسرا قول جسمین پانچ اوپر مروی ہین اسمین اشتباہ واقع ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ اسمین کسر سال ہجرت مکرر محسوب کی گئی باین طور کہ ایک مرتبہ وہ پورا سال اقامت مکہ دوسرا زمانہ ہجرت مین حساب کر کے زیادہ ہوا واللہ اعلم ف- قولہ تعالے ولا ادراکم - مین دو قراءۃ ہین اول قراءۃ جمہور ولا ادراکم بالف از ادرا - یدری - بمعنی اعلام اور یہی مذکور ہو چکی ہی اور ابن کثیر رح نے لا درا کم - بلام بدون الف پڑھا اور معنی یہ کہ - لا ذراکم اللہ تعالے بہ علی لسان غیری من غیر ان اتلوہ علیکم یعنے البتہ اعلام فرماتا تمکو اللہ تعالے اسکو میرے سواے دوسرے کی زبان سے - یعنی ضرور یہ پیغام آلہی تمکو پہونچایا جاتا اگر مین نہوتا تو دوسرا ہوتا - پھر اللہ تعالے نے دروغ باندھنے والے کے کبیرہ جرم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبدیل قرآن کا رد اور مشرکون کی ذاتی حرکت کو متضمن ہی - قال تعالے -

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ

پھر کون ظالم اُس سے جو بنادے اللہ پر جھوٹھ یا جھوٹھلاوے اُسکی آیتین بیشک بھلا نہین ہوتا گنہگارون کا اور پوجتے ہین

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ

اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے اُنکا اور نہ بھلا اور کہتے ہین یہ ہمارے سفارشی ہین اللہ کے پاس تو کہہ

اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

تم اللہ کو جتاتے ہو جو اسکو معلوم نہین کہین آسمانو نہین نہ زمین مین وہ پاک ہی اور بہت دور ہی اُس سے جو شریک کرتے ہین

اظلم صیغہ اسم تفضیل مستعمل ہی - افتراء جھوٹ باندھنا اور کذبًا بیان اس امر کا ہی کہ یہ امر باوجود افتراء ہونے کے خود جھوٹ ہی یعنے اللہ تعالے کی طرف - اسکو نسبت کرنا جیسے دروغ افتراء ہی ویسے ہی وہ خود جھوٹ بھی ہی - لا یفلح اے لا یسعد - یعنی سعید ونیک انجام نہین

ہوتے ہین - المجرمون - الکافرون - یعنی مجرم سے مراد کافر ہین اور یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا یا اسکی آیات
کو جھٹلایا - پس یہ کلام اللہ تعالےٰ کی طرف سے اہل شرک وکفر پر جو اللہ تعالےٰ کی جناب مین شریک ہونے کو نسبت دیتے یا بیٹا جورو
ہونے کو نسبت دیتے تھے اور اللہ تعالےٰ کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلاتے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعض احکام بدل دینے
یا کوئی اور قرآن لانے کی درخواست کرتے تھے اُنپر تشنیع وتوبیخ ہے - فرمایا - فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس کون شخص
ظالم ہے یعنی کوئی نہین اس سے بڑھکر ظالم ہے جسنے افتراء باندھا اللہ تعالےٰ پر دروغ کو - اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اسکی آیات کو
اِنَّهٗ شان یہ ہے کہ - لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ فلاح نہین پاتے ہین جرم کرنے والے یعنی کفر کرنے والے اسطرح کہ اللہ تعالےٰ پر افتراء
باندھین یا اُسکی آیات کو جھٹلادین - وفی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ تعالےٰ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص سے کوئی بڑھکر ظالم ومجرم نہین جو
اللہ تعالےٰ پر افتراء باندھے اور وہ بھی ایسی چیز سے جو خود باطل ودروغ ہے لہذا جو کوئی اپنی نسبت دعویٰ کرے کہ مین اللہ تعالےٰ
کا رسول ہون حالانکہ درحقیقت نہو اور دعوےٰ کرے کہ مجھپر وحی اُتری ہے حالانکہ کچھ بھی نہین اُتری بلکہ اُسنے اپنی طرف سے باتین
بنائی ہین تو وہ بھی ویسا ہی اظلم ہے جیسے یون کہنے والا کہ اللہ تعالےٰ کا شریک یا بیٹا وجورو ہے نعوذ باللہ من ذلک - حاصل یہ کہ اس کلام
مشرکون کو دوطرح ملامت فرمائی گئی ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم سے قرآن لانے یا بدلنے کی درخواست کرتے تھے - حالانکہ وہ محض وحی الٰہی تھا
پس کیونکر تغیر ہوسکتا ہے اور جو کوئی اپنے کلام کو وحی الٰہی بتلاوے اس سے اظلم کون ہوگا پس قرآن مجید صحیح وحی الٰہی ہے کچھ افتراء نہین ہے
اور دوم یہ کہ جو کوئی وحی الٰہی کو جھٹلاوے اُس سے بڑھکر اظلم کوئی نہین حالانکہ مشرکین جھٹلاتے تھے تو وے سخت مجرم ہوے جنکے واسطے
سعادت وفلاح نہین اگر ایمان نہ لادین - عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے سب سے بڑے علماء یہود مین تھے کہتے ہین کہ جب آنحضرت
صلعم مدینہ مین آئے تو مین نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ پاک کچھ جھوٹون کا چہرہ نہین ہے اور پہلے پہل مین نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ
یا ایہا الناس افشوا السلام الخ - یعنی اے لوگو تم آپس مین سلام کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کو افشا کرو اور آپس مین کھانا
کھلاؤ اور ناتے کو ملاؤ اور رات مین جب کہ لوگ سوتے ہین تم نمازین پڑھو پس سلامتی کے ساتھ جنت مین داخل ہوجاؤ - قال ابن کثیر رح
اور آنحضرت صلعم کے اقوال پاکیزہ اور جو وحی معجزہ آپ پر ہوتی ہے نہایت روشن حجت آپ کی صدق رسالت کی ہے چنانچہ اسکی سجع بلاغت
وفصاحت واخبار غیب وکمالات معانی کا اقرار جس کثرت سے عرب کے بلیغ وفصیح لوگون نے کیا ہے ایک دفتر طویل مین لکھا جاسکتا ہے اور
اور مسیلمہ کذاب وسجاح واسود وغیرہ لعنہم اللہ تعالےٰ جن جھوٹے مدعیون نے وحی شیطانی کی باتین کہین اور اللہ تعالےٰ پر افتراء باندھا
خود انکے تابعین کفار نے اُسکے معیوب وکذب وافتراء ہونے کا اقرار کیا تو بھلا عقل سلیم والے اہل فراست پر کب ان لوگون کا افتراء
چھپ سکتا ہے چنانچہ مسیلمہ وغیرہ کے اقوال جو کتب سیر مین نقل کیے گئے ہین خود ایسر شاہد عدل ہین کہ یہی ان اقوال والا محض کذاب ہے
اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب سے دوستی تھی ایک مرتبہ عمرو اپنے مشرک ہونے کی حالت مین مسیلمہ کذاب کے
پاس گئے اُسنے پوچھا کہ اے عمرو آج کل تمھارے گروہ والے کی کیا خبر ہے اور مراد اُس ملعون کی یہ تھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا نازل ہوا
تو عمرو نے کہا کہ مین نے محمد صلعم کے اصحاب سے پڑھتے سُنا آج کل ایک چھوٹی سی سورہ کیا عظمت والی نازل ہوئی ہے اُسنے کہا وہ کیا ہے تو
عمرو نے سورۂ والعصر ان الانسان لفی خسر - آخر تک پڑھی یا جسقدر یاد ہو پس مسیلمہ ملعون نے ایک ساعت فکر کرکے کہا کہ مجھپر بھی ایسی ہی
ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے - یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر نقر - کیون عمرو تم کیونکر دیکھتے ہو عمرو نے جواب دیا

کہ واللہ تو جانتا ہی کہ مین یہ بات جانتا ہون کہ تو کذاب ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب ایک شرک کا حالت شرک مین یہ حال تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال صدق نبوت اسپر پوشیدہ نہ رہا اور مسیلمہ کذاب کی جھوٹ باتین اسپر اسطرح روشن ہوئین کہ اسنے بالیقین قسم کھائی تو بھلا اہل حق و عقل پر کب مخفی ہو سکتا ہی۔ قال المترجم واللہ کلام الٰہی آئینہ سے زیادہ روشن ہی اسکے صدق مین سوائے ازلی مردود کے جسکو اللہ تعالےٰ نے جہنم کے لیے مخصوص پیدا کر دیا ہی کوئی منکر نہین ہو سکتا یہ تعجب نہین ہی کہ کفار اسکے مثل لانے سے سخت عاجز ہو کر اسکو جادو وغیرہ کہتے تھے چنانچہ متواترا انکا قول نقل فرمایا بقولہ تعالےٰ قالوا ان ہذا الاسحر مبین۔ پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے حق تعالےٰ پر افترا انکا اشد ظلم بیان فرمایا تو کافرون کی خود افترا کی فضیحت و انکی حماقت بیان فرمائی کہ بت وغیرہ جمادات و اوہام کو شرک اور عیسیٰ ؑ وغیرہ کو بیٹا وغیرہ بنا کر افترا و بہتان باندھتے ہین بقولہ تعالےٰ۔ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ اور پوجتے ہین اللہ تعالےٰ کے سوائے ایسی چیز کو جو نہ انکو ضرر دے سکتی ہی اور نہ انکو نفع دے سکتی ہی۔ کیونکہ یہ سب جمادات وغیرہ تھے انکو خود کسی نفع و ضرر کی کچھ قدرت نہین ہی۔ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ اور کہتے ہین کہ یہ لوگ ہمارے واسطے سفارشی ہین اللہ تعالےٰ کے یہان۔ یعنی دنیا مین جو مہم و سخت کام ہمپر پیش آتے ہین اسکے پورا ہو جانے مین ہمارے سفارشی ہین یا اگر قیامت ہوئی تو ہمارے سفارشی ہونگے جیسے نصاریٰ نے زعم کیا کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے ہم سب کے گناہ لادلیے ہین اور ہمارے لیے کفارہ ہو گئے ہین حالانکہ جو کتاب انکے پاس ہی اسمین یہ مذکور ہی کہ کوئی کسی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاتا ہی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ انکی سخت جہالت تھی کہ حضرت حق تعالےٰ جو یقینی نفع و ضرر پہونچانے والا ہی اسکی عبادت چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت اختیار کی جسکو قدرت نہین خالی اس وہم پر کہ شاید ہمارے لیے سفارشی ہون۔ اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ عجیب جہالت تھی کہ فی الحال جس سے نفع و ضرر کی کچھ قدرت ظاہر نہین اس سے ثانی الحال مین سفارش کے امیدوار ہو کر اسکو پوجنے لگے۔ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ تو کہدے کہ کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے جسکو وہ آسمانون مین موجود نہین جانتا اور نہ زمین مین یعنے تم اللہ تعالےٰ کو آگاہ کرتے ہو کہ اسکا شریک بھی ہی یا یہ لوگ تمہارے سفارشی ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ اسکو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین کہین موجود نہین جانتا پس حق تعالےٰ جسکا علم تمام عالم کو محیط ہی اور تمام مخلوقات کو گھیرے ہی جب وہ اسکے علم مین نہین تو قطعاً وہ چیز خود موجود نہین ہی کیونکہ اگر ہوتی خواہ آسمانون مین یا زمین مین تو ضرور وہ اللہ تعالےٰ کے علم مین ہوتی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ بما لا یعلم۔ اے بما لا یعلمہ۔ یعنی موصول کیطرف ضمیر عائد محذوف ہی اور قولہ فی السموات الخ حال اسی ضمیر محذوف سے نفی کی تاکید اور اس امر پر تنبیہ ہی کہ سوائے حق تعالےٰ کے جسکو پوجتے ہو وہ سماوی ہی یا ارضی ہی اور جو کوئی چیز یہان موجود ہو وہ خود اسکے مثل ایک حادث مخلوق ہی اسکو یہ لیاقت ہی نہین کہ شریک ہو سکے۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ تسبیح ہی اللہ تعالیٰ کے لیے اور وہ پاک برتر ہی ایسی چیز سے جس سے یہ لوگ شرک کرتے ہین۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ اتنبئون اللہ بما لا یعلم الآیۃ کے معنی یہ ہین کہ کیا خبر دیتے ہو اللہ تعالےٰ کو ایسی چیز سے جو نہوگی نہ آسمان مین اور نہ زمین مین۔ حاصل اسکا یہ ہی کہ جو کچھ کفار نے زعم کیا اسکا وجود ہی نہین ہو سکتا ہی۔ اور آسمانون و زمین کا بیان اسوجہ سے کہ عموماً اعتقاد اہل الحس یہ ہی کہ جو چیز پائی جاوے انھین دونون کے بیچ مین ملتی ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ بندے سب ایک ملت پر تھے اور بعد اتفاق کے اختلاف کر کے مختلف حالت پر ہو گئے۔ قال تعالےٰ۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ

اور لوگ جو ہین سو ایک ہی امت ہین پیچھے جدا جدا ہوے اور اگر نہ ایک بات آگے ہو چکتی تیرے رب کی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

تو فیصلہ ہو جاتا اُنمین جس بات مین پھوٹ رہے ہین

بعض نے کہا کہ آیت مین ایک ملت پر ہونے کا بیان ہی خواہ ملت اسلام ہو یا ملت کفر ہو اور اہل تحقیق نے کہا کہ ملت فطرت یعنی اسلام پر ہونے کا بیان ہی۔ اور بعض نے کہا کہ۔ الناس سے مراد عموماً سب آدمی ہین اور بعض نے کہا کہ خصوص اہل عرب کا بیان ہی۔ قولہ تعالے وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً نہین تھے سب لوگ مگر ایک ہی ملت پر۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آدم ہوسے نوح تک دس قرن تھے سب ملت اسلام پر تھے اسکے بعد اختلاف واقع ہوا اور بعضون نے بت وغیرہ پوجنے سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے زمانہ سے عمرو بن لحی کے وقت تک ملت ابراہیم ہ پر تھے پھر عمرو ملعون نے بت نکالے۔ انھین دونون قولون کو مفسرین نے ذکر کیا ہی اور یہ اس جہت سے ہے کہ توحید و اسلام سب سے قدیم ملت ہی اسی پر لوگ متفق ہوے اور شرک تو جہالت ہی جسکو گمراہ ہو جانے والے لوگون نے ایجاد کر لیا۔ اور ابن مسعود رضو نے کہا کہ ما کانوا الا علی ہدی۔ یعنے سب لوگ ہدایت ہی پر تھے۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ لوگ سب ایک ملت پر متفق تھے یا سب کے سب دین حق پر ثابت تھے۔ اور یہ حالت زمانہ آدم ہوسے تا وقت قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے یا زمانہ نوح تک یا بعد طوفان نوح کے تھی۔ فَاخْتَلَفُوا پھر لوگون نے باہم اختلاف کیا پس بعض نے ہوا و ہوس کی پابندی کرکے بت پرستی وغیرہ کو اختیار کر لیا اور بعضے دین حق پر ثابت رہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک وعدہ سابق نہو چکا ہوتا۔ یعنی کمال رحمت سے قیامت تک مہلت کا وعدہ فرما دیا ہی کہ اسی دن فیصلہ ہوگا و جزا و سزا ملیگی پس اگر ایسا نہو گیا ہوتا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ تو البتہ فیصلہ کرکے حکم دیدیا جاتا انکے درمیان ایسے معاملہ مین جسمین وے اختلاف کرتے ہین۔ یعنی فی الحال حکم دیا جاتا پس دنیاوی زندگی مین ہی مومن جنت مین اور کافر دوزخ مین داخل دیا جاتا۔ پھر اللہ تعا نے اہل کفر و شرک کی خوارون مین سے ایک نوع دیگر بیان فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم

اور کہتے ہین کیون نہ اُتری اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو مین تمھارے ساتھ ہون

مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝

راہ دیکھتا

وَيَقُولُونَ الکفرۃ المکذبون۔ لَوْلَا ہلا۔ أُنزِلَ عَلَيْهِ علی محمد۔ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کما کان للانبیاء من الناقۃ والعصا والید۔ الخ کہتے رہین یہی کفار و مشرکین جنھون نے قرآن مجید اعظم آیات الٰہی تعالے کو جھٹلایا ہی یہ بات کہ کیون نہین اُتاری گئی اسپر یعنی محمد صلعم پر کوئی نشانی اُسکے رب کی طرف سے یعنی جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام کو دیگئی تھین چنانچہ حضرت صالح کو ناقہ اور موسیٰ ہ کو عصا و ید بیضاء بطریق معجزہ دیے گئے تھے ویسی نشانی محمد صلعم پر کیون نہین اُتاری گئی۔ کمال عجب ہی کہ قرآن مجید سے بڑھکر کیا معجزہ چاہتے تھے کیونکہ عصاے موسیٰ ہ و غیرہ خالی محسوس معجزات تھے اور قرآن مجید نظم معجز و معانی غیبی دونون کا جامع ہی اور معنوی کمالات جیسے بدرجۂ انتہا اسمین ہین کسی اگلی آیت مین

ع ۷/۱

نہین پھر اسکو تو سحر کہکر دوسرے معجزات کے طالب ہوئے اور باوجود اسکے درختون کا اپنی جگہ سے زمین پھاڑتے ہوئے آکر اور پہاڑون کا کلمہ توحید پڑھنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات اونٹ وغیرہ کا صاف زبان مین اقرار اور آنحضرت صلعم کو مخلوقات کا سلام کرنا اور آپکی انگلیون سے فوارہ کا جاری ہونا کہ لشکر نے سیر ہو کر پانی پی لیا اور زہریلے ہوئے گوشت کا آپ سے باتین کرنا کہ مین زہر ملا ہوا ہون اور کوڑھی کا اچھا ہونا اور اسی مردے کا اٹھکر باتین کرنا اور مانند اسکے بے شمار معجزات آنحضرت صلعم سے ظاہر ہوئے اور کسی معجزہ پر پابندی نہ تھی اور جب معنی مین غور کیا جاوے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کو جو گنتی کے منحصر معجزے دیے گئے تھے اُنسے یہ معجزات کہین بڑھکر تھے اسپر بھی کافرون نے نرا اور عناد سے روز ایک نیا معجزہ مانگنا شروع کیا اور کسی پر ایمان نہ لائے اور اللہ تعالےٰ نے باوجودیکہ اسکے علم پاک مین معلوم تھا کہ اُس نے ان کافرون کو ملعون جہنمی پیدا کیا ہی کبھی ایمان نہ لاوینگے برابر یہ معجزات اپنے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر فرمائے تاکہ کفار پر حجت پوری ہو اور رسول صلعم کی علو منزلت و کمال مرتبت ظاہر ہو لیکن وہی ہوا جو حتی کہ کافرون نے زعم کر لیا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم دعا فرماوینگے وہ واقع ہوگا لیکن ازلی کافر ہونے سے ایمان کی توفیق تو نہ پائی ان نفس کی خواہشین دنیاوی پوری کرنے کے لیے مکر و فریب کا ارادہ کر کے یہ درخواست کی کہ مکہ مین کوہ صفا کو خالص سونے کا ہو جانے کی دعا کرو تو ایمان لے آوینگے یا مکہ کے پہاڑ و ریگستان کو زائل کر کے بجائے اسکے ہرے بھرے باغ و نہرین کردو اور مانند اسکے جنکی غرض دنیاوی عیش و راحت تھی - اور علام الغیوب حق سبحانہ و تعالےٰ نے مکہ معظمہ کو حرم محترم بنایا اور اسی شان سے سراسر حکمت بالغہ کے ساتھ پیدا فرمایا وہ ان کافرون کے مکر و فریب کے واسطے تبدیل نہین ہو سکتا تھا جبکہ وے علم الٰہی مین کافر مطبوع تھے حتی کہ اگر علم الٰہی مین انکا ایمان اس معجزہ پر مقدر ہوتا تو اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہی یہ تو کچھ بھی نہ تھا وقد قال تعالیٰ تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذالک جنات تجری الآیۃ - اور کمال رحمت الٰہی اپنے رسول رحمۃ للعالمین پر یہ تھی کہ اسکی امت کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ فرماوے اور خصوص جبکہ انھین کافرون کی پشت مین اولاد مومنین صالحین مستودع تھے پس اگر ان ازلی کافرون کی ہٹ کا معجزہ دیدیا جاتا اور وے خواہ مخواہ ایمان لانے والے نہ تھے تو درصورت کفر کرنے کے عذاب استیصال مین گرفتار ہوتے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ختم کر دیا ہی اور اگلی امتون کے عبرت آمیز حالات ایسے اُنکو سُنا دیے لہذا ان ازلی کافرون کی ہٹ پوری نہ فرمائی کیونکہ ان اشقیاء کو کچھ فائدہ نہو تا لیس اولاد صالحین پر شفقت اگرکے انکا استیصال نہ فرمایا وقد قال تعالےٰ وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون واٰتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ الآیۃ - اسی واسطے جب ان کافرون نے ایسی درخواست کی تو آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو انکی درخواست پوری کیجاوے ولیکن پھر ایمان نہ لانے پر سنت الٰہیہ کے موافق اُنپر عذاب استیصال نازل کرونگا تو حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین نے عرض کیا کہ پروردگار اُنکی درخواست پوری نہ کیجاوے اور اُنکو مہلت دیجاوے اور یہ کچھ پہلا مرتبہ شفقت کا نہین بلکہ بارہا ان خبیثون کی ایذاء دینے پر آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو تجھے ایذاء دینے کے جرم مین پارہ پارہ خاک سیاہ کر دیے جاوین مگر اس رسول کریم رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلعم نے ہمیشہ اپنی ایذاء کو فراموش کر کے ان خبیثون کے لیے مہلت ہی چاہی اس امید پر کہ اُنکی اولاد مین مومنین صالح پیدا ہون پس وہی ہوا والحمد للہ رب العالمین اور آیت کریمہ مین قولہ لولا انزل علیہ آیۃ سے اسی آیت یعنی معجزہ کی درخواست مذکور کی تفسیر بھی کی گئی ہی پس معنی یہ ہونگے کہ کفار مکہ جس نشانی پر ہٹ کرتے تھے اسکے نہ ملنے پر کہتے تھے کہ کیون اسپر یہ آیت نہین اُتاری گئی تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اپنے رسول کو کہ جواب دے - فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ ما غاب عن العباد اے امرہ - لِلّٰهِ - سو تو اُنکے جواب مین کہدے کہ غیب تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی یعنی جو چیزین کہ بندون اور عالم کی

نظر و علم سے غائب ہیں اس غائب کا امر مخصوص بحق عز و جل ہی کسی اور کے اختیار میں نہیں ہی اور یہ آیات بھی منجملہ غیب کے ہیں پس اللہ تعالیٰ
ہی کو اختیار ہی چاہے لاوے یا نہ لاوے اور میں تو ایک بندہ رسول ہوں مجھپر یہی واجب ہی کہ اللہ تعالے کے احکام و زواجر تمکو پہونچادوں
فَانْتَظِرُوْٓا پس اگر تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو عذاب کے منتظر رہو۔ اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ
انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ وقال الحافظ رحمہ اللہ فی قولہ فقل انما الغیب للہ یعنی اللہ تعالے ہی کے قبضہ قدرت میں تمام حکمت کے
موافق سب امور ہوتے ہیں وہی ہر امر کا انجام جانتا ہی۔ فانتظروا انی معکم الخ یعنی اگر تم لوگ مجھپر ایمان نہیں لاؤگے جب تک کہ یہ معجزات
جو تمنے ہٹ کرکے مانگے ہیں دیکھ نہ لو تو حکم الٰہی تعالیٰ کا میرے و اپنے حق میں انتظار کرو کہ وہی احکم الحاکمین ہی منتظر رہو دیکھو وہ کیا حکم
فرماتا ہی۔ قال المترجم یہ تفسیر خوب موافق ہی اور بنا برین یہ کلام اُن کافروں کے حق میں تہدید ہوگا اور آخر یہی ہوا کہ بدر وغیرہ میں
کفار عذاب کیے گئے اور دین اسلام کو اللہ تعالے نے رونق و بلندی دی یہانتک کہ تھوڑے زمانہ میں تمام جہان آوازہ عدل سے
منور و معمور ہوگیا وللہ الحمد۔ اگر کہا جاوے کہ معجزات طلب کرنے میں کفار کا عذر مقبول ہی چنانچہ انبیاء ع کو معجزات دیے گئے پھر جب
کفار قریش کو یہ معجزات نہیں دکھلائے گئے تو وہ لوگ معذور کیوں نہ ہوئے۔ جواب یہ ہی کہ انھوں نے مانند شق القمر وغیرہ کے معجزہ کی راہ سے
اپنی ہٹ سے بڑھکر معجزات دیکھ لیے تھے کیونکہ زمین کے معجزات جو وہ مانگتے تھے یا جو تصور کیے جاویں سب سے یہ آسمانی معجزہ شق القمر
کا بڑھکر ہی پس یہ لوگ ہدایت کی خواہش سے یہ معجزات نہیں مانگتے تھے بلکہ تعنت عناد کی راہ سے مستدعی تھے اور اللہ تعالی جانتا تھا
کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے کیونکہ اُنکے لیے کفر مقدر تھا کما قال تعالے ان الذین حقت علیهم کلمة ربك لا یؤمنون ولو جاءتهم کل آیة۔ یعنے جن
آدمیوں پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا ہی یعنے وے جہنمی ہیں تو وے کبھی ایمان نہ لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام نشانیاں معجزات آجاویں
وکما قال تعالے ولو اننا نزلنا الیهم الملائکة وکلمهم الموتی وحشرنا علیهم الآیة۔ وقال تعالے ولو فتحنا علیهم بابا من السماء الآیة وقال تعالے
وان یروا کسفا من السماء ساقطا الآیة۔ وقال تعالے ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس الآیة۔ پس ایسے لوگوں کی درخواست پوری ہونی
بیفائدہ ہی۔ اور بعض درخواستیں مانند شق القمر وغیرہ کے جو پوری کی گئیں اُنکا پورا کرنا اس راہ سے نہیں تھا کہ کچھ مفید ہوجاویں بلکہ اسوجہ
سے تھا کہ کافروں کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ دعوی نبوت میں معجزہ دکھلانا چاہیے اگرچہ واجب نہو پھر بھی خوب تکمیل کردی گئی پس اسکے بعد
نبوت سے منکر ہونا اُنپر تحقیقی لازم ہوگیا پھر نعمت کے مقابلہ میں کفران طریقہ کفار ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ
اور جب چکھاویں ہم لوگوں کو مزہ اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اُنکو لگی تھی اُسی وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں تو کہہ اللہ
اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
سب سے جلد بنا سکتا ہی حیلہ ہمارے بھیجے ہوئے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی ہی تمکو پھراتا ہی جنگل اور دریا میں
حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ
یہانتک کہ جب تم ہوئے کشتیوں میں اور لیکر چلیں لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اُس سے آئی اُنپر ہوا جھونکے کی اور آئی اُنپر لہر
كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ
ہر جگہ سے اور اٹکلے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہو کر اُسکی بندگی میں اگر تو بچاوے ہمکو اس سے تو بیشک ہم رہیں

مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰھُمْ اِذَا ھُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی

شکر گزار - پھر جب بچا دیا انکو الله نے اُسوقت شرارت کرنے لگے زمین مین ناحق - سنو لوگو تمھاری شرارت ہی

اَنْفُسِکُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تمھی پر - برت لو - دنیا کے جیتے - پھر ہمارے پاس ہی تمکو پھر آنا - پھر ہم جتا دینگے - جو کچھ کہ - تم کرتے تھے

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً حرف اذا شرطیہ اور اذاقہ چکھانا اور یہ مس کی نسبت بحسب موقع کم و زیادہ ہی اور گویا اشارت ہی کہ کمال رحمت الٰہی سے قیامت و دار آخرت مین متقی بندے سیر ہونگے اور الناس سے بعض نے عموماً سب لوگ خواہ کافر ہون یا مومن ہون مراد لیے مگر ارجح یہ ہی جو مفسر رحمہ نے کہا کہ مراد کفار مکہ ہین اگرچہ حکم مین سب کافر بلکہ ہر وہ شخص جو کفران نعمت اسطرح کرے شامل ہی - المعنی اور جب چکھائی ہم نے لوگون کو رحمت - مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْھُمْ بعد ضراء کے جو انکو چھو گئی تھی - اِذَا لَھُمْ مَّکْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا ناگاہ انکے لیے مکر ہی ہماری آیتون مین - قولہ اذا لھم - جملہ جواب شرط ہی اور یہ اذا مفاجات کا ہی کما افادہ الخلیل و سیبویہ رحمہما اور مفاجات کے بیان یہ معنی ہین کہ ناگہانی طور پر اُنھون نے آیات مین مکر واقع کیا لہذا اسمین سرعت مکر پر دلالت ظاہر ہوئی یعنی بہت سرعت و جلدی کے ساتھ مکر کرنے لگے جیسے ناگہانی چیز واقع ہوتی ہی اور مکر سے مراد یہان یہ ہی کہ ہر حیلہ سے آیات الٰہی مین قدح کرنے اور اسکے رسول کو جھٹلانے مین سرگرم ہونے اور رحمت سے یہان مراد جیسے وباء و بیماری سے تندرستی و قحط کے بعد فراخی وغیرہ ہی اور ضراء سے قحط و بیماریان وغیرہ اور حاصل معنی یہ ہین کہ کفار مکہ کو بیماریان و قحط کی مصیبت پہونچی اور وے ناچار ہوکر الله تعالیٰ کی طرف تضرع کرنے لگے پس جب الله تعالیٰ نے انکو اس مصیبت قحط و مرض کے بعد رحمت چکھائی یعنی صحت و فراغت و فراخی دیدی تو اس نعمت کی شکر کی جگہہ سب تضرع بھولکر بہت جلد یہ مکر یعنی حیلہ کرنے لگے کہ آیات الٰہی مین قدح کرین و اُسکے رسول کو کسی حیلہ سے جھوٹا بنا دین اور لوگون کو بھی راہ راست پر نہ آنے دین - بعض نے لکھا کہ اہل مکہ کو آنحضرت صلعم کی بددعا سے ہفت سالہ قحط نے گھیرا کہ آسمان اُنکو دھوان دھار نظر آتا تھا آخر وے لوگ کچھ نادم ہوکر گڑگڑائے تو الله تعالیٰ نے انپر فراخی کی رحمت بھیجی تو انکی طرف سے شکر اور طاعت الٰہی کا نتیجہ نکلنا چاہیے تھا گویا عقل منور و روح پاک و ملائکہ اِسی کے منتظر تھے کہ ناگاہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ آیات الٰہی مین مکر کرنے لگے مثلاً زعم کیا کہ اسمین بتون کی الوہیت و طاعت کا ذکر نہین بلکہ بالکل جہالت و باطل کہا گیا ہی اور انکی جہالت مین یہ قابل طعن تھا کہ بت پتھر کے تراشے ہوئے ہر جاندار جانور سے زیادہ مہمل و بیفائدہ ہین اُنسے تو ایک مکھی بھی بڑھکر ہی اُنکی عبادت کا عقیدہ یا نفع و ضرر کا گمان محض غلط و باطل ہی اور کمال و الوہیت و عبادت فقط الله تعالیٰ وحدہ لاشریکہ ہی کے لیے مخصوص ہی پس کفار اسپر طعن و قدح کرتے اور رسول الله صلعم کو ایذاء دیتے اور ہر حیلہ سے چاہتے کہ کلمہ توحید بلند نہو یہی اُنکا تمام مکر تھا - قُلِ اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا خطاب آنحضرت صلعم کو ہی اور مکر اً تمیز واقع ہی اور معنی یہ کہ تو کہدے کہ الله تعالیٰ اسرع ہی از راہ مکر کے - یعنی الله تعالیٰ نے اپنے رسول کو خطاب فرمایا کہ تو ان کافرون کو خبردار کر دے کہ تم جو مکر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمھارا مکر کچھ کارگر ہوگا وہ محض تمھاری نادانی ہی الله تعالیٰ کا مکر تم سے بڑھکر سریع ہی کیونکہ جب کوئی آدمی بیوقوف کسی عقلمند جاننے والے کے ساتھ مکر کرنا چاہتا ہی تو وہ جاننے والا اس سے بڑھکر ایسی تدبیر کرتا ہی کہ بیوقوف خود ہی اپنے مکر کے وبال مین گرفتار ہو جاتا ہی تو الله تعالیٰ سب ظاہر و باطن و حال و استقبال کو خوب جانتا ہی بھلا اُس سے کوئی مخلوق کیا مکر کر سکے اور مکر کے معنی لغت مین یہ ہین کہ فریب و کید چھپے چھپے اسطرح کرنا کہ دوسرے کو ناگہانی اذیت پہونچے جسکو کا

کے مکر سے خبر نہ تھی اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہر مکار و نیکوکار کی خالی نیت کا بدلا عطا فرماتا ہو تو مکار نے جبھی نیت شروع کی تبھی سے اسکا بدلا ملنے لگا بلکہ اسکے اللہ تعالیٰ کے علم مین اسکا حال سب پہلے ہی معلوم تھا تو پہلے ہی سے بدلا مقرر تھا اسیواسطے مکر کے مقابلہ مین مکر بیان کیا کہ اللہ اسرع مکرا۔ یعنی مکر کی سزا دینے والا ہو یا یہ مراد کہ انکے ساتھ ایسا معاملہ کر دینے والا جسکو وہ اپنے پسند کے موافق دنیا مین اچھا سمجھین حالانکہ جو انھون نے پسند کیا اسکی عاقبت بہت خراب ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا پھر بھی کفار مکار نے وہی اختیار کیا۔ حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے مکر سے یہ مراد ہو کہ مکار کو اسکے مکر کا بدلا دیتا ہو یا ایسے طور پر معاملہ رکھا ہو کہ مکار کی سمجھ مین نہین آتا جیسے آدمی کو دوسرے آدمی کا مکر نہین معلوم ہوتا پس کافرون کے مکر کے مقابلہ مین مکر الٰہی بیان کیا اور یہ بات ظاہر ہو کہ معاملہ آخرت ایسے طور پر واقع ہو کہ کافر اسپر اعتقاد نہین کرتا اور ظاہری دنیاوی زندگی پر بھروسا کر لیتا ہو لیکن اگر کافر اپنے خالق مالک کا حکم مانتا اور اسکی آیات پر یقین لاتا و عمل کرتا تو اچھا رہتا مگر اسنے تو آیات کو ہر طرح مکر و حیلہ سے دفع کرنا چاہا لہٰذا مکر کی سزا بطریق مکر یا کہ دائمی عذاب جہنم مین پڑا اور دنیا چند روزہ زندگی ہو۔ اور اسی غمناک و مشوش عایش پر اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا چاہتا ہو۔ **اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ** البتہ ہمارے رسل یعنی کرام کاتبین جو فرشتہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے پر اسکے ظاہری و باطنی افعال و اعمال لکھنے کو بھیجے ہین وے فرشتہ لکھتے ہین جو تم مکر کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مکر کا یہ لاضروری ہو اور یہ فعل مکر کا لکھا جاتا ہو جیسے ایمان والے کی نیک نیتی لکھی جاتی ہو اور یہ بھی تنبیہ ہو گئی کہ کافرون نے جو مکر کے طور پر مخفی رکھا اور جانتا تھا کہ یہ مکر انکا بالکل چھپا ہوا خالی انکے نفس کے اندر ہو کیونکہ انکا نفس ہی ایمان و طاعت سے منکر اور دنیاوی لذت وغیرہ کا طالب و آخرت سے بے اعتقاد کرتا ہو اور کافر حقیقت مین اپنے نفس کا مکر خود اٹھائے ہوے ہو جانتا ہو کہ اس مکر سے اسکے سوائے کسی کو آگاہی نہین تو فرمایا کہ ملائکہ لکھتے ہین پس جب ملائکہ پر یہ مکر مخفی نہین تو اللہ تعالیٰ جسنے ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہو اسپر کب یہ مخفی ہو سکتا ہو۔ قال الحافظ رح قولہ قل اللہ اسرع مکرا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا استدراج سخت ہو یعنے نافرمان و گنہگار کو ڈھیل دینا جس سے وہ سرکش گمان کرے کہ میرے افعال بہت اچھے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو خوب مہلت دیدی ہو پھر ناگاہ وہ موت کے عذاب مین گرفتار ہو کر رہائی نہ پاویگا اور انھین اعمال کے بدلے جنکو کرام کاتبین لکھتے تھے سزا پاویگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے احسان کے مقابلہ مین کافرون کا کفران بیان فرمایا بقولہ **هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** تسیر کے معنی سیر کرانا و چلانا۔ اور مراد تسییر کہ سے چلنے پر آمادہ کرنا اور اسپر قابو دینا اور مترجم کہتا ہو کہ ارادہ کے بعد اس کام کو اسنے پورا کرا دینا پس صریح معنی حقیقی معتبر ہین اور یہ دلیل صریح ہو کہ بندون کا اور انکے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ عز و جل ہو کیونکہ فرمایا ہو الذی یسیرکم۔ وہی اللہ تعالیٰ تمھارا خالق تمکو سیر کراتا و چلاتا ہو۔ فی البر خشکی مین اسطرح کہ تمھارے اقدام پیدا کر دیے اور جانورون کو تمھارا مسخر کر دیا اور تمھارے ارادہ و سامان پر قدمون چلنے یا سوار ہو کر چلنے مین تمھارا فعل پورا کر دیا۔ والبحر اور تری مین اسطرح کہ کشتیان وغیرہ بنانی تمکو الہام فرمائین اور جہاز و خانی وغیرہ بنانے و چلانے تمکو سکھلا دیے پس جیسے اسنے تمکو پیدا کیا ویسے ہی تم کو خشکی و تری مین چلاتا ہو **حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ** حتی کہ جب تم کشتیون مین ہوے **وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ** اور چلین کشتیان انکو لیکر ہوا ے طیبہ کے ساتھ۔ فلک جمع فلک ہر دو باعراب واحد مین صرف اعتبار کا فرق ہو اسطرح کہ فلک مفرد بروزن قفل ہو اور فلک جمع بروزن اُسُد جمع اَسَد بفتحتین ہو اور کلام مین بالغہ یہ ہو۔ یہان سے عبرت و نصیحت و سمجھ حاصل کرنے کو ایک واقعہ بیان کیا اسطرح کہ خشکی و تری مین چلانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور ایک قوم کشتیون مین سوار ہو کر تری مین سمندر یا دریا مین روانہ ہوئی پس ایک کشتیان اپنے سوار ہونے والون کو لیکر روانہ ہوئین تا

چلیں اور دوم یہ کہ ہوا موافق تھی اور طیبہ یعنی ہلکی ہلکی اسی سمت چلتی تھی جدھر کشتی جاتی ہے اور سوم یہ کہ وَفَرِحُوا بِهَا اور سوار ہوئے تھے لوگ اس نرم موافق ہوا سے خوش ہوئے۔ پس قولہ اذا کنتم الخ جملہ شرط میں تین باتیں تھیں کشتی میں ہونا اور اُنکا چلنا پھر ہوا نرم و موافق ہونا پھر انکا خوش و فرحناک ہونا انھیں تین کے مقابلہ میں جملہ جزا میں بھی تین باتیں ہیں یعنے جب کشتی میں روانہ ہوئے اور یہ تین باتیں فرحت کی ہوئیں تو۔ جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ آگئی ان کشتیوں پر یا آئی اس نرم طیبہ ہوا کو ریح عاصف یعنی عصف والی ہوا جو ہوا سخت تند چلتی ہے اور اسکی کوئی جہت خاص نہیں پس ایسی تند ہوا آگئی وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آئی انپر موج ہر ٹھکانے سے یعنی جہاں جہاں سے دریا میں موج انپر آسکتی ہے ہر ٹھکانے سے موجیں اُمنڈ آئیں۔ اور سوم یہ کہ۔ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ اور ظن کیا انھوں نے کہ انکو احاطہ کیا گیا یعنی غالب گمان انکو ہوا یا الیقین ہوگیا کہ وے گھیرے گئے اور انکی رہائی کی راہیں بند ہوگئیں جیسے کسی کو دشمن نے گھیر لیا ہو اور حاصل یہ ہے کہ انکو گمان بالیقین ہوا کہ وے اب ہلاک ہوئے گھر کر کوئی راہ رہائی کی نہیں ہے پھر بیان فرمایا کہ جب وے ایسی فرحت کے بعد ایسے یاس میں ہوگئے تو پھر انھوں نے کیا کام کیا۔ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ پکارنے اللہ تعالیٰ کو اس حال سے کہ خالص کرنے والے تھے اسی کے لیے دعاء کو۔ یعنی دعاء و پکار میں کسی بت وغیرہ کو شریک کرنے والے نہ تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی سے دعاء کرنے والے ہوگئے کہ تیرے سواے کوئی نجات دینے والا یہاں نہیں ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ اخلاص اس جہت سے ہوا کہ خوف کی شدت سے اصلی فطرت نے رجوع کیا اور فرحت و اترانے سے جو پردہ آگیا تھا جس سے شرک کرنے لگے تھے وہ سب دور ہوگیا ولیکن یہ مراد نہیں ہے کہ توحید کا اعتقاد کر لیا بلکہ یہ سمجھکر اخلاص کیا کہ یہاں کوئی نجات دینے والا سواے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے پس خلاص سے اُنہی سے دعا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ یعنی بہت تاکید و قسم کے ساتھ عہد کیا کہ اگر تو نے ہم کو اس مہلکہ سے نجات دی تو ضرور ہم شکر گزاروں میں سے ہونگے۔ یہ جملہ دعوا کا مفعول بھی ہوسکتا ہے کیونکہ بمنزلہ قول کے ہے۔ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انکی دعاء قبول کرکے انکو نجات دی۔ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ تو ناگاہ وے بغی کرتے ہیں ملک میں۔ یعنی مفاجات کے ساتھ فساد پھیلانے لگے اور جس حال پر پہلے تھے اسی حال پر بہت جلد چھوٹتے ہی عود کر گئے حاصل یہ کہ مہلکہ سے نجات پاتے ہی سب عہد و پیمان فراموش کر دیا اور اگلے شرک و کفر و فساد زمین میں پھیلانے لگے بِغَيْرِ الْحَقِّ متعلق یبغون ہے یعنے بغاوت ناحق کرنے لگے اور بغاوت اگرچہ ہمیشہ ناحق و باطل ہوتی ہے لیکن بغیر الحق زیادہ کرکے تنبیہ کر دی کہ بدون شبہہ کے تمرد و عناد سے فساد پھیلانے لگے اور زمخشری رح نے کہا کہ بغی تو حد سے تجاوز ہوتا ہے اور وہ کبھی حق کے ساتھ ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کا کفار کے ملک پر غلبہ کرکے انکے دیار و املاک کو برباد کر دینا پس بغیر الحق کے قید سے یہ فائدہ ہے کہ مشرکوں کا فساد ناحق تھا وقال المترجم زمخشری کا یہ قول خلاف تحقیق اور خطاء ہے اس لیے کہ مسلمانوں کا استیلاء جسطرح ذکر کیا کچھ بغاوت نہیں ہے یعنے حد سے تجاوز نہیں ہے بلکہ اُنکا ایسا نہ کرنا حد سے تجاوز ہے اس لیے کہ کفار جنکے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا وہ اپنے افعال و اعتقاد و معاملات میں حد سے متجاوز تھے جبکہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی زمین میں کفر و شرک و ظلم و فساد کے احکام و برتاو پھیلاتے تھے بلکہ اپنی جانوں پر سخت ظلم کرتے تھے کہ دوزخ کے واسطے اسکو تیار کرتے تھے پس مسلمانوں نے مالک حقیقی جل جلالہ کے حکم سے بدون دنیاوی لالچ کے انکو فساد و بغاوت سے روکا چنانچہ یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی گروہ فرقہ کفار بدون جدال و قتال کے فساد کرنے سے توبہ کرلے اور مطیع ہوجاوے تو پھر اس فرقہ کے جان یا مال کسی چیز سے کچھ بھی تعرض کرنا حرام ہے بلکہ انکی حفاظت کرنا حق واجبہ ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ بغیر الحق اس تنبیہ مذکور کے لیے بڑھا دیا اور تاکہ نصیحت کھا دے کہ کیا بری

ترکت کافرون کی ہی کہ ناحق ایسا کرتے ہین۔ واضح ہو کہ آیت مین دو فوائد عظیمہ ہین ایک یہ کہ شدت وسختی کے وقت انسان کی جبلت یہ ہی کہ مضطر ہو کر فقط اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع لاوے اور دوم یہ کہ مضطر کی دعا وقبول ہوتی ہی اگرچہ وہ کافر ہو اسیواسطے حدیث مین مطلقاً مظلوم کیواسطے فرمایا کہ اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہین ہوتا یعنی مظلوم کی دعا سے ڈرنا چاہیے لہذا جس قوم نے کسی پر ظلم کیا آخر وے تباہ وبرباد ہوگئے اور ظلم ایسی بُری چیز ہو کہ آخرت ہی پر اسکا عذاب موقوف نہین بلکہ دنیا مین بھی وبال مین ظالم گرفتار ہوتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ مامن ذنب احدرمن ان یعجل اللہ عقوبتہ فی الدنیا الحدیث یعنی بغاوت کرنے وناتا قطع کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس بات کے لیے لایق نہین کہ اللہ تعالیٰ دنیا مین تعجیل اسکی عقوبت مین گرفتار کرے باوجود اس عذاب کے جو آخرت مین اس گناہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا ہی پس اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ شرک وکفر وغیرہ اگرچہ بڑے سخت گناہ ہین کہ آخرت مین مشرک وکافر وغیرہ کے لیے دائمی دوزخ ہی لیکن دنیا جو ملعون دنا چیز ہی اسمین ضرور نہین کہ مشرک یہان بھی عقوبت پاوے بلکہ کبھی کافر ومشرک کو دنیا خوب طرح دیدی جاتی ہی اس لیے کہ اسنے دار الآخرۃ وباقیات صالحات اصلی نعمتون کے عوض اس ناچیز ملعون کو اختیار کر لیا ہی اور رہا ظلم کرنا وبغاوت کرنا واپنے ناتے دارون وقرابت والون سے ناتا کاٹنا یہ دونون اگرچہ کفر وشرک سے کم درجہ کے ہین یعنے عذاب اُنکا اگرچہ کم ہی لیکن اس لایق زیادہ ہین کہ دنیا مین بھی باغی وقاطع الرحم کو وبال پہونچے اور آخرت مین بھی عذاب پاوے اور واضح ہو کہ شرک وکفر بھی ظلم ہی بلکہ سب سے بڑا ظلم ہی اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم نہین ہی ولیکن حدیث کے جو معنی بیان ہوے اس بنا پر ہین کہ بغاوت سے مراد حد سے تجاوز کرنا جو شرک وکفر وغیرہ سے کم ہو جیسے کسی کو قتل کرنا یا مال چھین لینا ناحق دبانا اسکے اور طریقہ سے بغاوت کرنا اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ حدیث مین بغی سے مراد اسکے عام معنی ہون جو شرک وکفر وغیرہ سب کو شامل ہین اور مذمت اسکی ظاہر ہی اور خود اللہ تعالیٰ نے نہایت ارشاد اور نصیحت کے ساتھ اپنے کلام پاک مین بغاوت کی برائی واسکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اے لوگو تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہی۔ یعنے اے کافرو جو تم نے ورطہ ہلاکت سے خلاص ہونے کے بعد بجاے شکر وطاعت کے یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین وملک مین ناحق جان بوجھکر بغاوت پھیلائی اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی توحید مین شرک کیا یعنے خوب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک خالق مالک رازق اور سب امیدین بر لانے والا اور سب انجام دینے والا ہی عبادت وطاعت فقط اُسی کی ہی چنانچہ ایکو ورطہ ہلاکت مین جب تم گرفتار ہوے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے لگے اور کسی بت وغیرہ کو تم نے نہین پکارا تو تمہین معلوم ہی کہ الوہیت وعبادت فقط اُسی کے واسطے ہی پھر جب تمکو ورطہ ہلاک سے نجات دی تو تجنت ہو کہ بتون وغیرہ کی عبادت کرنے لگے پس بغاوت بغیر الحق تم سے سرزد ہوئی یعنے جان بوجھکر تم نے یہ بغاوت پھیلائی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید وعبادت مین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بلکہ بتون کو جنھین تمھارے ہاتھون بنوایا ہی شریک کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ اپنا رسول بھیجا اور اسپر اپنی کتاب مجید نازل فرمائی اور تم کو اسنے حجت واضحہ ودلائل ساطعہ راہ حق دکھلائی مگر تم نے وہی اپنا برا ناطور نہ چھوڑا اور بجاے اسکے شکر کے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جادوگر بنایا حالانکہ جادوگر کمبخت ایسے خصائل حمیدہ وشمائل پسندیدہ کی تعلیم کہان سے کر سکتا ہی اور اسکو یہ معجزات باہرات کہان سے حاصل ہوسکتے ہین اور رسول صلعم کچھ بھی مال دنیا وی تم سے نہین چاہتا اور بالکل بھی اُجرت نہین مانگتا اور ایسے اعجاز کلام کو لایا ہی جو کمالات انسانی سکھلا کر فرشتہ سے بلند مرتبہ بناتا ہی مگر تم ہر حیلہ ومکر سے چاہتے ہو کہ آفتاب کو ہاتھ سے ڈھانپ دو اور رسول سے قتال کرتے ہو سو حکیم اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ اے کافرو تمھاری یہ بغاوت بغیر حق یعنے جان بوجھکر تمرد وعناد کے ساتھ تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہی

کیونکہ اسکا وبال آخر تمہارے ہی اوپر ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ تم کیا ہو تمام مخلوقات کو ذرہ برابر بھی قوت نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے اسکو رد کرکے
پھیر تمہارے تمرد سے تمکو کچھ فائدہ نہیں اور کسی کا کچھ ضرر نہیں بلکہ وبال تمہاری ہی گردنون پر ہے کہ تم نے زندگانی دنیاوی کے پیچھے
محض وہم وخیال سے اپنی عاقبت خراب کی اور بغاوت اختیار کی حالانکہ زندگی دنیاوی اور خود دنیا بے شک محض ناپائدار ہے تمہارے اسپر
اعتماد کرنے سے وہ اپنی حالت پیدائشی سے بدل نہیں جائیگی اور ایسے ہی تم اپنے تمرد سے یہ نہیں کر سکتے کہ جسقدر چاہو اسقدر لے لو بلکہ تم کو وہی مقدر
پھر ملیگا اور وہ بھی فانی وناچیز ہے قال تعالے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا حیات دنیا کی متاع ہے- واضح ہو کہ قولہ یا ایہا الناس انما بغیکم
کی ترکیب دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ انما بغیکم مبتدأ اور قولہ علی انفسکم اے واقع علی انفسکم خبر ہے اور معنی وہی ہین جو اوپر مذکور ہوے یا نفظ
انفس بنی آدم یا ابناء جنس کے لیے ہے اے انما بغیکم واقع علی امثالکم او واقع علی ابناء جنسکم- یعنی تمہاری بغاوت جا پڑتی ہے تمہارے امثال پر
یعنے تمھین آدمیون پر یا واقع ہوتی ہے تمہارے ہی ابناء جنس پر جو آدمی ہین یا مراد یہ کہ اللہ تعالے جل سلطانہ کی بارگاہ عالی مین تمہاری
بغاوت کی کچھ پروا نہین ہے اور دوم ترکیب یہ کہ قولہ علی انفسکم متعلق بغیکم ہے اور تنبیہ ہے کہ اس بغاوت کا وبال تمھین پر ہے پس یہ مبتدا ہے اور قولہ
متاع الحیوة- اسکی خبر ہے اور تقدیر کلام گویا یون ہے- یا ایہا الناس انما بغیکم الراجع علی انفسکم متاع الحیوة الدنیا- یعنی اے لوگو تمہاری بغاوت
جو کہ تمھین پر الٹتی ہے وہ تو یہی متاع حیات دنیا ہے- حاصل معنی یہ کہ حیات دنیا جسپر تم نے بغاوت کی وہ پائدار نہین اور اس بغاوت پر جو عذاب
ہوگا وہ پائدار رہیگا اور ایک قراءة مین متاع الحیوة منصوب ہے پس مفعول مطلق ہو سکتا ہے یعنے تتمتعون متاع الحیوة- یا بغی کا مفعول ہے کیونکہ اسکے
معنی طلب کے ہین اے انما طلبکم متاع الحیوة- یعنی تمہاری بغاوت پس یہی حیات دنیا کی طلب ہے جو ناپائدار ہے- ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ پھر
ہماری طرف تمہارا مرجع ہے کہ موت آتی ہے حیات دنیا سے منقطع ہوکر قیامت کے لیے مہیا ہو جاؤگے- فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس
تمہارے کامون سے ہم تمکو خبردار فرماوینگے- یعنی تم کو تمہارے اعمال کی جزا دیدینگے- یہ جملہ تہدید سخت ہے جیسے زبردست حاکم کسی مجرم سے
کہتا ہے کہ جو تم نے کیا ہے وہ ہم تمکو بتلا دینگے- قال ابن کثیر رح- یعنی ہم تمکو تمہارے سب اعمال سے آگاہ کرینگے اور تمھین کو بھرپور دیدینگے پس
جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد وثنا کرے اور جو کوئی اسکے سوائے پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے- قلت وقد ثبت المعنی
فی الحدیث- ف الاولی- قولہ تعالے حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم الآیہ- اول خطاب ہے اور ضمیر بہم سے غیبت ہے پس زمخشری و
بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف صرف الکلام مین مبالغہ کا فائدہ ہے گویا ان لوگون سے دوسرون کا حال ذکر کیا جاتا ہے
کہ جس سے تعجب کرین اور قباحت اس فعل کی بخوبی انپر ظاہر ہو کیونکہ انسان کو اپنے عیوب وقبائح کم نظر آتے ہین- حاصل آنکہ انتقال از خطاب
بغیبت وبالعکس منجملہ فصاحت کلام کے ہے پھر انتقال متضمن فائدہ بھی ہوتا ہے سو یہان یہ فائدہ مذکور ہے- رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ خطاب
سے غیبت کی طرف کلام پھیرنا دلیل غضب وناخوشی ہے جیسے غیبت سے خطاب کی طرف انتقال کرنا دلیل رضامندی وتقریب ہے کما فی قولہ ایاک
نعبد- فائدہ ثانیہ قولہ ریح عاصف- ریح اکثر مونث مستعمل ہے اور کبھی نادر مذکر لاتے ہین اور ابن الانباری رح نے کہا کہ ریح کے سب نام
مونث ہین سوائے لفظ اعصار کے کہ وہ مذکر ہے اور ریح ہوا سے جوف ہے اور یوم راح ورائح جسدن خوب ہوا چلتی ہو- اگر کہا جاوے کہ
ریح مونث ہے تو عاصف اسکی صفت کیونکر آئی ہے جواب یہ کہ عاصف صیغہ نسبت بسوے معدہ ہے اے ریح ذات عصف بمانند لابن وتامر
پس عاصف مین مذکر ومونث یکسان آویگا اور سخت جھکڑ کو عصف کہتے ہین- فائدہ ثالثہ قولہ دعوا اللہ مخلصین لہ الدین سلاطین عرب
تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالے کو جانتے اور شدائد کے وقت اسی کی طرف رجوع لاتے تھے ولیکن بے فکری مین بغاوت کرکے شرک وبرائی

کی عبادت کرتے تھے پس بتون کی نسبت یہی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالے کے یہان سفارش کر کے حاجت پوری کرا دیتے ہین اور اسیر انکو لایق عبادت
جانتے تھے اور یہ انکی سخت جہالت وکفر وشرک تھا اگرچہ شدت کے وقت سواے حق تعالے کے سب کو بھول جاتے تھے جیسے کہ اللہ تعالے نے
صریح بیان فرمایا ہی پس اللہ تعالے نے اسلام کی ہدایت سے فضل واحسان فرمایا کہ جہالات دور کر کے توحید کی راہ بتلائی پس اس زمانہ مین
جو بعضے لوگ اسلام کا دعوے کر کے ایسی حرکتین کرتے ہین کہ چیچک وغیرہ عوارض وشدائد کے وقت پیرون وقبور وغیرہ کی طرف رجوع لاتے
ہین وے مشرکین عرب سے بھی گویا جہالت مین ایک درجہ بڑھے ہوے ہین کیونکہ لات وعزی وغیرہ کچھ لوگون کے نام ہین جنکو عرب والے
بہت نیکوکار جانتے تھے اور انھین کے نام پر بت تراشے تھے لیکن شدائد کے وقت خالص اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لاتے تھے اور اللہ تعالے
نے قولہ فلما انجاہم سے انکی دعا رقبول ہونے کا اشارہ کیا ہی جیسا کہ بیضاوی رح وغیرہ مفسرین نے بیان کیا پس ان مدعیان اسلام سے
سخت عجب ہی کہ اپنی جہالت پر کچھ غور نہین کرتے ہین بلکہ بڑا غضب یہ ہی کہ سیتلا وبھوانی ولال پری وغیرہ نہین معلوم کسقدر خرافات کے
مان دان کرتے ہین اور فتاوی عالمگیری وغیرہ کے باب ارتداد مین صریح ہی کہ یہ لوگ مرتد اور انکی عورتین انکے نکاح سے باہر ہو جاتے ہین اور
اگر عورتین اسکی مرتکب ہوئین تو وہ بھی مرتدہ ہو جاتی ہین نعوذ باللہ من ذلک - فائدہ رابعہ قولہ انما بغیکم علی انفسکم - انس رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین جو اپنے ہی لوگون پر لوٹ پڑتی ہین ایک مکر یعنی مکر کرنے والا خود اپنے مکر
مین گرفتار ہوتا ہی اور دوم نکث یعنی بدعہدی کرنا اور سوم بغاوت پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھین یہ آیات قولہ انما بغیکم علی انفسکم
اور قولہ لا یحیق المکر السیئ الا باہلہ اور قولہ ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ - اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردویہ وابو نعیم وخطیب نے اخراج
کیا - اور اس حدیث مین انحصار مقصود نہین بلکہ اور بھی بعض افعال بد ایسے ہو سکتے ہین اور یہ جو بعض نے کہا کہ خداع بھی لاحق کرنا چاہیے
بقولہ تعو ومایخدعون الا انفسہم الآیۃ تو مترجم کہتا ہی کہ یہ مکر مین داخل ہو چکا اب لحاق کی ضرورت نہین ہی فافہم - ف - فی العرائس قولہ تعو ہو الذی
یسیرکم فی البر والبحر - واضح ہو کہ تمام ممکنات وحادثات بالکل معرفت وطاعت الٰہی عز وجل مین قاصر ہین پس جو لوگ کہ ایمان ہی سے کافر ہین وہ تو
نہین دیکھتے کیونکہ اپنے خالق عز وجل سے منکر ہین اور جو بندے ایمان لائے اور اپنے خالق عز وجل کو پہچانا وہ اسکی عظمت وکبریائی کو اسقدر عظیم دیکھتے
ہین کہ اپنے کو بالکل نیست ونابود پاتے ہین پس آیت مین فرد کفار کا بیان ہی اور اسمین اشارات ولطائف ہین جو اہل عرفان کے حال سے
موافق ہین یعنی اشارۃ النفس مین حالات ومعارف کا بیان ہی پس بر وبحر دونون مجاہدات ومشاہدات ہین کہ اللہ تعو ان دونون مین اہل عرفان کو
سیر کراتا ہی اول مین نفوس کو اور دوم مین قلوب کو اور نیز یہ سیر عقل وروح کو بھی آیات وصفات مین شامل ہی - قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک - یہ کشتی عنایت
ازلی کی ہی مدد ان مقامات مین سیر محال ہی کیونکہ سب قلوب وارواح اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا - وجرین بہم بریح طیبۃ - ہواے کرم و
عنایت انکو ازل وابد مین لیجاتی ہی اور یہی نسیم وصال کیا خوش حال ہی کما دل علیہ قولہ وفرحوا بہا - پھر جب اسمین سکون ہوا تو غیرت کبریائی نے
میدان قدم سے معرض محنت مین نکالا جیسا کہ حال معروف ہی - وقال تعالے جاءتہا ریح عاصف - عظمت کمال مین تہ وبالا ہونے لگے اور
ریح انس سے فراق ہوا - وقال تعالی وظنوا انہم احیط بہم - پھر انھون نے خصوص اثبات وحدانیت اور نفی وجود غیر سے دعا کی کما قال تعو
لئن انجیتنا من ہذہ الآیۃ - یعنی قہر غیرت سے ہمکو نجات دے کیونکہ حادث کو موازات قدیم کی گنجائش نہین پس توفیق ازلی کی درخواست ہی کہ اسی سے
بقاء ہو - بعض مشائخ نے ان حالات کو اہل ارادت سے متوافق کیا کہ آخر وہ اپنے اختیار وتدبیر سے رجوع کرتے اور اللہ تعالے عز وجل
کی جناب مین تفویض وتسلیم کر کے نجات پاتے ہین - بعض مشائخ نے کہا کہ اہل عبادت کی سیر تو جنگلون وروے زمین خشکی پر سیر کے مانند ہی

اور سیر اہل عرفان کے قلوب سے سیر سمندر کے مانند ہی جسمین مہالک وخطرات ہین ولیکن ایک مہینہ کی رفتار ایک روز مین ہی بعض نے
کہاکہ خشکی کی سیر بطریق استدلال ہی اور سمندر کی سیر بطریق غلبہ حال بدون واسطہ کے شیخ نوری رح نے کہاکہ دعاے اخلاص یہ ہی کہ جس سے
دعا کرتا ہی اسکے سوائے نفس کے خطرات مین سے کچھ بھی باقی نہو۔ قولہ تعالے فلما انجاہم اذاہم الآیۃ - اسمین اہل سکر کا اشارہ ہی کہ آخر وہ کی
انانیت ہو جاتے ہین اور حد عبودیت سے قدم باہر نکالتے ہین و قولہ تعاے یا ایہا الناس انما بغیکم علی انفسکم الآیۃ - بیان عدم ادراک حوادث
بشان قدم ہی اور ہر معرفت کہ نفس مدعی ہووے اللہ تعالے اس سے اعلی واجل ہی اور انانیت ایک بغاوت ہی اور حق تعالی ہر کسی مخلوق
کی نظر واتحاد سے پاک منزہ ہی - واسطی رح نے کہاکہ ملاحظہ نفس سے خداع پیدا ہوتا ہی چنانچہ ذی النون مصری رح سے پوچھا گیا کہ بہت
خفی کون باتین ہین جن سے بندہ خداع مین پڑتا ہی فرمایا کہ الطاف وکرامات ودیدار آیات - ابن عطار وغیرہ مشائخ نے کہاکہ نجات بندے
کی اسوقت ہی کہ اپنے واسطے کوئی صفت وکوئی شان وکوئی حیلہ وکوئی مکان نہ ٹھہراوے سب سے منھ موڑکر خالص اللہ تعالی کے کرم پر بھروسا
کرے کمافی قولہ وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین الآیۃ - پھر اللہ تعا نے ایک مثال حیات دنیا کی اور اس شخص کی جو جہالت کے
ساتھ بدون ہدایت الٰہی کے راہ چلتا ہی پس اسکی سعی بالکل برباد ہی بیان فرمائی بقولہ تعو

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہی جیسے ہمنے پانی اُتارا آسمان سے پھر رل نکلا اُس سے سبزہ زمین کا جو کھاوین

النَّاسُ وَالْاَنْعَامُؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ

آدمی اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور انکلے زمین والے

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

کہ یہ جدا ہمارے ہاتھ لگے تو پہونچا اُسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اُسکو کاٹکر ڈھیر گویا کل یہان نہ تھی بستی

بِالْاَمْسِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝

اسیطرح ہم کھولتے ہین پتے اُن لوگون پاس جنکو دھیان ہی

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ حرف انما جو انحصار کے لیے ہی یہان اس سے دنیا کے مثل کا انحصار
مقصود نہین بلکہ محض ناچیز وفانی وزائل ہونے کا بیان ہی پس اللہ تعالے نے دنیا کی مثل تو کئی مقام پر بیان فرمائی ہی لیکن حاصل سب کا
یہی صفت تشبیہ عجیب ہی جو بیان فرمائی کہ انما مثل الحیوۃ الخ - زندگانی دنیا کی صفت عجیب جو مثل کے مانند ہی ایسی ہی جیسے ہم نے آسمان سے
پانی اُتارا - یعنے مینھ برسایا فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس اسکے سبب سے مخلط ہوے یعنی آپس مین گونج گئے - نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی
اُگنی یعنی جو چیزین زمین سے اُگتی ہین وہ ہمارے اس فعل سے کہ پانی برسا دیا اسقدر نکلین و بڑھین کہ آپس مین گنج گئین مِمَّا یَاْكُلُ
النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ہر قسم کی جسکو آدمی کھاتے ہین اور چوپائے وغیرہ کھاتے ہین یعنی کھیتی وساگ وگھاس وغیرہ ہر قسم کی پیدا وار خوب
اُگی اور خوش نما تیار ہوئی - حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا یہان تک کہ جب حاصل کرلی زمین نے اپنی زخرف - یعنی زمین
طرح طرح کی نبات مختلف اشکال ومختلف رنگون سبز وسرخ وزرد وغیرہ سے مانند دولھن کے جو مختلف رنگین لباس سے آراستہ کیجاوے
خوب سامان والی ہوئی - وَازَّیَّنَتْ اسے ہتر زینت - اور خوب آراستہ ہوگئی - وَظَنَّ اَهْلُهَا اور یقین کیا اسکے لوگون نے

سر اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اسپر قادر ہین یعنے اسکی زراعت و پھل وغیرہ حاصل کرلینے پر قدرت رکھتے ہین۔ اَتٰهَآ اَمْرُنَا تو آگیا یکایک اُسپر یعنے اُسکی زراعت و پھلون وغیرہ پیداوار پر ہمارا حکم یعنے قضاء مقدر اسکے ہلاک و برباد کرنے کی۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا رات مین یا دن مین یعنے رات کو اولا یالا وغیرہ سردی ایسی پہونچی کہ ساری پیداوار تباہ کردی یا دن مین آندھی ولون وغیرہ نے تباہ کیا۔ فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ سو ہم نے کردیا اسکو حصید یعنی محصود جو جڑ سے کٹی ہوئی ہوگویا کہ کل تھی ہی نہین یعنے گویا اسکی یہ سب پیداوار اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھی۔ قولہ لم تغن اے لم تغن الارض والمراد لم تلبث نبات الارض یعنے نبات زمین ثابت ہی نہین ہوئی تھی۔ اور قولہ بالامس سے خصوص گذرے ہوے کل مین ہونا مراد نہین ہوتا ہی بلکہ یہ ضرب المثل عرب کی زبان مین بدین معنی ہی کہ اسوقت سے پہلے بہت قریب وقت سے لیکر کسی وقت نہ تھی۔ ویقال غنی بالمکان اے اقام۔ اور قتادہ رح نے کہا اے لم تنعم یعنی گویا کبھی اگی ہی نہ تھی۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ حرف تشبیہ اگرچہ قولہ کماء انزلناہ۔ مین لفظ ماء پر داخل ہوا لیکن حیات دنیا کی تمثیل خالی مینھ سے مقصود نہین ہی بلکہ تمام مضمون جو اس بیان سے حاصل ہوا وہ ممثل بہ ہی کیونکہ یہ تشبیہ مرکب ہی یعنی نباتات کا بہت جلد زائل و برباد ہو جانا بعد ازانکہ بہت ہری بھری تھی اور لوگ اپنے یقین مین جو محض گمان ہوتا ہی یہ جانتے تھے کہ اب ہمکو اسپر سب طرح قدرت ہی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اوپر کی آیت مین لوگون کی بغاوت و کفر و شرک کو متاع الحیوۃ الدنیا بتلاکر اب حیات دنیا کی تشبیہ فرمائی کہ اسکی تروتازگی و زینت کی اور جلد فانی و زائل ہونے کی مثال ایسی ہی جیسے اللہ تعالے نے مینھ برساکر زمین کو طرح طرح کی نباتات رنگین و اشکال مختلفہ کے ساتھ بہت کثرت سے آراستہ کیا پھر جب زمین خوب مزین ہوگئی اور کاشتکار و باغبان کو غرہ ہوا کہ اب ہم کو اسپر قدرت حاصل ہی اور نادانی سے بیخوف ہو بیٹھے یہ نہین سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہی۔ بونے والے و کھیتی کرنے والے اسی زعم مین تھے کہ ناگاہ بجلی گری یا سرد ہوا چلی یا آندھی آئی خواہ رات مین یا دن مین کہ تمام درخت خشک و کھیتی تلف ہوگئی اگرچہ پہلے ہری بھری تروتازہ تھی پس برباد ہوکر ایسی ہوگئی کہ گویا اس سے پہلے کبھی کسی وقت اسکا وجود ہی نہ تھا یہی کیفیت دنیاوی زندگی کی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ دنیا مین جو سب سے بڑھکر ناز و نعمت مین اتراتا ہوا آخر مرگیا ہی وہ آتش دوزخ مین ایک غوطہ دیکر پوچھا جائیگا کہ بھلا کبھی تو چین مین تھا تو اس شدت کے آگے سب فراموش ہوکر کہیگا کہ کبھی نہین اور دنیا مین جو سب سے بڑھکر تکلیف اٹھاکر طاعت الٰہی پر رہا ہی وہ لاکر آخرت کی نعمتون مین ایکبار غوطہ دیکر پوچھا جائیگا کہ کبھی تجھپر تکلیف تھی تو کہیگا کہ مجھے کسی تکلیف کا اثر نہین معلوم ہوتا۔ وفی السراج دنیا کی حیات کو اس نبات سے تشبیہ کئی معنی پر ہوسکتی ہی۔ اول یہ کہ جیسے دنیا کی طرف زیادہ رغبت والا جب تمام ہمت اسی پر مصروف کرتا ہی اور بڑی بڑی امیدین باندھتا ہی تو ناگاہ موت آجاتی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر فرمایا۔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون یعنی جب پھولے وے لوگ اس چیز پر جو دیے گئے تھے تو ناگاہ ہم نے انکو گرفتار کرلیا پس اچانک وے ہر بھلائی سے ناامید ہوکر رہگئے یعنی نہ دنیاے فانیہ رہی اور نہ نعیم آخرت باقیہ ملی۔ دوم یہ کہ جیسے اس زراعت و پیداوار کا کوئی انجام سواے اسکے بہتر ظاہر نہین ویسے ہی حیات دنیا ہی پر قصر کرلینا محض بدانجام ہی باوجودیکہ دنیا مین جو منافع حاصل بھی ہوے وہ بھی آفات سے خالی نہ تھے بلکہ جملہ منافع دنیاوی بلاء و محنت و تعب و مشقت سے خلط ملط ہین بلکہ خلقت کدورات جسمانی خود بخود تفکرات و متاعب مین مترجح ہی سوم آنکہ جیسے کاشتکار وغیرہ کو بعد محنت و مشقت کے بربادی پر سخت غم و الم ہی ایسے ہی دنیا کو دل سے چاہنے والے پر جب موت خواہ مخواہ

طاری ہوئی-تو دنیا حاصل کرنے کی مشقت اسپر اور بھی غم وحسرت کے ساتھ شدت بکثرت بڑھ گئی-قال تعالے-کذٰلِکَ مثل اسی تفصیل کے جو مذکور ہوئی ہی-نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ مفصل ہم بیان فرماتے ہین آیات کو-لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ایسی قوم کے نفع کے لیے جو فکر کرتے ہین یعنی آیات تو عموماً بیان فرمائی ہین لیکن انتفاع اہل ایمان ہی کے لیے مخصوص فرمایا اسی واسطے انتفاع و ہدایت کی راہ سے آیات کی تفصیل فقط قوم متفکرین ہی کے لیے ہو-ف-شیخ عارف نے منجملہ اشارات کلام پاک کے یہان یہ بھی اشارہ پایا کہ اہل ایمان وسلوک وعرفان نے جب اعمال صالحہ وعبادات وطاعات کی کھیتی بوئی یہ سمجھکر کہ دنیا ایک کھیت ہی کہ اسمین آخرت کے لیے زراعت کرکے توشہ وزاد راہ لیجانا چاہیے پس جب خوب ادب وسنت کے موافق اسکی حسنات کثرت سے ہوئے تو وسوسہ شیطان ونفس سے اپنے اعمال کو اچھی نگاہ سے دیکھا اور لوگون کی تعریف وتوصیف سے اسکے نفس مین ریاء کاری نے دخل پایا لیں دکھلانے سنانے کو اسنے اعمال کیے اور اس شرک خفی کے سبب اسکے سب اعمال برباد گئے-نعوذ باللہ من الریاء والسمعۃ بھلا حضرت خالق جل جلالہ کے لایق کون عبادت کرسکتا ہی-پھر لاکھ اعمال ہون کچھ نہین اور دنیاے فانی محل آفات ہی اسپر بھروسا احمق ہی وقال تعالے-

وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

اور اللہ بلاتا ہی سلامتی کے گھر کو اور دکھاتا ہی جسکو چاہیے راہ سیدھی

پہلے اللہ تعالے نے کافرون کا حکم الٰہی واسکی توحید سے پھرجانا اسی واسطے بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی کی رغبت وخواہش مین ڈوبے ہین پھر بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی اور اسکے منافع بالکل عیش نہین بلکہ محض تعب ومشقت سے ممزوج وآخر حسرت وغم وضرر وفانی ہین پھر اب فرمایا کہ حق تعالے عزوجل تم کو جنت ومقام عیش مین جو بالکل تعب ومشقت سے خالی ہی اور دائم وباقی ہی دعوت فرماتا ہی-وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اور اللہ تعالے دعوت فرماتا ہی یعنی رسول صلعم کے اوپر اپنا کلام پاک نازل فرماکر اور بزبان رسول صلعم بھی تمکو دعوت فرماتا وبلاتا ہی-اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ دار السلام کی طرف یعنی ایسے گھر کی طرف کہ وہ ہر طرح کے آفات سے وکدر جانے سے سالم ہی یا وہان ہر طرح سلامتی وعیش ہی یا اللہ تعالے نے بزرگی کے لیے جنت کو اپنا گھر کہا کیونکہ السلام اللہ تعالے کا نام ہی اور مراد یہ کہ یہ گھر اللہ نے اپنے بندون کے لیے مہمانی کا گھر مقرر فرمایا ہی کہ ہمیشہ اسمین رہیں اگرچہ تمام مخلوقات سب اللہ تعالے عزوجل کی ہی اور اپنے پاک نامون مین سے السلام کی طرف اس گھر کی نسبت کی یعنی دار السلام کہا اور دار اللہ یا دار الجبار نہین فرمایا اس لیے کہ بندے متنبہ ہون کہ دار السلام اپنے ہر مکروہ سے سلامت ہوگا یا دار السلام وہ کہ جسمین اللہ تعالی وملائکہ کی طرف سے انہین داخل ہونے والون کو سلام ہی بہرحال مراد اس سے جنت ہی یعنی اللہ تعالے بندون کو جنت کی طرف جو باقی ودائم وہر آفت سے سالم ہی دعوت فرماتا ہی-وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت فرماتا ہی اللہ تعالے جسکو چاہیے-اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ راہ مستقیم کی-یعنی اسی دار السلام تک پہونچ جانے کے راستہ کی-اور یہ راستہ وہی اسلام اور تقوی وایمان ہی پس جو بندہ کہ دنیاوی حیات اور اسکی چیزون کو فانی سمجھا اور اللہ تعالے کی ہدایت پاکر دار الآخرت کیطرف مائل ہوا اور حکم اللہ تعالے والرسول صلعم پر حسن نیت وتقوی کے ساتھ اس چند روزہ زندگی مین مضبوط قائم رہا وہ بالفضل الٰہی دار السلام کو پہونچ گیا والحمد للہ رب العالمین-بیضاوی رح نے کہا کہ دعوت مین تعمیم فرمائی یعنی اللہ تعالے ہر ایک کو دار السلام کی طرف بلاتا ہی اور ہدایت مین یہ تخصیص کی کہ جسکو چاہتا ہی اسی کو ہدایت فرماتا ہو تو یہ دلیل اس بات کی ہی کہ امر دعوت اور ہی اور ارادہ

انکی دیگر ہر دو نون ایک ہی نہین ہین اور نیز دلیل اس بات کی ہو کہ جو بندہ کہ برابر مرتے دم تک گمراہی پر اڑا رہا و مر گیا اللہ تعالے نے اسکی ہدایت کو نہین چاہا کیونکہ اگر چاہتا تو ضرور وہ ایمان لاتا- اور سراج مین خطیب نے جو اقوال بیان کیے وہ سب تفسیر العارف مین موجود ہین مع زائد **ف** چنانچہ عرائس مین لکھا کہ اہل عرفان مین سے اہل سلوک ومجذوبین وغیرہ ہر ایک کو جنت ومشاہدہ وغیرہ ہر ایک کے لایق مراتب کی طرف دعوت خالق اکبر جل جلالہ ہو- دعوت ہر ایک کو عام ہو اور ہدایت خاص باہل عرفان ہو- دنیا مین دار السلام قلوب عارفین ہو ولیکن اسکی طرف بھی ہدایت خصوص اہل ارادت واخلاص کو ہوتی ہو- دار السلام کی دعوت مین اشارہ ہو کہ اللہ تعالے السلام ہو جو ہر قیاس وگمان ووہم وخیال سے پاک منزہ ہو اسکا دار بھی متصف بصفات کمالیہ ہو اور اس دعوت والے تین مرتبہ کے ہین اہل الدار اور اہل المشاہدہ اور اہل الوصال- پس دار السلام برائے اہل ایمان ہو اور مشاہدہ برائے دوم اہل مشاہدہ اور وصال برائے اہل عرفان ہو- ابو سعید رح نے کہا کہ جو کوئی ازل مین مرید ہو یعنے وہ ارادت واخلاص والا ہو تو اسکی ہدایت قولہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ سے نکلی اور جو کوئی ازل مین مراد ہو یعنے وہ کمال فضل سے ارادہ کیا گیا ہو تو اسکی ہدایت قولہ ویہدی من یشاء الآیۃ سے نکلی پس مرید ومراد مین یہی فرق ہو- جنید رح وقاسم رح نے کہا کہ دعوت عام وہدایت خاص ہو بلکہ ہدایت عام وصحبت خاص ہو بلکہ صحبت عام واتصال خاص ہو- بعض نے فرمایا کہ جسکے حق مین ہدایت سابق نہین ہو اسکی اسکو دعوت کچھ مفید نہین ہوتی ہو قال فی السراج عموم دعوت اظہار حجت ہو اور خصوص ہدایت اظہار حکم وقدرت ہو کیونکہ اسی کا حکم سب مخلوق پر طاری ہو- قال جعفر رح جنت خوش مقام بانوار السلام ہو- بعض رح نے کہا کہ دعوت دار السلام باداب ہو اور ہدایت مذکورہ بحقائق ومعارف ہو- بعض نے کہا کہ دعوت واسطے اللہ تعالے کے ہو اور ہدایت از حق تعالے ہو اور استاد رح نے کہا کہ دعوت تو مکلف کر دینا اور ہدایت تو جزا دینا- پس مکلف عبادت تو بعموم سب ہین ولیکن معرفت خاصہ خاص ہو- اور مشہور یہ ہو کہ صراط المستقیم مسلمانون کی راہ ہو اور وہ عوام کے لیے بشرط یقین ہو پھر مومنون کی راہ ہو اور وہ بشرط عین الیقین ہو پھر محسنین کی راہ ہو اور وہ خاص الخاص راستہ بشرط حق الیقین ہو پس گروہ اول تو عقل سے اہل البرہان ہین اور دوم کشف علم سے اہل البیان ہین اور سوم بجہت روشنی معرفت کے گویا اہل العیان ہین اور انھین کے حق مین حدیث مین آیا ہو کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے مرتبہ احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادا کرے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہو- پھر

اللہ تعالے نے انھین نیک بندون کی منزلت وکمال نعمت کو بتفخیم بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

جنھون نے کی بھلائی انکو ہو بھلائی اور زیادتی اور نہ چڑھے گی اُنکے منہ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہین

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍ

جنت والے وہ اُسمین رہا کرینگے اور جنھون نے کمائین برائیان بدلا برائی کا

بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ

اسکے برابر اور اُنپر چڑھے گی رسوائی کوئی نہین انکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈھانک دیا ہو اُنکے منہ پر

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

ایک اندھیرا ٹکڑا رات کا وہ ہین آگ والے وہ اُسمین رہا کرینگے

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا ان لوگون کے لیے جنھون نے احسان کیا یعنی ایمان لائے و اوامر کی پابندی و مناہی سے احتراز کیا جسکا خلاصہ یہ ہو کہ
صدق دل سے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا - یا ایمان سے بڑھکر مرتبہ احسان کے موافق اللہ تعالیٰ کی بندگی پر قائم رہے - انکے لیے
الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ حسنی ہو اور زیادت ہو حسنی تانیث احسن اسے خصلت حسنی اور ابن الانباری نے کہا کہ اہل عرب اس لفظ کو
ایسی خصلت پر بولتے ہین جو محبوب و مرغوب ہو اسی واسطے موصوف کو ذکر مین نہین لاتے ہین اور زیادت سے مراد یہ کہ فضل و کرم سے جسقدر
وعدہ فرمایا ہو اسپر اور بھی بڑھتی کوئی چیز ہو اور وعدہ دی ہوئی جنت ہو پس جنت سے بڑھکر جو کچھ ہو وہ زیادت ہو - کما قال تعالیٰ ویزیدہم
من فضلہ - بعض نے کہا کہ حسنی تو مومنون کی نیکیون کے مثل ثواب ہو اور زیادت اسپر دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ اور جہان تک اللہ تعالیٰ
چاہے - اور بعض نے کہا کہ زیادت مغفرت و رضوان الٰہی ہو - واضح ہو کہ یہ سب امور موعودہ جنت سے زائد نہین ہین کیونکہ نعمہائے جنت
بقدر مراتب مزید ہین اگرچہ ادنی جنت بلکہ موضع سوط یعنی قریب ہاتھ بھر کے جگہ جنت کی تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہو جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہو پس
صحیح وہ ہو جو ثابت ہوا کہ حسنی سے مراد جنت ہو اور زیادت سے مراد دیدار باری تعالیٰ جل شانہ ہو اور کشاف معتزلی نے اس سے اپنے فاسد
اعتقاد کی وجہ سے انکار کیا حالانکہ یہی صحیح و ثابت ہو اور شیخ عکبری نے تبیان مین کہا کہ خود رسول اللہ صلعم نے یہی تفسیر فرمائی ہو جیسا کہ صحیح مسلم
وسنن ابن ماجہ والترمذی و مسند احمد مین ہو اور یہی اکابر صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول ہو ولیکن فاسد الاعتقاد
جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نفرمائی ہو اسکو کون ہدایت کر سکتا ہو - انتہی کلامہ - ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہی تفسیر حضرت ابو بکر الصدیق و
حذیفہ بن الیمان و ابن عباس رضی اللہ عنہم و سعید بن المسیب و عبد الرحمن بن ابی لیلی و ابن سابط و مجاہد و عکرمہ و عامر و عطاء و ضحاک و حسن
و قتادہ و سدی و ابن اسحاق وغیرہم سلف و خلف سے مروی ہو اور اسمین آنحضرت صلعم سے بہت کثرت سے احادیث مروی ہوئی ہین
از انجملہ صہیب رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ للذین احسنوا الحسنی و زیادہ الآیۃ پڑھا اور فرمایا کہ جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل
ہو جاوینگے تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ اے اہل جنت تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وعدہ ہو اسکو پورا فرمانا چاہتا ہو جنتی کہینگے کہ وہ اور
کیا وعدہ ہو بھلا اللہ تعالیٰ نے ہماری میزان بھاری نہین فرمائین کیا اسنے ہمارے چہرے روشن نہین فرمائے ہم کو جنت مین نہین داخل کیا ہمکو دوزخ سے
نہین بچایا - حکم ہو گا کہ ہان یہ تو فرمایا ہو پھر اپنے حجاب دور فرما دیگا یعنی اہل جنت کی نظرون پر جو حجاب پیدا کیا ہو وہ اٹھا دیگا پس جنتی بندے
اپنے پروردگار کو دیکھینگے پس قسم ہو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر انکے نزدیک کوئی نعمت محبوب نہوگی اور کوئی انکی آنکھون کی ٹھنڈک نہوگی رواہ
احمد و مسلم و جماعۃ من الائمۃ - ابو موسیٰ رض نے آنحضرت صلعم سے یہی وعدہ صریح روایت کیا کہ حسنی جنت ہو اور زیادت دیدار الٰہی ہو - رواہ ابن جریر و ابن
ابی حاتم - اور یہی تفسیر کعب بن عجرہ رض نے آنحضرت صلعم سے روایت کی اور ابی بن کعب رض نے آنحضرت صلعم سے اسکی تفسیر پوچھی تو آپ نے یون ہی تفسیر فرمائی
رواہ ابن جریر رح و ابن ابی حاتم - جب آنحضرت صلعم سے یہ تفسیر صحیح قریب متواتر ثابت ہو چکی تو اس کا منکر وہی ہو گا جو اپنی خواہش نفس کی
جہت سے علوم نبوت سے جاہل اور اپنے نفسانی ہذیانات مین گرفتار رہا - حاصل معنی یہ ہوے کہ بندگان ایماندار نیکوکار کے واسطے جنت
ہو اور دیدار الٰہی ہو - وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ رہق کے معنی چھا لینا و ڈھانک لینا اور بعض نے کہا کہ لاحق ہونا
اسی سے طفل مراہق وہ لڑکا جو بالغ مردون کے ساتھ لاحق ہوا - اور قترہ غبار جسمین سیاہی ہو اور بعض نے کہا کہ چہرہ کی سیاہی اور بعض
نے کہا کہ کآبہ یعنی واپسی کا ٹوٹا و خسارہ جو سخت غمناکی ہو اور اس تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ دار آخرت و اصلی گھر مین واپس ہو کر ایسے حال سے پہنچے
کہ کافرون کی طرح خسران مین ہوتے بخلاف کافرون کے کہ جو محض خسران مین ہونگے اور معنی یہ ہوے کہ اور نہین چھپا لیگی انکے چہرون کو سیاہی

اور نہ خواری - بلکہ انکے چہرے سپید ہونگے کمانی قولہ یوم تبیض وجوہ - اور صہیب رض سے مرفوع روایت ہی کہ یہ حال انکا اپنے باری تعالیٰ
کو دیکھنے کے بعد ہوگا - رواہ ابو الشیخ - شاید یہ مراد ہی کہ انوار الٰہی اول سے ہی ان پر روشن ہونگے جس سے انکے چہرون پر روشنی وتازگی
وچمکتی ہوگی - واللہ اعلم - شیخ عکبری رح نے کہا کہ یہ جملہ مستانفہ ہی یا بوجہ حال واقع ہونے کے محل نصب مین ہی ولیکن حال قرار دینا مشکل ہی
اسلیے کہ صیغہ مضارع بلاے نفی جب حال ہوتا ہی تو اسپر واو حالیہ نہین آتا - ہان محل رفع مین حسنی پر عطف ہوسکتا ہی بتقدیر حرف ان - اسے
وان لا یرہق یعنی محسنین کے لیے حسنی ہی اور زیادت ہی اور یہ امر ہی کہ انکے چہرون کو سیاہی نہین ڈھانکیگی اور نہ ذلت - اُولٰٓئِكَ یہی
لوگ جنکا وصف اوپر مذکور ہوا ہی - اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ جنت والے لوگ ہین - هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ وے اسمین ہمیشہ
رہنے والے ہونگے کیونکہ وہ ملک باقی اور اسکی نعمتین دائم ومستمر ہین اسکو کوئی آفت وفنا نہین ہی اور اسمین داخل ہونے والا ہر آفت
سے مانند نکالے جانے وغیرہ کے مصئون ہی - جب نیک بندون مطیع کا حال بیان فرمایا کہ کیسی نعمتون مین ہونگے تو اسکے پیچھے اہل البغی والکفر و
شرک کا کچھ حال بیان کر دیا کہ کیسے عذاب وخواری مین ہونگے بقولہ - وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ اے وجزاء الذین کسبوا الکفر
والشرک - اور بدلا ان سرکشون کا جنھون نے کمایا یعنے دنیا مین کمایا کفر وشرک کو یہ ہی کہ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثۡلِهَا جزاء ہر بدی کی ہوگی
برابر اسکے - وقیل والذین کسبوا السیات یجزون جزاء سیئۃ بمثلہا - وقیل جزاء سیئتہم بمثلہا - اول وثالث اولی ہی - بیضاوی رح نے کہا
کہ یہ جملہ والذین الخ عطف ہی قولہ للذین احسنوا الخ پر بنابر اینکہ عطف معمولین مختلفین کے عاملون پر جائز ہی یا والذین مبتدا اور جزاء سیئۃ اسکی
خبر بتقدیر اول ہی اور معنی یہ کہ ہر ایک کو اسکی بدکاری کے برابر سزا ملیگی اسپر زیادتی نہ کیجاویگی پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ یہ امر محض عدل پر ہی اور
مومنون کو جو زیادتی ثواب عطا ہوئی وہ محض فضل ہی اور ہوسکتا ہی کہ خبر اسکی قولہ کانما اغشیت ہو یا قولہ اولئک اصحاب النار - ہو اور
جو کچھ بیچ مین رہا وہ جملہ معترضہ ہی - ولیکن اول بہتر ہی یعنے اور جن لوگون نے کفر وشرک کمایا انکی ہر بدی کی سزا اسکے برابر ہوگی - وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ
اور چھا لیگی انکو ذلت یعنی انکے چہرون پر سیاہی ہوگی اور خواری برستی ہوگی - اور بعض نے زعم کیا کہ بسبب غم کے انکے چہرون پر دھنوان سا
ہوگا ولیکن صحیح یہ ہی کہ یہ انکی پاداش مین اثر مستقل طاری ہوگا کما دل علیہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم
اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب الآیۃ - وقولہ تعالے ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ الآیۃ - مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ اے ما من احد یعصمہم من
عذاب اللہ - کوئی بھی ایسا نہوگا کہ انکو عذاب الٰہی سے بچالیوے پھر جو مشرکین زعم کرتے ہین کہ ہمارے بت ہمکو چھڑا لینگے یا عیسیٰؑ ہمارے
گناہون کا کفارہ ہوگئے یہ سب انکے خیالات باطلہ ہین جنکا کچھ وجود نہین ہی درحقیقت انکا شرک کبھی نہین بخشا جاویگا جب تک کہ دنیا سے
ایمان توحید نہ لیجاوین تو یہ ایمان البتہ انکے لیے بفضل الٰہی بچانے والا ہوگا - قیل من اللہ اے من جہتہ او من عندہ - بعض نے کہا کہ اسمین
تنبیہ ہی کہ جیسے مومنون کے لیے اللہ تعالے کی طرف یا اللہ تعالے کے پاس سے عاصم ہوگا یعنی فضل ورضوان الٰہی تو ویسے کافرون کے لیے کوئی
بھی اور کچھ نہوگا وے محض روسیاہ رہینگے - كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا گویا ڈھانکے گئے ہین انکے چہرے
رات کے ایک ٹکڑے سے درحالیکہ رات ایسی ہو کہ بالکل اندھیری ہو - قطعا بفتح الطاء قراءۃ اکثر - بمعنی ٹکڑے جمع قطعہ اور بسکون الطاء قراءۃ حمزہ
وکسائی ویعقوب بمعنی ٹکڑا - مظلما حال ہی لیل کا اور اغشیت اسمین عامل ہی کیونکہ وہی قطعا مین عامل ہی جو کہ موصوف واقع ہوا اور من اللیل
اسی کی صفت ہی اور جو موصوف کا عامل ہو وہی صفت کا ہوتا ہی یا من اللیل مین معنی فعل لیکر اسمین عامل کیا جاوے اور دوسری قراءۃ کا
مظلما صفت قطعا بھی ہوسکتا ہی اے قطعا مظلما من اللیل - یعنی گویا رات مین سے سیاہ ٹکڑا انکے چہرون کو ڈھانکے ہی - اُولٰٓئِكَ

اَصۡحٰبُ النَّارِ یہی لوگ جنکی حالت بیان ہوئی یہی دوزخ والے لوگ ہیں **هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ** وے اسمین ہمیشہ پڑے رہنے والے ٹھہرے ہیں۔ معتزلہ نے اس آیت سے سمجھا کہ گناہگار اگرچہ مومن ہو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اگر بغیر توبہ کے مرا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے والذین کسبوا السیآت۔ کو ہمیشہ کا دوزخی فرمایا ہو پس گنہگار بھی سیئہ کا مرتکب ہوا۔ اور یہ سمجھ صحیح نہین ہو بلکہ مومنون کے مقابلہ مین یہان کفر و شرک وغیرہ کے بدکار یعنے بے ایمان مراد ہین کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الخ۔ یعنے بے شک اللہ تعالے یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس سے کم کو جسکے لیے چاہتا ہو بخشدیتا ہو الخ اس سے صاف صاف ثابت ہو کہ سوائے شرک وکفر کے باقی گناہ جسکو چاہتا ہو بخشدیتا ہو پھر یہان گنہگار مومن شامل نہین ہو سکتے ہین کیونکہ یہان جنکو ذکر کیا انکے لیے قطعی دائمی دوزخ قرار دی ہو اگر کہا جاوے کہ جب شرک وکفر کا گناہ مراد ہو تو کسبوا السیآت بلفظ جمع کیون فرمایا تو جواب یہ ہو کہ الذین جمع اور انکے کفر بھی جمع ہوے کیونکہ طرح طرح سے کفر ہوتا ہو جیسے بت پوجنا یا علیٰؑ کو بیٹا کہنا۔ اور مانند اسکے لہذا جمع فرمایا اور دوسرا جواب تحقیقی یہ ہو کہ آدمی جب اپنے خالق سے کافر ومشرک ہوا تو اسکے جو کچھ افعال ہین سب اپنی رائے پر ہوے کوئی اللہ تعالے کے حکم پر نہوا تو ہر کام اُسکا خطا وگناہ ہوا لہذا کافر ومشرک اپنے سب سیآت مین گرفتار ہوگا۔ کما ثبت فی صحیح مسلم فافہم۔ **ف۔ فی العرائس** قولہ تعالے للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ الخ احسان کے معنی یہان کسی دوسرے کے ساتھ نیکوئی کرنا نہین ہین بلکہ وہ معنی ہین جو حدیث صحیح مین ثابت ہوے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادب وخلوص ویقین وخشوع وخضوع وعجز وشوق وخوشی وخوف کے ساتھ کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہو الے آخرہ۔ پس ان بندون کا احسان یہ ہوا کہ اپنے مراقبات وخلوت مین اپنے دلون سے مشاہد قرب الٰہی مین اسطرح حاضر ہوتے ہین کہ اسوقت تمام جہان خواہ جنت ہو یا دوزخ بلکہ اپنے وجود سے بھی خبردار نہین ہوتے صرف اپنے معبود برحق جل جلالہ کی بزرگی دیکھتے ہین اور یہ حال انکا ابتدائی تجلی مین ہوجاتا ہو پس ایسے وصف والے بندون کا بدلا حسنی ہو اور نور جمال الٰہی جل سبحانہ کو پاتے ہین کیونکہ اگر نور جلال وعظمت کو پاوین تو کون تاب لاسکتا ہو سب ہلاک ہوجاوین۔ احسان انکا حسن نور جمال سے ہو کہ آنکی ارواح نے کلمات تسبیح وتقدیس سے ورد کیا اور دوسری جزا انکے لیے زیادہ فرمائی وہ دوام بقا وتمام مشاہدہ ووصال ہو۔ واضح ہو کہ اہل احسان کے بھی مراتب ہین جیسے انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین پس زیادت مین ہر ایک اپنے مرتبہ کے مطابق کشف جمال سے نصیبہ پاویگا لہذا مروی ہو کہ حسنی جنت ہو اور زیادہ دیدار جمال حق تعالی ہو اور نیز حسنی محبت اور زیادت معرفت ہو۔ **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا حسنی معاملات الٰہی مین التذاذ اور زیادت دیدار الٰہی ہو۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ احتمال ہو کہ حسنی دیدار ہو اور زیادہ اسکا دوام ہو یا حسنی دیدار ہو اور زیادہ اس دیدار مین بقا ہو۔ **قال المترجم** ان بزرگون کو حدیث صحیح سے اطلاع نہین ہوئی یا ہو لکر تردد ہوئے ورنہ حدیث مین آگیا کہ الحسنی جنت ہو اور الزیادۃ دیدار او تعالے جل جلالہ۔ پھر ان بندون کا شرف بڑھایا بقولہ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ نہ خجالت ہوگی اور نہ خواری۔ اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون۔ مشاہدات ذات وصفات مین سرمد الدہر ایسے ایسے انواع اکرام بشرف ہونگے کہ عقل اسکی ادراک سے عاجز ہو کیونکہ انعامات الٰہی کی انتہاء نہین ہو۔ یہ تو بزرگیان اہل طاعت کی ہین اور انکے برخلاف حال کفار ہو کہ دوام ذلت وعذاب ونکال مین گرفتار ہونگے۔ پھر محسنین وکافرین کا معاملہ حشر ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالے

وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ

اور جسدن جمع کرینگے ہم اُن سب کو پھر کہین گے شرک کرنے والون کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہہ تم اور تمھارے شریک پھر توڑا دینگے آپسمین انکو

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا

اور کہیں گے اُنکے شریک تم ہمکو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ بس ہے شاہد ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم

عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

تمہاری بندگی کی خبر نہیں رکھتے وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف جو

الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

سچا صاحب ہے انکا اور گم ہو جاویگا اُن پاس سے جو جھوٹ باندھتے تھے

ع ۳ (۱۰) ۸

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا - حشر یعنی جمع کرنا ہر طرف و ناحیہ سے ایک مقام پر - پس قبروں وغیرہ سے سب مردے نفخ صور سے زندہ کیے جاتے کے وقت محشور ہونگے اور زمین تبدیل ہوگی کما فی قولہ تعالے یوم تبدل الارض غیر الارض الخ - اور مجاہد رح نے کہا کہ حشر موت ہے اور شاید مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ حشر قیامت کو درست سمجھو اس لیے کہ جو کوئی مرا اُسکی قیامت قائم ہوگئی کیونکہ اسکے آثار اسپر طاری ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آگیا ہے - اور آیت میں حشر سے وہی حشر مراد ہے جو قیامت میں ہوگا - اور قولہ یوم - منصوب بفعل مقدر اے واذکر یوم - یا - وانذرہم یوم نحشرہم جمیعا - انذار اور تذکیر کر دے اے محمد صلعم کا فروں کو جس دن کہ محشور کرینگے ہم انکو جمیع کو - یعنی جملہ کافروں کو خواہ جنی ہو یا انسی ہو سڑکر خاک ہوگیا ہو یا مردہ جسم پڑا ہو کوئی نہیں چھوٹ سکتا ہے - اور یا ضمیر ہم سب جن وانس کی طرف ہے خواہ مومن ہوں یا کافر ہوں یعنے یاد دلا وے وہ دن کہ محشور کرینگے ہم جن وانس کو سب کو پس کوئی فرد خواہ مومن ہو یا کافر ہو چھوٹ نہیں سکتا - ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر کہینگے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے اشراک کیا - یہ امر مشرکوں کو مجمع عام میں جبکہ ہر ایک کی نظر سے پردہ غفلت اٹھا ہوا اور حیاء وشرم وغیرہ عمدہ اخلاق سامنے ہونگے اسواسطے کہا جائیگا کہ لوگوں کی نظروں میں خوار و رذیل ہوں اور اسوقت وہ مخلوق بھی موجود ہوگی جسکو شریک بناتے تھے پس ملامت وسرزنش کرنے کے لیے مشرکوں کو کہا جائیگا کہ - مَكَانَكُمْ اپنے مقام پر جمے رہو - مکان در اصل اسم ظرف منصوب ہے اور تفسیر میں لکھا کہ نصب بالاغراء ہے اے الزموا مکانکم - لازم پکڑو اپنے ٹھکانے کو جہاں کھڑے ہو - اور یہ لفظ اسم الفعل بھی آیا مگر یہاں نہیں ہے اور خفاجی نے کہا کہ تکلف ہے اور دمامینی رح نے کہا کہ اسکو اسم الفعل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اپنے اصل پر ظرف رکھو - اے الزموا مکانکم - اپنے مقام پر جمے رہو اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ تم اور تمہارے شرکاء دونوں - بیضاوی رح نے کہا کہ مکانکم کے عامل سے جو ضمیر منتقل ہوئی اسم اسکی تاکید ہے اے الزموا انتم - اور اسی پر شرکاء عطف ہے اور تبیان میں کہا کہ شرکاء سے وہ بت مراد ہیں جنکو اپنے زعم میں شریک بناتے تھے اور بعض نے کہا کہ عام رکھنا بہتر ہے چنانچہ جن گمراہوں نے نیک بندوں کو شریک بنایا وہ بھی داخل رہیں کیونکہ وے بھی اشراک سے بیخبری و بیزاری کرینگے کما فی قولہ تعو واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء الآیۃ - وقولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا الآیۃ - ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت میں بیان ہے کہ اہل شرک بروز قیامت خوار و بے مددگار ہو جاوینگے چنانچہ فرمایا کہ ویوم نحشرہم الخ یعنی جسدن کہ ہم محشور فرماوینگے تمام اہل الارض کو جن ہوں یا آدمی نیک ہوں یا بد ہوں جیسا کہ فرمایا وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا - یعنی حشر میں کوئی باقی نہیں رہیگا - ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم - یعنی تم و تمہارے شرکاء اپنے ٹھکانے پہ جمے رہو - یعنی مومنین کے مقام بلند سے علیحدہ رہو کقولہ تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون - وکقولہ یومئذ یتفرقون - وکقولہ یومئذ یصدعون - اور معنی یہ کہ تم و تمہارے شرکاء دونوں اپنے علیحدہ ٹھکانے

جمے رہو اور منتظر رہو کہ تمھارے حق مین کیا حکم ہوتا ہی اور کیا کیا جاتا ہی **فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ** تزئیل کے معنی تفریق کرنا اور مفسر رح نے
اُسکی تفسیر مین لکھا کہ فزیلنا اے فمیزنا بینہم وبین المومنین کمافی قولہ وامتازوا الیوم الآیۃ - یعنی پس ہم ممیز کردینگے انکے درمیان مین یعنے
مومنون و کافرون کے درمیان فرق وتمیز کرینگے چنانچہ کفار مع شرکاء کے الگ مقام پر کھڑے ہونگے - قرطبی رح نے کہا کہ یہ تفسیر سابق و
لاحق سے مناسب نہین کیونکہ کلام مشرکون کے حق مین ہی - **مترجم** کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر رح کی عبارت اسی معنی کو موہم ہی ولیکن
تحقیق یہ ہی کہ شیخ ابن کثیر رح نے قولہ مکانکم - مین اضافت کا فائدہ بتلایا ہی کیونکہ محشر تو مقام حشر سب کا ہی پس کافرون کی طرف یہ کہا
کہ اپنے مقام پر جمے رہو تو اسوجہ سے کہ انکا مقام الگ مومنون سے ہوگا جیسا کہ دوسری آیت سے ثابت ہی - **بیضاوی** رح وخطیب رح
نے کہا کہ فزیلنا بینہم - اے فرقنا بین المشرکین وشرکائہم وقطعنا وصلہم - اور یہی تفسیر اولی ہی اور صیغہ ماضی بسبب قطعی الوقوع کے ہی اور
اسی کو مفید وشعر ہی والمعنی پس ہم جدائی کردینگے مشرکون اور انکے شرکاء کے درمیان یعنے جو لگاو تھا وہ قطع کردینگے - **وَقَالَ
شُرَكَاؤُهُمْ مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ** اور کہینگے شرکاء انکے کہ نہین تھے تم ہم کو پوجتے - ایانا مفعول مقدم برعایت فاصلہ
ہی - اور **مترجم** کہتا ہی کہ حالت استعجاب وغیرہ مین جیسے کہتے ہین کہ ایاے دعوتنی - مجھے تو نے پکارا تھا - یعنی نہین تو غلط کہتا ہی
مجھے نہین پکارا تھا اسی طور پر انکے شرکاء کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے یعنی چونکہ مشرکون کی پرستش سے محض غافل ہونگے اور
اور نیز تعجب کرینگے کہ ہم کیونکر پوجے جاسکتے ہین کیونکہ کہین مخلوق بھی معبود واِلٰہ ہوسکتا ہی لہذا کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے - وقال
البیضاوی رح یہ بطریق مجاز ہی انکی عبادت سے برات کی یا یہ کہ انھون نے جب بالکل خلاف عقل کے باوجود اپنے آدمی ہوش
گوش والے ہونے کے پتھرون و مردون کی عبادت کی تو فی الحقیقہ اپنی حماقت وخواہش نفس کی عبادت کی اور درحقیقت ہواے
نفس ہی شرک کرنے پر آمادہ کرتی ہی - اگر کہا جاوے کہ شرکاء ہم یعنے اُنکے شرکاء کیون کہلائے کیونکہ مشرکون نے تو اپنے الٰہہ کو
حضرت حق تعالے کے ساتھ عبادت مین شریک کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ انکے شرکاء سے کون مراد ہین اور کیونکر شرکاء نے جواب دیا
تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعالے جل جلالہ کے ساتھ درحقیقت کوئی شریک ممکن ہی نہین ہی لہذا کلمہ توحید مین آیا کہ لا الہ الا اللہ یعنی درحقیقت
موجود یا گڑھکر یا کسی طرح پر کوئی الٰہ ہو نہین سکتا سواے اللہ تعالے عزوجل کے تو دنیا مین جتنے مشرک ہین وہ جسکو الٰہ بناوین خواہ
اسطرح کہ کھلے کھلے اسکو سجدہ کرین یا رکوع کرین یا جو بات کمال تعظیم کی ہو وہ کرین اگرچہ دل ہی دل مین اسکو اسقدر معظم جانین جسقدر انکے
دل مین تعظیم آسکتی ہی یا کسی مین ایسی بات ثابت کرین علم وقدرت وغیرہ کی جو مخصوص بجناب باری تعالے ہی یا بیٹا وغیرہ کہین
جو جناب باری تعالے مین محال ہی - یا سواے اللہ تعالے کے کسی کا حکم مستقل مانین یا اسطرح بے دلیل مان لین جیسے اللہ تعالے
واسکے رسول کا کہا ہوا مانا جاتا ہی تو یہ سب واسکے مانند شرک ہی اور اسکو لازم ہی کہ ایسا کرنے والے نے اسکو معبود بنایا جسکے ساتھ
ایسا کیا ولیکن درحقیقت وہ کچھ بھی معبود نہین بلکہ محض مخلوق ہی رہا مگر بنانے والا مشرک و کافر ہوا تو بنانے والے کے زعم باطل
مین فقط وہ شریک تھا لہذا انکے شرکاء کہے - اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ مشرکین مکہ مثلاً بتون کے لیے اپنے جانورون و مالون مین سے
ایک حصہ لگاتے تھے لہذا جب وے بت وغیرہ درحقیقت کچھ بھی الٰہہ نہ تھے تو درحقیقت مین انکے شرکاء اقراری ہوے - رہا
امر دوم کہ کون مراد ہین تو اوپر اشارہ گذرا کہ جس قوم نے جس کسی کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا کیا جو شرک ہی وہی اسکا شریک ہوا
اور تبیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین جنکو مشرکون نے اپنی زعم مین اللہ تعالے کا شریک تصور کیا تھا یعنے سمجھتے تھے کہ یہ بت

ہم

کچھ روزی ومال واولاد دے سکتے ہین یا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی جناب مین انکے لیے سفارش کرکے ایسی چیزین ضرور دلوا دیتے ہین لیکن یہ سوال
کہ پھر یہ بت کیونکر جواب دینگے تو بیضاوی رح نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ ان پتھرون کو گویائی دیگا کہ صاف صاف
مشرکون سے بالمشافہہ کہدینگے تاکہ مشرکون کو جو توقع لگی ہی کہ ہمارے سفارشی ہین وہ ٹوٹ جاوے۔ اور سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا
کہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ بتون مین حیات پیدا کردیگا پس جواب دینگے اور بعض نے کہا کہ خالی گویائی بدون حیات کے پیدا کردیگا
کما قال البیضاوی اور رازی وغیرہ نے کہا کہ بعد حیات دینے کے احتمال ہی کہ پھر ویسا ہی کردے یا نہ کرے اور اللہ تعالےٰ قادر مختار ہی
جو چاہے کرے اور اصلی بات یہ ہی کہ احوال قیامت تو ادراک بشری سے خارج ہی اسمین سے صرف اسیقدر جسکی کلام مجید یا حدیث صحیح
مین خبر دی گئی ہی معلوم ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ مجھے ایسے سوال ہی سے تعجب ہی کیونکہ ہمارے ادراک وحواس مین کسی چیز کی ماہیت و
حقیقت جیسے واقع مین ہی کبھی نہین آسکتی ہی حتی کہ آدمی کو اپنی روح کی ماہیت نہین ظاہر ہوتی پھر جو چیزین مذکور ہوئی ہین اگر اللہ تعالےٰ
انکو ویسا ہی مین واقع کرے تو بھی بے تکلف ہوسکتا ہی اور یہ نہین دیکھتے کہ حضرت محمد صلعم کو ہر درخت وپتھر وکنکر سلام کرتا اور آپ کی
نبوت کی گواہی دیتا اور ازلی کافر جو ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے وہ اسکو تعجب سے دیکھکر آپ کو جادوگر کہتے تھے اور یہ عیسیٰؑ نے مردے
زندہ کیے جو خوب باتین کرتے اور عصاے موسیٰؑ حقیقت مین اژدہا ہوجاتا اور اپنا کام کرتا پھر وہی لکڑی ہوجاتا تو اسمین سوال وجواب
کی ضرورت ہی کچھ نہین ہی۔ پھر خطیب رح نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز جو سواے حق تعالےٰ کے پوجی گئی خواہ جن ہو یا آدمی یا
فرشتہ ہو وہ سب شرکاء مین داخل ہین اور لکھا کہ یہی قول اظہر ہی۔ اور بیضاوی رح نے بعض کا قول لکھا کہ شرکاء سے مسیح علیہ السلام
وملائکہ علیہم السلام مراد ہین پس کوئی سوال وارد نہین ہوتا لیکن حق وہی ہی کہ یہ سب مع بتون کے مراد ہین پس بتون کا انکار کرنا بیان
ہوگیا اور مسیح وملائکہ ظاہر ہی کہ بیزار ہونگے پس جو لوگ مسیح علیہ السلام کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہین جو شرک ہین انکی رہائی نہ
ہوگی۔ اور رہا شیطان تو وہ بھی انکار کریگا جیسا کہ آیات قرآنیہ مین کئی جگہ صریح وارد ہی بالجملہ سب کے سب مشرکون سے بیزاری صاف
بیان کرینگے کہ تم ہمکو نہین پوجتے تھے کیونکہ بت ومسیحؑ مثلاً یہ محض بے خبر ہین اگرچہ مشرکین مدعی ہونگے کہ ہم تو ضرور پوجتے تھے لہذا شرکاء کا
انکار موکد بیان فرمایا بقولہ۔ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہی اللہ تعالےٰ شاہد ہمارے تمھارے درمیان۔ گویا
شرکاء نے حجت وگواہی کی جستجو سے نجات پائی اور یہ عمدہ حجت مل گئی کہ اللہ تعالےٰ عز وجل علیم وخبیر ہی کنہ حقیقت خوب جانتا ہی بالجملہ
سب یا بعض شرکاء کہینگے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل ہمارے تمھارے درمیان کافی شہید ہی کہ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ البتہ
ہم تمھاری عبادت سے غافل تھے۔ اَنْ حرف مشبہ بالفعل مخفف ہی اے انہ کنا۔ اور اِنْ نافیہ بھی ہوتا ہی ولیکن اسکی خبر پر لام نہین آتا
لہذا جب اِنَّ مشددہ کو مخفف کرکے اِنْ نافیہ کے لفظ پر کیا تو التباس دور کرنے وفرق کرنے کے لیے۔ لغافلین بلام فرمایا۔ پھر جاننا چاہیے
کہ اظہر یہ ہی کہ جملہ شرکاء مین سے بت وعیسیٰؑ وعزیزؑ ومانند انکے جو لوگ کہ مشرکون کے شرک کرنے سے غافل ہین یہ جواب دینگے اور عکبری رح
نے تبیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین اور وے غفلت ظاہر کرینگے یعنی ہم تو پتھر وغیرہ جمادات تھے ہم کو تمھاری حرکتون کا کچھ شعور وعلم نہ تھا
اور ہم نے تمکو عبادت کا حکم نہین دیا اور نہ ہم راضی ہوے۔ حاصل یہ ہی کہ عظمت وجلال آلٰہی کے حضور مین سب شرکاء اپنے عبادت کرنیوالون سے
صاف صاف انکار کرینگے اور مشرکین کو اپنے توقع ٹوٹ جائیگی اور رہا یہ امر کہ ہر ایک ان شرکاء مین سے بطریق تعجب کے انکار کرے یا اپنی
لاعلمی پر شاہد کرے تو یہ ضرور نہین ہی پس سیاق کلام مشرکون کی مایوسی وخواری بروز قیامت کا بیان ہی۔ پس جب بدون رضاء آلٰہی کے

سفارشی و مددگار وغیرہ سے مایوس ہوے تو مدار اپنے اپنے اعمال پر ہوا چنانچہ فرمایا۔ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ یہانتک وہان یعنی اسی مقام مذکورہ ہولناک مین - تبلوا از بلاء بمعنی امتحان ہی اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی معنی یہ کہ اسی مقام پر جانچیگا ہر نفس اس چیز کو جو اسنے پہلے کر رکھا ہی یعنے اپنے کیے ہوئے اعمال کا نفع وضرر آنکھون دیکھیگا۔ حمزہ وکسائی نے تتلو پڑھا یعنے دونون تاء فوقانیہ کے ساتھ پس دو احتمال ہین ایک یہ کہ تلاوہ سے بمعنی قراءۃ ہو یعنی پڑھیگا ہر نفس نوشتہ ان اعمال کا جنکو دنیا مین کر چکا ہی - دوم یہ کہ مشتق از تلو بمعنی تبع ہو یعنی پیچھے لگیگا ہر نفس اپنے اعمال کے - پس اسکے اعمال جیسے ہونگے ویسے ہی مقام پر جنت مین یا دوزخ مین لیجاوینگے - اور مراد یہ ہی کہ جنت و دوزخ کے سوائے کوئی ٹھکانا نہین اور ہر ایک انمین سے کسی ٹھکانے پہونچنے مین اپنے اعمال کے تابع ہوگا پس اگر اعمال موافق مرضی الٰہی عز وجل ہین تو جنت مین جائیگا ورنہ دوزخ مین بھیجا جائیگا - بعض نے کہا کہ بلاء کے معنی امتحان وعذاب وانعام بھی آئے ہین تو جائز ہی کہ یہ معنی ہون کہ وہان ہر نفس کافر و گنہگار مصیبت و عذاب مین پڑیگا بسبب اپنے دنیاوی اعمال کے - وعلی ہذا ما أسلفت مین ما موصولہ منصوب بنزع الخافض ہوگا - اور ظاہر معنی اول ہین چنانچہ حدیث مین ہی کہ ہر فرقہ کے لیے جسکو پوجتا تھا متمثل کیا جائیگا پس اسکے پیچھے ہو جائیگا یہان تک کہ جہنم مین پہونچ جاوین پھر پڑھا قولہ ہنالک تبلو کل نفس الآیۃ اور مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین نفس سے کافر نفس مراد ہوگی کیونکہ مومنین کسی کے پیچھے نہ جاوینگے چنانچہ حدیث صحاح مین انکے لیے رب تبارک وتعالی کا تجلی فرمانا بعد سوال وجواب کے مصرح ہی اور ارجح معنی تبلو بباء موحدہ ہین یعنے ہر نفس خواہ کافر ہو یا مومن ہو اپنے اعمال کے موافق بدلا پاویگا اور نفع وضرر صاف معائنہ کریگا۔ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ اے ردوا کلھم الی جزاء اللہ الذی ہو مولاہم الحق لا الی ما اتخذوہ مولی لہم سوا اور سب کے سب پھیرے جائینگے طرف اللہ کے یعنی اللہ تعالے کے بدلا دینے کے موافق انکے عمل کے اور اللہ تعالے وہی انکا سچا مولی ہی اور جنکو انھون نے دنیا مین اپنے مولی بنائے ہین وہ سچے نہین ہین - بالجملہ اُسوقت انکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ انھون نے شرک وکفر کرنے مین بڑا جرم و بڑی غلطی کی کیونکہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہی وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ اور گم ہو جائیگا اُنسے وہ سب جسکو افتراء باندھتے تھے یعنی بت وغیرہ سب ضائع ہونگے - یا لفظ ما مصدریہ ہو یعنے انکا افتراء کرنا گم ہوگا - پس بت پرستون کا دعوے کہ یہ آلہہ ہین یا ہمارے سفارشی ہین یا نصارے کا دعوے کہ عیسی علیہ السلام بیٹا یا الوہیت رکھتا ہی سب افتراء باطل ہوگا ف

فی العرائس قولہ تعالے ہنالک تبلو کل نفس - جیسے کافر ومومن کا امتحان پہلا یہ کہ اپنے خالق مالک کا وحدانیت سے کون اعتقاد کرتا تھا ویسے ہی مسلمانون مین سے ظاہری اقراری منافق اور تحقیقی اقراری مومن کا امتحان ہوگا اور ہر سچے وجھوٹے کا اظہار ہو جائیگا - قولہ وردوا الی اللہ مولٰہم الحق - اہل صدق اپنی خصوصیت درجات پر رہینگے اور ہر مفتری وکاذب اور دکھلانے والا وسنانے والا قہر الٰہی مین گرفتار ہوگا - جب بت پرست ومشرکون کے قبائح ذکر کردیے تو انکے اعمال واعتقادات کے باطل ہونے پر چند حجتین فرمائین

فی قولہ تعالے

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ

تو پوچھ کہ کون روزی دیتا ہی تمکو آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانون اور آنکھون کا اور کون نکالتا ہے جیتا

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ

مردے سے اور کون نکالتا ہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی سو بول اٹھینگے کہ اللہ تعالے سو تو کہہ

أَفَلَا تَتَّقُونَ ○ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ○

پھر کیون ڈرتے نہین سو یہ اللہ ہی رب تمہارا سچا پھر کیا رہگیا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہان سے پھرے جاتے ہو

كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○

اسیطرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی ان بے حکمون پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ تو کہہ کہ کون رزق دیتا ہی تمکو۔ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ آسمان وزمین سے یعنی دونون سے اسطرح کہ پانی برساوے اور زمین سے نباتات اگاوے پس آسمان وزمین دونون سے رزق دینا مراد ہوا اور رازی رحمہ نے عقلی دلیل قائم کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے بالیقین ثابت ہوا کہ رزق آسمان وزمین ہی سے حاصل ہوتا ہی اور بیضاوی رحمہ نے اچھا لکھا کہ آسمان وزمین دونون اس جہت سے ہم نے لیے کہ ظاہرا رزق کا حاصل ہونا آسمانی کچھ اسباب سے اور زمینی مادہ سے ہوتا ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ دونون مین سے ہرایک سے تمکو کون رزق دیتا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ من السماء والارض یعنی من اہل السماء والارض۔ اور بیان آخر من موصولہ کا پس معنی یہ ہونگے کہ تو کہہ یہ بات کہ آسمان وزمین والون مین سے وہ کون ہی جو تم کو رزق دیتا ہی یعنے ان دونون مین کہین کوئی نہین ہی جو انکا رازق ہو بلکہ اللہ تعالےٰ پاک رازق ہی چنانچہ خود کفار کا اقرار آتا ہی۔ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ یا وہ کون ہی کہ مالک ہو سمع وابصار کا۔ یعنی کون قدرت رکھتا ہی کہ انکو ٹھیک پیدا کرے یا آفات سے بچاوے باوجودیکہ یہ دونون عضو بہت نازک اور آفات بکثرت موجود ہین۔ یا کون انکا مالک ہی کہ بدون اسکی قوت کے انمین سے کوئی نافع نہو۔ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور وہ کون ہی کہ نکالے زندہ کو مردے سے جیسے جاندار کو نطفہ سے۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالے مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو حیوان سے۔ اسی مین شامل ہی کافر سے مومن کر دینا اور فطری پیدائش والے کو کافر کرنا اور ایسی ہی بزرگ قدرتین جو بے شمار ہین کہان تک اقرار کرائی جاوین لہذا خاص دو تین کے بعد ایک عام اقرار لیا کہ۔ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ اور کون سنوارتا ہی امر کو اسطرح کہ اسکے ہر کام کا انجام کمال حکمت کے ساتھ وہی ہوتا ہی جو اسنے چاہا۔ حاصل یہ کہ تمام عالم کے امور کا کون متولی ہی۔ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ سو بالضرور کہینگے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی۔ کیونکہ یہ اسقدر واضح وظاہر ہی کہ اسکے انکار ومکابرہ کی گنجایش نہین پاوینگے۔ یہان سے ظاہر ہی کہ دہریہ وغیرہ بعض اقوام ایسے بیوقوف وبے انصاف ہین کہ کفار عرب سے زیادہ جاہل ہوکر دہر کو ان امور کا فاعل کہتے ہین اور سمجھتے ہین کہ خود بخود باضطرار یہ سب کام ہوجاتے ہین اور یہ محض حماقت ہی کیونکہ کمال حکمت وانتظام سے جملہ امور واقع ہوتے ہین پس انصاف وعقل یہ تھی کہ باختیار یہ امور اللہ تعالےٰ کی پیدایش سے ہین جیسے مشرکین عرب قائل تھے لہذا تنبیہ فرمائی بقولہ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ پس اے محمد صلعم تو کہدے کہ پھر بھلا ڈرتے نہین ہو۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنے مین ڈرتے نہین ہو کہ تمہاری جانین جب اپنے خالق مالک رازق زندگی دینے والے کو بھولکر بلکہ اس سے منہ موڑ کر اسکے ساتھ شرک کرینگی تو کیسے سخت عذاب مین پڑینگے۔ پس نصیحت مانو اور اپنے کو اسکے صفات کاملہ سے ٹھیک ٹھیک پہچانو کہ وہ ہر نقص سے پاک ہی اور کسی کو اسکی درگاہ مین شرک کی مجال ہی نہین۔ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ یہی ہی اللہ تعالےٰ۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ رب تمہارا سچا۔ یعنی تمام چیزون کا پیدا کرنے والا اور رازق ومالک اور سب عالم واسکے امور کی تدبیر کرنے والا وہی مستحق عبادت ہی یعنی عبادت اسی کے لیے سچ وصحیح ہی وہی تمہارا سچا رب ہی۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ سو حق کے پیچھے اور کیا ہی سوائے بھٹکنے کے۔ یعنی جب حق معلوم ہوگیا تو اسکے سوائے جو کچھ ہو وہ

گمراہی ہی پس بتون کا پوجنا اور ہر طرح شرک کرنا سب ضلالت ہی لہذا جسنے اللہ تعالی کی توحید اور اسکی عبادت سے تجاوز کیا وہ گمراہ ہوا- **فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ** پھر تم کہان کو پھرے جاتے ہو یعنی توحید چھوڑکر ضلالت مین کہان جاتے ہو کیونکہ تمھارے اعمال کا انجام دائمی عذاب جہنم ہی- **كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ** اسی طرح حق ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا- یعنی جیسے ربوبیت خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے حق وثابت ہوئی اسی طرح ثابت ہوا کلمہ یعنے حکم تیرے پروردگار کا **عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا** ان لوگون پر جنھون نے فسق کیا یعنے حد عبودیت سے کفر کی طرف نکل بھاگے- پھر وہ کلمہ یہ ہو کہ **اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** البتہ وے فاسق لوگ ایمان نہین لاوینگے یا قولہ انہم بمعنی لانہم ہی تو حق وثابت ہو جانے کی یہ علت ہوگی یعنے اس سبب سے حق ہوا کہ وے لوگ ایمان نہ لاوینگے- یعنی انپر عذاب ثابت ومحقق ہو گیا ہی- فی العرائس قولہ تعالے فذلکم اللہ ربکم الحق- اسمین بیان ہی کہ حق تعالے کے نور شہود سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہی وہ بلاشک وشبہہ کشف ذات ووصف دیدار ونشان صفت ہی پس معنی قولہ فذلکم اللہ ربکم الخ- یعنی وہی حق بلاشبہہ وبلاتشبیہ وبدون تعطیل ہی یعنی جیسے کفار یونان کہتے ہین کہ خدا تعالے عقل اول کو پیدا کرنے کے بعد کچھ پیدا نہین کر سکتا بلکہ معطل ہی تو یہ کفر صریح وتعطیل محض وضلالت واضحہ ہی پس جسنے اشیاء وشواہد کو جو محسوس ہین اس شناخت سے نہ پہچانا یعنے رب عزوجل کی وحدانیت ان مخلوقات سے مشاہدہ نکی اور ان چیزون کو اسکے شواہد نہ سمجھا وہ گمراہ از مشاہدہ واندھا در گرداب قہر مین غرق ہی چنانچہ فرمایا قولہ فماذا بعد الحق الا الضلال- پس جو کوئی معرفت حق سے محروم ہوا وہ ضلال کے سوائے کچھ نہین پاویگا اگرچہ ضلال کی راہین بہت کثرت سے ہین کیونکہ صراط مستقیم فقط ایک راہ ہی جیسے دو نقطہ کے بیچ مین خط مستقیم ایک ہی ہوتا ہی اور ٹیڑھے خطوط بے شمار نکل سکتے ہین پس جو کوئی طالب حق ہو وہ ضلال کی راہ سے جو ضرور دوری ہی کیونکر وصال حاصل کریگا لہذا فرمایا- فانی تصرفون- یعنی وصال دار السلام ورضوان السلام چھوڑکر دوری ضلال کی راہ سے کہان اور کدھر جاتے وکسکو ڈھونڈھتے ہو- واضح ہو کہ مخلوقات وحادثات کو پھر جانے وگمراہی کے کوئی راہ ایسی نہین کہ وہان قہر الٰہی سے نجات پاوے- ہان راہ مستقیم پر البتہ وصول کرامت ورحمت ونجات از قہر وملامت ہی- اشارہ قولہ من یرزقکم من السماء والارض- غذاء ارواح تو قرب وصال ہی اور غذاء قلوب از صفاء عبودیت- اور کانون کو سماع لذیذ خطاب اور آنکھون کو دیدار جمال ہی اور قولہ من یخرج الحی الخ- ارواح عارفہ پاکیزہ اسکی معرفت ذات وصفات کے ساتھ نور قدم کی حیات سے عدم سے زندہ نکلتے ہین اور قولہ یخرج المیت الخ بیچے دلون سے مردہ سانس نکل جاتے ہین جبکہ اسکی عظمت مین انکو لقاء قدم سے حیات حاصل ہوتی ہی- قولہ من یدبر الامر- عارفون کو معرفت دینا اور موحدون کو آداب عبودیت وحقوق ربوبیت تعلیم کرنا اسی پاک سبحانہ تعالے کی تدبیر پاک ہی- اور قولہ فسیقولون اللہ- اہل کفر وضلال اس امر کو لاچار ہوکر باوجود انکار باطنی کے کہتے ہین اور اہل ایمان اسکو نشاط قلب سے کہتے ہین اور اشارہ ہی کہ جس بندہ کو مقامات مذکورہ بالا مین توفیق مشاہدہ نصیب ہوئی وہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہی- پھر قولہ افلا تتقون- سے خوف عظمت دلایا کہ حق تعالے کے سوائے اور کسی طرف التفات نکرین اور اس کلام مین بہت اخص اشارہ جسکو خاص خاص بندے سمجھتے ہین یہ ہی کہ کشف صفات سے جب تم انوار قدم مین واصل ہوے تو قدم کے کنہ مت ڈھونڈھو- کیونکہ وہان معادن ملکوت بے نہایت ہی اور وہان معرفت بندہ محض ہیچ ہی پس کوئی روح وکوئی بصیرت یہ مجال نہین رکھتی کہ کچھ بھی احاطہ کر سکے- حسین رح نے کہا کہ عبادات سے مقصود وہی حق تعالے ہی کوئی غیر اسکا شاہد نہین اور کسی غیر سے اسکا ادراک نہین ہی- واسطی رح نے کہا کہ حق کے بعد جب سب کو ضلال فرمایا تو بندہ موحد کو روا نہین ہی کہ کسی چیز کو توحید پر شاہد کرے کیونکہ جو چیز ہی وہ بعد الحق اور ضلال ہی تو ضلال کیسے واقف ہو اور ضلال کیونکر اسکا وصف کمال بیان کر سکے- حسین رح نے کہا کہ حق وہی ہی

که کسی قبیح کا استقباح نہین کرتا اور کسی خوب کا استحسان نہین تو اسکی طرف عود کیونکر کرے جو اُسی سے شروع اور اسی کی مخلوق ہو۔ بعض نے کہا کہ حق تو ان لوگون کا راستہ ہی جو علم دین سے خلوص کے ساتھ عالم ہین اور جنکو علماء سے بڑھکر عمل و تقوی بھی ہونے کی وجہ سے حکمت حاصل ہوئی انکا راستہ حقیقت ہی پھر جو اولیاء ہین انکا راستہ تحقیق ہی اور حقائق التحقیق راہ انبیاء علیہم السلام ہی۔ قولہ فانی تصرفون یعنی حق سے منھ موڑکر غیر کی طرف کہان جاتے ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ تعالے ومن یدبر الامر۔ یعنی وہ کون ہی کہ ایجاد کرتا ہی اپنے امر کو اور اعادہ کرتا ہی اسکو اور اوقات حادثہ مخلوقہ مین اپنے علم و حکمت کے موافق جاری فرماتا ہی پس جب حق تعالے عزوجل نے کہدیا کہ من یدبر الامر یعنے اللہ تعالے کے سواے کوئی بھی مدبر الامر نہین ہوسکتا تو تمام عالم سے ملک زائل کردی۔ پس اب کسی بندے کو روا نہین ہی کہ کہے کہ میرا کام یا میرا عمل طاعت وغیرہ بلکہ جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد و ثناء کرے۔ واضح ہو کہ گمراہی کا دروازہ لوگون کا یہ غلط گمان کہ سواے حق تعالے کے بعض مخلوق بھی اپنے اعمال پیدا کرنے یا اپنی تمناؤن کے موافق تدبیر کرلینے کی قدرت رکھتے ہین حتی کہ سواے اہل ایمان یعنے اہل السنۃ کے معتزلہ وغیرہ بکثرت فرقہاے اسلام اس گمراہی مین پڑے حالانکہ اللہ تعالے نے کافرون پر رد کردیا بقولہ تعالے

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

پوچھ کوئی ہی تمہارے شریکون مین جو پہلے بناوے پھر اُسکو دوہرا دے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہی پھر

يُعِيدُهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ○ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي

اُسکو دوہراتا ہی سو کہان سے اُلٹ جاتے ہو پوچھ کوئی ہی تمہارے شریکون مین جو راہ بتاوے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہی

لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ

صحیح اب جو کوئی راہ بتاوے صحیح اُسکو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہی تمکو کیسا

تَحْكُمُونَ ○ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

انصاف کرتے ہو اور وہ اکثر چلتے ہین سو اٹکل پر اٹکل کام نہین کرتی صحیح بات مین کچھ اللہ کو

عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ○

معلوم ہی جو کام کرتے ہین

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ تو کہہ اے محمد صلعم کہ بھلا ہی کوئی تمہارے شرکاء مین سے مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ جو ابتداء کرے خلق کو یعنے محض عدم سے وجود مین لاوے۔ ثُمَّ يُعِيدُهُ پھر اسی خلق کا اعادہ کرے۔ یعنی مشرکون کو راہ دکھلائی کہ بھلا وہ چیزین جنکو تم الوہیت مین شریک کرلیے ہو مانند بتون و ملائکہ و مسیح وغیرہ کے اور انکے لیے ایسے تعظیمی امور ثابت کرتے ہو جو خاص خالق جل جلالہ کے سواے کسی شخص کے لیے صحیح نہین ہوسکتے ہین بھلا تمہارے ان شرکاء مین سے کوئی ایسا ہی جسکو یہ قدرت حاصل ہو کہ خلق کو ایجاد کرے پھر جب چاہے فناء کرے پھر جب چاہے اسکو دوہرا دے پس مخلوق پر اس خالق کی بندگی فرض ہوجاوے کیونکہ مخلوق اسی کو اپنا معبود بناوے جسنے اسکو خلق کیا۔ پس جب اسطرح انکو تنبیہ فرمائی تو ضرور آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی یہی جواب دیا جاویگا کہ نہین تو۔ انہین سے تو کوئی بھی ایسا نہین بلکہ ہو نہین سکتا۔ تب انکو انکے خالق جل سبحانہ کی معرفت بتلائی بقولہ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ تو کہدے کہ اللہ تعالے عزوجل ہی کی یہ شان عظمت و کبریائی ہی کہ خلق کو ایجاد فرماتا ہی پھر اسکا اعادہ فرماتا ہی۔ پس جب وہی خالق ہی

تعالے شانہ اور تمام جو کچھ اسکے سوائے ہی سب مخلوق ہی تو سب پر فرض و لازم ہی کہ اسی کی درگاہ مین سجدہ کرین اور اسی کی ثناء و
صفت جہان تک ممکن ہو بیان کرین اور اُسی کی بندگی کرین اور اُسی کے واسطے الوہیت خاص کرین کیونکہ اسکی بارگاہ عظمت وجلال
مین کسی کی شرکت نہین کیونکہ سب ہی مخلوق ہین - لہذا التعجب سے فرمایا - فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اے کیف تصرفون عنہ الے المخلوق -
پھر بھلا تم کیونکر اس خالق عزوجل سے منھ موڑکر مخلوق کی طرف شرک کرتے جلتے ہو - تؤفکون افک سے بمعنی صرف منھ موڑتا ہی یعنی پھر تم کہان
منھ موڑے جلتے ہو - اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق پاک بس وہی معبود الٰہ ہی اور یہ بالکل صاف ظاہر ہی تو بڑا التعجب ہی کہ پھر دوسرے کسی مخلوق
کو کسی امر مین جو عبادت مخصوص بخالق عزوجل ہی کیون مستحق ٹھہر لئے ہو اور کیون اپنے خالق عزوجل کی درگاہ مین یہ بہتان باندھتے ہو
کہ اسکی یہ مخلوق بھی اسکی عبادت مین مستحق ہی - ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ یہ کلام ایک پوری دلیل اس امر کی ہی کہ خالص
اللہ تعالے ہی کے لیے توحید عبادت فرض ہی اور شرک بالکل باطل ہی اور طریقہ استدلال یہ ہی کہ اُلوہیت اسی کو ثابت ہی جو خالق
و مالک ہی اور اللہ تعالے کے سوائے کوئی خالق و مالک نہین پس اللہ تعالے کے سوائے کوئی الٰہ نہین کہ وہی پاک سبحانہ تعالیٰ مُبدی و مُعید
ہی اور اسکے سوائے جو کوئی ہو سب مخلوق و بندے ہین پس کسی دوسرے مین اُلوہیت نہین ہو سکتی ہی اور یہ حجت نہایت کامل اور بہت ہی
کھلی ہوئی ہی اسیواسطے آخر مین سمجھدار بندون کو تعجب دلاتا ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریر اس کلام کی تفسیر مین بہت صاف ہی اور یہ حجت
ارشادی ہی یعنے ہدایت و رہنمائی ایسے کلام سے فرمائی کہ دلیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کو برحق سمجھین اور اپنے شرک طریقہ کو جھوٹ و باطل جان لین
اور بیضاوی رح وغیرہ بعضے مفسرین نے اسکو حجت الزامی قرار دیا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ اُلوہیت اسی کو ہوتی ہی جو خلق کو ایجاد کرے اور اعادہ
کرے اور وہ فقط اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہی تو دوسرے کسی کو الوہیت نہین چنانچہ استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کہ ہل من شرکائکم الخ
یعنی تمہارے شرکاء مین سے کوئی مبدی و معید ہی یعنے کوئی نہین ہی - اس صورت مین یہ سوال ہوتا ہی کہ مشرکین مکہ وغیرہ بھی اس خطاب
مین شامل ہین بلکہ پہلے انکو خطاب ہی اور باقی تمام جہان کے مشرک قیامت تک شامل ہین اور یہ مشرکین اس بات کے معتقد نہ تھے کہ
اعادہ واقع ہوگا یعنی دنیاوی زندگی سے مرجانے کے بعد پھر قیامت کے لیے اُٹھائے جانے و اعادہ کیے جانے کو مانتے نہ تھے تو
انپر یہ الزام کیونکر پورا ہوگا کیونکہ الزام اسی طرح ہوتا ہی کہ مخاطب کی مانی ہوئی باتون سے اسپر باطل ہونے کا اثبات پہونچایا جاوے
اور جواب اسکا بیضاوی رح نے یہ دیا کہ اعادہ سے بھی ابداء کے مثل انپر الزام قائم ہونا اسی وجہ سے ہی کہ اعادہ واقع ہونے
کے ٹھیک ہونے کے تحقیق نہایت واضح و بہت قوی قائم ہین اگرچہ وے ہٹ دھرمی سے اقرار نہین کرتے تھے - اسیواسطے
رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ انکی طرف سے جواب دے بقولہ قل اللہ یبدی الخلق الخ - کیونکہ کافر قوم تو اعتدال سے برگشتہ ہو کر جھگڑالو
ہو جاتی ہی تو یہ غضب انکو کب چھوڑیگا کہ ایسا اقرار کرین - مترجم کہتا ہی کہ اس تفسیر کے موافق جواب مین انحصار کے معنی لینا
ضرور ہونگے یعنی اللہ تعالے ہی وہ ہی کہ ابداء و اعادہ فرماتا ہی - کما لا یخفی علی المتامل - اور پہلی صورت مین جبکہ حجت ارشادی ہووے
کوئی تکلف نہین ہوتا کہ جواب مین مشرکین کی طرف سے نیابت ہو یا انحصار نکالا جاوے اور اگر کوئی وہم کرے کہ پہلی صورت مین بھی
خطاب مشرکون کو ہی جو اعادہ کے لیے دوبارہ پیدا کیے جانے کے قائل نہ تھے تو جواب یہ ہی کہ ہان قائل ہون یا نہون کچھ مضائقہ نہین
ہی کیونکہ انکو ہوشیار کیا کہ بھلا کوئی ان چیزون مین سے جنکو تم پوجتے ہو ایسی صفت والا ہی کہ پیدا کرسکے اور پھر اعادہ کرسکے پس جب انکو
نہین ملا اور ہرگز نہین مل سکتا تو آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل پاک معبود خالق مبدی و معید ہی پھر تم کہان کو منھ موڑے جاتے ہو - ہاںیہ

وسوسۂ شیطان کہ جو مشرکون کو دامنگیر تھا کہ یہ چیزین جنکے شرک کرتے تھے انکے لیے سفارشی ہین اور انکی امیدین برلانے والے اور انکے گناہون کا کفارہ وغیرہ ہین تو اسکو بھی دفع فرمایا۔ قولہ۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ تو کہہ یعنی انکو ارشاد کر اور راہ کھلا اور ہوشیار کر یہ۔ ہی کوئی تمھارے شرکا ہین سے مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ جو ہدایت کردے حق کی۔ ٹھیک راہ بتاوے اسطرح کہ حجتون کو پیدا کردے جیسے اللہ تعالےٰ نے دلائل اپنے توحید کے تمام مخلوقات پر ظاہر کردیے اور مثلاً دوبارہ مردون کے اعادہ پر دلیل بتلائی کہ جسنے ابتدائً پیدا کیا وہ اعادہ پر بخوبی قادر ہی اور بے شمار درخت پیدا کیے کہ انکے بیج گر کر زمین مین مستہلک ہوجاتے ہین پھر جب رحمت سے پانی بارش کے موسم کا برسایا تو اُگتے ہین لپس تمام مخلوقات اسکی وحدانیت پر دلیل ہی تعالےٰ اللہ علواً کبیراً اور جیسے پیغمبرون کو ہدایت کے لیے حجت کیا اور کمال یہ کہ توفیق عطا فرمائی اور عجیب قدرت دکھلائی کہ مدعی عقل کو جب ہدایت نہ دی تو وہ بدتر دجال اور زمانہ کے گمراہون کا سردار ہوگیا مگر بندہ ضعیف عاجز کو اپنی ہدایت سے سرفراز کرکے ایمان پر خاتمہ بخیر فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ تو کہہ دے یعنی ہدایت کردے کہ اللہ تعالےٰ پاک قادر ہی ہدایت فرماتا ہی حق کی۔ یعنی جب شرک کرنے والون نے دیکھ لیا کہ انکے شرکا ہین سے کسی کو یہ قدرت نہین کہ جسکو چاہے ہدایت کرے حتی کہ جن جن سے مشرکون نے اشراک کیا انہین سے مسیح و ملائکہ اشراف ہین حالانکہ مسیح ؑ سے شرک کرنے والے خود قائل ہین کہ یہود لے انکو سولی دیدی اگرچہ انکا زعم غلط ہی لیکن عدم قدرت تو ظاہر ہوگئی کہ یہود کو ہدایت نہ دے سکے۔ پس الوہیت سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی مین ممکن نہین ہی پس فرض ہی کہ عبادت خالص اللہ تعالےٰ وحدہ لا شریک کے لیے رکھین اور تمام عالم کو اسکی مخلوق و بندہ جانین لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ سو بھلا جو کوئی ہدایت کرے حق کی۔ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وہی لائق اسکے ہی کہ اسکی پیروی کیجاوے اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى یا وہ کہ جو راہ نہین پاتا مگر اسطرح کہ راہ پر لگا دیا جاوے۔ یعنی حق تعالےٰ عز و جل نے تم کو سمجھ عطا فرمائی ہی پس تم سمجھ دیکھو کہ دو شخص ہین ایک ایسا ہی کہ اسکو قدرت کاملہ حاصل ہی وہ مخلوق کو ٹھیک راہ کی ہدایت کردیتا ہی اور دوسرا ایسا عاجز و زبون ہی کہ دوسرے کو راہ کیا بتلاوے خود ہی کسی طرح راہ نہین پاتا ہان کوئی دوسرا اسکو راہ پر لگادے یا وہی کھینچ لیجاوے تو چلا جاوے پس بتلاؤ کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہی وہ ان دونون مین سے کسکی پیروی کریگا پس تم بھی معذور نہین ہو کہ یہی کہو کہ ضرور اسی کی پیروی کرنی فرض ہی جو قدرت کاملہ ہدایت کی رکھتا ہی اور تم جان چکے کہ اللہ تعالےٰ وہی خلاق علیم ہادی ہی۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ سو تم کو کیا ہوا تم کیونکر حکم لگاتے ہو۔ یعنی ایسی صاف صاف بات جسکے سمجھنے مین کوئی معذور نہین ہو سکتا تم بالکل بے عقل بن گئے اور اسکے برخلاف تم نے بتون وغیرہ کی پیروی اختیار کی۔ اور سچ دیکھو تو ملائکہ و عیسیٰ علیہم السلام کا یہ حال ہی کہ خود کچھ قدرت نہین رکھتے ہین ہان جب اللہ تعالےٰ جل جلالہ نے انکو راہ بتلادی تو اسپر چلے گئے اور بتون کو تو یہ بھی استطاعت نہین کہ راہ پر لگا دینے سے چل سکین بلکہ دوسرا انکو لنگردون پتھرون کی طرح کہین اُٹھائے لیے جاوے۔ اس آیت سے بہت سے فوائد نکلتے ہین ازانجملہ یہ ہی کہ جو راہ اللہ تعالےٰ نے بتلادی ہی بواسطہ اپنے رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی تو سیدھی راہ ہی اور اس سے کسی بات مین کمی کرنا یا بڑھانا سب بھٹکنا اور گمراہی کی پیروی ہی اسی واسطے حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ جو کوئی دین مین کوئی کام ایسا نکالے جو قرآن یا حدیث سے ثابت نہین اور یہ سمجھے کہ یہ راہ ثواب ہی تو یہ مردود ہی اور صحیح ثابت ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ خالق جملہ افعال اللہ تعالےٰ ہی کیونکہ شرکا کو جنمین سے مسیح و ملائکہ بھی ہین خود اپنی راہ ٹھیک حاصل کرنے والا بھی نہین قرار دیا اور خود فرمایا۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ الآیۃ۔ پس ظاہر ہوگیا کہ

بدعت ۱۲
خالق افعال بندہ اللہ ہے

خالق افعال بندہ نہیں بلکہ کاسب ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ کسی بات کے حکم لگانے میں بندہ گنہگار ہے مگر وہ احکام جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم
کے فرمانے یا اجازت یا اباحت سے معلوم ہوئے۔ وقد قال تعالیٰ ان الحکم الا للہ۔ پس جو کوئی معرفت وغیرہ کسی میں خلاف شریعت حکم لگادے
وہ حکم مردود ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جب کسی مخلوق کی طرف مشرک لوگ التجا لیجاویں انکی جہالت ہے کیونکہ انکے شرکاء خود مہتدی نہیں ہیں اور
بے رضاء الٰہی اُنسے کوئی جنبش نہیں ہوسکتی پس خالق عز وجل عادل رحیم کریم سمیع و بصیر کی رضاجوئی فرض ہے۔ واضح ہو کہ مصدر ہدایت
جیسے حرف الی سے متعدی ہوتا ہے بسبب تضمن معنی انتہاء کے کما یقال ہداہ الی الحق ویسے ہی لام سے متعدی ہوتا ہے تاکہ
اس بات پر دلالت کرے کہ ہدایت کی وہی انتہاء ہے اور وہی کمال مقصود ہے لہذا جناب باری تعالیٰ میں دونوں طرح اسناد کیا گیا
اور واضح ہو کہ قولہ امن لا یہدی میں کئی قرائتیں ہیں اول بفتح یاء و کسر ہاء و دال مشدد اور یہی یعقوب و حفص کی قرأت ہے
اور ابن کثیر رح و نافع رحہما اور ابن عامر نے بفتح ہاء پڑھا اور اصل میں یہتدی تھا پس تاء فوقانیہ کو ہاء میں ادغام کرکے
بقرأت اول بسبب التقاء ساکنین کسرہ دیا اور بقرأت ثانیہ تاء کی حرکت سے فتحہ دیا اور ابو عمرو نے خالی ادغام کے ساتھ پڑھا اور التقاء
ساکنین کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ جو مدغم ہے مانند متحرک ہے۔ اور قالون نے نافع سے بھی یہی روایت کی ہے اور ابوبکر نے یاء و ہاء و دال
سب کو باتباع کسرہ دیا۔ معنی قولہ۔ امن لا یہدی الا ان یہدی ای ام الذی لا یہتدی الا ان یہدی الیہ یعنی کیا وہ شخص
پیروی کرنے کے لائق ہے جو اپنے آپ راہ نہیں پاتا مگر جب ہی کہ اُسکو راہ بتلائی جائے یا وہ دوسرے کو راہ نہیں بتلا سکتا
مگر جبھی کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے۔ قال البیضاوی رح مشرکوں نے جنکو شرکاء بنایا ہے انہیں سے جو سب سے اشرف ہیں
جیسے ملائکہ اور مسیح یہ انکا حال ہے کہ کسی کو ہدایت کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور زجاج رح نے کہا کہ قولہ فما لکم۔ پورا کلام ہے یعنی
بتوں کے پوجنے میں تمھیں کیا فائدہ ملتا ہے پھر اُنسے کہا گیا کہ۔ کیف تحکمون۔ یعنی جو صریح باطل ہے اُسمیں تم کیسے حکم لگاتے ہو کیونکہ
تمھارے شرکاء کو نہ کسی کام کی قدرت اور نہ کچھ ہدایت مگر جب ہی کہ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے تو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ ہادی ہوا اور
کارساز ہوا پھر شرک بیفائدہ اور توحید فرض ہے اور واضح ہو کہ بہت بڑا فائدہ اس کلام پاک سے یہ حاصل ہوا کہ آدمی کے واسطے گمراہی
کی جڑ یہ ہوئی کہ اُسنے اپنی عقل و حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق کام نہ لیا بلکہ اپنی عقل کو یا تو ہدایت میں مستقل سمجھا جیسے
دہریہ و فلاسفہ یونان گمراہ ہوئے اور یا اُسنے معرفت الٰہی میں اپنی طرف سے کچھ حکم لگائے اور وہ احکام جناب باری تعالیٰ کی شان میں
محال ہیں تو لامحالہ انکا مرجع کسی ایسی چیز کی طرف ہوا جسمیں یہ باتیں جو اُنھوں نے نکالی ہیں پائی جاویں اور اللہ تعالیٰ عز وجل
کی طرف ہرگز نہ ہوا اگرچہ وے لوگ زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کریں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ **وما یتبع
اکثرھم الا ظنا** ؕ اور نہیں پیروی کرتے انمیں کے بہتیرے مگر اپنے گمان کی یعنی تمام مشرکین دو قسم کے ہیں بعضے تو بالکل اللہ تعالیٰ
کا اقرار نہیں کرتے جیسے دہریئے وغیرہ اور بہتیرے اس قسم کے ہیں کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس اقرار میں انکو
اپنے گمان کی پیروی ہے چنانچہ جو کچھ انھوں نے اپنے گمان میں ٹھہرالیا اُسی کے پیچھے چلے جاتے ہیں جیسے مشرکین عرب نے بتوں کو امر الٰہی میں
شریک سمجھ لیا یا نصرانیوں نے عیسی علیہ السلام کو بیٹا یا اپنے گناہوں کا کفارہ گمان کرکے اپنے گمان کی پیروی اختیار کی اور جب یہ دیکھا
جائے کہ یہ گمان کہاں سے نکالا گیا تو صاف کھلجاتا ہے کہ کچھ اوہام اور خیالات پر اسکا مدار ہے چنانچہ وہمی مشارکت کی وجہ سے خالق کو مخلوق
پر یا غائب کو حاضر پر قیاس کرکے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ایسے گمان باندھے جیسے مثلاً مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں

پر یون قیاس کیا کہ رغبت کی حاجتین وزیر و دیگر اہل کار بادشاہ کے حضور مین پہونچا کر حکم حاصل کر لیتے ہین لہٰذا وزیرون کی خوشامد کرنی ضرور ہی بس اُنھون نے بتون کی پرستش اپنے اوپر لازم کر لی حالانکہ اللہ تعالےٰ کو خالق اقرار کرتے تھے اس سے ظاہر ہوگیا کہ ایسے مشرکون نے اللہ تعالےٰ کو نہین پہچانا بلکہ ایسے خدا کو اپنے ذہن مین گڑھ لیا کہ جو محتاج و بے خبر ہی اور اللہ تعالےٰ شانہ جب ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہی تو کوئی مشرک اُسکا اقرار کرنے والا نہوا بلکہ اپنے گمان کا پیرو ہوا اسیواسطے فرمایا کہ بہتیرے اُنمین کے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنے مین حق بات دیکھے اوصاف کی پیروی نہین کرتے بلکہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہین۔ قال تعالےٰ۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا البتہ گمان کچھ بھی کفایت نہین کرتا حق سے یعنی جو بات حق ہی اُسکے حاصل ہوجانے مین گمان کچھ کام نہین بلکہ جو کچھ اللہ تعالےٰ اپنی معرفت بھیجے اُسی کی پیروی عین ایمان ہی اور وہ اسطرح ہوتی ہی کہ رسول پر وحی بھیجکر آگاہ فرماتا ہی اسیواسطے رسول خالص وحی کی پابندی فرماتا ہی۔ کمافی قولہ تعالےٰ ان اتبع الا ما یوحی الی الآیۃ۔ اور چونکہ یہ معرفت بغیر وحی کے حاصل نہین ہوسکتی اسیواسطے بغیر رسول بھیجنے کے کسی پر عذاب نہین فرمایا۔ کمافی قولہ۔ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا الآیۃ بعض علماء نے قولہ وما یتبع اکثرہم الخ کی تفسیر مین یون کہا کہ اکثر سے مراد کل مشرکین ہین یعنی نہین پیروی کرتے سب مشرکین اپنے باطل اعتقاد مین مگر گمان کی اور بعض نے کہا کہ اکثر سے وے مشرکین مراد ہین جو خالی اپنے باپ دادا کی تقلید پر راضی نہوے بلکہ کچھ فکر و نظر دوڑائی یا وے لوگ مراد ہین جو معرفت الٰہی مین اپنے باپ دادون کی تقلید پر جہالت سے راضی ہونے اور بعضے جان بوجھ کر دنیا کی خواہش سے سرکشی و عناد کرنے لگے۔ وقال الرازی رحمہ اللہ قول اول بہتر ہی اسلیے کہ لفظ اکثر اپنے معنی پر رہتا ہی اور حق سے مراد یقین اور سچا اعتقاد ہی لہٰذا بیضاوی رح نے کہا کہ یہ صریح دلیل ہی کہ اعتقادات مین گمان کچھ کافی نہین ہی بلکہ امر یقینی ہونا چاہیے اور خالی تقلید اور گمان پر کفایت کرنا جائز نہین ہی اور یہ بھی دلیل پائی گئی کہ اعتقادات مین یقین حاصل کرنا فرض ہی لہٰذا آدمی جبھی مومن ہوگا کہ جو باتین اعتقادی ہین اُنکو معلوم کرکے اُن پر ٹھیک یقین لاوے خالی سُننے پر یا تقلید پر اکتفا نہ کرے۔ مترجم کہتا ہی کہ بڑا افسوس ہی کہ اس زمانہ مین بہت کثرت سے مسلمان اپنے خیال و گمان کے پابندی پر ایسی باتون کے معتقد ہین جو جناب باری تعالےٰ مین جائز نہین اور بہتیرے معرفت صفات الٰہی سے بے خبر ہین پر لیے نام مسلمان کہلانے پر راضی ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ نے صاف مشرکون پر رد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا اقرار کرتے ہین لیکن اُسکی شان مین گمان کے پابند ہین حق بات کا علم و یقین نہین رکھتے حالانکہ گمان سے کچھ بھی حق حاصل نہین ہوتا ہی پھر تہدید فرمائی بقولہ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ خوب جانتا ہی جو وے کرتے ہین یعنے گمان کی پیروی کرنا اور وحی الٰہی سے منھ موڑنا یہ سب اللہ تعالےٰ کو خوب معلوم ہی اور حاصل یہ کہ رد و زجر کا بلکہ مرتی ہی ایسی نافرمانی و بد اعتقادی کا بدلا پاوینگے اگر کوئی کہے کہ مسائل فقہیہ کے دلائل ظنی ہوتے ہین اور ظن کی اتباع کافی نہین پھر کیونکر عمل کرنا جائز ہی تو جواب یہ ہی کہ بندہ پر اپنے خالق کی بندگی فرض ہی پس خالق کو یقینی قطعی وحی الٰہی سے پہچان لینا فرض ہوا اور اس جاننے مین گمان محض بیفائدہ ہی کیونکہ گمان سے اپنے خالق کو نہین پہچان سکتا ہی لہٰذا معرفت و اعتقاد کے مسائل جنمین یقین ہونا ضرور ہی وہان گمان نہین کافی ہی۔ اب رہے عبادت کے اعمال تو اُنمین بعض قطعی ہین جیسے پانچ وقت کی نمازین اور اُنکی رکعتون کی تعداد وغیرہ جو آگاہ کرانے سے معلوم ہوئے ہین اور باقی کچھ اعمال جیسے آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا اور جیسے ہاتھ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا اُنمین ظنی دلیل پر اکتفا کرنا قطعی دلیل سے معلوم ہوگیا ہی تو ثابت یہ ہوا کہ ہمارے دین کا مدار سب قطعی طور سے ہی اور بغیر حجت

وغیرہ بعض علماء نے آیت مین تخصیص کی اسطرح کہ جہان یقین چاہیے وہان گمان نہین کافی ہی لہذا سوائے اعتقادات کے احکام فرعیہ اس سے مستثنیٰ ہوگئے ولیکن مترجم نے اسکو پسند نہین کیا اسلیے کہ تکلف کی کوئی ضرورت نہین ہی چنانچہ جو کچھ اُسنے اوپر جواب لکھا ہی اُسمین غور کرنے سے حق صاف کھل جاتا ہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ف۔ وفی العرائس قولہ تعالےٰ قل ہل من شرکائکم من یبدء الخلق ثم یعیدہ۔ یہان دلیل قطعی سے ثابت کردیا کہ جو کچھ مخلوقات ہی سب محتاج ہی کوئی یہ قدرت نہین رکھتی کہ حضرت قدیم عزوجل سے مزاحم ہو اور کیونکر کفار بیوقوف محض عاجز چیزون کو پاک معبود جل شانہ سے شریک کرتے ہین بیچاری مخلوق کو موجود یا معدوم کرنے کی قدرت کہان سے آئی وے خود جلال قدم کے سامنے درحقیقت معدوم ہین انمین سے کوئی بھی خود قائم نہین بلکہ بذات قدیم الحی القیوم انکا قیام ہی۔ اس کلام سے ان مشرکون کو رد کیا جو اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسری چیزون کو حجر کرتے ہین پھر مشرک جاہل کو اپنی پاک ذات سے آگاہ فرمایا کہ جو باتین وجو چیزین ظاہر ہوتی ہین انکا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی پاک پروردگار ہی پس عدم کو تمام صفات کشف فرماکر شہود کے وجود سے ابداء کیا پھر انوار عظمت وہیبت کو مسلط فرماکر تمام حوادث کو عزت جلال کے تحت مین مضمحل فرادیگا پھر جمال بقاء کشف فرماکر انکو اعادہ کریگا پس اسکی بقاء سرمدی سے انکو دوام بقاء ہوگی۔ چنانچہ اہل العدل کو دوام راحت ومقام جنت مین بقا ہوگی اور اہل الجدل والعدول کو دوام عذاب ومحنت مین بقاء ہوگی۔ بالجملہ تمام تصریف اسی کی ارادت ومشیت قدیمہ کے موافق جاری ہی۔ اشارہ یہان یہ ہی کہ انوار قیومیت عارفون کے دلون مین پیدا کرکے اسکے لطائف سے حقائق معرفت ظاہر فرماتا ہی پھر سطوات جلال سے ایسا فنا کردیتا ہی کہ سوائے معروف کے کچھ نہین باقی رہتا پس تجلی جمال سے بقاء اعادہ فرماتا ہی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اظہار قدرت سے ابداء فرماتا ہی تو معدوم موجود ہوجاتا ہی پھر اظہار ہیبت سے اعادہ فرمائیگا تو موجود معدوم ہوکر موجود ہوجائیگا۔ قولہ تعالےٰ قل ہل من شرکائکم من یہدی الی الحق الآیۃ۔ پہلی آیت اس آیت کی تصدیق ہی کیونکہ ہادی وہی ہوگا جسنے سب کو پیدا کیا اور وہ ازلی مقدس قدیم ہی پس جیسے قدرت قدیمہ اسکا وصف ہی ویسے ہی ہدایت ابدیہ اسکی شان ہی پس اپنے وجود پاک کے انوار اپنے اولیاء پر کشف فرماتا ہی تو حقائق عبودیت سے آگاہ اور آداب شریعت سے متادب ہوجاتے ہین اور اشارہ ہی کہ اللہ تعالےٰ وہی حق ہی اور ازل مین اہل اصطفاء کو محقق فرمایا کہ نظر انکی اغیار سے اُٹھ گئی اور انکو حقیقت دیدی کہ محبت وشوق کے ساتھ کتاب اللہ تعالےٰ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع واقتدار کرتے ہین۔ قولہ تعالےٰ افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع الآیۃ حسین رح نے کہا کہ حق از حق وا زجہت حق ہی اور وہ قائم بالحق مع الحق ہی اور نہین سوائے اسکے الّا دیدار حق۔ پھر حق تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ اہل الشرک کو ادراک حق سے کچھ حاصل نہین بلکہ وے تو ہم نفوس وتاریکی ظنون مین گرفتار ہین کما قال تعالےٰ وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اس آیت کریمہ کا ظاہر تو ایسی قوم کے واسطے ہی جو رحمت حق سے مطرود ہین اور اہل الحق نے اسمین کچھ اشارات پائے ہین ازانجملہ یہ کہ عقول کو آیات سے حجاب ہی اور قلوب کو ذات سے اور ارواح کو راحتون سے اور نفوس کو شہوات سے حجاب ہی اور اسرار باطنہ کا حجاب خطرات ہین اور سب مین سے کسی نے سوائے رسوم افعال کے درگاہ کبریائی سے کوئی علم نہین پایا اور انمین سے کسی پر سوائے سایہ ملکوت اور تصرف جبروت کے کوئی سایہ نہین پڑا بھلا کہان تاب ہی کہ حادث کو کنہ قدم کا ادراک ہوسکے اور ذات واحد تعالےٰ شانہ بذات خود بدرجہ کمال ہی کسی عقل یا سر باطن یا وسوسہ خاطر کو مجال نہین کہ اسکی حقیقت وجود پر مطلع ہو ہرگز نہین ہرگز نہین۔ ہان تمام لوگ جو صراط مستقیم سے کج چلتے ہین وے اقرار خالق تعالیٰ مین اپنے

خیالات وظنون کے پابند ہین اور رہے وہ لوگ جو طریق وحی ورسالت سے معرفت الٰہی سبحانہ کے یقین رکھنے والے ہین وے کسی اعتقاد
مین وہم وخیال کے پابند نہین بلکہ نور حق سے انکو بینائی حاصل ہی اور وے معرفت وتوحید کی راہ مین اپنے خیالات وظنون وعقول واسرار
سے بیزار ہوکر ایمان الٰہی للہ کے مومن ہین کمانی قولہ تعالے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی الآیۃ بلکہ بحر ازل وابد مین نور حق کے سایۂ مستغرق ہین
پھر بھی ایک قطرہ وصول بحقائق سے انکو تری ونمی نہین ملی بلکہ دریا کے دریا پیتے چلے جاتے ہین اور ہنوز ویسے ہی پیاسے ہین ؎
نگریم کہ بر آب قادر نیند ✤ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند ✤ اور تمام زمانۂ غیر متناہی تک انکا یہی حال رہیگا۔ بھلا اہل حدوث کو قدم الٰہی
تک کب رسائی ہی اور حال تو یہ ہی کہ وہ حق سبحانہ تعالے ہر اتصال وانفصال سے پاک منزہ ہی۔ شیخ جنید رح نے اس آیت مین کہا
کہ ارباب توحید حتی کہ شیخ ابویزید بسطامی قدس سرہ پر یہ حال گذرا کہ حقائق توحید مین دنیا سے خالی تو ہم پر نکلا ہین اور ایسا ہی شیخ
واسطی رح کا مقولہ ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ جنید رح وشیخ واسطی رح کی مراد یہ ہی کہ حقیقت توحید اس کمال پر پاک منزہ ہی کہ بڑے
بڑے اکابر اولیاء اللہ تعالے جو واصل سمجھے جاتے ہین وے اپنے آپ کو عارف کی جگہ محض جاہل جانتے تھے کیونکہ معارف حق
سبحانہ تعالے غیر متناہی ہین پس جب کسی بندہ کو اللہ تعالے نے اپنے فضل وکرم سے قبول فرماکر اسپر دروازۂ معارف کھول دیا تو
لحظہ بلحظہ ہزارہا معارف پر آگاہ ہوتا ہی کما قیل ؎ سیر عارف دردمی تا تخت شاہ ✤ لیکن جسقدر عروج ہوتا ہی اسیقدر کمال ذات
باری تعالے عزوجل کو بیحد وبے پایان دیکھکر اپنے آپ کو محض نادان وگنہگار وحقیر وبیمقدار جانتا جاتا ہی چنانچہ ظاہری علوم کو دیکھو
کہ ہر جاہل اپنے خیالات مین مغرور رہی اور ہر عالم اپنے علم سے اپنے خالق تعالے شانہ کے سامنے ہر دم عاجز وہیچ ومجبور رہی اور لحظہ بلحظہ
خوفناک ومتواضع وانکساری بڑھانے والا اور عظمت الٰہی پر ایمان بڑھانے والا رہتا ہی حالانکہ عالم مذکور ہنوز طفل مکتب ہی اسکو حقائق
ومعارف کی خوشبو بھی نہین پہونچی ہی پس جب حقائق معارف سے آگاہ ہو تو اپنے آپ کو محض نادان ونابود جانے بلکہ سوائے حق تعالے
کے بقاء نرکھے اور یہ سب بھی اپنا ہی خیال ہوگا لہٰذا حقیقت عرفان حق مخصوص بحق عزوجل ہی اور یہی ہر دو شیخ رحمہما اللہ تعالے نے
اشارہ کیا ہی اور مترجم نے اسقدر عبارت لکھکر آخر یہ اقرار کیا کہ یہان عبارت کو گنجایش نہین ہی جسکو اللہ تعالے توفیق دے
وہ سمجھ لے وہو الہادی والموفق والیہ المرجع والمآب۔ شیخ نے لکھا کہ بڑے اکابر اولیاء الٰہی اسی تگ وپو وزاری مین دنیا سے گئے کہ وے
اپنے گمان کے پابند ہین لوگ جانتے ہین کہ وے واصل ہوگئے حالانکہ وے مقام انفصال مین ایسے حال سے ہین کہ نہ وہان وصل
ہی نہ فصل ہی وہ ذات پاک تعالے شانہ درحقیقت وہ ذات ہی کہ وہان وصل کو گنجایش نہین جیسے وہان فصل محال ہی بالجملہ جو کچھ کسی
مخلوق کی عقل ووہم وخیال مین آوے وہان سب محال ہی ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ✤ وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم و
خواندہ ایم ✤ دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر ✤ ما ہمچنان دراول وصف تو ماندہ ایم ✤ شیخ ابو حفص رح سے توکل کی حقیقت پوچھی
گئی تو جواب دیا کہ بھلا ہم بندے کہان کسی چیز کی حقیقت مین گفتگو کرسکتے ہین دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہی وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اور شیخ
ابو عثمان رح سے پوچھا گیا کہ ظن کیا چیز ہی تو فرمایا کہ نفس اپنی مراد حاصل کرلے مین کچھ خیالات باندھتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ راہ حق سوا
اسکے نہین کہ جو کچھ اللہ تعالے واسکے رسول محمد صلعم نے فرمایا اسپر یقین کرے ورنہ جو کچھ خیال مین لاویگا سب وہم وخیال ہوگا کیونکہ معرفت
ذات وصفات حق جل جلالہ کو کوئی مخلوق اپنے قدر انداز سے بالکل بھی نہین جان سکتا بھلا یہ نہین دیکھتے کہ کمہار نے جو برتن
بنایا وہ برتن کسی طرح کمہار کی معرفت وحقیقت سے واقف نہین ہوسکتا حالانکہ برتن وکمہار دونون درحقیقت مٹی کے پتلے ہین

اور ایک ہی ذات ہین اور یہان تو خالق ومخلوق مین کچھ نسبت ہی نہین ہی لہذا جو کچھ خالق ذوالجلال والاکرام نے وحی خاص سے آگاہ فرمایا اسی پر یقین وایمان لادین واللہ تعالے ہو الموفق اللہم ربی توفنی علی الایمان والاسلام — رہا یہ امر کہ وحی الٰہی پہچان لینا کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی کلام ربانی پہچانتی ہی کیونکہ قرآن مجید نور ہی اور انکی ارواح ازلی منور تو جب روح منور کو یہ نور نظر پڑا اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمن سے مزید ایمان وایقان حاصل ہوتا ہی اور غرضکہ ارحم الراحمین نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی طرح ظاہر وروشن کر دیا و بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہی لہذا متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

اور وہ نہین یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوائے اور لیکن سچا کرتا ہی اگلے کلام کو

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا

اور بیان ہر کتاب کا جس مین کچھ شبہہ نہین جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہین یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ

بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا

ایک سورت ایسی اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہین پر جھٹلانے لگے

بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہین اسکی حقیقت یون ہی جھٹلاتے رہے اُنسے اگلے سو دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کیسا ہوا آخر گنہگارون کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ مین کفار مکہ کی درخواست در بارہ تبدیل قرآن وغیرہ بروجہ عناد وتمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال اتباع نفس وطمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور روہین انکار رد کر دیا تھا بقولہ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ — پھر درمیان مین انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دار السلام سے منھ موڑنے والے ہین اور اپنے خالق کو باوجود ظہور آیات کے نہین پہچانتے یہان تک کہ مصرح فرمادیا کہ وے جو کچھ غرہ کرتے ہین کہ ہم تو خداے تعالے کا اقرار کیے ہوے ہین اور خوب پہچانتے ہین یہ سب انکا غلط گمان ہی اس لیے کہ معرفت الٰہی مین سے انکو کچھ حاصل نہین سوائے اسکے کہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہین پس جو کچھ اوصاف انھون نے گمان کیے وہی انکا خدا ہوگا اور اللہ تعالے عزوجل پاک ہی انکے مشرکانہ گمان واوہام سے اور اس کلام مین نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ ودرجہ کے بندون کے لیے بھی آگئے جیسا کہ ایک شمہ اسکا عرائس وغیرہ سے بطور اشارہ مذکور ہوا فسبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہی کہ یہی کلام جیسا کافرون کو ہدایت ایمان کرتا ہی ویسا ہی اہل توحید ودرجہ کمال پر پہونچنے والون کو درجات توحید ومراتب قرب وکمال کی ہدایت فرماتا ہی باوجودیکہ دونون کے درمیان بالکل ضد ومخالفت ظاہر ہی پس جن بندون کو اللہ تعالے نے ایمان وہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہی وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھکر نہایت شاد ہو جاتے ہین اور عجیب اعجاز دیکھتے ہین کہ اسکا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہی اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون سے کے معنی کھل جاتے ہین اور کلام مجیدکا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہی۔ اللہم لک الحمد آمنا بک فاہدنا انت

الہادی وانت ارحم الراحمین - پس جب اسکو بیان کردیا تو آپ تحقیق جواب فرمائی - ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہی کہ اُسکی فصاحت اور بلاغت اور کم الفاظ مین بے انتہا معنی کے بیان اور اُسکی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہی کہ آدمی ہو یا فرشتہ کوئی مخلوق ہو اُسکی ایک سورت سے مثل نہین لاسکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہین ہوسکتی اور بیضاوی رحمتہ کہا کہ اوپر کی آیت مین گمان کی پیروی سے ممانعت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہی جسکی پیروی کرنا فرض ہی مترجم کہتا ہی کہ ان سب اقوال کا مآل ایک ہی چنانچہ خطیب رح نے کہا کہ قولہ قل مایکون لی ان اُبدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کرکے فرمایا **وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** اور نہین ہی یہ قرآن افتراء سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے کی طرف سے یعنی کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہین اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ مین بدل نہین سکتا پھر درمیان مین ایسا کلام فرمایا کہ جسکے معانی و بلاغات درجۂ اعجاز سے متجاوز ہین تاکہ اُسمین غور کرکے جان لین کہ ایسا کلام اس حکمت کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہین ہی پھر یہان صاف فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افتراء نہین ہوسکتا بلکہ حقیقت مین وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے وحی خاص ہی کسی مخلوق نے اُسکو بناکر اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت نہین کیا تاکہ افتراء ہووے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو قدرت نہین پھر تاکید فرمائی بقولہ - **وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ** اے ولکن کان ہو تصدیق الکتب التی حاصلۃ بین یدیہ - یعنی ولیکن یہ قرآن تصدیق ہی اُن کتابوں آسمانی کی جو اُسکے پہلے اُتری ہین جیسے توراۃ و انجیل وغیرہ **وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ** اے یفصل ما کتب اللہ لعبادہ من الاحکام - اور تفصیل ہی اُن احکام کی جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون پر لازم کیے ہین - **لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ** کچھ شک نہین ہی اسمین رب العلمین کیطرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا وحی ہونا رب العالمین کیطرف سے ہی اسمین کچھ شک نہین ہی کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھتے پڑھتے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی اُمتون پر تھے اور انمین سے جسقدر آسان کردیے گئے اور جو کچھ عین عدل و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمین واضح بیان ہین اور جنکو اگلی کتابون کے عالمون نے اپنی خواہش نفسانی سے یا باہمی اختلاف سے بدلا یا بگاڑا تھا اُنکا اسمین صاف فیصلہ کردیا چنانچہ یہودی و نصرانی عالم لوگ اسکا اقرار کرتے ولیکن عداوت سے ظاہر نہین کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب نے اُنکا یہ مکر بھی اُنکے روبرو صاف صاف کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل مین اُسکے اعجاز بیان کے قائل تھے چنانچہ اُنکو الزام دیا بقولہ تعالےٰ - **اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ** کیا وے کہتے ہین محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنالیا **قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ** تو کہدے کہ اگر بات یون ہی ہی جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنے تمام علوم الٰہی جو اسکے اندر بھرے ہین اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہین آتے کہ تم کو اُسکا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہی لہٰذا آدمی سے ناممکن ہی پس اگر ممکن ہو جیساکہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی اسکے مثل کوئی سورہ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل اُمّی ہین اور تم مین سے بہتیرے پڑھے لکھے اور اپنی بلاغت کے مدعی ہین اور محمد صلعم اکیلے ہین اور تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا - **وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** اور پکارو اُسکو جو تمہارے امکان مین ہو سوائے اللہ تعالےٰ کے یعنی تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تمسکو مل سکین سب کو اپنی مدد کے واسطے بلاکر قرآن کی ایک سورہ کے مثل لاؤ - **اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے دل سے

کہتے ہیں کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنالیا اور بہتان دھر دیا نہیں کرتے ہو تو تم بھی ایسی ہی سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی عربی اور فصاحت و
بلاغت کے بڑے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملیں سب ملکر لاؤ۔ خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قرآن کے مثل لانے پر
چھ مرتبہ تحدی کی گئی اول پورے قرآن کی۔ کمافی قولہ تعالے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ
ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتوں سے کمافی قولہ۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الایہ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا۔ فاتوا
بسورۃ مثلہ۔ چہارم ایک بات پر کما قال تعالے فلیاتوا بحدیث مثلہ الآیۃ۔ اور پنجم ایسے شخص کی طرف سے جسنے آنحضرت صلعم کے مثل
کسی سے سیکھا پڑھا ہو۔ کمافی قولہ تعالے فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیۃ اے من مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ششم یہ کہ مخلوق
کی طرف سے چاہے امی ہو یا نہ ہو اور چاہے کتنے مددگار کر لیوے اسکے مثل لاوے جیسے اس مقام کی آیت میں فرمایا اور سورہ بقر میں بعد
تحدی کے یہ بھی خبر دیدی کہ ہرگز اسکے مثل نہ لاوینگے حالانکہ فصاحت اور بلاغت اہل عرب کی جبلت ہے اور بڑے بڑے دعوے کے
قصائد خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکاتے تھے ولیکن باوجود اس قدر تحدی کے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل لانے پر قادر نہوئے اور کہاں
سے قدرت پاتے کہ اللہ تعالے خالق فصاحت وبلاغت بلکہ فصیح و بلیغ کے خالق کی طرف سے ایسا معجز کلام آیا جسکا مقابلہ ممکن نہیں ہے
لہذا اسکی بلاغت پر عرب بکثرت ایمان لائے اسی واسطے وہی لوگ اسکو خوب جاننے والے اور خوب سمجھنے والے اور نہایت ہی مطلع
ونقاد تھے اور یہ واقعہ ساحران موسی کے مانند ہوا چنانچہ جب ساحروں نے عصائے موسی کا معجزہ دیکھا اور وے فنون سحر کو خوب
جانتے تھے تو صاف یقین کر گئے کہ یہ جادو نہیں اور نہ آدمی اسکی طاقت رکھتا ہے لہذا کمال یقین کے ساتھ ایمان لائے اور فرعون کے
قتل کرنے اور سولی دینے کی کچھ پرواہ نکی اور ایسی ہی اللہ عز وجل نے ہر زمانہ میں اُس زمانہ کے دعوی کرنے والوں کے موافق اُنکے عاجز
کرنے کو ویسے ہی معجزہ دیکر اپنے انبیا کو مبعوث فرمایا چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بہت زور تھا تو جالینوس وغیرہ کے
عاجز کرنے کے لیئے عیسی علیہ السلام کو باذن الٰہی مردہ زندہ کرنے اور اندھے اور کوڑھی اچھے کرنے کا معجزہ دیا تمام طبیب حیران اور عاجز
رہے اور پہچاننے والے پہچان گئے کہ یہ بندہ خدا اسکا رسول ہے اور واضح ہو کہ جو معجزات انبیاء سابقین کو دیئے گئے وہ خالی محسوسات
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شق القمر وغیرہ کے مانند بہت سے محسوس معجزہ بھی عطا ہوئے اور بہت سے معنوی معجزہ بھی عطا ہوئے
اور سب سے بڑا یہ معجزہ قرآن کا تاقیامت باقی و پائدار ہے اور محسوس و معنوی دونوں کا جامع ہے اسی واسطے صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت ہے کہ فرمایا۔ مامن نبی من الانبیاء الا وقد اوتی من الآیات ما امن علی مثلہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ اللہ الیّ
فارجو ان اکون اکثرہم تابعا۔ رواہ البخاری وغیرہ۔ یعنی انبیاء میں سے ہر ایک کو کوئی معجزہ ایسا دیا گیا کہ ویسے معجزہ پر آدمی ایمان لایا اور
مجھے جو عطا ہوا یہ تو وحی خالص ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی فرمائی پس مجھے اُمید ہے کہ ان سب سے میرے پیرو بہت ہوں۔ مترجم
کہتا ہے کہ بفضل الٰہی ایسا ہی واقع ہونا معلوم ہوتا ہے اور مراد تابعین سے واقعی پیرو مراد ہیں خالی نام کے تابع نہیں لہذا نصرانی جو حضرت
عیسی علیہ السلام کے امتی ہونے کا دعوے کرتے ہیں خالی نام کے ہیں واقعی کوئی بھی نہیں ہے سوائے اُن اصحاب عیسٰی کے جو انپر توحید اسلام
کے ساتھ ایمان لائے تھے اور وے بہت تھوڑے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین ماشاء اللہ سب توحید پر ہیں لہذا متبعین
موسی ع جو باقی انبیاء سے بہت ہونگے وے بھی تابعین آنحضرت صلعم سے تھوڑے ہونگے جیسا کہ دوسری حدیث صحیح میں منصوص ہے
بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ اے بل سارعوا الے التکذیب بما لم تبلغ معانیہ اذہانہم۔ بلکہ جلدی کی انہوں نے ایسی چیز کے

جھٹلانے ہیں جسکے معانی ہنوز انکے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ یعنی قرآن کو سنتے ہی بدون اسکے کہ جو کچھ اسمیں معانی ہیں انکو جانیں پہلے اسکو جھٹلانے لگے یا مراد الم یحیطوا بعلمہ سے حشر و قیامت و دوزخ و جنت وغیرہ ایسی چیزیں مراد ہیں جنپر انکو اعتقاد نہ تھا لیس معنی یہ کہ قرآن کے اعجاز بلاغت کے مقر ہیں لیکن انھوں نے ایسی چیزوں کو جھٹلایا جنکے علم سے بے خبر ہیں۔ **وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ** اور ہنوز انکے پاس اس چیز کی تاویل نہیں آئی یعنی بدون غور کیے قرآن کو جھٹلایا اور جو وعدہ وعید اسمیں مذکور ہیں انکی تاویل یعنی انجام میں جو واقع ہوگا وہ ابھی واقع نہیں ہوا۔ یا اپنے اعتقاد کے خلاف باتوں کو جھٹلایا جنکی تاویل ابھی نہیں آئی بلکہ اپنے وقت مقدر پر آویگی۔ حاصل آنکہ جو غیب کی خبریں اسمیں ہیں ہنوز واقع نہیں ہوئیں تاکہ تصدیق کر لیتے اس جہت سے جھٹلاتے ہیں حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی خبر غیب پر یقین لانا فرض تھا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید اپنے نظم و معانی دونوں راہ سے معجزہ ہی لفظ سے تو ظاہر ہی اور معنی وہ اخبار غیب ہیں جو اسمیں مذکور ہیں تو براہ اعجاز نظم انکو اقرار تھا جبکہ اسکی مثل نہیں لاسکتے تھے اور براہ معنی چونکہ ابھی واقع نہیں ہوا اور انکے اعتقاد کے خلاف تھا تو ناگاہ بدون غور و فکر کے اسکو جھٹلانے لگے۔ قال البیضاوی اور حرف لمّا میں ایک توقع ہی بایں معنی کہ جب مکرر برملا انکو تحدی کی گئی اور وے سب طرح کوشش کرکے معارضہ سے تھک گئے تو اسکا اعجاز ظاہر ہوگیا یا اسکی بعض خبریں آخر مطابق واقع ہوتی گئیں اور بارہا تجربہ کرکے آخر اعجاز مان گئے ولیکن بعضے اولی کا فر اپنی سخت جہالت و خواہش نفس سے براہ تمرد و عناد منکر رہے چنانچہ ابو جہل اس شرم و عار سے انکار کرتا تھا کہ ہم لوگ ایمان لاویں تو بنو ہاشم کے تابع نہیں حالانکہ ہم انکے برابر ہیں اور یہ اقرار کرتا تھا کہ بے شک محمد سچے ہیں ولیکن کہتا کہ ہم نے کوشش کرکے برابری کرلی ہی اب ہم بنو ہاشم کے تابع نہیں ہونگے۔ مترجم کہتا ہی کہ باوجود اقرار اعجاز کے بتوں وغیرہ کا اعتقاد اور قیامت و حشر و جزاء کا انکار نہیں ایسا جم رہا تھا کہ اپنی جہالت نہیں سمجھتے بلکہ قرآن کو جادو کہتے تھے۔ قال تعالیٰ۔ **كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ** ایسے ہی جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان کافروں سے پہلے گذرے ہیں یعنی اگلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں کو علوم غیب و ایمان کی تاویل واقع ہونے سے پہلے جھٹلایا۔ **فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ** سو تو دیکھ کہ کیا انجام ہوا ظالموں کا یعنی کیسے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ اسمیں اس امت کے کافروں کو بھی وعید ہی۔ فانظر کا خطاب آنحضرت صلعم کو دو وجہ سے ہی اول یہ کہ وحی الٰہی سے آپ کو اگلوں کا انجام معلوم تھا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نظر سے پردہ اٹھا دیا تھا تو اگلوں کا عذاب دیکھ لیتے تھے اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہیں فافہم واللہ اعلم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ الآیۃ۔ اسمیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کافر وہ ہیں جنکو کچھ معرفت نہیں ہی وہ علوم غیبیہ کے ادراک سے بالکل عاجز ہیں اور اہل معرفت کی روحانی اور ملکوتی زبانیں ان اسرار سے باتیں کرتی ہیں اور یہ اسرار صفات و ذات ہیں اور کفار چونکہ اہل خطاب سے نہ تھے اسی واسطے حقائق خطاب جو اولیاء الٰہی کی زبان پر جاری ہیں انکو ارواح کافرہ نے جھٹلایا اور اسمیں اشارہ ہی کہ جن قوموں کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں وے بھی نور معرفت سے نابینا ہو کر کرامات اولیاء و فراسات اہل کشف سے منکر ہوتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم الآیۃ بعض نے فرمایا کہ تصدیق اور ایمان و انواع کرامات جو اولیاء اللہ کو عطا ہوئے اونسے یہ قوم محروم ہو کر منکر ہو گئی اور ابو تراب نخشبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے جو دل دور ہوتے ہیں وہ ایسے بندوں سے بغض رکھتے ہیں جو حقوق الٰہی پر قائم ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اسکے دشمن ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خبر غیب وغیرہ سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ

اور کوئی ان مین یقین کریگا اُسکو اور کوئی یقین نکریگا اور تیرے رب کو خوب معلوم ہین شرارت والے اور اگر تجھکو جھٹلاوین

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو کہہ مجھکو میرا کام کرنا اور تمکو تمھارا کام تمپر ذمہ نہین میرے کام کا اور مجھپر ذمہ نہین جو تم کرتے ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ضمیر منہم جھٹلانے والون کی طرف راجع ہی جیساکہ بیضاوی نے کہا یا اہل مکہ کی طرف راجع ہی جیسا مفسر رح نے اختیار کیا اور ظاہر یہ ہی کہ نزول کلام اہل مکہ کے حق مین ہی تو اس اعتبار سے قول مفسر رح صحیح ہی اور شمول حکم کا مانند اہل مکہ کے قیامت تک سب جھٹلانے والون کو ہی پس قول بیضاوی بھی صحیح ہی اور یومن صیغہ مضارع محتمل حال و استقبال ہی - اور اسکا مصدر ایمان بھی بمعنی تصدیق قلبی بمعنی ایمان شرعی دونون ہوسکتا ہی اسیواسطے اسکی تفسیر مین دو قول ہین - اول یہ کہ مضارع بمعنی حال اور ایمان بمعنی تصدیق قلبی ہی تو یہ معنی ہوے کہ قرآن کے تمام جھٹلانے والون یا اہل مکہ مین سے بعض وہ شخص ہی کہ اپنے دل مین اُسکو سچ جانتا ہی ولیکن عناد سے اقرار نہین کرتا - **وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ** - اور اُنہین سے بعض وہ ہی کہ اُسکی تصدیق نہین کرتا یعنی جسنے کچھ بھی غور کیا وہ اُسکے سچ ہونے سے واقف ہو ولیکن عناد مین گرفتار رہا اور بعض بسبب اپنی غباوت اور کج فہمی کے بالکل منکر رہا اور حقیقت مین یہ دونون مفسد ہین اسیواسطے تہدید فرمائی بقولہ تعــ **وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ** اور تیرا رب خوب جانتا ہی مفسدون کو یعنی اُنکو اُنکے فعل بد کی سزا دیگا - اور دوسری تفسیر یہ ہی کہ مضارع بمعنی استقبال و ایمان بمعنی شرعی ہو اور یہ علم الٰہی کی خبر غیب ہی اور اسی کو مفسر وغیرہ نے اختیار کیا پس معنی قولہ ومنہم من یومن بہ یعنی بعض اہل مکہ مین سے وہ ہی کہ قرآن پر ایمان لاویگا اور اپنے کفر سے توبہ کرکے مومن و مصلح ہوجاویگا پس وہ علم الٰہی مین بندہ صالح ہی و معنی قولہ ومنہم من لا یومن بہ - اور بعض اہل مکہ سے وہ ہی کہ اسپر کبھی ایمان نہ لاویگا بلکہ اپنے کفر پر مصر رہکر مرجاویگا اور ایسے ہی لوگ علم الٰہی مین مفسد ہین جنکو خاتمہ آیت سے تہدید فرمائی ہی - **وَاِنْ كَذَّبُوْكَ** اور اگر تجھکو جھٹلاوین یعنی اُنپر حجت قائم ہونے کے بعد بھی تیرے جھٹلانے پر اڑے رہین تو **فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ** کہدے اُنسے کہ میرے لیے میرے اعمال ہین اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہین یعنی اُنسے بالکل برأت کیجیے اور معنی یہ کہ میرے لیے میرے کامون کا بدلا ہی اور تمکو تمھارے کامون کا بدلا دیا جاویگا نیک یا بد جو کچھ کرو اُسکی جزا و سزا پاؤگے - **اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ** تم اُس سے بری ہو جو مین کرتا ہون یعنی ان میرے اعمال مین تم گرفتار نہوگے - **وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ** اور مین اُس سے بری ہون جو تم کرتے ہو یعنی مین تمھارے اعمال مین گرفتار نہونگا - بعض علما نے کہا کہ مقصود اس کلام سے زجر ہی اور بعض نے کہا کہ نرمی و ملاطفت سے اُنکو راہ راست کی طرف جھکایا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام مین چونکہ یہ وہم ہوتا ہی کہ کافرون کو ہدایت کرنے سے اعراض کیا گیا اور اُنکو اُنکی راہ پر چھوڑا گیا اسیواسطے بعض نے کہا کہ یہ حکم آیت السیف سے یعنی عام حکم جہاد سے منسوخ ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ تاویل مقاتل رح و کلبی رح سے منقول ہی اور مدار اسکا یہ کہ ہر ایک اپنی راہ پر جو چاہے کرے بمانند قولہ لکم دینکم ولی دین - اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کلام بیضاوی رح سے اس قول کا ضعف ظاہر ہی اور رازی رح نے کہا کہ یہ تاویل بعید ہی اسلیے کہ ناسخ وہ آیت ہوتی ہی جس سے منسوخ کا حکم اُٹھ جاوے اور یہان مرتفع نہین ہوتا کیونکہ آیۃ کے یہ معنی ہین کہ ہر ایک جیسا کام کرے اُسکا ثمرہ ثواب یا عذاب پاویگا اور یہ بات برابر جاری ہی آیت الجہاد نے اس حکم کو نہین اُٹھایا پس یہ قول ٹھیک نہین ہی بلکہ آیت محکم ہی - پھر اللہ تعالےٰ نے

اہل کفر و فساد کو خواہ مخواہ تصدیق پر آمادہ کرنے سے اعراض کرنے کی حکمت کا اشارہ فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ○ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ
اور بعضے اُنمین سے کان رکھتے ہین تیری طرف بھلا سنا دیگا بہرون کو اگرچہ بوجھ نہ رکھتے ہون اور بعضے اُنمین نگاہ کرتے ہین

إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ○ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ
تیری طرف کیا تو راہ دکھا دیگا اندھون کو اور اگرچہ سوجھ نہ رکھتے ہون اللہ ظلم نہین کرتا لوگون پر کچھ لیکن

النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○
لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہین

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ اور بعض اُنمین سے وہ ہین کہ تیری طرف کان لگاتے ہین یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہی اور شرائع سکھاتا ہی اور دین اور دنیا کی نافع احادیث فرماتا ہی تو تیری طرف کان لگاتے ہین ولیکن قبول نہین کرتے مانند ایسے بہرے کے جو بالکل کچھ نہین سنتا پس تو اُنکو کیونکر سنا سکتا ہی۔ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ بھلا کیا تو سنا سکتا ہی بہرے کو۔ کافرون کو بہرے سے اس بات مین تشبیہ دی کہ ان کو حق بات سننے سے کچھ نفع نہ ہوا گویا بہرے کی طرح اُنھون نے کچھ نہین سُنا اور اُنکو انتفاع نہونا بمشیت الٰہی ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن نہین پس استفہام انکاری ہی یعنے تو بہرون کو کچھ نہین سنا سکتا۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ اور اسپر زیادتی یہ کہ وے بے عقل ہون یعنی ایک تو بہرے اور اسکے ساتھ ناسمجھ بھی تو یہ بہرون سے بھی بڑھکر ہوگئے کیونکہ سمجھدار بہرا کبھی فراست سے علم حاصل کر لیتا ہی بخلاف ان کافرون کے کہ باوجود ایسے فصیح و بلیغ و اضح و منور دلائل توحید و معجزات نبوت کے رسالت سے منکر اور قرآن سے کافر بلکہ اپنے خالق سے جسنے اُنکو پیدا کیا منھ موڑ گئے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام مین تنبیہ ہی کہ سننے اور کان لگانے کا حقیقی فائدہ یہ ہی کہ اصل مقصود سمجھ مین آجاوے اسیواسطے کسی جانور کو مستمع نہین کہتے ہین پس استماع یون ہی ہوتا ہی کہ جتنے خطرات اور ہوس و شہوات ہین اُن سب سے عقل کو سلیم کرکے کلام مین غور کرے اسی واسطے چونکہ کافرون کی عقلین وہم و خواہش دنیاوی و باپ دادون کی تقلید وغیرہ کے امراض سے بیمار ہو رہی تھین اُنکو حکمتہاے الٰہی اور معانی دقیقہ سمجھانا متعذر ہوگیا پس خالی الفاظ کی روانی سے اُنکو کچھ اور فائدہ نہ ہوا سواے اتنی بات کے کہ جیسے چرواہے کی ہانک سے بھیڑ بکری وغیرہ جانورون کو کچھ تنبیہ ہوتی ہی ولیکن کچھ سمجھتے نہین ہین۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ اور بعض اُنمین سے وہ ہی جو تیری طرف دیکھتا ہی یعنے تیرے اخلاق و شمائل اور اپنے خالق عز و جل کی طاعت وغیرہ تیرے نبی ہونے کی دلیلون کو آنکھون دیکھتے ہین ولیکن تصدیق نہین کرتے کیونکہ اُنکو بصیرت نہین ہی خالی نظر ہی جیسے کسی جانور کو کوئی کتاب دکھلائی جاوے تو اُسکا دیکھنا بیفائدہ ہی گویا وہ اندھا ہی لہذا فرمایا۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ بھلا کیا تو راہ دکھلا سکتا ہی اندھون کو یعنی ایسے لوگون کو جنکا دیکھنا ایسا بیفائدہ ہی گویا وہ دیکھنے سے اندھا ہی۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ اور اسپر بڑھکر یہ کہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہون یعنی آنکھون کی بینائی نہونے پر یہ اور زیادتی ہو کہ دل کی بینائی بھی نہین رکھتے کیونکہ دیکھنے کا اصل مقصود یہ ہی کہ عبرت حاصل ہو اور کافرون کو کچھ حاصل نہ ہوا اسی واسطے اُنکو اندھون سے اس بات مین تشبیہ دی کہ وے سیدھی راہ نہین پاتے بلکہ اندھون سے بھی بدتر ہین کیونکہ عقلمند اندھا دلی بینائی سے ایسی بات سمجھتا ہی جو احمق آنکھون والے کو حاصل نہین ہوتی بلکہ دلی بینائی رہی اصل ہی ولہذا قال تعالےٰ

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الآیۃ - بیضاوی رح نے کہا کہ کافرون سے براءت اور اعراض کرنے کا حکم جو دیا گیا
ہوا اسکے لیے یہ آیت گویا سبب ہے یعنی اُنسے برائت اور اعراض کرلو کیونکہ وہ بہرے بیوقوف اور اندھے بےعقل ہین تو کیسے ہی بلیغ اور فصیح
نصیحت اور روشن اور واضح حجت سے اُنکو سمجھاؤ وے نہین سمجھینگے واضح ہوکہ رازی وخطیب ج وغیرہ علماء نے یہان طول کلام کیا
کہ سمع بہتر ہے یا بصر پس بعض علماء نے کہا کہ سمع بہتر ہے کیونکہ آیت مین مقدم ہے اور بعض نے کہا بصر - کیونکہ ہمکو معلوم ہے کہ نابینا پر صبر
کرنے والے کے لیے ثواب جنت کا وعدہ حدیث صحیح مین آیا ہے واللہ اعلم - پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا اللہ تعالےٰ ظلم نہین فرماتا ہے لوگون پر کچھ - ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان والے وقار کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور کافر لوگ آپ کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے - کما قال تعالےٰ واذا
رأوک ان یتخذونک الا ہزوا الآیۃ - پس آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کسی پر کچھ ظلم نہین فرماتا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتون
کو ہدایت فرمائی اور اُنکی آنکھون کو بینائی بخشی اور دلون کو کھول دیا اور اکثرون کو آپ پر ایمان لانے سے محروم چھوڑا کہ گمراہ
ہوگئے پس اللہ تعالےٰ کی تمام مخلوقات ہے اسمین جسطرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے وہ علیم حکیم سب کا خالق ہے جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی
سوال نہین کرسکتا اور مخلوقات جو کچھ کرین سب سے پوچھ گچھ ہوگی - بیضاوی رح نے کہا کہ اے لا یظلم شیئا بسبب حواسہم وعقولہم
یعنی اللہ تعالےٰ کسی پر کچھ ظلم نہین کرتا کہ کسی آدمی کے حواس آنکھ کان وغیرہ کو یا کسی کی عقل وفہم کو سلب کردے بلکہ وہ کسی کی عقل
وحواس کو کچھ سلب نہین کرتا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ - ولیکن لوگ اپنی جانون پر خود ظلم کرتے ہین اسطرح کہ اپنے
حواس وعقول کو بگاڑتے وانکی منفعتین خود زائل کرکے محروم رہجاتے ہین - حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم
سے ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما الخ - یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے میرے
بندو مین نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام ٹھہرا دیا پس تم آپس مین ظلم مت کرو یعنی نہ اپنے نفس کے
ساتھ اور نہ کسی غیر کے ساتھ کچھ ظلم کا برتاو کرو - اور اس حدیث کے آخر مین ہے کہ اے میرے بندو یہ سب تمہارے اعمال ہی ہین
کہ تمہارے واسطے انکو احصار فرماتا ہون پھر وہی تم کو بھرپور دیدونگا پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرے اور
جو کوئی اسکے سوا اور پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے - رواہ مسلم - بیضاوی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ بندہ کے
لیے اعمال کی کمائی ہے اور وہ بالکل پتھر کی طرح بے اختیار نہین ہے جیسا کہ فرقہ جبریہ نے خیال کیا ہے - مترجم کہتا ہے کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ
تو اس امر کے قائل ہین کہ بندہ خود مختار ہے جو چاہے وہ کرلے پس خود اپنے اعمال آپ پیدا کرتا ہے اور یہ اعتقاد کثرت سے گمراہ قومون کا
ہے اور مخالف قولہ تعالےٰ واللہ خلقکم وما تعملون - اور خود یہ بات سخت گناہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بھی کچھ خالق خیال کرے اور اس
فرقہ کے مقابلہ مین جبریہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہمپر کچھ عذاب وغیرہ نہین کیونکہ ہم بالکل بے اختیار اور مجبور ہین اور یہ دونون قول باطل
وگمراہی ہین کیونکہ صاف معلوم ہے کہ آدمی اور پتھر مین فرق ہے پھر صحیح قول اہل السنۃ کا یہ ہے کہ نہ ہم کو بالکل اختیار ہے اور نہ ہم بالکل
مجبور ہین بلکہ بندہ کماتا ہے اور خالق عزوجل وہ کام پیدا فرماتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ ہدایت فرماتا ہے تو یہ بات اسکو صاف صحیح معلوم
ہوتی ہے واللہ تعالےٰ یہدی ونسالہ الہدایۃ وان یوفقنا الاستقامۃ علی ما یرضی بہ ربنا الرحمن الرحیم — فی العرائس قولہ تعالےٰ
ومنہم من یستمعون الیک الآیۃ - بیان ہے کہ خاص قوت سننے ودیکھنے سے وے لوگ محروم ہین نہ انکو سماع خطاب کے کان ہین اور نہ

[illegible] ۱۲

دیدار جمال قدیم کی آنکھیں ہیں بلکہ عوارض بشریہ میں اٹھتے پڑے ہیں۔ یہ آیت تصدیق اول ہے چنانچہ جب انھوں نے عقل کے
کانوں سے خطاب غیب کو نہ سنا تو حقائق وحی والہام سے منکر ہوئے اور جب دل کی آنکھوں سے مشاہدہ حق نہ پایا تو جو کچھ انبیاء
اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس سے کافر ہوئے۔ جب ازل میں انکو حکمت بالغہ الٰہی کے موافق عقل قدسی و نظر جبروتی و سماع ملکوتی نہیں
ملی تو قبول حقائق کی استعداد اور فہم دقائق کی صلاحیت انکی موجود نہیں اسواسطے منکر ہو گئے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ حقائق علوم غیب
اور دیدار ملکوت کچھ انسان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ موہبت الٰہی ہے جس سے روز ازل ہی میں خالص بندوں کو سرفراز فرماتا ہے اسمیں
بندے کے اکتساب کو دخل نہیں ہے اور اگر حاصل کرنے سے حاصل ہو سکتی تو آنحضرت صلعم انکو سنانے اور ہدایت کرنے پر قادر ہوتے۔
فالحمد للہ الذی ہدانا للاسلام حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جسنے تیری طرف اپنی قوت سے کان لگائے تو اسکو نہیں سنا سکتا
ہے بلکہ اسی کو سُنا سکتا ہے جسکو ہم نے ازل میں سُنا دیا ہے اور جسکو نہیں سُنایا وہی بہرا ہے اور وہ اگرچہ سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں تو
اصلی مقصود کی راہ سے وہ بہرا ہے وقد قال اللہ تعالےٰ ان تسمع الا من یؤمن بایاتنا الآیۃ یعنی سنتا نہیں مگر وہی جو ہمارے آیات پر ایمان لایا
یعنی ازل میں ہم نے اسپر سعادت کا حکم جاری کر دیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے بلانے کو نہیں سنتا وہ اللہ تعالی کیطرف
ہدایت کرنے والے کی پکار کیا سنیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ نہیں ہے کہ جو تیری طرف دیکھے وہ تجھے دیکھ لے بلکہ وہی دیکھ سکتا ہے جو
ہماری توفیق سے دیکھے اور تجھے وہی دیکھ سکتا ہے جو تیرے دیدار میں اوقات عمر مستغرق کیے ہوئے ہے قال تعالےٰ تریٰہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی تو
دیکھے کہ وہ تیری طرف نظر کرتے ہیں مگر وے تجھے نہیں دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا طوبیٰ لمن رآنی الحدیث یعنی مبارکباد و نہایت بشارت اسکو جسنے
مجھے دیکھ لیا اور نہایت بشارت اسکو جسنے میرے دیکھنے والے کو دیکھ لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ فضیلت اکمل تو صحابہ رض کو حاصل ہوئی پھر تابعین رحمہم
اللہ تعم کو حاصل ہوئی کہ انھوں نے صحابہ رضوان اللہ تعم علیہم اجمعین کو دیکھا اور واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ رح کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ انھوں نے
بعض صحابہ کو دیکھ لیا پس یہ فضیلت ابوحنیفہ رح کیواسطے کافی وافی ہے اور اسکے بعد ضرورت نہیں کہ اصطلاحی تابعی یعنے راوی ہونا بھی ثابت کیا جاوے
جیساکہ اس زمانہ میں اسکا اختلاف یہانتک پھیلا کہ مسلمانوں نے آپس میں نفاق پیدا کر لیا اور حرام کے مرتکب ہو گئے اللہم وفقنا للصواب۔
قال الشیخ پھر اللہ تعم نے بیان فرمایا کہ جہان میں جو کچھ جاری ہے خواہ طاعت ہو یا معصیت خواہ کفر ہو یا اسلام ہو وہ تقاضا بتقدیر ازلی ہے جو موافق
مشیت الٰہی کے جاری ہو چکی اور قلم قدرت نے ہر ایک کیواسطے مقدر کر دیا اور یہ ارادہ و مشیت اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور وہ ازل میں سب کچھ
جانتا تھا لہذا جیسا وہ جانتا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور جو اُسنے چاہا اُسکے خلاف نہیں ہو سکتا پس اُسکے موافق ہی واقع ہوا وہ علم والا وہ حکمت والا ہے اور
وہی خالق ہے جو چاہے کرے پس اُسنے کسی پر ظلم نہیں کیا جبکہ اُسنے ایک قوم کو اپنی مخلوق میں سے نبوت و ولایت کے لیے برگزیدہ فرمایا اور
دوسری قوم کو گمراہی وضلالت کے واسطے الگ کر دیا تو وہی مالک و خالق ہے جو چاہے وہ کرے اسمیں ظلم کو کیا دخل ہے لہذا فرمایا ان اللہ لا
یظلم الناس شیئا۔ پس کافر پر کچھ ظلم نہیں جبکہ اسپر اسکے فعل کے موافق عذاب کیا کیونکہ ازل ہی میں انکو اپنے قہر کیلیے مخلوق فرمایا اور
ایسے ہی اہل ایمان پر کچھ ظلم نہیں جبکہ لطائف مشاہدہ سے انکی تربیت فرمائی کیونکہ ازل ہی میں انکو لطف کے واسطے پیدا کرنا مقدر کیا۔ پھر
ہم کو آگاہی بخشی کہ ہر دو گروہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں۔ بقولہ تعالےٰ ولکن الناس انفسہم یظلمون۔ پس ظلم فرقہ گمراہ کا تو ظاہر ہے کیونکہ کفر
سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں کیونکہ جسنے اسکو پیدا کیا اُسی کی شان میں پاکی بیان کرنے کی جگہ بہتان باندھے اور اقرار و عاجزی کی جگہ انکار کیا
اور رہے نیک بندے تو انکا اپنی جانوں پر ظلم [illegible] اشارہ ہے کہ اہل تفریط و نہایت اپنے معبود برحق جل شانہ کی طرف توجہ میں ایسے

غرق ہوے کہ حق تعالے کے ادراک کے امیدوار ہین اور اپنی جانین فدا کرتے ہین حالانکہ حق تعالے جل سبحانہ کے فضل سے واقف ہین کہ حادث کو کہان طاقت کہ قدیم کا متحمل ہوسکے اسی واسطے انسان کو ظلوم جہول خطاب دیا ہین او تعالے اپنے فضل سے انکو انکے لائق دکھلاتا ہی اور اگر فرض کرو کہ نہایت ذرہ برابر نور قدم سے مطلع ہون تو سطوات عظمت کے اول ہی دہلہ مین فنا ہوجائین حالانکہ وہ ذات پاک قیاس وگمان ووہم ومثال سب سے برتر ہی کوئی چیز بھی اسکے مشابہ نہین ہی اور نور وظلمت سب اسکی مخلوق ہی اور کوئی مثال و کوئی وہم وخیال اس لائق نہین ہوسکتا کہ کوئی ذرہ برابر فہم وادراک حاصل ہو سواے اسکے کہ جسطرح بذریعہ وحی ونبوت کے ہدایت فرمائی ہی اسی راہ پر چلے چلو تو البتہ قبولیت کی امید ہی اللھم لک الحمد علی ما ہدیتنا فتوفنا علی الایمان والحمد للہ رب العالمین - پھر جو لوگ اس زندگانی دنیا پر مغرور ہوکر آخرت بھول گئے انکو اس زندگی کے ہا ہیچ ہونے اور آخرت کے برحق ہونے کو مصرح سمجھا دیا بقولہ تعالے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ ٱلنَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ

اور جسدن انکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانینگے بیشک خراب ہوے

ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ وَمَا كَانُوا۟ مُهْتَدِينَ ۝

جنھون نے جھوٹھلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

فی السراج - جب کافرون کا دنیا پر غرہ ہونا اور حق سے اعراض کرنا بیان کردیا تو پیچھے اس فعل کے وعید بیان فرمائی - بقولہ تعالے - **وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ** حفص رح کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ ہی یعنے واذکر یوم یحشرہم اللہ تعالے - اور باقیون کی قراءۃ مین بنون یعنے اور یاد کرایا انکو یاد دلاوے کہ جسدن ہم انکو محشور کرینگے **كَأَنْ** کانہم - **لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ ٱلنَّهَارِ** گویا وے نہین ٹکے تھے مگر دن کی ایک ساعت - یعنی دنیا مین یا قبرون مین اپنے ٹھہرنے کی مدت بہت قلیل جانینگے اور یہ ہولناک امور کے دیکھنے کے سبب طاری ہوگا - یا اسوجہ سے کہ اُنھون نے دنیا مین اپنی عمرین برباد کین تو اُسکو کالعدم ٹھہرایا یا محشر مین مدت دراز تک پڑے رہنے کی وجہ سے قلیل جانا یا اسلیے کہ دنیا مین اُنکا ٹھہرنا بمقابلہ آخرت کے نہایت قلیل گویا معدوم ہی - یہ جملہ تشبیہیہ موقع حال مین واقع ہی اے نحشرہم مشبھین بمن لم یلبث الا ساعۃ یا یوم کی صفت ہی اے کان لم یلبثوا قبلہ - اور حشر کے معنی ایک جماعت کو نکالنا اور اپنی جگہ سے جنبش دینا اور یہان مراد قبرون سے زندہ کرکے نکالنا اور ساعت سے مراد بطریق مثل کے نہایت قلیل زمانہ ہی واسطے دوسری آیۃ مین ہی لبثنا یوما او بعض یوم - اور ساعت کو نہار مین سے اسواسطے خاص کیا کہ رات کی ساعتون سے دن کی ساعتون کو آدمی زیادہ پہچانتا ہی - ابو السعود نے کہا کہ اس تشبیہ سے مقصود یہ بیان ہی کہ قبرون سے زندہ کرکے اٹھانا اگرچہ زمانہ دراز کے بعد ہو اللہ تعالے کے نزدیک نہایت آسان ہی اور آخرت کے مقابلہ مین اسکا ایک ساعت ہوتا بھی بڑی چیز ہے تمثیل ہی اور اسمین اظہار ہی کہ کفار جو خاک ہوکر پھر زندہ ہونے کو مستبعد جانتے اور انکار کرتے تھے وہ باطل ہی والحاصل - وہ دن یاد کرین کہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اس حال سے کہ اُنکی مشابہت ایسے شخص کے ساتھ ٹھیک ہوگی جو گویا ایک ساعت نہین ٹھہرا تھا - **يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ** درحالیکہ آپس مین ایک دوسرے کو پہچانینگے گویا بہت تھوڑی دیر جدائی رہی تھی اور یہ ابتداے حشر کا حال ہی پھر سختی اور دہشت بڑھنے سے یہ تعارف جاتا رہیگا جیساکہ دوسری آیات سے ثابت ہی - قالہ البیضاوی وتبعہ المفسر رح - اور بعض نے کہا کہ یہ تعارف کچھ مہربانی کا نہین ہی بلکہ ملامت کا ہی کہ آپس مین بعضے بعضون کو کہینگے کہ تجھی نے مجھے گمراہ اور برباد کیا - ابن کثیر رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ باپ بیٹے اور قرابتی ایک دوسرے کو پہچانینگے ولیکن وہان

قیامت میں سب کے نزدیک دنیا پر رہنا ایسا ہوگا گویا ایک ساعت رہے [illegible]

ہر ایک اپنی جان کی فکر میں ہوگا انتہیٰ - اور محتمل ہے کہ ساعت کی صفت ہو یعنی دنیا میں جو بقدر ساعت کی آپس میں پہچانتے ہیں اُسیقدر وہان معائنہ کرینگے جیساکہ اہل ایمان یہان جانتے ہیں کما قیل الدنیا ساعۃ - اور اول دونون قول پر خواہ تعارف بطریق ملامت ہو جسکو قرطبی نے صحیح کہا ہے یا بطریق شفقت ہو دونون پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بعض نصوص سے تعارف کی نفی ثابت ہے اور جواب دیا گیا کہ حشر کے اوقات مختلف ہونگے چنانچہ ابتدا میں تعارف ہوگا پھر منقطع ہو جائیگا یا تعارف شفقت فقط ابتدا میں ہوگا اور تعارف ملامت پھر بھی انکی تفضیح کے لیے رہیگا - لیکن واضح ہو کہ حدیث صحیح میں ننگے بدن بے ختنہ مانند ابتدائی پیدائش دنیا کے محشور ہونا مروی ہے اور جب حضرت عائشہ ام المومنین رض نے ننگے بدن ہونے پر شرم کو دریافت کیا تو جواب پایا کہ وہ امر ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو اسکی طرف التفات بھی نہیں ہو سکیگا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا شاخصۃ ابصارہم یعنے واقعہ ہولناک کی طرف آنکھیں پتھرائی ہونگی - پس یہ صریح ہے کہ ابتدا میں بھی تعارف شفقت نہیں ہوگا کما لا یخفی اور حق یہ کہ کیفیات حشر جسقدر منصوص ہیں سب اسی طور پر یقینی ہیں اور کیفیت اسکی عقل سلیم کے نزدیک اسوقت معقول نہیں ہو سکتی لہذا ایمان لانے میں اشکال نہیں ہے - بالجملہ کفار اسوقت قیامت و حشر کو بعید جانتے اور زندگی دنیاوی کو طویل دیکھتے ہیں پھر جسدن محشور ہونگے اُسدن آنکھون دیکھا یقین جان لینگے کہ قدرت الٰہی میں حشر محض آسان تھا اور حیات دنیا ایک ساعت یعنی نہایت ہی کم تھی - قَدۡ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ یہ جملہ ضمیر یتعارفون سے حال ہو سکتا ہے بتقدیر قول اے قائلین قد خسر الخ یعنی باہم پہچانینگے درحالیکہ آخرت کے معائنہ سے یقین کرکے یہ کہتے ہونگے کہ بے شک اُنھین بندون نے خسارہ اُٹھایا جنھون نے دنیا میں لقاء الٰہی کو جھٹلایا اور اولی یہ کہ یہ جملہ مستانفہ ہے پس اللہ تعالی کیطرف سے شہادت ہے کہ بے شک آخرت کے جھٹلانے والے خسارہ میں رہے کیونکہ تجارت میں انھون نے دنیائے فانیہ کو بدل لیا آخرت باقیہ سے اور نیز مومنون کو تعجب دلایا کہ دنیا کی ظاہری بھڑک پر فریفتہ ہوکر عذاب دائمی لینے والے کیا برباد ہوئے - وَمَا كَانُوا مُهۡتَدِينَ اور نہ تھے وے مہتدین - یعنی راہ پر نہ تھے کیونکہ جو چیزین عقل و شعور وحواس وغیرہ کی انکو اپنے خالق کی معرفت اور وہان کے سامان کے لیے دی گئی تھین انھون نے انکو ایسی بُری طرح صرف کیا کہ بجائے معرفت و نیکیون کے انھون نے الٹی ایسی جہالتین کمائین کہ بے راہ جاکر جہنم کے دائمی عذاب مین پڑے - پھر حق تعالے نے اپنے رسول صلعم کو انکے عذاب کی خواہ دنیا میں یا دین میں خبر دی - بقولہ تعالے -

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِي نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰى مَا يَفۡعَلُونَ ۝

اور اگر ہم دکھا دینگے تجھکو کوئی ان وعدون میں سے جو دیتے ہین انکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماریطرف ہے انکو پھر آنا پھر اللہ شاہد ہے اُن کامون پر جو کرتے ہین

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُولُهُمۡ قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ۝

اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہونچا اُنپر رسول اُنکا فیصلہ ہوا اُنہین انصاف سے اور اُنپر ظلم نہین ہوتا

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ اور یا تو ہم تجھے آنکھون دکھلا دینگے - بَعۡضَ الَّذِي نَعِدُهُمۡ تھوڑا اُسکا جو ہم انکو وعید دیتے ہین یعنی عذاب کی وعید - جس میں سے کچھ عذاب ہم تجھکو دنیا ہی مین دکھلا دینگے چنانچہ بدر کے روز انکو کچھ عذاب کیا اگرچہ جو کفار اُسدن قتل ہوئے وہ تو لگاتار عذاب آخرت مین مل گئے - اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دیدینگے یعنی قبل انکا عذاب تجھے دنیا مین دکھلانے کے فَاِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ تو ہماری ہی طرف انکا لوٹنے کا ٹھکانا ہے پس آخرت مین تجھے دکھلا دینگے - یہ دوسرے اما کا جواب ہے اور پہلے کا جواب

ایسے مقام پر حذف ہوا کرتا ہی جیسے اما نرینک فذاک - اور حرف اما سے بیان بطریق احتمال نہیں ہی بلکہ مقصود تحقیق وقوع عذاب ہی یعنی
کافرون کو جو وعدہ عذاب ہی وہ ضرور واقع ہوگا از انجملہ جو کچھ تھوڑا عذاب انکا تو دنیا ہی مین دیکھے وہ تونے دیکھ لیا اور پھر تیری وفات
بھی مثل اور انبیاء کے مقدر ہی تو ضرور تو آخرت مین انکا عذاب دیکھیگا کیونکہ جنپر دنیا ہی سے عذاب شروع ہوجاوے یا جنپر بیان شروع
سب کا مرجع آخرت کی طرف ہی اور وہی تحقیقی جزاء کا مقام ہی اسیواسطے دوسرے اما کا جواب ذکر کیا ایسے کلام سے جو مفید معنی دیگر بھی
ہی - ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ پھر اللہ تعالے شہید ہی ان اعمال پر جو وے کرتے ہین - حرف ثم بیانی ترتیب ہی
کیونکہ اللہ تعالے دونون جہان مین ہر ایک کے اعمال پر شاہد عالم ہی اور مراد یہ کہ جب منکرین کا مرجع دار الآخرۃ کی طرف ہوا تو پھر ان
ان اعمال انکار و کفر و استہزاء وغیرہ پر سزا یاوینگے کیونکہ اللہ تعالے انکے افعال کو خوب جانتا ہی - زمخشری نے کہا کہ شہادت ذکر ہوئی اور
اس سے مراد نتیجہ ہی یعنی عقاب گویا کہا گیا کہ پھر اللہ تعالے انکے اعمال پر انکو عذاب فرما دیگا اور شہادت بفعل سے دے کا فرجو
اسوقت کفر پر تھے پھر راہ پر آگئے اس سے مستثنیٰ ہوجاوینگے کیونکہ انکے اعمال جنپر اللہ تعالے مطلع ہی صالح ہوگئے اور اگر تنصیص عقاب
ہوتی تو وعید و تہدید تو ہوتی لیکن یہ وہم ہوتا کہ اسوقت جسقدر منکر ہین عذاب ہی کیے جاوینگے - فافہم - یا یہ مراد کہ اگر تونے وفات پائی
قبل دیکھنے کے تو اللہ تعالے انکے اعمال پر شاہد ہی - کما فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم - یہی ابن کثیر رح نے اختیار کیا اور لکھا
کہ طبرانی رح نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس پتھر پاس میری امت اگلی وپچھلی پیش
کی گئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مخلوق ہوچکے وہ آپ پر پیش ہوئے مو جو ابھی پیدا نہین ہوئے ہین فرمایا کہ وہ میرے
واسطے سب مصور کیے گئے مٹی مین حتی کہ مین انمین سے ہر آدمی کو الیا زیادہ پہچانتا ہون کہ تم مین سے کوئی اپنے دوست ساتھی کو نہین
پہچانتا - رواہ من وجہین - اسمین اشارات لطیفہ ہین فافہم - وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ اور ہر امت کے لیے رسول ہی یعنی اگلی امتون
مین سے ہر امت کے واسطے ایک رسول بھیجا گیا کہ انکو حق کی دعوت کرے - فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ پھر جب انکا رسول آگیا یعنی
معجزات و آیات لایا مگر انھون نے رسول اللہ کو جھٹلایا قُضِيَ بَيْنَهُم تو انکے درمیان فیصلہ کردیا گیا یعنے رسول کے اور جھٹلانے والون
کے درمیان حکم کیا گیا - بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ لیس رسول کو نجات ہوئی اور جھٹلانے والے ہلاک ہوئے - وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ اور وے ظلم نہین کیے جاتے یعنے بغیر جرم کے انپر عذاب نہین اور نہ بغیر حجت کے مواخذہ ہی اور مراد اس سے کمال
عدل کا اظہار ہی اسیواسطے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا - یعنی جب تک ہم رسول نہ بھیجین اور وحی سے معرفت نہ دین تب تک
کسی پر عذاب نہین کرتے - یہ جو مذکور ہوا اس قول پر ہی کہ یہ فیصلہ اسی دار دنیا مین ہی اور اس تقدیر پر احتمال ہی کہ کافرون کی ہلاکت
سے انکا کفر پر رہنا اور بے ایمان مرنا مراد ہو کیونکہ در واقع اس سے بڑھکر کوئی ہلاکت نہین ہی - اور دوسرا قول یہ ہی کہ اس فیصلہ کا
مقام دار آخرت ہی لیس آیت بمانند قولہ وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم الآیۃ - اور قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الآیۃ -
اور معنی یہ کہ ہر امت کسی ایک رسول کی طرف نسبت کی گئی ہی پھر جب موقف حساب ہین وہ رسول آیا تاکہ انپر کفر یا ایمان کی گواہی دے تو
فیصلہ ہوگا - اور جب امت کافرہ اپنے رسول کے پیغام آلہی پہونچانے سے انکار کرینگی تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام جسکے
درمیان سب سے پہلے حکم و فیصلہ ہوچکا ہوگا ان انبیاء کی تبلیغ پر بشہادت قرآنی گواہی ادا کرینگی اور رب تبارک وتعالے خوب جانتا ہی
مگر یہ عدل کامل ہی کہ کافرون پر حجت قائم ہوگئی لیس رسول کے مراتب عالیہ ہین اور کافرون کو عذاب دائمی ہی اور اس صورت مین

ع
[illegible]

شاید ضمیر بینہم سے مراد انھیں امتیون کے درمیان فیصلہ ہو یعنے جب رسول کی شہادت یا امت محمدی کی شہادت قائم ہوجائیگی تو امتیون کے درمیان جو اختلاف دنیا مین تھا حکم اللہ عزوجل سے فیصلہ ہوجائیگا پس مومنون کو نجات و مرتبہ عالیہ ملیگا اور کافرون کو خواری دائمی عذاب ملیگا - یہی قوم دوم تفسیر کا حضرت مجاہد رح سے مروی ہے اور ابن کثیر رح نے اسکے معنی مین لکھا کہ ہر امت اپنے رسول و اعمالنامہ کے ساتھ بحضور حق عزوجل پیش ہوگی اور ملائکہ حفظہ وغیرہ بھی شاہد ہونگے حتی کہ بھلے و برے اعمال کے واسطے زمین و مقام حتی کہ جوارح ہاتھ پاؤن وغیرہ بھی شاہد ہونگے اور یہ امت مرحومہ یعنی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب امتون سے آخر دنیا مین پیدا ہوئی لیکن یہی امتہ وسطہ ہے بقولہ تعالیٰ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ - پس یہ امت عدل ہے سب سے آخر کی گئی کہ سب پر شاہد ہے اور آخرت مین سب سے اول اسکا فیصلہ ہوگا کما قال علیہ السلام نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ الحدیث پس اس امت کو سبقت کاملہ بسبب اپنے رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی - پھر کافرون کی جہالت وقوع قیامت و استعجال عذاب مین وقلت معرفت بیان فرمائی - بقولہ تعالےٰ

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہین اپنے واسطے برے کا

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ

نہ بھلے کا مگر جو چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے جب پہونچا انکا وعدہ پھر نہ ڈھیل کرین

سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا

ایک گھڑی نہ جلدی تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آپہونچے تم پر عذاب اُسکا رات یا دن کو کیا

يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ

کر لینگے اُس سے پہلے گنہگار - کیا پھر جب ہو چکے گا تب یقین کروگے اُسکو اب قائل ہوئے اور

كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

تم تھے اسی کی جلدی کرتے پھر کہین گے گنہگارون کو چکھو عذاب ہمیشہ کا

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

وہی بدلا پاتے ہو جو کچھ کماتے تھے

وَيَقُولُونَ اور کہتے ہین یعنی کفار مکہ یا مع دیگر کفار عرب کے کیونکہ بت پرست مشرکین سب منکر قیامت تھے اور حکم مین تو آخر زمانہ کے منکرون کو شامل ہے کیونکہ قول سے انکا عندیہ و اعتقاد مذموم بیان کرنا مقصود ہے اس لیے کہ وہی معتبر ہے جیسے قول اقراری مین ایمان معتبر ہے لہذا قیامت کے منکر اسکو اپنے حق مین ارشاد و ہدایت سمجھین اور یہ امر منجملہ معجزات قرآنیہ کے ہے کہ جو امور قیامت تک خواہ صریح کفر کے یا ضمنی شرک و کفر کے یا دیگر ہوسات نفس جو فسق و فجور کے سبب رضائے الٰہی و وصول معارف سے مانع ہین سب اسیوقت عالم الغیب والشہادۃ العزیز الحکیم جل شانہ نے بیان فرما دیے ہین ولہذا علماء اسلام اپنے نفوس اور اپنے تابعین کے نفوس کی آراستگی مین اسی کلام مجید سے بانضمام احادیث سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین راہ مستقیم ظاہر و باطن حاصل کرین اور اللہ تعالیٰ

سے توفیق چاہیں پس بیان کفار کا بد اعتقاد مع بد قول کے ذکر فرمایا کہ ویقولون یعنے کہتے ہین کہ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب ہوگا-علماء
نے لکھا کہ انکی غرض یہ نہین تھی کہ حال کی تحقیق کرین تاکہ مہلت مین عبادت وطاعت سے وہان کا سامان کرین اور خوف کرین بلکہ اس وعدہ کو
یعنی قیامت آنے وعذاب کفر طاری ہونے کو مستبعد جانتے تھے لقولہ ءَاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون الآیۃ-پس بعث وحشر کو خلاف
جانتے ولقولہ یستعجل بہا الذین الآیۃ-یعنی اسکے وقوع مین جلدی چاہتے کیونکہ معتقد نہ تھے ورنہ خوف کرتے اور چونکہ اسکا ایک وقت مقدر
بعلم الٰہی ہی تو ابھی ٹھٹھا کرتے کہ بھلا وہ بڑا وعدہ کب ہوگا بتاؤ-اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو-اس خطاب مین آنحضرت صلعم
کے ساتھ آپ کے متبعین مومنین بھی شامل ہین کیونکہ صدق دل سے قیامت کے قائل وکافرون کو ہدایت کرنے والے تھے-حاصل قول
ان کافرون کا بطور استہزاء واستبعاد کے یہ تھا کہ اگر وہ وعدۂ عذاب جو تم دیتے ہو سچ ہی تو لاؤ دیکھیں اور کوئی وقت جو علم الٰہی مین کہتے ہو تو
بھلا آخر کب ہوگا تم اللہ تعالے سے دریافت کر کے لاؤ اور واقع کرو کیونکہ ہم تمکو پہلے سے ونہیں مانتے ہین پس تم عذاب لاکر اپنے دل ٹھنڈے کرو
قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اے محمد صلعم تو کہدے کہ مین مالک نہین اپنی جان کے لیے کسی ضرر کا کہ اپنی ذات سے اسکو
چاہون دور کرون اور نہ کسی نفع کا کہ جب چاہون حاصل کرلون پھر بھلا تمھارے اوپر کیونکر اسکا مالک ہونگا کہ عذاب موعود جلدی تم پر جاری کردون
اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ ان الکہ او لکن ماشاء اللہ من ذلک کائن-سوائے اسکے جو اللہ تعالے چاہے-یعنی اللہ تعالے جس امر کو
چاہتا ہی اسپر مجھے قادر فرماتا ہی یا حرف الا بمعنی لکن ہی یعنی ولیکن اللہ تعالے جو چاہے وہ واقع ہوتا ہی-حاصل یہ کہ تم لوگ اپنے خالق تعالے
کو نہین پہچانتے ہو ورنہ ایسا نہ کہتے کیونکہ منجملہ صفات کے یہ ہی کہ ہو النافع ہو الضار-وہی نفع پہونچانے والا اور وہی ضرر پہونچانے والا
ہی ہو المالک الذی لایقع شئ الا بمشیتہ ولا یتحرک ذرۃ الا باذنہ-وہی مالک ہی کہ کوئی چیز نہین ہوسکتی مگر جبھی کہ وہ چاہے اور کوئی ذرہ نہین
ہلتا مگر اسی کے حکم سے اور جو کچھ واقع ہو اسکا وہی خالق ہی الغرض قادر وخالق وہی ہی اور سب مخلوق ہی پس جب یہ بات ہی تو پھر کافرون
نے کفر کا خیال جمایا کہ تم عذاب ہم پر لاؤ بسبب جہالت وبے ایمانی کے نجانا کہ یہ اللہ تعالے کے اختیار وقبضۂ قدرت مین ہی لہذا پہلے
انکو معرفت کی طرف ارشاد کیا کہ تو کہدے کہ مین اگرچہ تمام مخلوقات الٰہی مین افضل واکرم ہون لیکن-بے شک اسکا بندہ ورسول ہون
میرا لقب عبداللہ ورسولہ ہی-مین قدرت وخلق نہین رکھتا یہ تو فقط اللہ تعالے جل جلالہ کے اختیار مین بلکہ اسی کی صفات مین سے
ہی-اور یہ جو زعم کفار تھا کہ اگر ہم برے اعمال پر ہوتے تو عذاب آتا تو یہ بھی جہالت تھی اسکو ہدایت سے معرفت دی کہ لِکُلِّ اُمَّۃٍ
اَجَلٌ ہر گروہ کے واسطے ایک مدت مقرری ہی-اجل بمعنی مدت وآخر مدت وموت وغیرہ معانی مین مستعمل ہی اور یہان آخری وقت مہلت
کا ہی یعنے ہر گروہ جسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا اسکے لیے ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا ہی-اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ جب آگئی انکی اجل
یعنی آخری وقت-فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ایسے لا یتاخرون ولا یتقدمون-اور یستاخرون از استفعال
یہان مبالغہ بلیغ ہی یعنے پھر نہین پچھڑتے ایک دم اور نہ ایک ساعت آگے ہونگے-الحاصل تمھارا بھی ایک مقرری وقت ہی تو جلدی مت
کرو کہ وہ آنے ہی والا ہی ہر گھڑی گھٹتی چلی جاتی ہی پس عنقریب تمھارا وعدہ پورا ہوگا-عجب کہ درصورت خالق عزوجل سے کفر کرنے کے
دنیا مین تو کیسے ہی محتاج وتکلیف مین ہون دائمی عذاب عاقبت کی بہ نسبت گویا بہشت ہی پس چونکہ انھون نے لذت وعیش آخرت کے
عوض اسی کو لیا تو وہ انکو ایک مدت معین تک اللہ تعالے نے دیدی کہ حرام حلال جسطرح جی انکا چاہتا ہی کھاتے پیتے وزنا وغیرہ شہوت
پرستی کرلے ہین پس باوجود کفر کے کیا وعدہ مین جلدی کرکے یہ بھی چھوڑنا چاہتے تھے اور رہا یہ کہ خالی عذاب آنے مین اگر شک کرتے تھے

تو یہ بھی سخت جہالت تھی کہ جس خالق عز وجل نے انکو پیدا کیا وہ کیا عذاب کرلے پر قادر نہیں ہے- لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر- لہذا فرمایا- قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ تو کہدے کہ اے کافرو بھلا مجھے تبلاؤ کہ اگر آجاوے
تمپر عذاب اُسکا یعنے جس عذاب کو جلدی مانگتے ہو تاکہ ہم کو سچا جانو سو اگر وہ تمپر بحکم الٰہی آپڑے- بَيَاتًا وقت بیات ونوم
تمہارے سونے وقت میں- أَوْ نَهَارًا یا وقت نہار میں جب تم اپنے لہو ولعب کے کاروبار میں مشغول ہو مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ
مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ اے شیٔ من العذاب یستعجلونہ وکل العذاب مکروہ لایلائم للاستعجال- کون چیز عذاب میں سے مجرم لوگ جلدی
مانگتے ہیں- یعنے مجھے خبر دو کہ اہیں سے سونے کا یا جاگنے کا کون عذاب مانگتے ہو وہ تو سب نہایت خوف کی سخت چیز ہے جلدی مانگنے
کی چیز نہیں ہے اور تستعجلون ضمیر بصیغہ خطاب کی جگہ المجرمون ظاہر کر دیا کہ مجرم کو ایسی تمنا بعقوبت جرم ہو عجیب ہے انکو واجب تھا کہ
عذاب جرم سے ڈرین نہ آنکہ اسکو جلدی مانگیں- جواب شرط محذوف ہے اے ندموا علی الاستعجال او عرفوا خطاءہ یعنی اگر عذاب تمپر آیا
تو جلدی مانگنے پر نادم ہوگے یا اپنی خطا پہچانوگے اور ہو سکتا ہے کہ ماذا الخ جواب ہو جیسے بولے کہ آن اتیتک ماذا تعطینی- اگر تیرے پاس
آؤن تو وہ کیا چیز ہے جو مجھے دیگا- اور یہ جملہ متعلق ارایتم ہے- اور یہ بھی عمدہ بنتا ہے کہ آگے کا کلام جواب الشرط ہو یعنی قولہ- أَثُمَّ إِذَا
مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ کیا اسوقت جبکہ واقع ہو جاوے عذاب مذکور تو تم اُسپر ایمان لاؤگے یعنی بعد وقوع کے کیا ایمان لاؤگے جبکہ
ایمان کچھ نافع نہیں اور قولہ ماذا- درمیان شرط وجزا کے جملہ معترضہ ہے- ثم ظرف بالفتح پر ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنے اتنے وقت تک
ایمان لانے میں تاخیر نہیں جائز ہے کیونکہ اسوقت ایمان کچھ مفید نہوگا- کذا فی البیضاوی وغیرہ اور معنی یہ ہیں کہ مجھے خبر دو کہ اگر عذاب
تمپر رات یا دن میں آوے تو کیا جب آپڑے اسوقت ایمان لاؤگے- اور جملہ ماذا معترضہ ہے کہ سوتے یا جاگتے کے عذاب میں سے تبلاؤ
کون تم مجرم چاہتے ہو یعنی انھیں دونوں حالتوں کا ہوگا بہر حال کوئی چاہو تو پھر مطلب کیا ہے کیا آپڑنے پر ایمان لاؤگے تو یہ کچھ مفید نہیں
ہے اور کہا جائیگا کہ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ کیا اب ایمان لاتے اور گڑگڑا کر تمنا کرتے ہو کہ عذاب جاوے عافیت
آوے اور ہم مومن ہیں حالانکہ تم پہلے اسی کو جلدی مانگتے تھے جبکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور تم نے جھٹلایا وٹھٹھوں میں اڑایا تھا
الآن بعد ہمزہ یا ادغام ہمزہ استفہام وہمزہ آل اور ایسا فرقان میں چھ جگہ ہے انعام الذکرین دو مرتبہ اور اس سورہ میں الآن دو مرتبہ اور
اور آللہ اذن لکم- اور سورہ نمل آللہ خیر- ایک جگہ پس ان چھ جگہ ہر دو ہمزہ کو الگ الگ پڑھنا نہیں جائز ہے ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا یہ
عطف ہے قیل مقدر پر یعنے قیل لہم الآن وقد کنتم الخ ثم قیل للذین الخ- یعنے پہلے انکو ملامت کرنے کے واسطے وہ کہا جائیگا کہ اب ایمان
لاتے الخ- پھر کہا جائیگا ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا یعنے اپنی جانوں پر اسطرح کہ شرک وکفر کیا- ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو
عذاب دائمی یعنے اپنے جرم کے عوض جس سے بڑھکر کوئی جرم نہیں ہے ایسا عذاب چکھو جو دائمی ہے کیونکہ چند روزہ دنیاوی زندگی کے
بعد سوائے راحت جنت یا عذاب النار کے تیسرا امر نہیں اور اس سے اچھی طرح خبردار کر دیے گئے تھے مگر نہ مانا سوائے اپنے خالق
سے انکار وشہوات دنیاوی کے- هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ نہیں بدلا دیے جاؤگے الا بعوض اسکے جو تم کفر و
معاصی کماتے تھے- واضح ہو کہ دنیا میں خالق عز وجل کی معرفت وایمان کو رضائے حق تعالےٰ لازم ہے مگر یہ یاد رکھو کہ معرفت الٰہی قدیم پاک
سبحانہ تعالےٰ آدمی سے ممکن نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالےٰ کے رسول صلعم سے معلوم کرکے ایمان لاوے اور یہیں سے رسول صلعم کا
بھی ہمپر نہایت بڑا احسان ہے اور مرجع اسکا عین احسان الٰہی تعالےٰ ہے لہذا آخر دعانا الحمد للہ رب العالمین ہے لقولہ وما کنا لنہتدی لولا

ان الآية - اور مفصل مکرر یہ بیان گذرا کہ جو کوئی بدون تصدیق رسول صلعم کے معرفت الٰہی کا دعوی کرے اگرچہ دنیاوی عقل کیسی ہی رکھتا ہو
محض جھوٹا ہے کیونکہ دنیا وما فیہا سب حادثہ فانیہ ہیں اور باری تعالے کی ذات وصفات قدیم ہیں پس دونوں میں ضد ہے تو ایک کی سمجھ
سے کچھ بھی دوسرے کی سمجھ نہیں آتی بلکہ اُلٹا ہونا چاہیے کیونکہ اضداد جمع نہیں ہونے اور خود معائنہ ہے کہ کثرت سے دنیاوی ہو رہنکا
مرجع حیات دنیا ہے جسکو انہیں زیادہ توغل وعقل ہو وہ دین سے اُتنا ہی زیادہ اندھا ہوتا ہے - پھر دنیا میں نفس کو مکلف باحکام الٰہی
رکھکر یہاں کے شہوات سے موافق شرع کے بچنا اور جنت دونوں گویا لازم ملزوم ہیں اور دنیا میں نفس کو چھوڑ دینا اور یہاں کی
خواہشوں پر دل جمانا اور خالق تعالے کا حق بھول جانا اور جہنم یہ دونوں گویا لازم ملزوم ہیں مگر دنیا دار امتحان ہے اور نہایت عجیب
نظام مخلوق ہے اسمیں پردہ ہے کہ ظہور نہیں ہوتا لہذا جسکو بصیرت عطا ہوئی وہ اس دنیا کو دیکھکر قولہ تعالے ربنا ما خلقت ہذا باطلا
پڑھتا اور عجیب حیران رہتا ہے - جو کچھ مترجم نے اشارہ کیا اسکو غور سے دیکھنا چاہیے اور یقین کرنا کہ دنیا کے بعد کہیں ٹھکانا سوائے
جنت یا دوزخ کے نہیں پھر خالق عزوجل پر یقین کامل وایمان واثق بدون شرک کے یہی رضوان الٰہی اور وہ جنت میں ہے اور خالق تعالے
کو بھولنا بلکہ کفر وشرک کرنا یہی غضب الٰہی وجہنم ہے اور ہر ایک کو دوام ہے لہذا دنیاوی زندگی چند روزہ سے دل ہٹا کر شرک وکفر سے
بچنا جسکو نصیب ہوا عین رحمت واحسان الٰہی ہے - واضح ہو کہ آدمی کو وسوسہ شیطانی اور اسکے مکر خفی سے پناہ مانگنا واجب ہے
چنانچہ آیات واحادیث میں اسکی بہت تاکید معروف ہے لہذا جادۂ شرع سے اپنی عقل ورائے کی طرف قدم نہ بڑھاوے اور محکم یقینی کو
چھوڑ کر مشتبہ میں نہ پڑے خصوص ایسے مشتبہ میں جسمیں خوف کفر وغیرہ اعتقاد میں یا خوف حرام وغیرہ کبائر اعمال میں ہو جب یہ معلوم ہوا تو
جاننا چاہیے کہ آج کل ایک مسئلہ پھیل رہا ہے وہ یہ کہ لوگ سختی ومصیبت وغیرہ کے وقت اولیاء وبزرگان دین کو جو وفات پاگئے ہیں پکارتے
ہیں اسمیں دو امر ہیں ایک یہ کہ وے سنتے ہیں یا نہیں سنتے تو عامۂ علماء حنفیہ رح کے نزدیک مردے نہیں سنتے ہیں پس یہ صریح مخالفت ہے دوم یہ کہ
اگر سنتے ہیں تو کسی کے نزدیک یہ نہیں صحیح ہے کہ سوائے مدفن کے دور سے بھی سنتے ہیں تو تمام امت سے صریح مخالفت ہوئی اور سمیع بصیر ایسا صفت
الٰہی ہے دوسرے کو ثابت کرنا شرک جلی ہے - اور اگر سنتے ہوتے تو مقصود کیا ہے آیا وے نفع وضرر پہونچانے پر خود قادر ہیں تو یہ کفر صریح ہے اور اگر اللہ تعالے سے
سفارش کرکے ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو رضائے الٰہی اسکو مقدم ہوگی یا نہیں تو دوم صورت باطل ہے اور اول صورت میں رضائے الٰہی
کسی بندہ سے ہے جو امر تقدیر پر شاکر اور اسکی درگاہ میں دعا کرے تو اسنے خلاف رضائے الٰہی کام کیا اور دعا بے شک نافع ہے لیکن خلاف تقدیر
نہیں واقع ہوتا پس ایسا کرنے والے نے اپنے آپ کو مخالفت ائمہ حنفیہ ومخالفت اجماع امت اور شرک وانکار تقدیر یعنے کفر اور خلاف رضائے الٰہی میں ڈالا
اگر اسکے نزدیک اسپر یقین نہیں تو دیگر علماء کے قول پر شبہہ سہی لہذا اس سے احتراز فرض ہے اور علماء پر واجب ہے کہ بندگان حق تعالے کو راہ مستقیم
بتادیں اور لوگوں کو واجب ہے کہ سیدھی راہ پر چلیں اور چند روزہ زندگی دنیاوی سے ایمان سلامت لیجاویں اور ہوشیار ہوں کہ شیطان انکو پیرا محبت
واعتقاد میں اس فریب کی راہ چلاتا ہے واللہ تعالے ہو الہادی الی الصراط المستقیم ف - فی العرائس قولہ تعالے قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الآیۃ - اسمین
عاین توحید سے آگاہ فرمایا اور بتلایا کہ قدم میں حدوث بالکل زائل ہے اور مشیت فقط ایک ہی مشیت ہے یعنی مشیت ازلی جسمیں کسی حادث کی مشیت کو
کچھ دخل نہیں اور خبردار کیا کہ مخلوق کی نیکی بدی کمانے کو ازلی مقدر میں کچھ تاثیر نہیں ہے بلکہ وہی انکے اکتساب میں موثر ہے - بعض نے کہا کہ حضرت
سید المرسلین صلعم نے اپنی ذات سے ہر طرح کی قدرت کی نفی کی کہ کسی چیز پر تملک نہیں اور کسی حال پر اعتماد نہیں ہے بلکہ ظاہر کردیا کہ سب اللہ تعالے
عزوجل کیطرف سے ہے پس جو کوئی اپنے نفس کا مالک نہ ہو وہ نفس کے ضرر ونفع کا کہاں سے مالک ہو سکتا ہے اور جس شخص کو یہ حالت بخوبی

صحیح ہو جاوے وہ مخلوق کی ہیچ و مذلت اور مخلوق سے طمع و امید رکھنے اور انسے توسل ڈھونڈھتے سب سے الگ ہو گا قال الرحیم

شیخ رحمہ نے بھی جملہ امور کی تصریح کر دی فافہم پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دریافت کرنے کو بیان فرمایا بقولہ

ع ۱۳ ۵ ۱۰

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ۝ وَلَوْ أَنَّ

اور تجھسے خبر لیتے ہیں کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے اور اگر ہو

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ

ہر شخص گنہگار پاس جتنا کچھ ہے زمین میں البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی میں اور چھپے چھپے پچتاویں گے جب دیکھیں گے عذاب

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور انمیں فیصلہ ہو گا انصاف سے اور انپر ظلم نہ ہو گا

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ استنبار طلب بنائیلینے طلب خبر ای یستخبرونک۔ تجھسے چاہتے ہیں کہ تو انکو خبر دے و آگاہ کر دے کہ **أَحَقٌّ هُوَ** کیا سچ ہے یہ۔ یعنی جو تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کفر و انکار کرنے والوں کو عذاب کے وعید سناتا اور مومنوں کو انعام و اکرام جنت کے وعدے فرماتا ہے کیا یہ سچ ہے یعنے تم سچ کہتے ہو یا ٹھٹھول کے طور پر باطل بیان کرتے ہو۔ بعض نے زعم کیا کہ یہ خبر پوچھنا بطریق ٹھٹھول کافروں کا فعل تھا اور قولہ احق میں ہمزہ انکاری ہے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ شاذ قراءۃ میں الحق ہو۔ آیا بدہمزہ جسمیں تعریض ہے کہ تمہارا قول حق نہیں ہے پس یہ قراءۃ اس زعم کی مؤید ہو سکتی ہے مگر بیضاوی رحمہ نے اس زعم کو ضعیف ٹھہرایا اور کہا کہ اظہر یہ ہے کہ استفہام یہاں اپنے اصل پر ہے اور لکھا کہ یہ قول ایک یہودی عالم حیی بن اخطب سے کہا تھا جب مکہ میں مسافر آیا تھا۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویستنبئونک احق ہو۔ یعنی تجھسے خبر پوچھتے ہیں کہ بعث و قیامت و معاد بعد مٹی ہو جانے کے کیا سچ ہے ہو گا مترجم کہتا ہے کہ یہ مشعر ہے کہ کفار مکہ پوچھنے والے تھے کیونکہ یہودی معاد و حشر کا اقرار کرتے تھے ظاہرا حیی بن اخطب کا پوچھنا صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نیز مشعر ہے کہ استفہام بمعنی حقیقی ہے اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے بدلیل قولہ ویستنبئونک۔ یعنی احق ہو۔ کو اللہ تعالیٰ نے استنبار قرار دیا پس مقصود انکا یہی تھا کہ ہمیں بتاؤ کہ تم حشر و معاد کے وعدے و وعید کو سچ کہتے ہو یا بطریق ہزل ہے کیونکہ انکو یہ بہت بعید معلوم ہوتا تھا کہ خاک مٹی ہو کر اٹھائے جاویں و کفر پر عذاب پاویں لہٰذا تحقیقی جواب کا حکم دیا بقولہ **قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ** تو کہدے کہ ہاں قسم مجھے اپنے رب کی کہ بے شک یہ البتہ حق ہے یعنے بعث بعد موت کے اور عذاب جہنم کفار کو برحق ہے۔ ای بکسر اول بمعنی نعم یعنے ہاں۔ اور وہ لوازم قسم میں سے ہے لہٰذا التصدیق میں واو قسم سے ملا دیا جاتا ہے جیسے یہاں ہے۔ واضح ہو کہ نعم جواب ایجاب ہے جیسے کوئی پوچھے کہ الحشر کائن۔ کیا حشر ہونے والا ہے کہو کہ نعم یعنے ہاں ضرور ہو گا۔ اور جواب نفی میں نہیں آتا اور وہاں بلیٰ آتا ہے جیسے قولہ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ قالوا بلیٰ۔ بولے کہ کیوں نہیں یعنی بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اور اگر ایسے مقام پر نعم سے یہ معنی پیدا ہوں کہ ہاں تو رب نہیں ہے پس نعم یہاں غلط ہے۔ اس سے تقویت ہو گئی کہ احق ہو میں ہمزہ انکاری نہیں بلکہ حقیقی استنبار ہے کہ یہ حقیقت میں سچ ہے تو جواب دیا کہ نعم ہاں سچ ہے **وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ** اور تم اسکو معجز نہیں یعنے یہ عذاب گم کرنے والے نہیں ہو کہ کسی حیلہ دیگر سے اپنی ذات سے دفع کر سکو۔ قال ابن کثیر رحمہ یعنے تمہارا خاک ہو جانا کچھ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں کہ تم کو اعادہ نہ فرماوے جیسے پہلے عدم سے پیدا کیا تھا اور تب تو تم کچھ بھی نہ تھے

قال اور اس آیت کی نظیر قرآن میں فقط دو آیات اور ہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسول صلعم کو قسم سے موکد کر کے ایسے جواب کا حکم دیا سورہ سبا قولہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ قل بلی وربی لتاتینکم الآیۃ - سورہ تغابن قولہ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن الآیۃ - پھر فرمایا - وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہوتا ہر ایسے نفس کے لیے جسنے ظلم یعنے شرک وکفر کیا یا غیر پر تعدی کی ہی - مَا فِي الْاَرْضِ سب جو کچھ زمین میں ہی خزانے وجواہرات ونقود واسباب وغیرہ سے - لَافْتَدَتْ بِهٖ تو ضرور افتدا کر لیتا اسکے عوض - یعنی اسوقت دنیا میں کافر ریزہ حقیر مال واسباب کو چھوڑنا وآخرت ہی کو طلب کرنا گران ہی آخر کفر وشرک وخلاف راہ الٰہی چلتا ہی اور وہاں بعد موت کے اٹھکر عذاب معائنہ کر کے ایسا ہو جائیگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس ریزہ حقیر کیا بلکہ تمام خزائن واموال زمین ہوتے تو انکو اپنا فدیہ کرتا یعنے اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کی عوض یہ سب کمال خوشی سے دیدیتا - فی الحدیث بعض کافروں سے حق تعالےٰ فرمادیگا کہ تمام جو کچھ زمین میں ہی تو سب اپنے فدیہ میں دیدے عرض کریگا کہ ہاں اے رب میرے - فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہی ہم نے تجھسے دنیا میں بہت آسان بات چاہی کہ ہمارے ساتھ شرک نکرے تونے نہ مانی مگر یہی کہ شرک کیے جاوے - مراد ظلم سے شرک ہی لقولہ تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم - اور غیر پر تعدی کرنا اسکی فروعات میں سے ہی - افتداء بمعنی فداہ یعنے افتدا کیا باب افتعال سے بمعنی فدیہ دیکر چھڑایا بالجملہ کچھ فدیہ نہیں اور نہ قبول ہوگا اور فرمایا - وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ اسرار لغات اضداد میں سے ہی اسکے معنی چھپانا بھی اور ظاہر کرنا بھی دونوں آتے ہیں اور یہاں دونوں محتمل ہیں پس بنا بر معنی اخفاء کے کئی وجہیں بیان کی گئیں اول آنکہ چھپایا انھوں نے یعنی کافروں نے جنکا بیان ہی جو کہ کفر وشرک پر مر گئے ہیں ندامت کو ہر گاہ کہ دیکھا انھوں نے عذاب کو صیغہ ماضی بمعنی مستقبل اور اشارہ ہی کہ قطعی الوقوع مانند ماضی کے ہی اور علم الٰہی میں سب ماضی ومستقبل یکسان ہی پس کہا گیا کہ ندامت چھپانا اسوجہ سے واقع ہوا کہ برخلاف اپنے گمان کے جب اچانک عذاب ہولناک دیکھا تو کمال خوف سے زبان بند ہو گئی اور ندامت دل ہی میں چھپی رہگئی - مترجم کہتا ہی کہ اگر اسرّ بالصیغہ مجہول ہوتا تو البتہ توجیہ مذکور مناسب زیادہ تھی مگر آنکہ مجاز کہا جاوے - اور بعض نے کہا کہ اسرار ندامت کے معنی یہ ہیں کہ خالص ندامت ہی دلوں میں بھر جائیگی کیونکہ اخفاء ندامت وہ اخلاص ندامت ہی یا یہ کہ ہر چیز کے خالص کو سِرّ الشیٔ کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی نظر سے مخفی رکھی جاتی اور بخل کیا جاتا ہی - اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حال کافروں کے سرگروہ لوگوں کا ہی جنھوں نے عوام کو گمراہ کیا پس وے اس خوف سے چھپاوینگے کہ عوام انکو عار نہ دلاویں کہ تم نے ہمکو گمراہ کیا اور ظاہر ایہ وقت ایسے امور کے برتاؤ کا نہوگا - اور بنا بر معنی اظہار کے ابو عبیدہ رح نے کہا کہ معنی یہ کہ اور ظاہر کرینگے ندامت ہر گاہ کہ عذاب دیکھینگے - وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور فیصلہ کیا جائیگا اُنکے درمیان عدل کے ساتھ اور وے کچھ ظلم نہیں کیے جاوینگے - اسی کے مثل پہلی آیت گذری لیکن یہ اسی کی تکرار نہیں ہی کیونکہ وہاں تو انبیاء وانکے جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ تھا اور یہاں کافروں کے خود اعمال اور ظالم ومظلوم کے درمیان فیصلہ ہی - پھر واضح ہو کہ اسرار کے معنی اخفاء کے لغت میں مشہور ہیں اسی سبب سے شاید مفسر رح نے اخفاء کے معنی اختیار کیے پھر جبکہ اخفاء کے معنی لیے جاویں تو یہ ابتداء قیامت کا حال ہی ورنہ بعد داخل ہونے دوزخ کے چلا دینگے کہ ربنا غلبت علینا شقوتنا الآیۃ - یعنی اے رب ہمارے ہمپر شقاوت ہماری غالب آئی - اور اسرار بمعنی اخلاص بھی مناسب سیاق ہیں یعنے ابتداء میں تو دنیا ومافیہا کی افتداء پر راضی ہونگے پھر جب عذاب دوزخ اپنے واسطے متعین دیکھینگے تو خالص ندامت سے بھر جاوینگے کہ وہاں ندامت کے سوائے کچھ نہوگا اور عذاب انپر جزائے فعل کفر وظلم ہی جو

محض عقل کے ساتھ ہی - ف - فی العرائس قولہ تعالے یستنبؤنک احق ہو الخ - مترجم کہتا ہی کہ بنی آدم مختلف اقوام کثیرہ مین
بعضے بالکل کافراور وے آپس مین بے شمار مختلف باعتبار اوضاع واطوار ظلم وفساد اور اعتقاد کے ہین اور دوم اقرار کرنے والے
پس انھین بہتیرے زبانی اقراری ہین اور باطن مین کافر ہین اور بعضے دلی معتقد بھی ہین ولیکن اعتقاد انکا محض استدلالی ہی اور چونکہ
بحکم قولہ تعالے قل ہو اللہ احد الخ یہان کسی استدلال کی ضرورت نہین بلکہ استدلال ایسے پاک معبود پر کیونکر قائم کیا جاوے جسنے
استدلال وغیرہ سب کو پیدا کیا لہذا ایسے استدلال معتقد بھی معرض زوال مین ہین لیکن اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے ہم سبکے
ایمان دیدے جیسے اپنے انبیاء علیہم السلام پر فضل فرمایا انکے طفیل مین خصوص ہمارے سرور عالم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے
طفیل مین اور آپکے آل واصحاب رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے طفیل مین ہم سب کو ایقان کامل عطا فرماوے اور ایسے
بندے کامل الیقین جس حال پر ہوتے ہین انکو بھی خطرات سے چارہ نہین تو بھلا دوسرون کا کیا شمار ہی اب سنو کہ شیخ رحنے
اس آیت کے اشارات مین لکھا کہ حق سبحانہ تعالے نے ان جاہلون کے حال سے ہم کو آگاہ فرمایا جو ہر ذرہ کے آئینہ مین انوار
عظمت وجلال الٰہی نہین دیکھتے اور اپنی طبیعتون کے شہوات مین پھنسکر اندھے ہو رہے ہین حالانکہ ظہور تجلیات کے ساتھ
حق تعالے ہر چیز پر شاہد ہی - کما قال تعالے اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شہید الآیۃ - پھر انکے شکوک بواطن سے آگاہ
فرمایا - لقولہ الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الآیۃ - پس جو ایسا ہو وہ حقائق خطاب واسکے فہم سے محجوب ہوگا اور اگر محجوب نہوتے
خبرین مخبر عنہ کو دیکھتے اور خبر پوچھنے کے محتاج نہوتے کیونکہ ہر خبر کے ساتھ ایک اثر ہی - بعض مشائخ نے کہا کہ انوار حق کے سامنے آنکھ
اندھا ہی پھر اُس سے جو شک کرے وہ اندھا یا گمراہ ہی - جو بندے حقائق آگاہ ہین وے اپنے مقاصد وموارد ومصادر مین راہ
حق چلتے ہین اور جو بندے اس سے مڑے ہوے ہین اور غیر کی طرف جاتے ہین وہی گمراہ ہین کہ شک سے پوچھتے ہین کیا یہی
حق ہی لہذا آنحضرت صلعم کو حکم خطاب دیا کہ قل اے وربی انہ لحق - تو اے آئینہ جمال احدیت کہدے کہ مجھے اپنے رب کی قسم کہ
بے شک یہی حق ہی - پھر حق تعالے نے اپنی خلاقی وعظمت ظاہر فرمائی تاکہ چشم بصیرت کو راجع کرکے اسکے حق ہونے کو جان لین لقولہ

أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

سن رکھو اللہ کا ہی جو کچھ ہی آسمان وزمین مین سن رکھو وعدہ اللہ کا ہی سچ ہی پر بہت لوگ نہین جانتے

هُوَ يُحْيِۦ وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

وہی جلاتا ہی اور ماریگا اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے

ما اسم موصول عام ہی ذی عقل و ذی روح وبے روح سب کو شامل ہی اور ائمہ حنفیہ کے مسائل وتصریحات اسی کے شاہد ہین اور بعض
نے کہا کہ نہین بلکہ من ذی عقل کے لیے اور ما بے عقل کے لیے خاص ہی پس آیت کریمہ مین ما موصولہ سے بالاتفاق کل مخلوق مراد ہی خواہ
بطور حقیقت بنا بر قول اول اور بالسبیل مجاز بنا بر قول دوم پس غیر ذوی العقول کو بسبب کثرت کے غالب رکھکر انھین مین ذوی العقول
داخل کردیے اور فرمایا - أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ خبردار ہو کہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون مین
اور زمین مین ہی - اس سے خوب مقرر کردیا کہ اللہ تعالے کو ثواب دینے اور عذاب کرنے کی کامل قدرت ہی - قالہ البیضاوی رح
کوئی زعم نہین کرسکتا کہ کچھ میرا ہی حتی کہ وہ خود اپنا نہین ہی لہذا اللہ تعالے مالک خالق ہی جسطرح چاہے تصرف کرے پس سوائے اسکے

جو کچھ ہی سب اسکی قدرت مین مقہور ہی تو کسی بت یا مسیح یا فرشتہ وغیرہ پر بھروسا جہالت ہی- جب اسکی عظمت ایسی ہی تو ثواب و عذاب کا وعدہ برحق ہی- کما قال تعالے- اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ خبردار ہو کہ اللہ تعالے کا وعدہ سچ ہی خواہ مخواہ ضرور واقع ہوگا لہذا عذاب مین کفار کا جلدی کرنا اُنپر قطعی خوف ہولناک ہی جسکا منشا محض اُنکی جہالت ہی لہذا فرمایا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ولیکن اکثر آدمیون کے یعنی کافر لوگ جو ہر زمانہ مین کثرت سے ہوتے ہین اسکو نہین جانتے کہ اللہ تعالے ہی کی ملک و خلق تمام ہی اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین مقہور و مجبور ہی- هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہی حیات دیتا اور وہی موت دیتا ہی پس ظاہری زندگی اگر مانگین تو اُسی سے نہ کسی بت وغیرہ سے جو خود مجبور ہی اور اگر موت آوے تو اُسی کی قدرت ہی جو ہرگز ٹل نہین سکتی اور جب تک وقت مقدر نہو تب تک کسی مہلکہ و بیماری و زہر سے موت نہین آتی ہی یہ سب اُسی کے اختیار مین ہی جیسے اسکو اُسی سے چاہو ویسے ہی حیات اصلی یعنے ایمان کی اُسی سے تمنا کرو اور موت اصلی یعنے کفر کی اُسی سے پناہ مانگو کیونکہ بے شک و بے شبہہ زندگی عارضی چند روزہ ہی- وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے یعنی خواہ مخواہ وہین جاؤگے لہذا اسپر ایمان واثق و جازم پر اعمال نیک کے ساتھ قائم رہو اسی کی توحید و طاعت کرو کہ سفر سے لوٹنا مبارک ہو اور کفر و شرک و بے ایمانی و بد اعمالی سے بچو کہ اسکی سزا بہت سخت ہی اور ہوشیار ہو کہ مر کر زندہ کیے جاتے ہین تا کہ ثواب یا عذاب پاؤ یقین کیونکر شک ہو جبکہ وہی بسجادۂ قدم خالق مالک زندہ کرنے و موت دینے والا ہی پس جب چاہے بے انتہا مرتبہ تمکو جلاوے و مارے لہذا آخرت کا یقین کرو کہ وہان ہر ایک کو اسکا بدلا دینے کا حق تعالے نے حکم فرمایا ہی ف- وفی العرائس قولہ تعالے الا ان للہ ما فی السموات والارض الآیۃ- حادثات و ممکنات جملہ فیض الٰہی سے صادر اور اسکی قدرت مین مسخر اور مزید رحمت کے محتاج ہین سب سے اپنے بندون کے منہ موڑ کر اپنی طرف پھیرے کہ کوئی ذرہ بدون اسکی مشیت کے متحرک نہین تو اپنے کو اسی پر قربان کر کہ سب تیرے واسطے ہو اور اسمین وعدۂ الٰہی برحق ہی کسی بیچے کی امید نہین ٹوٹتی اور نہ طلب ضائع ہوتی ہی- بعض مشائخ نے فرمایا کہ محروم و نامراد وہ رہا جسنے اللہ تعالے کے سوائے کسی دوسرے کی طرف اپنے کسی مہم و مطلب و خواہش و امید مین رجوع کیا حالانکہ اللہ تعالے ہی کا ہی جو کچھ اسکے سوائے ہی سو جب سب اسی کا ہی تو جسنے اسمین سے بعض کو بعض سے مانگا تو راہ بھولا- قولہ تعالے الا ان وعد اللہ حق- اسکی درگاہ مین التجا کرنے والا محروم نہین بلکہ اپنی مراد کی انتہا کو پہونچ جاتا ہی- قولہ تعالے ہو یحیی ویمیت الآیۃ- زندہ وہ ہی جو اسی حی القیوم سے زندہ ہی ورنہ ہر ایک مردہ ہی اگرچہ عکسی تصویرون کیطرح خیالات مین زندہ معلوم ہون- اور اسمین بیان ہی کہ جو اسکی طرف رجوع لایا وہ حیات سے فائز ہوا اور نابود ہستی سے چھوٹا- اور جو اس سے پھرا اُسنے نابود ہستی کو زندہ خیال کیا اور حقیقی حیات سے مردہ رہا کیونکہ اسکے سوائے کسی غیر مین حیات نہین ہی مگر جسکو اللہ تعالے حیات دے کیونکہ ہو یحیی ویمیت الخ پس عارفون کے دلون کو اپنی معرفت و مشاہدہ سے زندہ فرمایا اور زاہدون کے نفوس امارہ کو اپنی ہیبت کے انوار سے مردہ کرے حیات طیبہ دیتا ہی پس ہر ایک کا مرجع وہی ہی لہذا قال والیہ ترجعون- بعض مشائخ نے کہا کہ نفوس کو موت دیکر قلوب کو زندہ فرماتا ہی اور جن مخلوقات کے نفوس زندہ کرتا ہی انکے قلوب مردہ فرماتا ہی پس گروہ اول تو ہر حال مین اسی کی طرف رجوع لاتے ہین اور گروہ دوم اس سے بھٹک کر غیر کی طرف جو مردہ فانی ہی دوڑے جاتے ہین- بعض نے کہا کہ انوار تجلیات و مشاہدات سے قلوب زندہ فرماتا ہی اور شہوات و فانیات دور کرکے نفوس کو مردہ کرتا ہی- نصر آبادی رح نے کہا کہ ارواح کو مشاہدہ و تجلی مین جلاتا اور نفوس کو پردہ و حجاب کرکے مارتا ہی- قال المترجم- بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ولکن اکثرہم لا یعلمون- قدرت تامۂ الٰہی کو اکثر آدمی یعنے کفار نہین جانتے

کیونکہ قصور عقل سے یہ لوگ خالی حیات دنیاوی ہی کو سمجھتے ہیں تو لہ ہو یحیی و یمیت - اللہ تعالیٰ دنیا میں زندہ کرتا اور مارتا ہے تو وہ عقبی میں ضرور اسپر قادر ہے کیونکہ وہ پاک خالق عزوجل ہے کبھی اسکی قدرت کو زوال نہیں اور مرکر یا حشر میں اسی کی طرف سبکا مرجع ہے - جب یہ امر محقق ہے تو ایمان سے بھٹکنا بیوجہ ہوا اور رہا خطرات شیطانی جو آدمی پر طاری ہوتے ہیں انکے واسطے حق تعالیٰ عزوجل نے کتاب مجید و رسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا جس سے قلب صاف ہو کر وساوس سے بچے کما قال تعالیٰ

یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ
اے لوگو تمکو آئی ہے نصیحت تمھارے رب سے اور چنگے کرنے جیون کے روگ

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○
اور راہ سوجھانے اور مہربانی یقین لانیوالون کو

دلائل توحید کے بعد اب دلائل رسالت وطرق ہدایت کو شروع فرمایا - بقولہ تعالیٰ - یَا أَيُّهَا النَّاسُ مراد عام لوگ ہیں کما اختارہ ابن جریر رح یا خاص اہل مکہ ہیں کما اختارہ المفسر رح اور یہی اوجہ ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور ابتدائی خطاب انھیں کو ہے ولیکن اسمین اتفاق ہے کہ شمول خطاب میں عموماً قیامت تک سب داخل ہیں المعنی اے اہل مکہ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ البتہ آگئی تمھارے پاس موعظت تمھارے رب کی طرف سے - موعظت وعظ دراصل انجام کار کی نصیحت ہے خواہ رغبت دلانے کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر اور خلاصہ اسکا نصیحت ایسی کہ اسوقت سے لیکر انجام کار تک بھلائی چاہی جاوے - اور بعض نے کہا کہ وعظ ایسے زجر کو کہتے ہیں جسمیں خوف دلانا ملا ہو اور خلیل رح نے کہا کہ بھلائی کی نصیحت جس سے دل پسیجے - اور من ربکم میں من ابتدائیہ ہے یعنے رب واحد لاشریک قادر ذو الجلال کی طرف تمھارے نیک انجام و بھلائی حال کے واسطے پوری موعظت آگئی اور وہ قرآن مجید ہے کہ جسنے اسکو نظر عبرت و نصیحت سے پڑھا اور سمجھا اسکو سچی ہدایت ملی کہ اپنے نفع و ضرر حال و مآل سے آگاہ ہوا پس یہ کتاب موعظت ہے - وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ اور شفاء ہے ان سب بیماریوں سے جو سینہ میں ہوتی ہیں یا مراد قلب ہے کہ اسی کا بناؤ و بگاڑ معتبر ہے اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا یعنی قلب کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے کہ اس سے دل مردہ و بیمار اچھا ہو جاتا ہے اور ظاہری جسم کی بیماری سے قلب کی بیماری نہایت مہلک ہے اور مؤید اول حدیث ابو سعید خدری رض ہے کہ ایک نے رسول اللہ صلعم سے اپنے سینہ کی بیماری ظاہر کی تو حکم دیا کہ قرآن پڑھے کہ وہ شفاء لما فی الصدور ہے اخرجہ ابن المنذر و ابن مردویہ - اور دوسرے کو درد حلق کی یہی دوا مع شہد بتلائی کما اخرجہ البیہقی فی الشعب عن واثلۃ بن الاسقع رض اور شفاء دراصل مصدر ہے پس قرآن کو ہدی و شفاء و رحمۃ بطریق مبالغہ فرمایا - وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ اور ہدایت و رحمت ہے مومنوں کے لیے - یعنی درحقیقت شفاء و ہدی و رحمت قرآن کے ذاتی اوصاف ہیں لیکن نفع پانے میں مومنین ہی مخصوص ہوئے کیونکہ وہی بفضل الٰہی یہ خزانہ ہائے نعمت الٰہیہ کو خوب جمع کرتے ہیں - قال البیضاوی رح حاصل یہ کہ تمھارے پاس ایسی کتاب آگئی جو حکمت نظری و عملی دونوں کی جامع ہے اسی واسطے اسکو تعظیمی تنکیر سے بیان فرمایا پس اسمیں نیک اعمال و انکی طرف رغبت دلانے کی جتنیں اور بد اعمال و انسے باز رہنے کی راہیں مذکور ہیں یہی حکمت عملیہ ہے اور ضرر سے امراض مانند شکوک و اعتقادات باطل کے شفاء ہے یہی حکمت نظریہ ہے پس مومنین ان کمالات سے آراستہ ہو کر ضلالت سے ہدایت کی طرف نجات پاگئے اور انکے سوائے جو منکر ہوئے وہ اپنی گمراہی میں ٹھوکریں کھاتے رہ گئے جنکا جہنم ٹھکانا ہے - کرخی رح نے کہا کہ

موعظت سے اشارہ ہی کہ ظاہری جسم کو جو بچاہیے اس سے پاک کرنا سکھلاتا ہی اور یہی شریعت ہی اور شفار باطنی بیماریون مانند بداعتقادی وغیرہ سے پاکی کی طرف اشارہ ہی اور یہی طریقت ہی اور ہدیٰ ظہور نور حق باطن صدیقین مومنین کی طرف اشارہ ہی اور یہی حقیقت ہی اور رحمت اس حدکمال تک پہونچنے کا اشارہ ہی کہ ناقص کو کامل کردے اور یہی نبوت ہی پس یہ مراتب اس آیت سے ثابت ہین انہین یہی ترتیب واجب ہی۔ اقول فعلے ہذا شفار مافی الصدور اور ہدی ورحمت ہونا مومنین کے لیے جنہین انبیا بھی داخل ہونگے مخصوص ہوگا اور موعظت یعنی شریعت کی اضافت کفار مکہ کی طرف موئد قول شافعی رح ہی کہ شرع کفار پر بھی فرض ہی بدین معنی کہ اسکی موافقت نکرنے سے انپر عذاب زیادہ ہوگا۔ فافہم فنادے عز اسمہ الناس بین خطاب کی دو جہت کا اشارہ کیا ایک جہت عقوبت پس کفار پر بجہت انکار کے ثابت ہی اور دوم جہت رحمت پس واقع مین مومنین مخصوص ہین چنانچہ آیت مین کہا کہ اسمین اپنے محبوب بندون کو الناس سے خطاب کیا کیونکہ سوائے انکے اہل کفر و شرک وغیرہ درحقیقت الناس نہین بلکہ کالانعام بل ہم اضل ہین کیونکہ حقوق خالق وآداب مخلوق تو درکنار رہے تو اپنے نیک و بد کو نہین پہچانتے ہین پھر ناس وہ کہ اپنے نفس سے ناسی ہو یعنے جسکو اپنا نفس فراموش ہوا اور اسکو یہ حاصل ہے کہ پروردگار کی طرف سے کتاب پاک آئی جسمین موعظت ہی یعنے احکام عبودیت ہین اور شفار یعنے انوار ربوبیت ہین اور ہدی ہی یعنے اپنی ذات پاک کی تعریف فرمائی اس طرح سے کہ انوار صفات ظاہر فرمائے اور رحمت ہی یعنے مشاہدہ کے ابواب کشادہ فرمائے۔ مترجم کہتا ہی کہ کلام شیخ کرخی رح سے اسکو ملاکر فوائد عجیبہ حاصل ہوتے ہین اور مزید بران شیخ رح نے لکھا کہ پھر ان چارون خصال سے موعظت تو مریدون کے لیے ہی اور شفار محبون کے لیے اور ہدی عارفون کے لیے اور رحمت اہل اشتیاق وانس کے لیے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تفصیل لطیف ہی اور معنی یہ کہ اہل ارادت اس موعظت پر استقامت کرنے سے محبت وعرفان وانس اپنے توحید کے مراتب پر ترقی کرتے جاتے ہین اور ہر ایک اپنے مقام کا فیض اسی کلام پاک سے حاصل فرماتا ہی اور تحقیق یہ ہی کہ یہ مراتب وانکے علوم ایک ہی آیت کریمہ سے ہر درجہ والے کو حاصل ہوتے ہین حتی کہ اہل کفر وجہالت کو نہایت آسان مثالون سے نصیحت فرمائی گئی حالانکہ وہی کلام علوم دقیقہ اور مدارک عالیہ کو مشتمل ہی اور ہر ایک کے نفس مین خطرات مخفیہ اور ہوسات گمراہ کرنے والے جنسے وہ خود بھی خبردار نہین ہوتا مگر بعد بدانجامی کے جسقدر مضر ہوتے ہین سب خالق عزوجل نے اپنی رحمت عامہ وفضل خاصہ سے مخلوق کو بتلا دیے لہذا بعد اسکے گمراہی واندھاپن لوگون کا شقاوت ازلیہ ہی اور کسی کو کوئی عذر بعد ارسال الرسل کے نہین رہا اور جو کچھ بطریق اشارہ وتنبیہ یہان مذکور ہوا اس جہت سے کہ بیان وعبارت اس کلام پاک کی صفات ادا کرنے سے درحقیقت محض عاجز ہی ولیکن جہان تک ممکن ہی یہی غایہ ہی کہ کچھ اشارت وتنبیہ ہو پس غور کرکے اس سے متنبہ ہونا چاہیے کہ سبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام پاک بے شک اعجاز ہی کیونکہ یہ امور کسی بشر کی طاقت مین نہین ہین اور یہان سے سمجھے واضح ہوجائیگا کہ اعجاز قرآن مجید کا مسئلہ نہایت ہی واضح وبہت ہی ٹھیک ہی ولیکن علمار متکلمین اس بحث مین اندھے معاندین کو پورے طور پر سمجھانے سے عاجز رہے کیونکہ عبارت یہان بالکل قاصر ہی فندبروا اللہ یہدی من یشار الے صراط مستقیم۔ پھر شیخ نے دوسرے نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ نیز موعظت ہی نفوس کے لیے جو اپنی جبلت سے شہوات ودر باطل و بدانجامی امور کی طرف راغب ہوتے ہین اور شفار ہی قلوب کے لیے یعنے پہلے نفس کو احکام حقہ کی قید سے راہ پر لایا گیا تب قلوب کو شفار حاصل ہوئی پھر ہدی ہی ارواح کے لیے اور رحمت ہی اشباح کے واسطے یہی تکمیل ہی۔ اور نیز یہ موعظت تو مقام ہیبت ہی اور شفار مقام وصلت ہی اور ہدی مقام معرفت ہی اور رحمت مقام مخاطبت ہی۔ موعظت تو عظمت سے ہما در ہوئی اور شفار کا صدور

ن اجمال سے اور ہدی کا صدور علین قدم وبقا سے ہی اور رہا وصف رحمت تو اسمین یہ تفصیل ہی کہ عموم کی رحمت تو افعال سے صادر ہوئی اور رحمت خصوص کا صدور صفات سے ہی اور خاص الخاص بندون کی رحمت کا صدور ذات سے ہی۔ اور نیز موعظت تو انکے لیے ہو جو بھگوڑے غلام کی طرح حضور سے غافل و بیراہ ہین اور شفاء ان بندون کے لیے ہی جو محبت کے بیمار ہین اور ہدی انکے واسطے جو دل وجان سے اسی کی جستجو مین ہین۔ اور رحمت ہی واصلین کے واسطے۔ پس موعظت سے شروع کیا کہ مریض محبت کو پاکیزہ کیا جاوے کیونکہ یہی موعظت ہی جسکی دوا مین حکمت بالغہ الٰہیہ قدیمہ سے ترکیب دی ہوئی اس حسن کمالیہ پر ہین کہ تمام شہوات کا مادہ اس سے زائل ہو جاتا ہی پس اہل محبت کے بشری عوارض سے اسکے اسرار باطنی واسطے انوار محبت کے پاکیزہ ہو جاتے ہین قال المترجم اس سے صریح ثابت ہوا کہ بدون استقامت شریعت کے کوئی کمال جو اس سے اوپر ہی مانند طریقت یا حقیقت کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور یہی جملہ اولیاء الٰہی رحمہم اللہ تعالے کے کلام مین مصرح ہی فاحفظہ ثم قال الشیخ رح پھر جب وہ اس معجون موعظت سے پاکیزہ ہو کر محبت کا بیمار ہوا اور زہے نصیب اسکے جسکو یہ بیماری جو کردر صحت معروف سے افضل ہی بلکہ صحت معروف تو موت ہی اور یہ بیماری محبت الٰہی حیات ہی پس جب وہ اس محبت کی بیماری سے سرفراز ہوا تو الطاف حضرت خلاق العلیم سے اسکو شفاء کا شربت پلایا گیا اور حق تعالے نے خطاب پاک سے بیماران جذب محبت وشوق کے سینہ کمال لطف سے شاد فرماتا اور شفاء دیتا ہی جیسے بعد کہ تک المبارک زال دائی فی لقیاک عجل لے شفائی + پھر جب صحت پائی تو اپنی طرف ہدایت فرمائی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر زہے نصیب جسکو یہ حاصل ہو پھر جب صحت ... سے بے چین ہوا تو اسکو رحمت عطا فرمائی یعنے باران رحمت سے اس مریض کو بعد صحت کے نہلا دیا کہ مرض وامتحان کے میل کچیل سے صاف ستھرا ہو گیا۔ قال المترجم بعد ازین الشیخ رحمہ اللہ لطیف اشارات مین یہان دلالت فرمائی اگرچہ کلام باری تعالے معجز تام ہی اور کمال واضح کیونکہ مقصود آخری اسکی تعمیل مین حاصل ہی ولیکن انشراح صدور اہل ایمان اور انکے خوش ونہال ہو جانے کے لیے ان اشارات عالیہ مین سے بعض کی طرف دلالت کرنی اصلی غرض ہی کہ پہلے ہی سے یہ نشان کھلجاوے ولیکن عبارت کو اسکے ادا وبیان کی مجال نہیں تو ناچار یہ بھی اشارات ہی اشارات رہے بلکہ در واقع اظہر سے اخفی کی طرف میلان ہوا تا کہ جو قلوب دور پڑے ہین انکو چونکہ اخفی سے بسبب البعد ہونے کے مناسبت ہی کچھ سمجھ جاوین ورنہ در اصل کلام الٰہی خود واضح ہی کما قال عز من قائل ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ اور معلوم ہی کہ تفاسیر ضرور بہ لکھے جاتے ہین پس وجہ اسکی یہی ہی اور بعینہ اسمین یہی ہی جو مترجم نے اشارہ کیا فاحفظہ فانہ سانح عزیز واللہ تعالے اعلم بالصواب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ موعظت براے نفوس اور شفاء براے قلوب اور ہدی براے اسرار ہی اور رحمت اسکے لیے جسمین یہ اوصاف ہون جعفر رح نے کہا کہ شفاء یعنی اسرار کے لیے راحت ہی۔ جعفر رح نے کہا کہ بعض کے لیے شفاء معرفت وصفا ہی اور بعض کے لیے شفاء تسلیم ورضا اور بعض کے لیے شفاء توبہ ووفا اور بعض کے لیے شفاء مشاہدہ ولقا ہی۔ استاد رح نے کہا کہ موعظت تو سب کیلیے ہی ولیکن مانند کفار وغیرہ کے بعض اقوام وہ ہین جنمین موعظت اثر نہیں کرتی ہی اور دوسرون مین نفع بخشتی ہی پس جسنے اپنے دل کے کان اس نصیحت کی طرف جھکائے اسکے دل مین تو یقین کھل جاتا ہی اور جو اس طرف ظاہر مین متوجہ اور باطن مین غائب ہی وہ ہمیشہ اسکے نور سے محجوب ہی۔ بعض کا قول ہی کہ موعظت ان لوگون کے لیے ہی جو غائب ہین تا کہ حضوری مین حاضر ہون اور شفاء خاص بندون کے لیے اور ہدی خاص الخاص کے اور رحمت جملہ واصلین کے واسطے کہ اسی رحمت سے انکو وصول ہوا۔ بعض مشائخ کا قول ہی کہ قرآن مانند موعظت کے شفاء بھی

ہر ایک کے لیے ہے لیکن ہر ایک کو اپنی لیاقت کے موافق نصیبہ ملتا ہے پس گنہگاروں کو موعظت سے انتفاع ہوا تو رحمت حاصل ہونے سے شفا حاصل ہوئی کیونکہ گناہ کی سخت بیماری جاتی رہی اور راہ پر آگئے وعلی ہذا اہل طاعت کے لیے وجود نعمت سے شفا ہے اور عارفوں کے لیے وجود قرب سے اور اہل وجد کے لیے وجود حقیقت سے شفا ہے۔ بعض نے کہا کہ گنہگاروں کی شفا تو نجات ہے اور مطیعین کی حصول درجات اور اسیطرح ہر ایک کو اپنے مرتبہ کے موافق شفا عطا ہوتی ہے۔ وقال المترجم یہ قول گویا اشارت ہے کہ کوئی بندہ معرفت الٰہی میں سب طرح سے بدرجہ کمال نہیں پہونچ سکتا حتی کہ جو دیدار عیانی مثلاً قیامت میں موعود ہے اسوقت حاصل نہیں اور ایسے ہی احاطہ وہان بھی منتفی لہذا اعتراف عدم معرفت بحضور عظمت وکبریاء الٰہی جل سلطانہ اسکے بندۂ خاص الخاص بلکہ اخص وافضل مخلوقات سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے صحاح میں مروی ومعروف ہے پس کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا جو شفا ورحمت کا محتاج نہو۔ فافہم۔ قال الشیخ۔ بجبر نعمت کو تمام کیا جبکہ بندوں کو نصیحت وموعظت وشفاء ورحمت سے ہدایت فرمائی کہ کسی علت وسبب پر یا اپنی عبادت وطاعت پر نظر نہ کرو اور ازلی فضل وعنایت پر نظر کرکے انعامات متواترہ پر کامل شکریہ ادا کرو۔ بقولہ تعالی۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اسکی مہر سے سو اسی پر چاہیئے خوشی کریں یہ بہتر ہے اُن چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں

واضح ہو کہ بفضل اللہ میں باء جارہ متعلق ایسے فعل سے ہے جسکی فلیفرحوا تفسیر کرتا ہے۔ اور بذلک اسم اشارہ ہے بمنزلہ ضمیر کے ہے پس تقدیر کلام یہ ہے قل فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ اور ہوسکتا ہے کہ فلیفرحوا اس فعل محذوف پر دلالت کرنے والا قرار دیا جاوے اور مانند آنکہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا فبذلک فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فلیعتنوا فبذلک کیونکہ فرحت جس چیز سے ہو آدمی اسکی جانب زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ فلیعتنوا۔ یعنے چاہیے کہ اسپر اعتناء کرو اور اہتمام کرو۔ رہا یہ کہ تکرار کا فائدہ کیا ہے تو کہا گیا کہ ایجاب کے بعد تاکید بیان ہوا اور فضل ورحمت کے ساتھ اختصاص فرح کا ایجاب ہو۔ یعنے فرح اسی پر ہونا چاہیے بلکہ واجب ہے یا جار مجرور متعلق ہے۔ قولہ سے جار مع سے اور ذلک اشارہ ہے اسکے مصدر کی طرف اسے بمجموعہا فلیفرحوا۔ اور فاء بمعنی شرط ہے۔ یعنے اگر وے لوگ کسی سے فرحت پاویں تو چاہیے کہ انھیں سے فرحت میں پاویں یا ربط بماقبل کے لیے تاکہ دلالت کرے کہ ایسی کتاب جامع اوصاف کا آنا موجب فرحت ہے اور تکرار مفید تاکید ہے اور یعقوب رحمہ اللہ کی قراءت میں فلتفرحوا بتاء فوقانیہ ہے اور مرفوع قراءۃ بھی اسیطرح مروی ہے اور شاذ قراءۃ میں فافرحوا اسکا مؤید ہے۔ ابن جنی رح نے کہا کہ قراءۃ بالتاء اپنی اصل پر ہے کیونکہ اصل امر یہ کہ اپنے حروف کے ساتھ ہو لیس افرحوا در اصل فلتفرحوا تھا جیسے صیغہ غائب میں ہوتا ہے ولیکن بسبب کثرت کے حذف کرکے ازدہا کے مانند کیا گیا۔ اگر کہا جاوے کہ تقدیم ظرف سے کیا فائدہ ہے جواب یہ کہ اختصاص فرحت کا ان دونوں سے ثابت ہو کیونکہ فرحت بطریق اترانے وغیرہ کے مذموم ہے۔ کمافی قولہ لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فرحین بما آتاہم اللہ الآیۃ میں جو کچھ اللہ تعالے نے انکو دیا اسپر فرح مذکور ہے تو اختصاص کیونکر ہوا جواب اول یہ کہ انکا فرح عالم آخرت کا ہے اسپر دنیاوی زندگی کو قیاس نہیں کرسکتے۔ دوم یہ کہ وہ بھی فرح بفضل ورحمت الٰہی ہے۔ سوم یہ کہ ان چیزوں کا فرح کے ساتھ اختصاص مراد ہے پس فرح اور وجہ سے نہونا ضرور نہیں ہے اور حاصل یہ کہ اختصاص از جانب فضل بفرح ہے نہ برعکس۔ اور یہ جواب ضعیف ہے چنانچہ تفسیر سے

معلوم کر دکہ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ تو کہدے کہ خوش و فرحت مین ہوجاؤ اللہ تعالےٰ کے فضل و رحمت سے یعنی ہر چیز
و ہر امر جہان کہین جب کبھی ایسا ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کا فضل و اسکی رحمت ہو تو اسپر فرحت ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید و رسول حمید جو آیا
وہ نہایت بڑا فضل الٰہی ہو اسپر کمال فرحت چاہیے برخلاف اسکے کفار و مشرکین ایسے منھ موڑتے اور بغض و عداوت کرتے تھے اور دنیاوی
مال و متاع پر جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مبغوض ہو خوش ہوتے تھے تو انکو فہمایش و تنبیہ کی کہ دیکھو یہ فضل الٰہی ہو جسپر فرحت ہوتی ہو
فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا پس اسی کے ساتھ تم کو فرحت والا ہونا چاہیے۔ ابن عباس سے مروی ہو کہ فضل اللہ تعالےٰ قرآن ہو اور رحمت
الٰہی دین اسلام ہو۔ حسن و ضحاک و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ فضل تو ایمان اور رحمت قرآن ہو۔ انس رض سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ فضل الٰہی قرآن ہو اور رحمت اسکی یہ کہ تمکو اسکے لوگون مین سے کر دیا۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ اور مانند اسکے جماعت تابعین
سے روایات آئی ہین اور مقصود یہی معلوم ہوتا ہو کہ فرحت عموم فضل الٰہی و اسکی رحمت پر چاہیے جنمین سے اعلیٰ و اولیٰ قرآن مجید و
دین اسلام ہو یعنے دنیاوی متاع حقیر و حیات فانیہ پر فرحت نہین چاہیے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اے ذٰلک خیر الخ۔ یہ فضل و رحمت
الٰہی بہتر ہو اس چیز سے جسکو مشرکین جمع کرتے ہین یعنی اموال دنیاویہ جو بے شک معرض زوال مین ہین۔ اور ابن عامر نے تجمعون بخطاب
پڑھا بمعنی آنکہ مومن اسپر فرحت کرتے ہین اور یہ اس سے بہتر ہو جسکو اے کافرو تم جمع کرتے ہو۔ خیر اگرچہ اسم تفضیل ہو لیکن یہان معنی
تفضیلی مراد نہین تاکہ اموال دنیاویہ کا خوب ہونا لازم آوے اور فضل و رحمت الٰہی کی بہ نسبت بہت خوب ہو۔ بعض نے کہا کہ نعم المال الصالح
الحدیث سے مال حلال کا خوب ہونا بھی ثابت ہو تو اسم تفضیل اپنے معنی تفضیلی پر ہوگا اور حق وہی قول اول ہو کیونکہ مرجع مال صالح کا
مرد صالح کی قید سے جو حدیث مین خود مذکور ہو ثواب الٰہی کی طرف ہو تو اموال فی نفسہ کچھ نہین بلکہ بھلائی انمین بنظر حصول ثواب ہو کہ
بندہ صالح اسکو خیرات وغیرہ کرکے فضل الٰہی حاصل کرتا ہو اور فرحت بھی مخصوص بفضل و رحمت الٰہی ہو اور ایمان پر فرحت ہونا اور
روزہ دار کو موافق حدیث کے روزہ کھولنے کے وقت فرحت ہونا اور قبول توبہ سے اور مانند اسکے جو فرحتین ثابت ہین وہ بمرجع فضل و
رحمت ہین حتی کہ بدون اس نظر و نیت کے فرحت باطل ہو فافہم۔ آیت مین دلیل ہو کہ جو فرحت بنظر مرجع فضل یا رحمت الٰہی نہو وہ باطل ہو
کیونکہ جب الخیلین سے اختصاص ہوا تو اور جگہ باطل ہوگی۔ حطام دنیاوی و اموال وغیرہ پر فرحت بنظر دنیاوی شیوۂ اہل کفر ہو اور استمتاع
مباح بنظر آنکہ اختلال حواس وغیرہ سے حفظ صحت ہو تاکہ عبادت و طاعات مین تقویت رہے مباح فرحت اسی نظر سے ہو ورنہ باطل ہو
اور یہ نہین کہ ہر ایسی چیز جسکا کچھ انجام محمود نہو وہ حرام ہو کیونکہ کھا کر فنا کرنا اور پہنکر پھاڑ ڈالنا وغیرہ حدیث سے بدیں معنی باطل ثابت ہین
اگرچہ فی الجملہ اباحت ہو فافہم۔ خراج عراق کو دیکھکر عمر رض نے قولہ قل بفضل اللہ و برحمتہ الآیۃ پڑھی تو آپ کے آزاد کیے ہوئے غلام نے
بھی کہا کہ واللہ یہ فضل و رحمت الٰہی ہو فرمایا کہ تو جھوٹ بولا بلکہ یہ تو مما یجمعون مین سے ہو۔ ہذا الاثر رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی۔ عمر رض کی
مراد یہ تھی کہ ان سب اموال سے جسکو لوگ جمع کرتے ہین فضل و رحمت الٰہی خوب ہو یا یہ کہ فضل الٰہی اہل اسلام پر ظاہر ہوا کہ کفار و کلمہ کفر
مقہور ہوا کیونکہ کفار جسکو دل و جان سے جمع کرتے ہین وہ اہل خیرات کے پاس آیا جس سے وے فضل حاصل کرنے مین قوت با دین فافہم
بالجملہ امور ایسے بہت ہین کہ انمین خالی و لی نیت سے زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہو چنانچہ کفار کی نیت اموال جمع کرنا محض باطل ہو اور
مومن کی نیت اصلاح عاقبت وہ بہتر ہو اور یہ حسن نیت حصۂ مومن ہو لہذا مومن کی نیت کا اسکے کام سے بہتر ہونا حدیث مین آیا ہو ف
فی العرائس قولہ قل بفضل اللہ الخ ازل مین اہل ایمان کو ولایت و مشاہدہ کے لیے چھانٹ لیا پس مشاہدہ فضل ہو اور خطاب رحمت

اور انکی کچھ انتہا نہیں ہی لیکن اول فضل و رحمت ازلی ہی پھر انہا یہ ابدی ہی اور در حقیقت ایک ہی چلی جاتی ہی کبھی اسکو تغیر نہیں ہی کیونکہ مثل دنیا کے یا زندگی کے انقطاع ہوتا تو کمال نہ تھا اور جب انقطاع نہیں تو اسپر فرحت و سرور لازم ہی اور اسپر دیدار حق تعالے کی زیادتی لانہایہ دبے کیف وکمال سرور ہی۔ اسمین اشارت ہی کہ مجاہدہ سے جمع کرنے کی نسبت مراقبہ افضل ہی کیونکہ کثرت مشقت مجاہدہ مین نظر مراقبہ غیب سے فی الجملہ غفلت ہوتی ہی اور مراقبہ کا حاصل خزائن معرفت ہین لہذا ثابت ہوا کہ ایک ساعت صفات الٰہیہ مین فکر کرنا تمام رات کی عبادت سے افضل ہی۔ وفی حدیث تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیاءہا۔ رات مین ایک دم علم کی مدارست تمام رات عبادت سے بہتر ہی اور شبلی رح نے اپنی ایسی حالت مین اسی مضمون کا شعر کہا ہی۔ پھر شیخ رح نے فضل و رحمت کے انواع ظہور کو بیان کیا کہ فضل اختیار ولایت ہی یعنے بندے کو ازل مین ولی کرنے کے لیے پسند کر لیا۔ و رحمت حفظ از قہریات مطردہ ہی۔ فضل وصال ہی اور رحمت حفظ از لعنت فضل عنایت ہی اور رحمت کفایت۔ فضل معرفت ذات ہی اور رحمت کشف صفات۔ فضل عطاے محبت ہی اور رحمت جذب ارواح اور مریدون پر کشف انوار آیات و رعایت ادب ہی۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالے ہی کے فضل و رحمت کی تخصیص سے تمام مخلوق کو مایوس کر دیا کہ کسی کو اپنی ذات سے کچھ نہیں ہی۔ بعض نے کہا کہ فضل الٰہی احسان ازلی ہی اور رحمت ایجاد از عدم ہی پس ہدایت و ایمان نتیجہ فضل و رحمت ہی۔ قال المترجم بذریعہ قرآن مجید و رسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم کے فافہم۔ جعفر رح نے کہا کہ معرفت فضل اور توفیق رحمت ہی۔ بعض نے کہا کہ ثواب و کرم ہی۔ جنید رح نے کہا کہ ابتداء مین فضل و انتہاء مین رحمت ہی۔ کتانی رح نے کہا کہ نعمتہاے ظاہرہ و باطنہ ہین کما فی قولہ اسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ۔ شیخ فضل رح نے کہا کہ فضل اللہ تعالے اسلام ہی اور رحمت اسکی اتباع سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے اجتناب از بدعات ہی۔ ذو النون رح نے کہا کہ حصول جنت و پناہ از دوزخ ہی۔ عمرو بن عثمان رح نے کہا کہ فضل الٰہی حجاب اٹھا دینا اور رحمت اسکی دیدار ہی۔ بعض نے کہا کہ فضل دوام توفیق اور رحمت تمام تحقیق ہی۔ پھر اللہ تعالے نے کفار کی نظر اموال جمع کرنے مین اور انکے درمیان خلاف رضاے حق تصرف کرنے مین مع دیگر قبیح اعمال کفر و مذموم نیات کے بیان فرمائین۔ بقولہ تعالے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے جو اُتاری تمہارے واسطے روزی پھر تمنے ٹھہرالی اُسمین سے کوئی حلال اور کوئی حرام کہہ اللہ نے حکم دیا تمکو

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

یا اللہ پر جھوٹھ باندھتے ہو اور کیا اٹکل ہیں جھوٹھ باندھنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اللہ تو فضل رکھتا ہی لوگون پر لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے

۶ ع ۷ ۱۱

قُلْ اَرَءَيْتُمْ تو کہدے کہ تمھین معلوم تو ہی مجھے خبر دو کہ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالے نے اُتارا تمھارے لیے رزق۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا سو بنایا تم نے اسمین سے حرام و حلال۔ قال البیضاوی رح آیت مین رزق کو اُتارا ہوا قرار دیا کیونکہ وہ آسمان مین مقدر ہی اور آسمانی اسباب مانند مینھ وغیرہ سے حاصل ہو جاتا ہی۔ اور ما موضع نصب مین معمول انزل یا ارأیتم کا ہی کیونکہ ارأیتم بمعنی اخبرونی ہی اور حرف لکم دلالت کرتا ہی کہ مراد رزق سے حلال رزق ہی کیونکہ وہی نفع کے لیے

ہوتا ہی اور اسی واسطے فجعلتم مین توبیخ کو منہ سے قرار دیا لینے من تبعیضیہ سے لیس مراد یہ کہ تم نے رزق مین سے حلال کو اپنی شرع مین
پھر دو ٹکڑے کر کے اسمین سے بعض کو حرام کر دیا سکا فی قولہ وقالوا ہذہ انعام وحرث حجر الآیۃ اور قولہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا
ومحرم علی ازواجنا الآیۃ۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ اے محمد تو کہدے کہ کیا اللہ تعالے نے تمکو اسکی اجازت
دی ہی یا تم اللہ تعالے پر افترا باندھتے ہو یعنی اللہ تعالے پر تم قطعاً افترا باندھتے ہو اور یہ نہایت سخت گناہ ہی۔ کما قال۔ وَمَا
ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور کیا گمان ہی ان لوگون کا جو اللہ تعالے پر جھوٹ افترا باندھتے
ہین قیامت کے روز یعنی ایسے مفترون کا گمان اپنے حق مین قیامت کے روز کیا ہی بھلا کیا یہ خیال باندھتے ہین کہ سزا نہ پاوینگے نہین بلکہ
ایک سزا پاوینگے ایسی بڑی سزا کہ خوب سمجھین بیان کی حاجت نہین ہی پس موعود وعید کو مبہم رکھنا بڑے سخت ہونے کی دلیل ہی جیسے
اردو محاورہ مین کہین دیکھ تجھے کیسی سزا ملتی ہی۔ اور ما بمعنی اے شئی ہی منصوب بظن بدلیل قرأۃ شاذۃ ظن الذین بلفظ ماضی بوجہ قطعی
الوقوع ہونے کے۔ قال البیضاوی رح اور جائز ہی کہ قولہ اللہ اذن لکم۔ متصل ارآیتم ہو۔ اور قل کی تکرار تاکیدی ہو۔ اور جائز ہی
کہ ارآیتم ما۔ استفہام انکاری ہو۔ ام منقطعہ بمعنی بل ہو۔ قال المترجم کشاف نے یہی اختیار کیا ولیکن اول اولے واظہر ہی۔ قال
الحافظ رح اور ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ وعبد الرحمن بن زید وغیرہم نے کہا کہ بحیرہ وسائبہ وغیرہ جنکو مشرکین طرح طرح کی جاہلانہ
تشریع سے اپنے اوپر حرام کرتے تھے انپر انکار کے لیے یہ آیات ہین (تاکہ جب تشریع الٰہی کے حق ہونے کا اقرار کرین اور اسی کی تحلیل
وتحریم کو صحیح دیکھین اور اپنی خود رائی چھوڑین تو راہ راست پر آوین) اور مالک بن نضلہ رض سے روایت ہی کہ مین شکستہ حالت بنا ہوا
آیا تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہی مین نے کہا کہ اونٹ گھوڑے بکریان غلام باندیان سب قسم کا مال ہی فرمایا
کہ جب اللہ تعالے نے تجھے دیا تو محبوب ہی کہ تجھپر اسکا اثر دیکھے یعنے یہ بخل وبدہیات چھوڑدے پھر فرمایا کہ بھلا تیرے اونٹ بدن سے
درست بچہ جنتے ہین اور تو استرہ اٹھا کر انکے کان کاٹ دیتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ تو بحیرہ ہی اور کھال پھاڑ کر کہتا ہی کہ یہ صرم ہی پس اپنے اوپر
اور اپنے اہل وعیال پر حرام کر لیتا ہی مین نے کہا کہ جی ہان ایسا تو کرتا ہون الی آخر الحدیث یعنی اچھی نصیحت سے یہ طریقہ باطل اسکے دل
سے دور کیا جیسا کہ سورہ انعام مین گزر چکا والحدیث قد رواہ احمد باسانید جیاد قویۃ۔ پس اللہ تعالے نے ہر ایسے شخص پر انکار کیا جو بدون
دلیل ومستند کے محض رائے وخواہش سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرتا ہی۔ والحاصل علی ما قال الرازی وغیرہ۔ تم لوگ جن چیزون پر حلت
یا حرمت کا حکم لگاتے ہو تو خالی رائے وخواہش سے ہی یا نہین پس اگر محض رائے ہی تو جسکو ذرا بھی عقل ہی اسکو ٹھیک نہین سمجھتا اسلیے
کہ رائے وخواہش سے پسند یا نہین پسند کر سکتا ہی اور رہا حلال ہونا کہ اسپر آخرت مین ثواب ہوگا یا مواخذہ نہوگا اور ایسے حرام کہ اسپر
آخرت مین عذاب ہوگا تو ایسا حلال وحرام کبھی نہین معلوم ہو سکتا سوائے اس طریقہ کے کہ اللہ تعالے کی طرف سے معلوم ہو اور یہ
طریقہ یہی ہی کہ اللہ تعالے کے رسول پر وحی سے حکم الٰہی دریافت ہو جیسا کہ حق تعالے نے ابتدائے آدم علیہ السلام سے برابر انبیاء علیہم
السلام بھیجے ہین پس ہمہ تن اسی کی پیروی ضرور ہی لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالی فضل
کرتا ہی بندون پر چنانچہ پیدا کر کے عقل دی اور رسُل بھیجکر ہدایت کی اور کتابین نازل فرما کر حلال وحرام وفرض ومنکر وممنوع
سب کی راہ بتائی کہ معرفت توحید خالق عزوجل سے ثواب جنت حاصل کرین پس انپر بے انتہا شکر واجب ہی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَشْكُرُوْنَ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے۔ قال ابن جریر رح اللہ تعالے لوگون پر فضل والا ہی کہ دنیا مین انپر عذاب

کرتے ہیں تعجیل نہیں فرمائی۔ وقال الحافظ رح میں کہتا ہون کہ بڑا فعل کیا کہ دنیا مین انکے لیے مخلوقات کے منافع مباح کر دیے اور حرام وہی کیے جو انکے دین یا دنیا مین انکو مضر ہین اگرچہ اپنے زعم مین اچھا سمجھیں ولیکن بہتر ہے اسکے عوض ناشکری کر کے شرک وکفر کرتے اور اپنی راے وخواہش سے حرام حلال بناتے ہین۔ قال الکرخی رح یہ نہایت کافی زجر ہے ہر ایسے شخص کو جو دین مین اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بغیر مضبوط دلیل پہچاننے کے حرام یا حلال وغیرہ کا حکم لگا دے جیسے اس زمانہ کے بعضے فقیہ ہین انتہی ترجمۃ کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کرخی رح نے اپنے زمانہ والون پر افسوس کیا تو مترجم اپنے زمانہ والون پر اگر صد افسوس کرے تو کم ہے کیونکہ ان لوگون نے کلام الٰہی وحدیث سے بالکل ہاتھ اُٹھا کر محض تقلید پر مدار کر لیا بلکہ سخت واجب قرار دیا حالانکہ انکو مجتہد ہونے کی لیاقت نہیں تو مجتہد کے قول کے دلائل دیکھ لینے کی لیاقت ہے ورنہ اپنے نفس کے خطرات واصلاح کی خاک سمجھ ہوگی بلکہ اسی وجہ سے خالی اعمال جوارح پر مغرور ہو کر اصلاح قلب سے محض بے بہرہ ہوتے ہین حتی کہ شیطان کے خطرات سے دین برباد کرنے مین ساعی ہو جاتے ہین۔ نعوذ باللہ تعالیٰ انپر فرض ہے کہ جدال چھوڑ کر ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کیطرح اعمال جوارح سے ہر وقت ذخیرہ ثواب جمع کرین اور اصل اصول اصلاح قلب وافعال قلبی کی نگہداشت کرین تاکہ علماء ربانی ہون عوام کو جنت ودوزخ کی طمع وخوف ہی سے اور اپنے کو توحید محبت الٰہی کے جوش سے قبر تک جو دروازۂ آخرت ہے با ایمان صحیح سلامت لیجاوین اللھم وفقنا للاخرۃ ولاتجعلنا للدنیا وانہما خاسرین۔ حافظ رح نے لکھا کہ ایسی خود رائی مین بہت لوگ پڑ گئے پس مشرکین تو معلوم کہ اپنے واسطے انھون کیا کیا شریعتین بنائین اور کتاب والون مین سے جیسے یہود ونصاری کہ دین مین بکثرت بدعتین نکالین قال المترجم نصاری کی ایک بدعت یہی کہ عیسے ؑ بیٹا اور خدا اور تثلیث ہے کمال گمراہی کے لیے کافی ہے اور واضح ہو کہ یہ بدعت اس امت مین بھی پھیلی چنانچہ کرخی رح نے اشارہ کیا ہے ثم ذکر الحافظ رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین موسی بن الصباح تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ لذو فضل علی الناس کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو (کافر ومشرک ومنافق وفاجر وفاسق اپنے اپنے اعمال مین گرفتار ہونگے اور رہے نیک نیت نیکوکار مومن بندے اولیاء اللہ تو وے) حضور مین لائے جاوینگے پھر اولیاء الٰہی تین گروہ ہو کر کھڑے ہونگے پس ایک گروہ مین سے ایک شخص لایا جائیگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اے بندے تو نے یہ کام نیک کس غرض سے کیے تجھے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے جنت واشجار ونہرین وثمار وحور وقصور پیدا فرمائے اور اسمین اہل طاعت کے لیے نعمتین رکھیں سو مین اسکے شوق مین راتون جاگا ودنون روزے رکھے کہ اسکو پاؤن تو فرمائیگا کہ اے بندے تو نے جنت کے لیے یہ کام کیے۔ اچھا لے یہ جنت ہے اسمین داخل ہو اور تجھپر میرے فضل سے یہ ہے کہ مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور میرے فضل سے ہے کہ تجھے اپنی جنت مین داخل کرون پس وہ اور اسکے ساتھی جنت مین چلے جاوینگے۔ پھر دوسرے گروہ سے ایک شخص لایا جائیگا کہ اے بندے تو نے کس لیے کام نیک کیے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے دوزخ واسکے حرو سموم وطوق ویحموم پیدا کیے اور جو کچھ اسمین اپنے اعداء کے لیے عذاب رکھے تو مین نے راتون کو بیداری مین اور دنون کو روزے مین اسی کے خوف سے کاٹا تو فرمائیگا کہ اے بندے تو نے دوزخ کے خوف سے ایسا کیا تو مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر میرا فضل ہے کہ تجھے جنت مین داخل کرون پس وہ اور اسکے ساتھی جنت مین داخل ہو جاوینگے پھر تیسرے قسم کا ایک آدمی لایا جائیگا اس سے فرماویگا کہ اے بندے تو نے کس لیے یہ کام کیے وہ عرض کریگا کہ میرے مولی آپ کی محبت وعشق وشوق دیدار مین قسم ہے آپ کی عزت وجلال کی کہ راتین تیرے عشق مین رو رو کر کاٹین اور دنون تیری محبت مین روزے رکھے پس حق عزوجل فرمائیگا کہ اے میرے بندے تو نے میرے ہی عشق و

محبت سے یہ کام کیے تو اسکی عطاء مین میرا دیدار دیکھ۔ حق عز وجل اسکا حجاب دور فرماویگا پھر فرمائیگا کہ تجھپر میرا فضل ہو کہ مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھے اپنی جنت کو مباح کر دیا اور ملائکہ تیرے حضوری مین اور مین آپ تجھپر سلام فرماونگا پھر وہ اسکے ساتھی جنت مین داخل ہوجاوینگے۔ قال المترجم دلائل احادیث سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ سب سے اسی امت مرحومہ والون کو پھر اگلی امتون کے مومنین کو فضل ملیگا اور یہ سب مومنین سچے توحید والے بدون شرک و خود رائی کے دنیا مین خالص ایمان والے ہین جو دنیا کی چیزون سے بدون دنیا کی خواہش و محبت کے نفع لینے والے اور دل و جان سے آخرت کی طرف مائل تھے۔ واللہ تعالے اعلم اور اللہ تعالے ہر ایک کے حال و نیت و صدق کو خوب جانتا ہو اور ہر ایک کے نافع و مضر امر کا وہی عالم ہو۔ لہذا فرمایا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہین ہوتا ہو تو کسی حال مین — اور نہ پڑھتا ہو اُسمین سے کچھ قرآن — اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ کام

مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ

کہ ہم نہین ہوتے — حاضر تمپر — جب تم لگتے ہو — اُسمین — اور غائب نہین رہتا

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ

تیرے رب سے — ایک ذرہ بھر — زمین مین — نہ آسمان مین — نہ اُس سے چھوٹا

ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہ اُس سے بڑا — جو نہین کھلی کتاب مین

پہلے کلام کی ترکیب فصیح و بلیغ سمجھ لوکہ: تکون بحرف نفی ہو اور خطاب آنحضرت صلعم کو جو سردار خاص الخاص ہین پھر آگے سب کی تعمیم کر دی بقولہ ولا تعملون الخ۔ اور شان بالف در اصل بہمزہ بمعنی قصد ہی پس اطلاق مصدر بمعنی اسم مفعول آیا۔ اور تفسیر اسکی لفظ امر سے کی گئی ہے لا تکون فی امر۔ اور تتلو منہ۔ مین ضمیر مجرور یا شان کی طرف ہو کیونکہ تلاوت بھی منجملہ شان کے ہو اور رسول کا تلاوت کرنا منجملہ شان رسول کے بڑی شان عظیم ہو لہذا تخصیص کی گئی یا تلاوت کسی شان کی وجہ سے ہوا کرتی ہو تو منہ اے من اجل الشان۔ یا یہ ضمیر راجع بحق عز وجل ہو یعنے حق تعالے کی طرف سے یا یہ کہ ضمیر بجانب قرآن ہو جو آگے مذکور ہو پس اضمار قبل الذکر بغرض تفخیم شان کتاب ہو اور بنا بر اول کے من قرآن در اصل مفعول تتلو ہو اور من اسپر یا تبعیضیہ ہو یا تاکید نفی کے لیے زائدہ ہو اور بر وجہ اخیرہ وہ بیانیہ ہو۔ ذرہ چھوٹی چیونٹی یا ریگ کے ذرہ جو ہوا مین شعاع سے نظر آتے ہین اور من مثقال مین من زائدہ بغرض استغراق نفی ہو۔ یعزب بضم زاء اور بکسر زاء ہو بجہ دونون قراۃ مشہورہ فصیحہ ہین اور معنی اسکے دور ہونا یا غائب ہونا۔ اور قولہ الا فی کتاب کی استثناء مین کلام آویگا انشاء اللہ تعالے۔ پھر واضح ہو کہ جب کفار نے قرآن سے انکار کیا اور فضل و رحمت الٰہی سے منھ موڑا اور حالت اوپر بیان ہو چکی تو اب احاطہ علم الٰہی سے کفار کو تہدید کامل کر دی اور اہل ایمان کو پوری خوشخبری و طمانینت ہوئی کہ مولاے حق عز وجل کا علم ہم بندون کے ادنی و اعلی حالات کو ہم سے کہین زیادہ محیط ہو بلکہ ہمارا علم کچھ چیز نہین اور ہی قسم ہو اور علم در حقیقت اُسی کا علم ہر بندے کی ابتدا و انجام کو محیط ہو چنانچہ فرمایا۔ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ اور نہین ہوتا تو کسی شان مین یعنے کسی حال و کام مین۔ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور نہین تلاوت کرتا ہو تو اُس سے قرآن سے۔ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اور نہین کرتے ہو تم لوگ کوئی کام۔ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

مگر آنکہ ہوتے ہین ہم تمپر شہود یعنی اے محمد صلعم تو جس شان وحال پر ہوتا ہی اور جو کچھ قرآن پڑھتا وتبلیغ ونصیح فرماتا ہی اور جو کچھ کام
تم لوگ کرتے ہو وہ ہم سے کچھ بھی چھپا نہین بلکہ ہم تمپر شاہد ورقیب ومطلع ہین - اِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ جبکہ تم اسمین گھستے یعنی مندفع
ہوتے ہو - بعض نے کہا کہ لا تعملون کا خطاب اہل مکہ کو ہی اور حاصل یہ ہی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری سب شان کو نماز وروزہ
ونظر بحضرت کبریا وحرص بجانب ایمان بندگان خدا وغیرہ کو اور تیری تلاوت قرآن کو تاکہ سب لوگ ہدایت پاوین اور خرابی وبربادی
جہنم سے بچین اس سب کو ہم دیکھتے واسپر مطلع ہین اور تم اے کفار مکہ جو کوئی کام کرتے ہو جیسے قرآن مجید سے انکار واسمین بیوقوفی و
عداوت کا خوض کرنا اور انجام مین اس سے تنگدل ہونا اور توحید الٰہی سے انکار کرنا وغیرہ جو کام کرتے ہو اسکو ہم ابتداء سے انتہا تک
بخوبی جانتے ہین - وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ اور نہین دور ہی یا نہین پوشیدہ وغائب ہی تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ
ذَرَّةٍ وزن ذرہ بھر - یعنی چھوٹی چیونٹی برابر یا ریت کے ذرہ برابر جو شعاع مین نظر پڑتے ہین - فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
نہ زمین مین اور نہ آسمان مین - وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ اور نہ اس سے بہت چھوٹی چیز اور نہ بڑی - یعنی بڑی سی بڑی
چیز جو تم کو نظر آتی ہی آسمان ہی اور سب سے نزدیک زمین ہی تو زمین سے شروع کرو اور آسمان تک نظر کرو کہ انہین کوئی ذرہ برابر یا اس سے
چھوٹی بڑی چیز نہین جو پروردگار تعالے شانہ کے علم سے غائب ہو - من مثقال مین من زائدہ استغراقی ہی اور علم الٰہی تو ہر جگہ ہر مخلوق
کو خواہ محسوس ہو یا نہو جیسے نیات وخطرات سب کو محیط ہی لیکن چونکہ کفار پابند محسوسات ہین اور سوائے زمین وآسمان کے نہین دیکھتے
لہذا نہایت حقیر محسوس چیز کا پوشیدہ نہونا خواہ زمین مین ہو جو قریب محسوس ہی یا آسمان مین جو دور ہی بخصوص بیان فرمائی تاکہ اس سے
سمجھ حاصل کرلین کہ حضرت الٰہی تعالی کے صفات کیسے کمال پر ہین پس وہی معبود ہی - إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ مگر کتاب مبین مین ہی
مفسرین نے اس استثناء مین کلام کیا کیونکہ اگر قولہ ما یعزب سے مستثنی ہی تو یون ہوا کہ ما یعزب عن ربک الا فی کتاب - حالانکہ یہ درست
نہین ہی کیونکہ یہ معنی ہوئے جاتے ہین کہ علم الٰہی سے کچھ پوشیدہ نہین مگر جو کتاب مین یعنی لوح محفوظ مین ہی یعنے وہ خارج از علم ہی
حالانکہ یہ محال ہی اور جواب دیا گیا کہ اشیاء دو قسم کی ہین ایک وہ کہ جنکو اللہ تعالے نے بلا واسطہ پیدا کیا جیسے آسمان وزمین وغیرہ
اور دوم وہ جنکو بالواسطہ پیدا کیا جیسے بواسطہ سطر یا آدمی کے تو ما یعزب بمعنی ما یبعد لیکر یون ہوا کہ علم الٰہی سے دور نہین کوئی چیز مگر وہی
ایک درجہ دور ہی جو لوح محفوظ مین ہی - مترجم کہتا ہی کہ ایسا جواب دینے والا محض غفلت مین رہا کہ اسکو اصول وفروع وایجاد و
فعل سب سے ذہول ہوا کیونکہ اسباب خود کچھ موثر نہین تو ایجاد بالواسطہ درحقیقت لہ ایجاد الٰہی ہی علاوہ برین کلام علم الٰہی مین ہی
نہ ایجاد مین پس یہ جواب محض واہی وباطل ہی اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت وجہالت کے اصول سے متوافق ایسے قول کو بدون رد کے
ذکر کرنا روا نہین ہی - بعض نے جواب دیا کہ استثناء بمعنی لکن ہی یعنے منقطع ہی اے لکن فی کتاب مبین - یعنی اللہ تعالے سے کچھ
پوشیدہ نہین ہی اور یہ معلومات الٰہیہ سب کتاب لوح محفوظ مین ثابت ہین خلاصہ یہ کہ ایسا استثناء درحقیقت استثناء نہین ہوتا ہی
اور ابو علی جرجانی رح نے کلام عرب سے الا بجائے واو کے بولنا ثابت کر کے یہان بھی یہی تجویز کیا اور کرخی رح نے اسکو تعسف قرار دیا اور
مترجم کہتا ہی کہ تعسف نہین بلکہ درحقیقت قریب بجواب دوم ہی اور تحقیق یہ ہی کہ لکن کے معنی مین الا جو منقطع ہی وہ لکن عاطفہ کی قوت
مین قرار دیکر بمعنی واو لیتے ہین اور اردو زبان مین بھی لفظ مگر اسطرح بولا جاتا ہی - اور اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ علم الٰہی تمام کائنات
زمین و آسمان کو محیط ہی خواہ کیسی ہی چھوٹی ہو اور یہ سب لوح محفوظ مین اللہ تعالے نے ثبت فرمائی ہین اور مقصود یہ کہ علم الٰہی محیط ہی اور

عجیب قدرت ہی کہ لوح محفوظ میں ہر چیز مثبت ہی اور عجیب احاطہ ہی کہ وہ شی مثبت بھی ہی - و قال البیضاوی رح قولہ ما یعزب لا فی السماء تک ایک کلام ہوا جو احاطہ علم پر برہان ہی اور قولہ ولا اصغر من ذلک الخ - کلام مستقل ہی جو اپنے ماسبق کا مقرر ہی - مترجم کہتا ہی کہ حاصل اسکا وہی ہی جو الا بمعنے لکن بمعنی حرف عطف لینے کی صورت مین مذکور ہوا یعنے پوشیدہ نہین تیرے پروردگار کے علم سے کوئی ذرہ بھی جو کہین ہو خواہ آسمان مین یا زمین مین - یہ تو اُسکا علم محیط ہی پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ وہ جزئیات کو نہین جانتا وہ کافر ہی - اور قولہ ولا اصغر یعنے اس علم محیط کے ساتھ دوسری قدرت کا ظہور یہ کہ ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب لوح محفوظ مین مثبت ہی - قال الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیر الآیۃ - اس آیت مین اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرماتا ہی کہ تیرا خالق مالک ذوالجلال والاکرام تیرے سب احوال و تیری امت کے اور تمام مخلوقات کے ہر ساعت و ہر دم ہر لحظہ کے خوب جانتا ہی اُسکے علم و نظر سے کوئی ذرہ حقیر سے حقیر یا بڑے سے بڑے کچھ پوشیدہ نہین ہی خواہ کہین ہو - اور یہ مانند قولہ تعالے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کے ہی - مترجم کہتا ہی کہ ظاہر کلام متوافق با ختیار بیضاوی رح ہی واللہ اعلم - فی العرائس قولہ تعالے وما یکون فی شان الخ - اسمین آگاہی فرمائی کہ او تعالے بندون کے دلی خطرات پر آگاہ ہی اور کیون نہین کہ اُسی نے اُنکو پیدا کیا - کما قال تعالے الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر - پہلے اپنے رسول مکرم اشرف الخلق کو اپنی اطلاع ہونے سے متنبہ کیا بقولہ وما تکون فی شان تو جس وسیلہ کی جستجو مین مجھ تک رسائی کے لیے ہوتا ہی - وما تتلو منہ من قرآن - اور جو خطاب تو امت پر اُنکو میری طرف جذب کرنے کے لیے بطریق تبلیغ رسالت پڑھتا ہی ہم ضرور ہم اسپر مطلع ہین پس سوائے حق کے کوئی خطرہ آنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور حبیب علیہ السلام کو اس خطاب سے عظمت کی تجلی فرمائی پھر سب کو شامل کر دیا بقولہ ولا تعملون من عمل - اور تم کوئی کام نہین کرتے یعنے عبودیت کے کامون مین سے جنسے پر اشارہ چاہو - الا کنا علیکم شہودا - مگر اُنکہ ہم ضرور اُسپر مطلع ہین اسطرح کہ جلال و عظمت تمپر کشف فرمائی اور سطوت کبریائی تمہارے دلون پر ڈالتے ہین تاکہ تم ہمیشہ ہماری عظمت جبروت و کبریائی کے مشاہدہ مین رہو - اذ تفیضون فیہ - در وقتیکہ تم اپنے آپ کو عظمت کے واسطے قربان کرتے ہو اور جو حرکت تم سے ایسی جاری ہوتی ہی - پھر آگاہ فرمایا کہ عرش سے تا انتہائے مخلوق ہر ذرہ علم کبریائی کے احاطہ مین ہی بقولہ وما یعزب عن ربک الخ اسمین بیان فرمایا کہ عدم سے جو کچھ بنور قدم صادر ہوا وہ اللہ تعالے کے علم قدیم اور قدرت قائمہ بالذات کے سامنے ہوا اور نظر اُسکی تمام مخلوق کو شامل ہی خواہ کیسی ہی چھوٹی یا بڑی ہو - اور یہ سب مخلوقات اُسکے علم مین اُسکی بصر کے سامنے معروف ہین اور یہ سب اُسکی ذات و صفات کے ساتھ قائم ہین اور ہر حال مین ہر ذرہ اُسکی حفظ و رعایت مین ہی اور اگر اُسکی عزت کاملہ و قدرت محیط شامل نہوتی تو سب کے سب پارہ پارہ ہو جاتے اور اس آیت سے عارفین کو اپنے اپنے مرتبہ کے موافق تکمیل خوف ہی - شقیق بلخی رح نے کہا کہ بندہ پر لازم ہی کہ اپنے قلب کو ہمیشہ ہر دم یہی دیکھتا رہے کہ نظر الٰہی اُسپر دائم ہی اور علم و قدرت اُسکی ہر دم محیط ہی تو ہر کام اسکے حضور نظر و علم مین ہی - بعض نے کہا کہ جسنے یقین کیا کہ حق تعالے شاہد و مطلع ہی تو آخر تمام اغیار سے منقطع ہو جائیگا - نصر آبادی رح نے کہا کہ تین گروہ ہین ایک وہ کہ جسنے بنظر ثواب کام کیا اور دوم جسنے بنظر حکم الٰہی اتباع کیا اور سوم وہ جسنے بر سبیل مشاہدہ کام کیا اور انمین باہم بڑا تفاوت ہی - اور مجھے یہان لطیف اشارہ ظاہر ہوا کہ حق تعالے نے ارواح و اشباح واجرام مین تفاوت بیان فرمایا کہ او تعالے ارواح و اشباح کے ساتھ بانوار شہود و کشف و وجود و استغراق فی العلم ہی اور اجرام

انکے ساتھ ہین بعلم و قدرت واحاطہ کہ اللہ تعالے نے انپر یہ منت و احسان فرمایا پس حق سبحانہ تعالے بندہ عارف کے ساتھ ہین بصفت قرب و مشاہدہ ہی اور تمام مخلوق اُسکے علم مین مستغرق ہی- کما قال و مایعزب عن ربک الآیۃ- اور عارف اگر اپنے مشہود کو مشاہدہ کرتا تو کبھی اعمال کیطرف نہ جاتا بلکہ پر وبال احوال سے اُسی کے کشف جمال کیطرف پرواز کرتا کیونکہ شدت محبت مین اعمال کا واسطہ نہین رہتا پس ایسی صورت مین اُس سے خوف حزن وغم جو سبب عبادت بخوف جہنم ہوتا ہی اور امید جنت سب ساقط ہوجاتی کیونکہ وہ مشاہدہ جمال مین غرق ہی پھر حق تعالے نے ایسے بندون کو بیان فرمایا جو قہریات وعقوبات سے انجام مین یا ابتداء سے رہا ہو کر اہل مشاہدہ و انس اور داخل وصال ہوے ہین- بقولہ تعالے-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہین نہ ڈر ہی انپر نہ وہ غم کھاوین جو لوگ یقین لاے اور رہے پرہیز کرتے

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ

انکو ہی خوشخبری دنیا کے جیتے جی اور آخرت مین بدلتی نہین اللہ کی باتین یہی ہی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

بڑی مراد ملنی

علم الٰہی تعالے مین تمام مخلوقات اپنی اپنی ابتداء و انجام کی راہ سے متمیز و معلوم ہی اور ہر ایک اپنے انجام کے موافق اعمال کا مرتکب ہی ازانجملہ جو اللہ تعالے عزوجل کی توحید و کمال صفات پر مومن ہین وے ہر حال مین جو عمل کرتے ہین خواہ اسمین جوارح ظاہرہ کو دخل ہو یا فقط باطن کا فعل ہو ہر دم اللہ تعالے کو شاہد و علیم و خبیر جانتے اور تقوی رکھتے ہین اور اُنکے اعمال خلوص محبت الٰہی سے ہوتے ہین اور حدیث موسی بن الصباح متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ وعدۂ الٰہی پر یقین کرکے یا وعید الٰہی سے ڈر کر اعمال کرنے والے بھی اللہ تعالے ہی کے واسطے مخلص ہین اگرچہ خالص محبت سے عاملین کے برابر نہون پس اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کا مرتبہ بیان فرمایا تاکہ کفار حسرت مین پڑین اور اہل ایمان خوشی سے سر جھکاوین بقولہ تعالے- اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ خبردار ہو کہ اللہ تعالے کے اولیاء بندے بے شک ایسے ہین کہ- لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُنپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے- ولی ضد عدو ہی جیسے مومن ضد کافر ہی اور ترکیب لفظ قرب پر دلالت کرتی ہی پس ولی کو قرب ہوتا ہی جسکی کیفیت مجہول ہی جیسے حدیث مین حالت سجدہ مین بندہ کا رب سے بہت قریب آیا پھر ولی کا لفظ جب اللہ تعالے پر اطلاق ہو جیسے قولہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ- تو متولی اسم فاعل کے معنی مین اور جب بندہ پر اطلاق ہو جیسے یہان تو فعیل یعنے اسم مفعول ہی اور بلحاظ محبت کے ہر ایک مین معانی کا اعتوار ہی اور یہ عجیب لطف ہی فافہم- یہان دو معنی ہوسکتے ہین ایک یہ کہ انجام مین انکے لیے کوئی ایسی بات نہین جس سے انپر خوف ہو یا غم کھانا پڑے اور دوم یہ کہ وے ایسے حال مین ہونگے کہ اُنپر کوئی غم یا خوف نہین طاری ہوگا بخلاف کافرون و مشرکون کے کہ اُنکو سخت غم متواتر رہیگا اور بخلاف گنہگار مسلمانون کے کہ اُنپر ایک نوع کا غم و خوف چھایا ہوگا اگرچہ آخر مین عفو ہوجاوے یا کچھ سزاے جہنم کے بعد نجات ہوجاوے واللہ اعلم- اور کفار تو عذابی کفر و شرک کے غم و رنج مین متواتر ہمیشہ پڑے رہینگے کہ یہ غم انھین اشقیاء کے ساتھ مخصوص ہوگا- پھر واضح ہو کہ دونون احتمال کے واسطے احادیث و آثار مین شواہد ہین چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا اگرچہ ابتداء سے غم نہوتا مستلزم ہی کہ آیندہ نہو پس ارجح یہ ہی کہ اُنپر کچھ خوف و غم طاری ہی نہوگا

اور یہاں سے نکلتا ہے کہ شدت محبت بجناب باری تعالےٰ سے خوف جہنم یا امید جنت کی نیت اُسکی عبادت مین جاتی رہتی ہے اور ناخوشی اپنے مولی سے ہر دم ہراسان وخائف رہتے ہین - چہارم صحیح ہو کہ اولیاء کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین - بیضاوی رح نے کہا کہ اولیاء وہ لوگ جو طاعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے تولی رکھتے ہین اور اللہ تعالےٰ کرامت عطا کرنے کے ساتھ اُنکی تولی فرماتا ہے - اور ایسا ہی متکلمین کا قول ہے اور مدار انکا محبت کی یہ تاویل کہ بندہ کی طرف سے محبت یون کہ طاعت مین مستقیم ہوا ور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسطرح کہ انکو ثواب و کرامت عطا فرماوے - اور اہل تصوف رحمہم اللہ تعالےٰ نے بھی مختلف عبارات سے تعریف کی ہے لیکن مآل واحد ہے اور بناء انکے تعریف کی اثبات محبت ہے اور یہی مختار وصحیح ہے ولیکن معنی محبت کے بیان مین نہین آسکتے ہین اور رہی کرامت تو یہ ولی کے لیے کچھ ضروری نہین اگر مراد اس سے خرق عادت ہو ورنہ ایمان واستقامت عین کرامت ہے اور جو تفصیل تعریفات مین ہے امر مجمل کی توضیح باعتبار ظاہر فہم ناقص ہے ورنہ درحقیقت واضح معنی یہ ہین کہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا بقولہ - اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ یعنی اولیاء وہ بندے ہین جو ایمان لائے ومتقی رہے - پس خلاصہ معنی ولی کے مومن متقی - اور ابو السعود رح نے لکھا کہ تقویٰ کے مراتب متعدد ہین ادنی یہ کہ شرک سے پرہیز کرے اگرچہ اس سے گناہ سرزد ہوا اور اعلیٰ یہ کہ طاعت پر قائم اور معاصی سے مجتنب اور شبہات سے دور اور طریق سنت پر مستقیم ہو - پس یہان تیسرا مرتبۂ اعلیٰ مراد ہے اور مدار ولایت کا یہی تقویٰ ہوا کہ ہر ایسی چیز سے جو حق تعالےٰ سے غافل کرے دور بھاگے اور تمام عالم سے بالکل منقطع ہو کر اپنے رب تبارک تعالےٰ سے واصل ہوتے ہین اسی سے انکو قرب وحضور وشہود حاصل ہوتا ہے - اور جب یہ غور کیا جاوے کہ ایمان صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ - کہنا پھر صدق کی تفصیل دیکھی جاوے تو مآل واحد ہے کیونکہ جسنے ایمان کے بعد معصیت کا ارادہ کیا اسمین صدق کا کامل ؟ تو نہین ہے اور اسی کی نظیر ولی کی تعریفات مین مختلف عبارات ہین جنکا حاصل ایک ہی ہے مگر لوگون کے سمجھانے کو مختلف عبارات مین بتلایا کہ اپنی سمجھ کے موافق ہر ایک سمجھ جاوے - ابن عباس وسعید بن جبیر نے کہا کہ اولیاء الٰہی وے بندے ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالےٰ یاد آوے - یہ پہچان انکے سیماء وآثار سے ہے - ابو حنیفہ وشافعی رح نے کہا کہ اگر عالم لوگ اولیاء نہون تو پھر کوئی ولی نہین ہے کذا حکاہ عنھما النووی فی مقدمۃ شرح المہذب - پھر نووی رح نے کہا کہ یہ اُن عالمون کا ذکر ہے جو علم کے موافق عمل کرتے ہین - قشیری رح نے کہا کہ ولی کی شرط ہے کہ محفوظ ہو جیسے نبی معصوم ہوتا ہے پس جس پر شرع کا اعتراض ہو وہ مغرور ومخادع ہے ولی نہین اور ولی وہی ہے جسکے اقوال و افعال متوافق لشرع ہون - مترجم کہتا ہے کہ بعض آثار مین اسکا مؤید آیا کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی ولی جاہل نہین بنایا - اور معروف ہے سعدی کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ‡ وقال الحافظ فی تفسیرہ - جو شخص متقی ہو وہ اللہ تعالےٰ کا ولی ہے اسکو آیندہ کے لیے آخرت کا اور پچھلی دنیا کا کچھ خوف اور غم نہین ہے - اور عبد اللہ بن مسعود وابن عباس وبہتیرے سلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اولیاء الٰہی وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالےٰ یاد آوے - اسمین ایک مرفوع حدیث بھی آئی جو سعید بن جبیر عن ابن عباس ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولیاء الٰہی کون ہین فرمایا کہ جب انکو دیکھے تو اللہ تعالےٰ یاد آوے - رواہ البزار وقال قد روی عن سعید مرسلا - ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندون مین سے بعض ایسے ہین کہ انبیاء علیہم السلام وشہداء رضی اللہ عنہم انپر غبطہ کرینگے - پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وے کون ہین بتلا دیجیے شاید کہ ہم انسے محبت کرلین فرمایا کہ وے ایک قوم ہین کہ بدون شرکت مالی یا نسبی کے انھون نے آپس مین اللہ تعالےٰ کے واسطے الفت کرلی انکے چہرے نور اور نوری کرسیون پر ہونگے لوگون کے خوف کے وقت انکو خوف نہوگا اور لوگون کے غم کے وقت انکو غم نہوگا پھر پڑھی آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف الخ - رواہ ابن جریر عنہ وصححہ الحاکم و

ابوداؤد وابن ابی حاتم والبیہقی عن عمر بن الخطاب ایضاً وقال الحافظ اسنادہ جید ولکن اسناد حدیث عمر مع جودتہ منقطع وروی احمد نحوہ
مرفوعاً عن ابی مالک الاشعری رض بمترجم کہتا ہے کہ عمرو بن الجموع رض سے مرفوع روایت ہے کہ بندہ کا ایمان خالص نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے
محبت کرے اور اسی کے واسطے بغض رکھے پھر جب ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ولایت کا مستحق ہوا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے
میرے اولیاء اور میری خلق میں سے میرے احبا وہ ہیں کہ میری یاد میں رہتے ہیں اور انکی یاد میں انکو یاد کرتا ہوں۔ رواہ احمد وغیرہ۔ عبدالرحمٰن بن
غنم الاشعری رض سے مرفوع روایت ہے کہ بندگان الٰہی میں سے وے بہتر ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور وے بدتر ہیں جو لوگوں کے درمیان لگائی
بجھائی کرتے پھرتے اور دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے اور باغی سرکش اکھڑ ناہنجار ہیں۔ رواہ احمد وعن عمرو بن العاص رض مرفوعاً تم میں سے بہتر
وہ ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور اسکی باتوں سے تمہارا علم بڑھے اور اسکے کاموں سے تمکو آخرت کی رغبت ہو۔ رواہ الحکیم الترمذی
وہو غیر الحافظ الترمذی صاحب السنن الجامع۔ پھر واضح ہو کہ یہ تفصیل جن لوگوں کا بیان ہے بے شک اولیاء الٰہی ہیں ولیکن یہ قطعی
منحصر نہیں کہ اسی کمال والے آیت میں مراد ہیں بلکہ جائز ہے کہ انسے کم مرتبہ والوں کو بھی شامل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
اپنے اولیاء کو انکی ذات کے لیے معرفت اور دوسروں کو انکی منزلت کی رغبت دلائی بقولہ۔ **لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ** انکے لیے بشریٰ ہے حیات دنیا میں اور آخرت میں۔ بشریٰ بالضم والف مقصورہ مصدر ہے مراد اس سے
وہ چیز جس سے بشارت ہو۔ پس دنیا میں انکا بشریٰ وہ ہے جو اپنی کتاب میں اور اپنے رسول علیہ السلام کی زبان سے انکو خوشخبری کے
وعدے فرمائے اور سچے خواب ہیں اور مکاشفات ہیں اور موت کے وقت ملائکہ کا حضور نہایت خوبصورتی کے ساتھ کہتے ہوئے
کہ کچھ نہ ڈرو اپنے مہربان مالک حق عز وجل کے رضوان میں چلو اور رہ ماندہ سے۔ اور آخرت میں ملائکہ انکو فوز عظیم و سلامت کی بشارت
دیتے ہوئے آملینگے۔ **لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** اللہ تعالیٰ کے کلمات کے حق میں تبدیل نہیں ہے۔ اسکے وعدوں میں
کچھ خلاف کو راہ نہیں سب برحق وصحیح ہیں۔ **ذٰلِكَ** یہ جو مذکور ہوا کہ دونوں جہان میں انکے لیے بشارات ہیں **هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ** یہی فوز عظیم ہے۔ اسکی حقیقت وماہیت کو تمام وکمال حق تعالیٰ جانتا ہے پس یہ بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ یہ دونوں جملہ معترضہ
اس بیان کے لیے ہیں کہ جس امر کی بشارت دی گئی وہ بہت بڑی نعمت ہے اور معترضہ جملہ ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اسکے بعد ضرور
کوئی کلام ایسا ہو کہ پچھلے کلام سے متصل ہو۔ کذا قال البیضاوی رح۔ واضح ہو کہ قولہ لہم البشری الخ گویا توضیح ہے کہ انکو بشارات دنیا کی
وجہ سے خوف وغم بفضل الٰہی زائل ہو جاتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ایمان درمیان خوف وامید کے ہے ولیکن انکو خوف وغم اس قسم کا ہرگز
کو محیط ہو نہیں رہتا ولیکن عظمت وکبریاء الٰہی اور موارد قہریات سے ڈرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وقت موت کے بشارت ملائکہ سے
بحکم قولہ تنزل علیہم الملائکہ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ زائل ہو کر تمام امن ہو جاتا ہے اور یہ جو بعض نے لکھا کہ انکو اسوجہ سے خوف نہیں ہوتا
کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انپر واجب کیا تھا اسپر وے ٹھیک ٹھیک قائم رہے اور معاصی سے مجتنب رہے پس وے اپنے اوپر بھروسا کرتے
اور اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھتے ہیں انتہی مافی کلامہ تو یہ بالکل خبط ومہمل ہے کیونکہ انکو کبھی اپنی ذات یا اعمال وافعال پر یا تقوے و
طہارت پر کچھ اعتماد نہیں ہوتا اور کیونکر آدمی قبل مرگ کے یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ میں گناہوں سے پاک مرونگا حتی کہ ایمان پر خاتمہ کی تمنا
فرض ہے پس منجملہ صفات اولیاء کے یہ ہے کہ تمام اعمال وافعال انکے بتوکل الٰہی سبحانہ تعالیٰ موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے
ہیں پھر بھی وے انکو بالکل کچھ نہیں سمجھتے لقولہ ولا یدخل احدکم الجنۃ عملہ الحدیث اور خوب جانتے ہیں کہ عظمت وکبریاء الٰہی تعالیٰ کے لائق

تم میں سے کسی کو [illegible] ۱۲

اُسی سے عبادت ادا نہیں ہو سکتی لقولہ ماعبدناک حق عبادتک الحدیث اوکمار وی - اور لوگوں کی دنیاوی تعریف یا مذمت کچھ
قابل اعتبار نہیں مگر آنکہ مومنین کاملین اُسکی تعریف کریں تو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ بشارت دنیا ہی سے شروع ہو گئی ہی
اور طرق کثیرہ سے حدیث مرفوع میں حیات دنیا میں بشارت کی تفسیر صالح خواب سے مروی ہی یعنے دنیا میں اللہ تعالیٰ اُسکو سچا و اچھا
خواب دکھلاتا ہی ولیکن اسمیں انحصار نہیں ہی کیونکہ دیگر آیات واحادیث میں دیگر بشارات بھی حیات دنیا میں مومن کے لیے آئی ہیں
ہاں نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہی چنانچہ ایسے خواب کو بیان کرنے کا حکم آیا اور جو شیطانی خیالات
ہوتے ہیں اُنکے بیان سے منع کا حکم آیا ہی یہ مختصر فضائل اولیاء الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہیں اللھم اجعلنی من احبتہ اولیائک فی زمرتھم
بفضلک یا ارحم الراحمین آمین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الآیۃ - عارف صادق
پر جب انوار ذات کا انکشاف ہوتا ہی تو نہایت مانوس ہو کر فرحت میں دوام وصال چاہتا ہی پھر تو رکسیط میں داخل ہوتا اور اسپر
طمانیت وامید غالب ہو جاتی ہی پھر راحت وصال سے سماع انبساط میں داخل ہوتا اور نشاط واستبشار اسپر غالب ہو جاتا ہی اور
یہ ایسا مقام ہی کہ سطوات عظمت سے وہاں قلب میں دہشت نہیں آتی اور نہ ہیبت سے روح مضطرب ہو اور نہ شان قہاری سے
سر باطن فناء ہو اور نہ سلطان عزت سے وجود مضمحل ہو بخلاف اسکے جب تک ولی کو دیدار صفات کا مرتبہ ہوتا ہی تو وہاں اسرار کا ازل
وابد کی منازل میں سیر ہوتی ہی اور وہاں غیرت قہریات سے خطرۂ فناء رہتا ہی چنانچہ وارد ہی کہ المخلصون علی خطر عظیم - اہل اخلاص
ایک بڑے خطرہ میں ہوتے ہیں - پھر جب اسرار کو ان منازل سفر سے سکون ہوا اور وصال الحق فی الحق ہوا اور تمکین باللہ فی اللہ
حاصل ہوئی اور انوار جمال میں توطن ہوا تو پھر اسپر امتحان کی بجلیاں نہیں گرتی ہیں چنانچہ دیکھو کہ جنت میں مومن پر آفات العذاب
وخوف وحزن نہیں کیونکہ وہ مقام روح وریحان ہی ایسے ہی عارف بھی جب جنت مشاہدہ میں پہونچا تو سایہ الطاف سے تمازت
قہریات سے مامون ہو جاتا ہی پس یہی اشارت ہی قولہ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون - یعنی مکر سابق ازلی سے خوف
نہیں کیونکہ سابقہ ازل میں غایات قدم کا ظہور ہوا اور حزن آئندہ عوارض قہر سے نہیں کیونکہ غایت کفایت میں ابد تک معروف
ہو سے اور کیونکر وہ بندہ غم وخوف میں ہوگا جو جمال کا ناظر ونور جلال میں واصل ہی - پھر ولایت بدون چار مقام کے پوری نہیں
ہوتی - اول مقام محبت - دوم شوق - سوم عشق - چہارم معرفت - پس محبت نہیں حاصل ہوتی بدون کشف جمال کے اور شوق نہیں
ملتا مگر نسیم وصال کی خوشبو سے اور عشق نہیں ہوتا بدون قرب القرب کے اور معرفت نہیں ہوتی بدون حضور صاحبیت کے اور
اصل صاحبیہ کشف الوہیت قدم مع ظہور انوار صفات مجموعی حالت ہی چنانچہ جب انوار صفات دیکھے اور نعوت واسماء کو اور صفات
کے مشارب کو پہچانا (جیسا کہ سابق میں قولہ یتفکرون فی خلق السموات الآیۃ اور قولہ من یوت الحکمۃ الآیۃ وغیرہا میں مشارب کا تفصیلی
بیان گذرا ہی) اور اس سے اُسنے ذات کی معرفت حاصل کی - اور مقام فناء سے بصفت بقاء نکلا تو ولی ہوا پس محبت سے اسکو
طاعت میں سرگرمی ملتی ہی اور شوق سے حالت طاری ہوتی ہی اور عشق سے جان فدا کرنا چاہتا ہی اور معرفت سے یہ کہ تمام ماسوائے
حق سبحانہ تعالیٰ سے منقطع ہو جاتا ہی - پھر طاعات سے اسکو فراست حاصل ہوتی ہی اور حالت سے لطافت اور بذل الوجود سے
کرامات اور ماسوائے حق تعالیٰ کے سبب سے خالی ومنقطع ہونے سے ہیبت ووقار حاصل ہوتا ہی پس جب ان مدارج پر پہونچا
تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک میں ایک آیۃ الٰہی ہوتا ہی فضائل اسکے بشارت وسخاوت ہیں اور اخلاق اسکے محبت ونصیحت ہیں

بھلائیون کا حکم کرتا ہی اور ممنوعات سے روکتا ہی اور بندگان حق تعالے پر حدود الٰہی یعنے فرائض و واجبات و محرمات و ممنوعات کو نگاہ
رکھتا ہی پس جسنے ایسے ولی کو دیکھ لیا اُسکو مبارک باد اور جسنے اُسکی خدمت کی اُسکو صد گونہ بشارت و بیار کباد ہی۔ یہ جو ہم نے بیان کیا اسکی
تصدیق آگے کی آیت ہی یعنے قولہ تعالے الذین آمنوا وکانوا یتقون - ایمان اُسکا تصدیق بنور الٰہی ہی یعنی تصدیق و یقین اُسکا بنور
حاصل ہوگیا۔ اور شہود الٰہی سے اللہ تعالے کو مشاہدہ کر لیا اور معرفۃ اللہ باللہ تعالے پا گیا کہ اُسکی معرفت کسی سبب سے
نہین سوائے کشف جمال قدم کے۔ اور تقوی اُسکا یہ ہی کہ سوائے حق تعالے کے سب سے۔ حتی کہ اپنے نفس سے بھی
اُسکو انقطاع ہی۔ پس اسکے ایمان سے اسکو کرامات ملتی ہین اور تقوی سے مشاہدات حاصل ہوتے ہین۔ پھر حق تعالے
نے دنیا و آخرت مین اُسے اپنی رضا و وصال و مشاہدہ کے حصول سے انکے دون کو فرحت مین کر دیا بقولہ تعالے لہم البشری
فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ یعنی دنیا مین انکو مشاہدہ بیانی ملا اور آخرت مین مشاہدہ عیانی حاصل ہوگا۔ دنیا مین مکاشفات اور آخرت
مین مشاہدات ہین - دنیا مین تجلی و آخرت مین قرب منزلت ہی دنیا مین دیدار الٰہی بیداری خواب مین نصیب ہی اور آخرت مین وہان
دیدار مشافہہ ہی۔ قلت والحجۃ فی رویۃ المنام قولہ علیہ السلام اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی وصححہ واحمد فی مسندہ
باسناد حسنہ ابن الجوزی فی العلل وقول الدارقطنی رح ان الحدیث بطرقہا ضعیف خطا لا یلتفت الیہ او یقال انہ اراد رحمہ اللہ تعالے
ان تلک الطرق التی اوردہا بمجموعہا ضعیفۃ مع ان کثرۃ الطرق اذا لم یکن فیہا وضاع تجعل الحدیث حسنا کما تقرر فی الاصول فلیتفکر
پھر حق تعالے نے مکرر بشارت فرمائی کہ ازل مین جو مختار ہوگیا وہ اختیار متبدل و متغیر نہین ہوتا بقولہ تعالے لا تبدیل لکلمات اللہ
حسن عنایت ازلی انکی اصطفائیت کی اختیار الٰہی ہی کبھی اسکی صفات مین تغیر و تبدل نہین ہے قلت وبہذا ظہر ان ما یجری
علی من اصطفے فی الازل من موارد الامتحان الے غیر معروف کما وقع لماعز رضی اللہ عنہ لا یخرج عن الاصطفائیۃ ولذلک تری النبی صلی اللہ
علیہ وسلم احسن الثناء علیہ بعد ما رجم الماعز رضی اللہ عنہ وانکر علی من وقع فیہ فلیتدبر۔ پھر حق تعالے نے فرمایا۔ ذلک ہو الفوز العظیم۔
یہی فوز عظیم ہی عظمت یہ کہ اس قہر سے نجات پائی جسمین جم غفیر بے تعداد شیاطین و اقوام کفار و مشرکین راندے گئے جنکے مقابلہ مین اہل حق
بمنزلہ سپید تل کے سیاہ اونٹ مین ہین اور حق تعالے کی سلطنت و عظمت مین اس کثرت سے مخلوق مطرود فرمانے سے ذرہ بھی کمی ممکن
نہین ہی پس ولی کو کتنا بڑا فوز عظیم مل گیا کہ اس قہر سے چھوٹا اور کیا بڑا فضل پایا کہ حضرت خلاق العلیم غیر متناہی عظمت و کبریاء و صفات
رب العزۃ کا مشاہدہ و وصال پایا۔ اس سے بڑھکر کون فوز ہوگا۔ واسطی رح نے کہا کہ چار نام پاک سے اولیاء کے حظوظ ہین اور ہر ایک
کو ان پاک نامون مین سے ایک کے ساتھ قیام ہی اور وہ پاک نام یہ ہین ہو الاول والآخر والظاہر والباطن - پس جو انکی طالبت کے بعد
اُنسے فنا ہوا وہ کامل تمام ہی قلت یعنی پہلے ان اسماء کے مشاہدات مین منور ہوکر پھر اُنسے بھی فانی ہوا تو اکمل ہوا اور جو اسم الظاہر کے
حظ مین آیا تو اسکو عجائب قدرت کا ملاحظہ ہی اور جو اسم الباطن سے مشرف ہوا وہ انوار سرائر سے منور ہی اور جو اسم الاول سے مشرف
ہوا وہ ماسبق سے مشغول ہی اور مشرف باسم الآخر مربوط بمستقبل ہی اور ہر ایک کو اپنی طاقت و طبیعت کے اندازہ پر ان پاک نامون مین
کشف ہوتا ہی مگر آنکہ کسی بندہ کی حق تعالے نے اپنے فضل سے تولی فرمائی۔ بعض نے کہا کہ اہل ولایت کے دل ہر بات سے محفوظ ہوتے ہین
کیونکہ وے مواذ ذوق ہین۔ بعض سے کہا گیا کہ اولیاء کی علامت کیا ہی فرمایا کہ انکے ہموم مع اللہ تعالے وانکا شغل باللہ تعالے و فرار الی
اللہ تعالے ہی۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ دنیا مین اولیاء الٰہی اپنے قلوب سے پرواز کرکے اقسام فوائد و حکمت کے میوے کھاتے ہین

چشمۂ معرفت سے پانی پیتے ہیں پس وہ فضول سے بھاگتے یعنی دنیا سے گریز کرتے اور مولیٰ سبحانہ تعالےٰ سے انس پلتے اور وے اپنی جان سے بھی وحشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ فرشتۂ اجل وموت آجاوے اور بعض شیخ نے کہا کہ اولیاء کے نفوس انکے قلوب کو بہلاتے ہیں اور اعداء کے قلوب انکے نفوس کو اطفال کی طرح اٹھائے ہوئے نفوس کی راحت رسانی کرتے رہتے ہیں بطریقہ شرک وکفر ومعصیات کے۔ شیخ ابویزید رح نے کہا کہ اولیاء الٰہی مانند عروس کے پردہ نشین ہیں انکو سوائے محرم کے کوئی نہیں دیکھتا اور محرم وہ ہے جو حجلۂ انس میں پہونچے۔ ابو علی الجوزجانی رح نے کہا کہ ولی وہ ہے جو اپنی حالت میں فانی ہے اور مشاہدہ حق سبحانہ تعالےٰ میں باقی ہے اسکا متولی حق سبحانہ تعالےٰ ہے کیونکہ ولی کو خود اپنی خبر نہیں اور سوائے حق تعالےٰ کے کسی کے ساتھ اسکو قرار نہیں ہے۔ ابوحفص رح سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہے فرمایا کہ جو کرامات سے مؤید کیا گیا مگر خود کرامات سے غائب ہے۔ قال المترجم یہ ایک حالت ولی کا بیان ترغیب ہے اور اسکی نظیر بغرض سمجھانے کے یوں ہے کہ آدمی ایک پتلی سے کام لیوے کہ کام اسکے ہاتھوں ہوا مگر خود اسکو شعور نہیں ہے اسی واسطے عوام الناس کو منع کیا جاتا ہے کہ ولی کی خوشامد وغیرہ سے یہ نیت مت رکھو کہ وہ کچھ کر یگا کیونکہ وہ خود فانی ہے جو امر الٰہی موافق قضاء وقدر کے جاری ہوگا اسی کے موافق وہ پتلی حرکت کریگی مگر اللہ تعالےٰ عزوجل کی اسپر کرامت ہے کہ وہ محل جریان قضاء وقدر ہے اشار الیہ الشیخ الجیلانی قدس اللہ اسرارہ ورضی اللہ عنہ فی فتوح الغیب وصح بہ غیر واحد فاستقم۔ محمد بن علی الترمذی رح نے کہا کہ ولی کی روح پر خواب میں اور قلب پر ہر حال میں تلطف الٰہی سے موارد ہیں تو روح اسکی جاکر عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے اور اسکا قلب اوپر سیر کرتا ومناجات مجالس وبشارت میں حاضر ہوتا ہے۔ ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ انکے لیے حیات دنیا وآخرت میں بشارت ہے وے ہردم لسکے حضور میں حاضر ہیں لیکن حق تعالےٰ عزوجل کی بارگاہ رفیع ومعالم وسیع ونعمہاے غیر متناہی سے انکو لحظہ لحظہ وہ کچھ حاصل ہوتا رہتا ہے کہ قبل علم وعطاء کے انکو اسکی خبر ہی نہ تھی لہٰذا جب بارادۂ الٰہی آگے کی اطلاع بحسب مقدر رہی تو انکے مراتب متفاوت ومناصب متعدد اور ہر ایک کے لیے طریقۂ خاص وانکشاف مقامات ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کی محبت اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ایک نعمت عظمیٰ ہے اور ایسے بندوں سے دل میں محبت رکھنا بدیں معنی کہ ضرور وے دنیا یا برزخ میں موجود ہیں اور اکابر انکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں یہی کافی ہے کچھ انکی شناسائی یا ملاقات ضرور نہیں ہے ہاں حاصل ہو جاوے تو نہایت خوب ہے لیکن کثرت سے عوام الناس خالی کوئی خرق عادت دیکھکر معتقد ہوجاتے اور اسی کو پہچان تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ محض غفلت ہے اور بہت خوفناک کیونکہ یہ امر شیطان سے بھی ممکن ہے جبکہ وہ ہردم گمراہ کرنے کے درپے ہے تو خرق عادت دو شخصوں سے ہوتا ہے ایک ولی اللہ تعالیٰ سے اور یہ کرامت ہے دوم ولی الشیطان سے اور یہ ضلالت ہے پس عوام کو چاہیے کہ زہد وتقویٰ کی شناخت مقرر کریں ورنہ برباد ہونگے ولیکن صد افسوس کہ انکو ولی سے اللہ تعالےٰ کی محبت سے الفت نہیں بلکہ دنیا حاصل ہونے کی طمع سے چاپلوسی ہوتی ہے اور یہ بات خواہ مخواہ انکو ولی الشیطان سے ملتی ہے کیونکہ ولی اللہ کہیں انکو دنیا میں پھنسا دیگا بلکہ یاد دنیا سے بچا دیگا۔ فلیتامل واللہ تعالےٰ ہو الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ یہ حال تو اہل الحق کا تھا جو کمال موحد واہل الآخرہ ہیں۔ پھر حق تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ وعظمت کا اور اہل وسواس واعداء کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ

اور نہ غم کھا انکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہے وہی ہے سنتا جانتا سنتا ہے اللہ کا ہے

وقف لازم

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جو کوئی ہی آسمانون مین اور جو کوئی ہی زمین مین اور یہ جو پیچھے پڑے مین شریک پکارنے والے اللہ کے

شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ

سوائے کچھ نہین مگر پیچھے پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے وہی ہی

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

جسنے بنادی تمکو رات کہ چین پکڑو اسمین اور دن دیا دکھانے والا اسمین نشانیان ہین

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝

اُن لوگون کو جو سنتے ہین

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اور نہ غمگین کرے تجھے کافرون کا قول - یعنے کفار ومشرکین جو کلمہ توحید چھوڑکر کلمہ شرک کہتے ہین اور اللہ تعالے کی جناب مین گستاخی وبے ادبی کرتے ہین اور ضرور ہی کہ اللہ تعالے کا ولی خصوصًا رسول مکرم اپنے مولی عزوجل کی شان مین ایسی بات دشمنون کی زبان سے سنکر ملول ہوگا یا کفار مشرکین جہالت سے انکار رسالت کرتے اور آپ کو ساحر وغیرہ کہتے یا سخت گستاخی سے آپ کو دھمکاتے اور سخت الفاظ کہتے تو یہ سب امور آپ کی غمگینی کا باعث ہوتے اس سے منع کردیا بطور تسلی دینے کے کہ اے رسول مکرم تو اولیاء الٰہی مین سب سے افضل ہی تو غمگین نہو - واضح ہو کہ آپ کا غم خالی اسوجہ سے نہ تھا کہ آپ کی شان مین مدح نہین بلکہ مذمت کرتے تھے اور مدح پسند تھی - یہ ہرگز نہین کیونکہ آپنے مدح کرنے والون کو سخت منع کیا اور رد کا اور مداح کو بسبب مغرور کردینے کے مارڈالنے والا ٹھہرایا ہی چنانچہ احادیث صحیحہ کثیرہ اسپر صریح دلیل ہین بلکہ غمگین ہونے کی ایسی وجہین تھین کہ جو بمقتضاے شان رحمۃ للعالمین کے انھین کفار کیطرف راجع تھین مثلًا رسول اللہ سے بے ادبی موجب کفر وضلال ہی اور وہ موجب دائمی عذاب چنانچہ قولہ حریص علیکم الآیۃ اور حدیث وانا اخذ بحجزکم الخ اسپر دلیل ہی اگر کہا جاوے کہ اوپر کی آیت مین اولیاء کو غم وخوف نہونا بیان ہی اور یہان اثبات ہی تو جواب یہ کہ نفی خاص خوف وغم کی یعنی متعلق بدار آخرت ہی اور یہ غم یہین تک کے لیے ہی یا نفی اسکی بخلاف بالیدالموت ہی اور حیات مین تو ایمان درمیان خوف وامید کے دائر ہوتا ہی اگرچہ ایمان اولیاء کا کشف سے منجر بعین الیقین وبالاتر ہوجاتا ہی جیسا کہ حدیث حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ کیف اصبحت یا حارثہ الخ اسپر دلیل ہی ولیکن نظر بعظمت وجلال الٰہی اور اپنے خاتمہ وانجام کے ابلیس ملعون کے حال سے عبرت لیکر ہر بندہ خوف کرتا ہی - بالجملہ حق تعالے نے کفار کے کلمہ شرک کہنے وتوہین وغیرہ کرنے سے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ غم مت کھا - نافع رح کی قراءۃ مین یحزنک بضم اول وکسر الزاء المعجمہ از باب افعال ہی ولیکن حزنہ واحزنہ دونون ایک ہی معنی مین ہین - اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا جملہ استینافیہ بمعنی تعلیل ہی اور ایک قراءۃ مین اَنَّ بالفتح آیا تو بحذف لام یعنی لِاَنَّ پس یہ دلیل ہی کہ اِنَّ بالکسر بھی بمعنی تعلیل ہی - حاصل یہ کہ تو انکے قول سے غمگین مت ہو اس لیے کہ غلبہ تو جمیع سب کا سب فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی کسی دوسرے کے لیے اسمین سے کچھ نہین پس وہ تعالے انکو مقہور کرکے تجھکو ان پر منصور فرمائیگا - یہی سنت الٰہیہ ہی لقولہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیۃ - اگر کہا جاوے کہ اسمین تو سواے اللہ تعالے کے رسول کے لیے بھی غلبہ قرار دیا اور قولہ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین الآیۃ - مین مومنون کے لیے بھی قرار دیا حالانکہ اس مقام پر جمیعا اسے تاکید کی جو دلیل اس امر کی ہی کہ کلام مین حقیقی معنے

لیے جاوین اور مجاز ومبالغہ کا احتمال دور ہو تو جواب یہ ہی کہ بے شک غلبہ فقط اللہ تعالے ہی کیواسطے ہی جیسے یہان فرمایا اور رسولون ومومنون کے لیے جو عزت ہی وہ اللہ تعالے ہی کے فضل سے انکو حاصل ہی پس عزت مین سے کچھ بھی کسی دوسرے کے اختیار وقدرت مین نہین ہی۔ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہی سمیع علیم ہی پس کافرون کے بد اقوال سنتا اور انکے انجام کو جانتا ہی پس اللہ تعالے چاہے تو دم مین کفار عذاب وفنا مین گرفتار ہون لیکن کمال رحمت سے ہر ایک کا وقت مقرر کیا تاکہ دنیاے فانی کا حصہ لے لیوین کہ آخرت انکے لیے عذاب ہی عذاب ہی اور یہ وہم کافرون کا کہ انکے معبودات وشرکاء کچھ اختیار رکھتے ہین جو انکو نفع وضرر پہونچا سکتے ہین محض باطل ہی۔ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ خبردار ہو کہ اللہ تعالے ہی کا ہی جو آسمانون مین اور جو زمین مین ہی۔ مَن کا اطلاق عقل والون پر آتا ہی جو ملائکہ وجن وانسان ہین۔ جب یہ عقل والے جو مخلوقات مین سے اشرف ہین اللہ تعالے کے عبید مملوک مخلوق خدمتی اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہوئے کوئی انمین شریک ومعبود ہونے کے لایق نہین تو باقی چیزین جنکو عقل ہی نہین اور ارذل ہین دے تو بدرجہ اولے لائق عبادت کے شریک وغیرہ کسی ایسی چیز کے مستحق نہین ہو سکتے جو اللہ تعالے کی شان پاک کے واسطے مخصوص ہی لہذا مشرکون کی تجہیل فرمائی بقولہ تعالے۔ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ اس کلام مین ما نافیہ ہی یا استفہامیہ یا موصولہ ہی پس اگر موصولہ ہی تو مَن پر عطف ہی اور معنی یہ کہ اللہ تعالی ہی کے لیے عبد مخلوق مسخر ہی ہر وہ عقل والا جو آسمان وزمین مین ہی اور ہر وہ بے عقل چیز جسکو ایسے لوگ پوجتے ہین جو سواے اللہ تعالے کے شرکاء کو پوجتے ہین یعنے بت وغیرہ جنکو مشرکین اپنے زعم مین شرکاء عبادت جانتے تھے اگر کہا جاوے کہ سواے اللہ تعالی کے کہان بلکہ اللہ تعالے کو بھی پوجتے تھے تو جواب یہ کہ اللہ تعالے ایک معبود ہی جسکا کوئی شریک ہو نہین سکتا تو جب وے شرکاء کو مستحق عبادت زعم کرتے تو اللہ تعالے کی عبادت اس زعم کے ہوتے ہوئے ممکن نہین رہی۔ اور اسمین کافرون پر تعریض ہی کہ مخلوقات الٰہی مین خود عقل والے وافضل ہو کر بے عقل والے حقیر کو اپنا معبود بناتے ہین ایسے جاہل احمق ہین۔ اگر ما استفہامیہ ہی تو یہ معنی کہ کون چیز ہی جسکی پیروی کرتے ہین وہ لوگ جو اللہ تعالے کے سواے شرکاء پوجتے ہین یعنے خواہ مخواہ وہ بھی آسمان وزمین کی مخلوقات مین سے مسخر بقبضۂ قدرت الٰہی ہی کچھ اور نہین ہو سکتی ہی پھر اسکو کیا سمجھکر پوجتے ہین پھر آگے قولہ ان یتبعون الا الظن بیان ہی۔ اور ایک قراۃ مین تدعون بتاء خطاب ہی تو معنی یہ ہونگے کہ کس کی اتباع کرتے ہین وہ لوگ جنکو تم سواے اللہ تعالے کے پوجتے ہو شرکاء ٹھہرا کر جیسے مسیح علیہ السلام یا ملائکہ وغیرہم اور حاصل آنکہ جنکو تم شرکاء بنا کر پوجتے ہو وہ کس کو پوجتے تھے یعنی ضرور اللہ تعالے کو پوجتے تھے پھر تمھین کیا ہوا کہ اسمین انکی پیروی چھوڑ کر مخالفت کرتے ہو۔ علی ہذا اول برہان سے سمجھایا کہ ہر ذی عقل وغیرہ سب مخلوق وبندۂ الٰہی ہی کوئی معبود نہین ہو سکتا پھر انکو ملزم ٹھہرایا کہ جنکو مانتے ہو یہان تک کہ انکی پوجا کرنے لگے ہو وہ سب تو اللہ تعالے کو پوجتے اور اسی کو معبود مانتے تھے تمھین کیا ہوا کہ اسمین انکی پیروی سے مخالفت کرتے ہو۔ اگر ما نافیہ ہی اور یہی مفسر رحمہ نے مرجح قرار دیا تو یہ معنی ہین کہ سب ذی عقل وبیعقل تو مخلوق الٰہی ہی اور نہین پیروی کرتے وہ لوگ جو پوجتے ہین سواے اللہ تعالے کے شرکاء کو حقیقت مین شرکاء کی۔ یعنے شرکاء بنا کر پوجنے والے جنکو پوجتے ہین وے درحقیقت شرکاء نہین ہین بلکہ انھون نے اپنے نزدیک انہین الوہیت مان لی ہی لہذا فرمایا۔ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہین مگر گمان کی۔ یعنی بدون حق برہان و حجت کے خالی گمان کے پیرو ہین اور بحکم قولہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ حق کے واسطے گمان کچھ بھی کافی نہین ہی انکے گمان سے کچھ

انکو راہ حق نہ ملی اسیواسطے گمراہ ہوے اور تفسیر قولہ ولا الضالین۔ مین آیا کہ النصاری ضلال۔ نصاری گمراہ ہین تو اسی وجہ سے کہ خالی گمان کے پیرو ہین اور عنقریب بیان آتا ہی۔ واضح ہو کہ اس تقدیر مین جبکہ مانافیہ ہو دے شرکاء کو نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہی اور ایک شرکاء محذوف ہی اول یہ کہ شرکاء جو مذکور ہی یتبع سے منصوب ہی اور یدعون کا مفعول محذوف ہی کیونکہ مذکور اس محذوف پر دلالت کرتا ہی اور دوم یہ کہ جو مذکور ہی مفعول یدعون ہی اور یتبع کا مفعول محذوف ہی بہرحال تقدیر کلام یہ ہی ما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء شرکاء اے الذین یدعون من دون اللہ شرکاء لا یتبعون شرکاء علی الحقیقۃ بل ما یتبعون الا الظن۔ یعنی جو لوگ سوائے اللہ تعالے کے شرکاء کو پوجتے ہین وے نہین پیروی کرتے ایسون کی جو حقیقت مین شرکاء ہون بلکہ انھون نے انکو شرکاء زعم کر لیا ہی پس نہین پیرو ہین مگر اپنے زعم کے اور ایسے زعم سے انکو کچھ فائدہ نہین ہی کیونکہ یہان عبادت کے لیے معبود حق چاہیے جو خالق و مالک ہو اسکی الوہیت پر دلیل قطعی یقینی ہو وہ نہین بلکہ وے گمان کی پیروی کرتے ہین۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور نہین ہین وے لوگ مگر اٹکل لگاتے ہین یعنے کسی حق حجت پر نہین بلکہ اپنے اٹکل پر چلتے ہین لہذا بھٹک کر شیطانی راستہ پر ہو رہے ہین۔ پھر انکو تنبیہ کیا کہ اللہ تعالے نے تمکو پیدا کر کے ہوش گوش و عقل دی اور اپنی قدرت و الوہیت و تقدیس کی نشانیان صاف ظاہر کر دین پھر ایسے اندھے بادلے کیون بنتے ہو چنانچہ فرمایا۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا نہار روز روشن اور اسکو مبصر مجازاً فرمایا کیونکہ نہار خود دیکھنے والا نہین بلکہ اسمین دیکھنے والا دیکھ لیتا ہی۔ اور لتبصروا فیہ۔ بمقابلہ لتسکنوا فیہ کے نہین فرمایا تاکہ جو ظرف سبب ہی اسمین اور خالی ظرف مین فرق ہو جاوے۔ اور رات پیدا کرنے کی علت غائی ذکر فرمائی یعنی لتسکنوا فیہ۔ اور رات کا وصف حذف کیا اور دن کی علت غائی حذف کی یعنی مثلاً لتنتشروا الی طلب الحوائج۔ اور وصف ذکر کیا یعنی مبصراً پس یہ بلاغت ہی کہ ہر ایک مذکور دوسرے مقابل محذوف پر دلالت کرتا ہی گویا یون فرمایا۔ ہو الذی جعل اللیل مظلما لتسکنوا فیہ والنہار مبصرا لتنتشروا الے حوائجکم۔ آپکی پاک خالق نے بنا دیا رات کو تاریک تاکہ تم اسمین سکون اختیار کرو اور بنا دیا دن کو روشن تاکہ اپنی ضروریات مین حرکت کرو۔ تنبیہ ہی کہ اسکی قدرت نہایت کاملہ اور نعمت نہایت بزرگ ہی وہی مستحق عبادت ہی جسکی الوہیت پر یہ قطعی دلائل قائم ہین پھر تم اپنے اٹکل پر بتون وغیرہ کو کیسی الوہیت مین شریک کرتے ہو اور عقل سے بالکل خالی بنتے ہو۔ یہان لطیف[لہ] اشارہ ہی کہ قدرت کاملہ الٰہی سے ہر مخلوق ایسے محکم صنع پر ہی کہ بحکم قولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ۔ ارواح جو سبب کے سبب بحکم دوسری حدیث کے ظلمت مین پیدا ہوئین انمین سے بعض کو نور الٰہی سے حصہ ملا سو وے روز روشن کیطرح مبصر الوہیت الٰہی اور نور بصیرت سے ہدایت پر ہین اور باقی مثل شب مظلمہ کے دنیا ڈھی دبیلے ہوے مطمئن ہین۔ فافہم۔ یہ کمال قدرت الٰہیہ ہی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ اسمین بے شک نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے جو سنتی ہین یعنے پند و نصیحت و عبرت کی سنوائی سنتے ہین کیونکہ سننے کا یہی فائدہ ہی ورنہ آواز کان مین پڑنا تو گاے گدہ چارپایون کو بھی حاصل ہی کہ ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء الآیۃ۔ چرواہے کی آواز سنتے اور کچھ نہین سمجھتے ہین یہی حال کفار و مشرکین کا ہی ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ہو الذی جعل لکم اللیل الآیۃ۔ رات مین عاشقون و اہل محبت کا سکون انکی مناجات کے لیے ہی جسکی قدر وہی لوگ خوب جانتے ہین سہ اقضی نہاری[لہ] بالحدیث و بالمنی ۔ و یجمعنی باللیل والہم جامع ۔ اے یجمعنی جامع باللیل مع الہم۔ اور دن کو انوار قدرت انمین ساری ہونے کے لیے روشن بنایا کہ آفتاب صفات ہر لحظہ طلوع کرتے ہین پس وہ آئینہ ہی کہ عارفین اسمین تجلی حق تعالے کو دیکھتے ہین الا تری الے قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ رات کو سکون خلوت و

اور دن کو مبصر کیا کہ نظر عبرت سے مخلوقات الٰہی کو دیکھیں برخلاف انکے کفار و مشرکین رات میں موت کی نیند سوتے اور دن میں موت کا کاروبار کرتے ہیں پس وہ بالکل مردہ ہیں اور وحدانیت الٰہی سے محض غافل چنانچہ باوجود ان دلائل واضحہ کے شرک پر آمادہ بالکل نہایت گستاخی کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ بقولہ تعالےٰ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

کہتے ہیں اللہ نے کوئی بیٹا کیا وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

کچھ سند نہیں تم پاس اسکی کیوں جھوٹھ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہیں جانتے

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ؕ مَتَاعٌ

کہہ جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹھ بھلا نہیں پاتے تھوڑا سا برت لینا

فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ

دنیا میں پھر ہماری طرف ہے انکو پھر آنا پھر چکھاوینگے ہم انکو سخت عذاب

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ࣖ

اسکے منکر ہوتے تھے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور مشرک کہتے ہیں کہ بنالیا اللہ تعالےٰ نے فرزند یعنی بیٹا لیا۔ یہ منجملہ اٹکل کی باتوں کے ہے جو عقل سے بالکل منافی ہیں مگر وہم کی قوت البتہ ایسے خیالات و اٹکل لگاتی ہے کیونکہ وہ صورتیں گڑھا کرتی ہے اور یہ قوت فن ریاضی کے لیے ضروری ہے جیسا کہ یونانیوں نے تصریح کی ہے اسیواسطے بچوں کو جنکی عقل ضعیف اور قوت واہمہ قوی ہوتی ہے پہلے ریاضات سے شروع کرتے ہیں پس حساب و پیمائش و مثلث و جبر و مقابلہ و طبعیات و طب وغیرہ فنون اسی ریاضی کی شاخیں ہیں جو بچپن میں خوب آتی ہیں یا جوانی میں جنکے بدن میں عقل قوی نہوئی بلکہ واہمہ قوی رہی انکو بھی یہ فنون خوب آتے ہیں اسیواسطے نصاری قوم والے جو حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا کہتے ہیں اس قوت میں نہایت قوی ہیں اسی واسطے فنون ریاضیہ میں انکو خوب دستگاہ ہوتی ہے اور ملکی انتظام کی تصویریں خوب ذہن میں لاتے ہیں اور کلیں وغیرہ خوبصورت چیزیں خوب بناتے ہیں بالجملہ یہ قول محض عقل کے خلاف ہے اور وہم کی قوت سے بہت مناسب ہے اسیواسطے اکثر عقلاء و علماء کا قول ہے کہ عقیدہ نصاری کا جسقدر ضعیف و سخیف ہے اسقدر دنیا میں کسی قوم کا مذہب و اعتقاد ضعیف نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ نے بھی رد فرمایا بقولہ۔ سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اللہ تعالےٰ ایسے کلمات کفر سے بیضاوی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات عالی کی اس سے تنزیہ فرمائی کیونکہ بیٹا بنانا تو اسی سے تصور میں ٹھیک ہوسکتا ہے جسکے اولاد ہوسکے اور اللہ تعالےٰ کی جناب میں اسکا تصور ہی نہیں ہوسکتا پھر یہ کیا بات ہے کہ بیٹا بنایا اور اس کلام الٰہی میں بندوں کو انکے احمق قول سے تعجب دلایا کہ سبحان اللہ ذرا اس حمق بات کو دیکھو۔ هُوَ الْغَنِيُّ وہی تو غنی ہے پس جب اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے اور یہ اسکی صفت پاک ہے تو فرزند کی حاجت کہاں سے آئی۔ اور کیا ضرورت پیش آئی۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ پس جب سب اسی کی مخلوق و مملوک و بندے

ثلثة ارباع

سب ہین تو فرزند کون ہو سکتا ہی کیونکہ فرزند مثل باپ کے ہوتا ہی وہ مملوک کیونکر ہوگا- اور قسم ہی اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ کی کہ جیسے اللہ تعالےٰ کا بیٹا یا شریک ہونا محال ہی ویسے ہی جسکا یہ عقیدہ ہو وہ اللہ تعالےٰ کو ہرگز نہین پہچانتا اور نہ اسپر ایمان لایا ہی اور اسنے ایسا کلمہ زبان سے نکالا کہ جسپر کوئی دلیل نہین اور جسکے سننے سے اہل حق کی روئین تھراتی ہین- کما قال تعالےٰ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا الآیۃ- پھر مشرکین کی جہالت وانکا قول باطل ہونے کو خوب واضح کردیا بقولہ تعالےٰ- اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا جار مجرور متعلق بسلطان یا اسکی صفت یا متعلق عندکم ہی- گویا یون کہا گیا کہ ان عندکم من سلطان کائن بہذا- یا- ان عندکم بہذا من سلطان- یعنی نہین ہی تمھارے پاس اسپر کوئی حجت یعنی ٹھیک دلیل- اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بھلا تم باتین بناتے ہو اللہ تعالیٰ پر وہ جسکا تمکو علم نہین ہی- یعنی جب بلا دلیل تم نے اللہ تعالےٰ پر ایسی بات کہی تو ضرور دروغ باندھا اور اس سے بڑھکر کون گنہگار اپنے آپ کو خوار کرنے والا ہوگا جو اللہ تعالےٰ پر بہتان باندھے پھر ایسا بہتان جو اسکی الوہیت کے منافی ہی- قال البیضاوی حج اسمین انکی جہالت وگستاخی پر سخت ملامت ہی- واضح ہو کہ اسمین اہل الحق کے واسطے یہ دلیل ہی کہ جو بات یا جو فعل ایسا ہو کہ اسپر کوئی دلیل شرعی نہو وہ قول وفعل جہالت ہی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل ایمان جن امور پر اعتقاد رکھتے ہین وہ سب امور ایسے ہونے چاہیے ہین جو قطعی دلیل سے ثابت ہون اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتقادی باتون مین تقلید کرلینا جائز نہین ہی کذا ذکرہ البیضاوی وغیرہ- مترجم کہتا ہی کہ ایسے ہی ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالےٰ نے بدلیل ایسی ہی آیات واحادیث کے تصریح کردی ہی کہ اعتقادات مین تقلید نہین جائز ہی اور گویا اسپر اجماع ہی اور بعض نے جو اسمین کچھ کلام کیا ہی وہ صحیح نہین ہی یا اختلاف فقط لفظی ہی اور دونون کا مطلب ایک ہی ہی کیونکہ مثلاً یہ بات کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہی اگر کسی دوسرے کی تقلید سے مان لیا اسطرح کہ وہ مانتا ہی تو مین بھی کہتا ہون اسکے کچھ معنی نہین ہین جب تک کہ یہ یقین دکرے کہ بے شک اللہ تعالےٰ واحد لاشریک ہی اور لا الہ الا اللہ کے یہی معنی ہین- اور یہین سے علماء نے لکھا کہ مثلاً اگر ایک لڑکا مسمی زید کے باپ نے اسکے ساتھ ایک لڑکی مسماۃ ہندہ کے باپ کے بیاہ دینے سے ہندہ سے نکاح کردیا پھر دونون بالغ ہوئے پس اگر لڑکا یا لڑکی کوئی حالت بلوغ مین اپنے ایمان و اعتقاد کو موافق دین اسلام کے نہین جانتا تو وہ مومن نہین اور نکاح باطل ہوا اور واضح ہو کہ یہ ضرور نہین کہ وہ مکتب کے لڑکون کیطرح آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ فصیح عبارت مین بیان کرے بلکہ خالی عبارت کچھ مفید نہین جب تک کہ اسکے معنی نجانے اور معنی جاننا کافی ہی اگرچہ عبارت فصیح مین ادا نہ کرسکے اور مسئلہ فتاوائے عالمگیریہ وغیرہ مین مصرح ہی- اب اہل اسلام جو عموماً اس سے بالکل غافل ہین اپنی اولاد کو اعتقاد حق کی تعلیم فرض عین سمجھین اور ہوشیار ہون کہ یہ بلائے عام پھیلی ہوئی ہی- پھر مترجم کہتا ہی کہ باب اعتقاد مین اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو جسطرح قرآن مجید واحادیث صحیحہ مین آیا اور دیگر امور آخرت کو جنپر ایمان کا مدار ہی جاننا مراد ہی لہذا فروع اعمال جن سے توشۂ آخرت کمانا مقصود ہی انہین بالاجماع دلائل ظنیہ کافی ہین اور ان اعمال کے اعتقاد چونکہ تابع ہین یعنے اصل مقصود عمل ہی اور اعتقاد تابع ہی بلکہ وہ خالی آگاہ ہو کر کام کرنے کے لیے ہی تو اسمین اصل کے موافق دلیل ظنی کافی ہی مثلاً وتر واجب ہی تو مقصود یہ کہ اسپر مواظبت کرے لہذا اسکے وجوب کا اعتقاد بھی تابع اسکے ہوا لہذا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک سنت ہی تو سنت ہونے کا اعتقاد کریگا اور یہ عقائد ایمانیہ یعنی اصول ہین سے نہین ہی- یہین سے اہل اسلام پر واجب ہی کہ آپس مین ان اعمال کے کرلے یاد کرنے

-۱۰

پر باہم رنجش نہ کریں کیونکہ یہ تو اپنا اپنا توشۂ آخرت ہر شخص بہ اتباع حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کماتا ہی ہاں یہ شرک
ہوجائیگا کہ کوئی یہ کہے کہ ہمیں اللہ تعالے ورسول صلعم کے کلام وحدیث سے بحث نہیں بلکہ ہم تو فلاں امام کی بات مانینگے جو وہ کہے وہی
کہ پہلے ہمپر اُسی کی تقلید فرض ہی ہمکو اَور کچھ کام نہیں تو یہ بڑی بات اور شرک ہوگا- ہاں ادب کے ساتھ یوں کہے کہ بے شک جو اللہ تعا
والے اسکے رسول پاک صلعم نے فرمایا وہی ہمپر واجب و فرض ہی اور کسی دوسرے کا قول اسطرح ہمپر فرض نہیں لیکن چونکہ آیات واحادیث
میں ناسخ ومنسوخ ومحکم ومأول ومجمل وغیرہ ہیں اور مجھے اسقدر علم نہیں لہذا میں کسی عالم سے دریافت کر کے اللہ تعالے یا اسکے رسول صلعم
کے حکم پر عمل کرونگا کیونکہ اللہ تعالے نے یہی حکم دیا ہی کہ نجانو تو عالم سے پوچھ لو پھر مجھے بھلا معلوم ہوتا ہی کہ میں امام الفقہاء ابوحنیفہ
رحمہ اللہ علیہ کا اجتہاد دریافت کرلوں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری ہوجائیگی تو مجھے اسی پر عمل کرلینا کافی ہوگا اور رہا
وہ شخص جو کہ اتنا علم رکھتا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے اجتہادی دلائل دیکھ لے اور دوسرے فقہاء کے بھی دیکھ لے اور حقیقت سمجھ لے وہ اپنی
ذات کے واسطے اَحسن پر عمل کرے ولیکن عوام کو فتنہ میں نہ ڈالے اور اپنی تقلید کی طرف نہ بلاوے والکلام الواضح فی ہذا فی مقدمتی
للفتاوے الہندیہ ترجمہ العالمگیریہ واللہ تعالے ولی التوفیق - پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے کی صفات بدین معنی کہ مثلاً علیم وخبیر وارادہ
کرنے والا اور جسقدر صفات الٰہی ہیں سب کا علم بوحی خاص ہی اور اسمیں رائے وقیاس وغیرہ کو کچھ مجال نہیں اور ایسے بطریق کلی علم ہوگیا
کہ جو امر کہ نقص ہو مثلاً بدلیل شرعی اس سے اللہ تعالے پاک منزہ ہی اور اکثر اقوام دنیا میں ایسے ہیں کہ اپنی عقل کو اصل قرار دیکر علم صفات
الٰہی کو اسکے تابع کرتے ہیں اور یہ درحقیقت کافر ہیں بھلا کیونکر ہو سکتا ہی کہ ہماری عقل جو ادنی مخلوق ایک حکمت الٰہی کا ظہور ہی یعنی
وتعالے خالق ہی اسلئے ہماری عقل کو بھی مانند دیگر اشیاء کے پیدا کردیا تو عقل کا کام معرفت ہی نہ اثبات صفت لہذا جب تک قطعی
دلیل سے ثابت نہو تب تک مانند مشرکین کے بیٹا وغیرہ کا اعتقاد کفر ہی اور ایسے ہی جو امر ثابت ہو مثلاً دیدار الٰہی قیامت میں تو
عقل سے انکار کفر ہی- علی ہذا اکثر اقوام دنیا میں آخرت سے درحقیقت منکر ہیں بوجہ اسکے کہ وہ محسوس نہیں حالانکہ ایمان یہی ہی کہ دنیا کو
اپنے واسطے مسافرخانہ سمجھکر یہاں سے وہاں کے واسطے زادراہ باتباع رسول اللہ صلعم جمع کر کے لیجاوے اور آخرت کو پیش نظر رکھے
پھر مشرکین نے یہ دھوکا اُٹھایا کہ مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام بیٹے تھے وہ سب کے لیے کفارہ ہوگئے اب تم دنیا خوب لوٹو حالانکہ یہ ایسی بات
ہی کہ نجس وغلیظ چیز سمیٹنے کا حکم کیا ولیکن شیطان کے فریب میں آکر اسکے قائل ہوئے اگرچہ صریح خلاف عقل اور جناب باری تعالی کی شان
میں فرزند ہونا محض نقص وبالکل محال ہی اور کوئی دلیل نہیں جس سے اس عقیدہ کا ثبوت ہو حالانکہ عقائد کے لیے قطعی ثبوت ضرور ہی
تو لا محالہ انکا یہ اعتقاد اللہ تعالے پر بہتان وافتراء ہوا- قال تعالے - قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ
لَا یُفْلِحُوْنَ بے شک جو لوگ کہ افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالے پر جھوٹ کو فلاح نہیں پاتے - افتراء ہمیشہ جھوٹ ہوتا ہی لیکن آیت میں
ایسے بیان سے زیادہ شناعت کا اظہار ہی باین طور کہ جھوٹ بات تو ہر کسی کے ساتھ بری ہی پھر اللہ تعالی سے شرم کرے برخلاف اسکے شرم
چھوڑے اور جھوٹ بولا اور بڑھکر یہ کہ اللہ تعالے پر وہ جھوٹ جو بدتر ہوگیا افتراء باندھا پس انتہاء درجہ بدتر ہوگیا تو کیونکر فلاح پاوین پھر
فلاح یہ ہی کہ دوزخ سے نجات ہو اور جنت عطا ہو کیونکہ دنیا چندروزہ محض فانی ہی- افسوس ہی کہ لوگ اپنی جہالت سے دنیا کی مالداری کو
نیک بختی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل الٹا ہی کیونکہ دنیا مبغوض وملعون ہی اور جو اسمیں ہی سوائے یاد الٰہی وعلم شرع الٰہی کے سب ملعون ہی تو ایسی مغضوب
چیز جسکو دی گئی وہ نیک بخت کیسے ہوا بلکہ جسکے پاس بہت ہوا اسکو اپنے حق میں خوف چاہیے مگر آنکہ وہ اس سے دل اٹھا کر اللہ تعا

کی راہ مین خیرات کردے بہر حال دنیاوی دولت و ثروت کچھ بھی فلاح نہین ہے بلکہ دنیا مین ایمان و تقویٰ و ہدایت و استقامت فلاح ہے اور عاقبت مین اسکا نتیجہ وہ حصول فلاح ہے و اللہ تعالےٰ ولی المؤمنین والحمد للہ رب العالمین۔ اور مال و اسباب دنیاوی فانی کچھ فلاح نہین جسپر مغرور ہو کر شرک و کفر و افترا پر آمادہ ہوئے بلکہ یہ غرور انجام مین ہلاک سے بدتر ہے کما قال تعالےٰ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا اے ذلک الافتراء متاع الخ خبر مبتدا محذوف ہے یعنے یہ افترا انکا قلیل متاع دنیاوی ہے جس سے کافر ہوتے مین ڈھونڈھنا ٹھیک کرتے دین چنانچہ نصرانی عالمون بلکہ بادشاہ قسطنطین نے اس عقیدہ پر سب علماء نصارے سے دستخط کرائے اور بعضے حقانی علماء نصاری جنھون نے اس سے انکار کیا انکو عذاب سخت سے مارا اور باقی اپنی زندگی کے لالچ دستخط کرنے پر راضی ہوگئے۔ یا مبتدا محذوف جو ہم وغیرہ مناسب خبر ہے یعنے انکی زندگی چند روزہ متاع قلیل دنیاوی ہے آخر کو دار الآخرۃ کی طرف رجوع کرینگے یا خبر محذوف ہے اے لہم متاع فی الدنیا۔ یہی اولیٰ ہے یعنے انکے لیے فلاح کچھ نہین بلکہ قلیل متاع دنیاوی ہے کہ چند روزہ زندگی بھر اس دنیا سے جو محنت و مشقت کا گھر ہے تکلیف ملی ہوئی زندگی اٹھاوین۔ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری ہی طرف انکا لوٹنا یا مرجع ہے یعنی بعد موت کے دار الآخرۃ کی طرف پھرینگے اور وہان ان اعمال کا بدلا جو کچھ لیکا وہ بیان فرمایا کہ۔ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ پھر چکھاوینگے ہم انکو سخت عذاب سو یہ کچھ بلا وجہ نہین بلکہ۔ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اے بسبب کفرہم۔ ما مصدریہ ہے یعنے یہ عذاب شدید بدلا انکے کفر کرنے کا ہے۔ یہان اگر اللہ تعالےٰ چاہتے تو انکو عذاب شدید چکھا دے لیکن ترحم سے حکم دیدیا کہ دنیاوی زندگی بھر اس دنیا کو جو آخرت کے بدلے مول لی ہے جسقدر مقدر ہے سمیٹ لین بشرطیکہ دنیاوی عذاب سے بچنا مقدر کیا ہو پھر موت کے وقت سب چھوڑ کر آخرت مین جہنم کا عذاب چکھین نعوذ باللہ تعالےٰ من عذابہ الشدید۔ پھر اگلی امتون کے اپنے انبیاء علیہم السلام سے کفر و سرکشی کرنے والون کے انجام کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي

اور سنا انکو احوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا

وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ

اور سمجھانا اللہ کی باتون سے تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب ملکر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریک پھر

لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۝ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ

نہ رہے تمکو اپنے کام مین شبہہ پھر کر چلو میری طرف اور مجھکو فرصت نہ دو پھر اگر ہٹ جاؤ گے

فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

تو مین نے چاہی نہین تمسے مزدوری میری مزدوری ہے اللہ پر اور مجھکو حکم ہے کہ رہون حکم بردار

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ

پھر اسکو جھٹلایا پھر ہمنے بچا دیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے کشتی مین اور انکو قائم کیا جگہ پر اور ڈبا دیے جو

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝

جھٹلاتے تھے ہماری باتین سو دیکھ آخر کیسا ہوا جنکو ڈرایا تھا

بعد توضیح آیات بینات کے قصص انبیاء سابقین بیان فرمائے کہ آنحضرت صلعم کو تسلی اور کفار کو عبرت ہو پس فرمایا۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور پڑھ دے انپر۔ نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی۔ یعنی امر عجیب الشان جو نوح کو اپنی قوم کی دعوت مین ابتداء و انجام مین پیش آیا اور وہ یہ ہے۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب اپنی قوم سے کہا کہ۔ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اے قوم اگر بھاری و شاق ہوا تمپر میرا مقام و میرا نصیحت کرنا آیات الٰہی سے۔ مقام بفتح اول قراء کی اتفاقی قرارت ہے اور بعض نے لکھا کہ ابو رجاء و ابو مجلز و ابن الجزری نے بالضم پڑھا۔ و معنی اول موضع قیام اور معنی دوم موضع اقامت و نفس اقامت۔ پھر اگر مقامی کنایہ اپنی ذات سے ہے تو معنی یہ کہ میرا ہونا و نصیحت کرنا تمپر شاق ہوا۔ یا مراد اس سے مکث طویل ہے کیونکہ ساڑھے نو سو برس دعوت فرمائی ہے۔ یا مراد اس سے کھڑے ہوکر وعظ و نصیحت کرنا جیسا کہ واعظین کا قاعدہ ہے اور یہی اولی ہے اس لیے کہ اسی دعوت سے کفار کو عداوت انکی باتون و انکے جان و مال سے پیدا ہو گئی پس یہ اول دونون کو شامل و اصل ہے۔ حاصل یہ کہ اگر تم میری نصیحت سے ملول ہو کر میرے دشمن ہوئے ہو۔ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو مین نے اللہ تعالے پر توکل کیا۔ جملہ جواب شرط ہے یعنے مین اسکے مقابلہ مین تمھارے ساتھ یہی کرتا ہون کہ اللہ تعالے پر توکل کرون جیسے میری عادت چلی آتی ہے یا خاص توکل مراد لیا۔ اور اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے کہ۔ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ اے اعزموا۔ اجمع الامر اے نوی و عزم علیہ۔ یعنی کسی کام پر عزم کر لیا تو اجمع الامر بولتے ہین۔ یعنی جب ایسا ہے تو تم لوگ اپنے امر پر عزم کر لو اور اصل اس محاورہ کی یہ ہے کہ آدمی پہلے متفرق رہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ یہ کرون اور کبھی وہ کرون پھر کسی بات پر مجتمع ہوجاتا ہے تو نوح علیہ السلام نے گویا انکو اللہ تعالے کے صدق وعدہ پر بھروسا کرنے سے مطلع کیا کہ تم سب میری ایذا دینے پر مجتمع ہوجاؤ اور ابن الانباری رح نے کہا کہ آمر بیان وجوہ کید و مکر ہین یعنے کوئی طریقہ میری مضرت کا نچھوڑو سب جمع کرو۔ وَشُرَكَآءَكُمْ اے مع شرکائکم۔ اپنے شرکاء کے ساتھ ہو کر۔ قالہ الزجاج والفارسی و کشاف نے اسی کا مؤید قرار دیا جو بعض قراءۃ مین شرکاء بالرفع عطف بر ضمیر متصل پڑھا گیا اور بوجہ فصل کے بدون تاکید جائز ہے اور بعض نے کہا کہ و آمر شرکاءکم۔ بحذف مضاف ہے اور بعض نے کہا کہ وادعوا شرکاءکم بحذف فعل ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءۃ بھی یہی مروی ہے اور نافع رح سے ایک روایت مین فاجمعوا از جمع آیا۔ مقصود یہ کہ انکو آگاہ کیا کہ مجھے تمھاری کچھ پروا نہیں اور مجھے اللہ تعالے پر بھروسا ہے تم سب مجتمع ہو اور عزم کرلو میری ایذا پر۔ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہو جاوے تمھارا کام تمپر گھمڈا۔ قالہ الزجاج رح یعنے در پردہ مت رکھو کہ تم لوگون کو آپس مین کھلے نہیں بلکہ آپس مین خوب صاف کھلے کھلے یہ ارادہ مصمم کرلو کہ نوح کو ہلاک کرو۔ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر میری طرف یہ امر جسکا عزم کیا ہے پورا کرو۔ بعض قراءۃ مین افضوا بالفاء آیا بمعنی پہونچانا۔ یا کھلکر نکل آنا۔ مراد یہ کہ پھر سب کے سب جمع ہوکر مجھپر چڑھائی کرو اور جو بدی چاہتے ہو مجھکو پہونچاؤ۔ وَلَا تُنْظِرُوْنِ اے ولا تمھلونی۔ اور مجھے کچھ مہلت مت دو۔ حاصل آنکہ انکو ایسے گناہ و کفر کا حکم خواہ مخواہ نہیں دیا بلکہ انکو گویا دلیل و صدق کے ساتھ آگاہ کیا کہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہے بغیر اسکے حکم کے کچھ نہیں ہوسکتا چنانچہ مین تمھاری کچھ پروا نہیں کرتا تم اسطرح مجتمع ہو جاؤ۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے میری نصیحت سے منھ موڑا تو تمھاری نادانی ہے۔ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ مین نے پہلے تو تم سے کچھ اجرت و مال نہیں مانگا بلکہ بے غرض خالص اللہ تعالے کے واسطے تمھاری بھلائی کو نصیحت کی پھر تمپر کیون بھاری ہوئی۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اور میرا ثواب

تو اللہ تعالےٰ ہی پر ہے یعنے مجھے تو میرے پروردگار ہی نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ دیا ہے پس مجھے اُسی پر یقین کامل ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالےٰ سے ثواب ملنے پر یقین کامل رکھے پس حضرت نوحؑ نے اپنے ثواب کا یقین کیا اور انکے ایمان لانے یا منھ موڑنے کی کچھ پروا نہ کی اور کہا کہ میرا ثواب اللہ تعالےٰ کے فضل پر ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا کہ مین مسلمین سے ہو جاؤن یعنے اللہ تعالےٰ کے حکم کا مطیع و منقاد ہون اور خلاف نہ کرون اور نہ کسی دوسرے سے امید رکھون۔ فَكَذَّبُوْهُ پھر کافرون نے اسکو جھٹلایا یعنے جھٹلانے پر اڑے رہے اور سب نصیحت برباد کی اور سرکشی انتہا کو پہونچائی اور ظاہر کردیا کہ حجت مین کوئی دقیقہ مخفی نہ تھا بلکہ محض عناد اور تمرد سے جھٹلانے مین انتہا کردی۔ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ پس نجات دی ہم نے اسکو غرق سے اور ان سب کو جو اسکے ساتھ تھے کشتی مین یعنے ایمان لائے تھے اور انکی تعداد اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اسّی تھے چالیس مرد و اسیقدر عورتین۔ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ اور کردیا ہم نے ان سب کو خلیفہ یعنے غرق ہو جانے والون کے پیچھے زندہ رہجانے والے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور غرق کردیا ہم نے ان کافرون کو جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو یعنے طوفان مین ڈباکر ہلاک کردیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ سو تو دیکھ کہ کیسے ہوا انجام انکا جنکو انذار کیا گیا تھا۔ تہویل ہے اور کفار کو تہدید و تحذیر ہے اور آنحضرت صلعم کو تسلی دی ف۔ فی العرائس وقولہ وامرت ان اکون من المسلمین یعنے مسلمین اسلام نوح علیہ السلام اور یہ جلال و عظمت کبریائی کے حضور مین انقیاد نفس ہے کیونکہ بحر توحید و تجرید و تفرید مین حدث سے انانیت نفس کا خطرہ آجاتا ہے اس سے نفی کی اور کمال ادب سے انقیاد رکھا کیونکہ نوح علیہ السلام انبیاء اولوالعزم سے ہین جو صحو مین رہے کہ انکے اسرار ہمیشہ تحت ذیل انوار تھے۔ بعض نے کہا کہ اسلام یہ کہ سالم رہے سر باطن اسکا قلب سے اور قلب اسکا نفس سے اور نفس اسکا زبان سے اور زبان اسکی کذب و غیبت و بہتان سے۔ قلت وفی الحدیث مسلم وہ ہے جسکی زبان و ہاتھ سے لوگ سلامت رہین۔ قولہ تعالےٰ۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا

پھر بھیجے ہمنے اُسکے پیچھے کتنے رسول اپنی اپنی قوم مین پھر لائے اُن پاس کھلی نشانیان سو ہرگز نہوے کہ یقین لاوین

كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ○

جو بات جھوٹلا چکے پہلے سے اسیطرح ہم مہر کرتے ہین دلون پر زیادتی والون کے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر ہم نے بھیجا بعد نوح علیہ السلام کے رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ رسولون کو انکی قوم کی طرف یعنے ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہم السلام کو انکی اقوام کی طرف ارسال فرمایا۔ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس لائے یہ رسول اپنی قوم پاس بینات یعنی کھلے معجزات لائے کہ صاف انکے دعوے نبوت ثابت ہوتے تھے۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بس ٹھیک نہوئے کہ ایمان لے آوین کیونکہ کفر پر جم رہے تھے اور ازل مین مطرود ہو چکے تھے تو ایمان لانے والے نہ تھے۔ بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اس بات پر جسکو رسولون کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ یا جسکو قوم نوح والے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے یا جس بات کو ازل مین جھٹلا چکے تھے کیونکہ ازلی کا اقرار اسلئے باکراہ تھا۔ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ایسے ہی ہم مہر کردیتے ہین حد سے بڑھنے والون کے دلون پر۔ قال البیضاوی رح ایسی آیات الٰہی صاف معرفت دیتی ہین کہ

جو افعال واقع ہوتے ہیں سب اللہ تعالےٰ کی قدرت و مشیت پر ہیں اور بندہ اُنکا کمانے والا ہی اور یہی اہل السنۃ کا اجماعی مذہب ہی اور اسی پر تمام انبیار گذرے ہیں - پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کے قصہ سے شبہات کو دور کیے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰى وَهٰرُونَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

پھر بھیجا ہمنے انکے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اُسکے سرداروں پاس اپنی نشانیاں لیکر تو تکبر کرنے لگے

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا

اور وہ تھے لوگ گنہگار پھر جب پہونچی انکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے بیشک یہ تو

لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ

جادو ہے صریح کہا موسیٰ نے تم یہ کہتے ہو تحقیقی بات کو جب تمہارے پاس پہونچی کوئی جادو ہے یہ اور بھلا نہیں پاتے

السّٰحِرُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا

جادو کرنیوالے بولے کیا تو آیا ہے کہ ہمکو پھیر دے اُس راہ سے جس پر پائے ہمنے اپنے باپ دادے اور تم دونوں کو

الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○

سرداری ہو اس ملک میں اور ہم نہیں تمکو ماننے والے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے بعد ان رسولوں کے جنکا ذکر اوپر ہوا - مُوسٰى وَهٰرُونَ موسیٰ ؑ کو نبی اول اور ہارون کو مستقل نبی و موسیٰ کا وزیر کرکے - اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فرعون اور اسکے ملأ کی طرف یعنی اسکے اشراف قوم کی طرف یا مطلق قوم کی طرف - بِاٰيٰتِنَا اپنی آیات کے ساتھ یعنی نو معجزات سے جو صریح عاجز کرنے والے تھے اور فرعون باوجود دعوی الوہیت کے انکے مقابلہ سے عاجز آگیا تھا اور اسکی قوم احمق پھر بھی اسکو مانے جاتی تھی - فَاسْتَكْبَرُوْا پس فرعون و اسکی قوم نے استکبار کیا یعنے دونوں انبیار کی اتباع سے سرکشی کی - وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ اور فرعون والے تھے ایک مجرم قوم - یعنی ازل میں مجرم قرار پائے تھے یا یہ لوگ جرم کرنے کے عادی ہو رہے تھے اسی واسطے اپنے پروردگار کے رسول کو نہ مانا اور اسکو دور کرنے کی جرأت کی - فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پھر جب آگیا انکے پاس حق ہماری طرف سے یعنے پے در پے معجزات واضحات سے حق کھل گیا کیونکہ شک بالکل مٹا اور مقابلہ محال ہوا - قَالُوْٓا تو کمال تمرد و عناد سے کہنے لگے کہ - اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ بے شک یہ تو جادو کھلا ہوا ہی یعنے جادو ہونا ظاہر ہی یا فن سحر میں بہت واضح ہی - قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ موسیٰ علیہ السلام بولا کہ کیا تم کہتے ہو حق کو جب تمہارے پاس آگیا کہ یہ سحر ہی یعنے حق کو سحر کہتے ہو - مقولہ حذف ہوا کیونکہ ماقبل اسپر دلالت کرتا ہی اور قولہ اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ سحر ہی - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ مقولہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فرعونیوں نے تو سحر ہونا قطعی کہا تھا اور یہ بطریق استفہام ہی بلکہ یہ جملہ مستانفہ انکے قول پر انکار کے لیے ہی یعنے تم حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ سحر ہی - اور اگر استفہام تقریری لیا جاوے تو ہو سکتا ہی یعنے تم اس حق کو سحر قرار دیتے ہو - وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ اور حال یہ ہی کہ جادوگروں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی - پس میں جان بوجھکر کیوں سحر کرونگا - یا سحر ہوتا تو مٹ جاتا اسطرح ظاہر ہونا جسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا سحر نہیں ہی - قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا بولے کہ بھلا

تو ہمارے پاس آیا ہی کہ ہم کو موڑ دے اس طریقہ سے جس پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا۔ یعنی تو ہم کو ہمارے باپ دادون کی راہ سے موڑ کر اپنی طرف مائل کرنے کو آیا ہی۔ وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ اور تاکہ زمین مین تمھین دونون کے لیے بڑائی ہو یعنے تم بادشاہ بن بیٹھو اور ہم تمھارے تابع ہون۔ وے لوگ بادشاہ کو صفات مین متکبر قرار دیتے تھے۔ حاصل آنکہ فرعونی بولے کہ تو اسواسطے آیا کہ ہم کو اپنی طرف موڑے اور بادشاہ بن بیٹھے۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ اور ہم تو کبھی تم دونون پر ایمان لانے والے نہین ہین۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہی کہ مقابلہ جادوگرون سے پہلے بھی بعض فرعونیون نے قطعی دائمی کفر پر اصرار ظاہر کیا تھا اور شاید یہ آخری مقولہ انکا یہان بیان فرمایا۔ بالجملہ ماننے سے انکار کر کے مقابلہ پر امادہ ہوے چنانچہ بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

اور بولا فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آئے جادوگر کہا انکو موسی نے

أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ

ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر جب اُنھون نے ڈالا موسی بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے

اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ

البتہ اب اللہ اُسکو بگاڑتا ہی اللہ نہین سنوارتا شریرون کے کام اور اللہ سچا کرتا ہی سچ کو

بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانین گنہگار

ع ۸ ۱۲ ۱۳

واضح ہو کہ فرعون نے ربوبیت کا دعوی کیا اور تمام قبطیون وغیرہ سے اپنی بندگی کراتا تھا جب موسی علیہ السلام معجزہ عصا اور ید بیضا کے ساتھ بھیجے گئے اور وہ عاجز ہو کر انکو ساحر کہنے لگا اور معجزہ کو جادو ٹھہرایا تو حضرت موسی علیہ السلام سے مقابلہ کی نیت کی چنانچہ اللہ تعالے نے اُسکا قصہ متفرق مقامات کلام مجید مین ہر مقام کے سیاق نصیحت وعبرت کے موافق بیان فرمایا چنانچہ یہان اوپر کے سیاق مین کفار عرب کا موعود آخرت مین شک وغیرہ کرنے کا فعل وہی فرعونی خصلت تھی کہ کہنے لگے احق ہو قل اے وربی انہ الحق۔ پھر نبوت سے مقابلہ بانکار وافعال پر آمادہ ہوے جیسے فرعون نے کیا۔ کما قال تعالے۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ اور فرعون نے کہا یعنے اپنے لوگون سے کہ لے آؤ میرے پاس ہر جادوگر خوب جاننے والے کو یعنے جو فن سحر کو خوب جانتا ہو۔ حمزہ وکسائی نے سحار علیم پڑھا اور یہ مبالغہ ہی۔ پھر فرعون کے حکم سے بکثرت جادوگر دور دور سے جمع ہوے اور مقابلہ کا ایک روز معین کے کنارے میدان اسکندریہ مقرر ہوا اور اُسدن ہزارون لاکھون آدمی اس وسیع میدان مین جمع ہوئے فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ پھر جب جادوگر لوگ آئے یعنی میدان مین کھڑے ہوے۔ اور موسی مع ہارون کے دوسری جانب کھڑے ہوے قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ تو موسی ؑ نے جادوگرون سے کہا۔ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ میدان مین ڈالو جو تمھین ڈالنا ہی۔ پہلے ساحرون نے پوچھا تھا تو موسی ؑ نے یہ جواب دیا اور مقصود یہ تھا کہ خلق پر ظاہر ہو جاوے کہ یہ سب جادو تھا جو نظرون مین ایسا ہولناک معلوم ہوتا ہی پھر معجزۂ الٰہی اسکو باطل کر دے تاکہ سب لوگ معجزہ کی تصدیق کرین اور یہ مراد نہین کہ اُنسے جادو کرنے کو کہا تاکہ یہ شک ہو

کہ جادو کرنا اور اسکا حکم دینا دونون کفر وحرام ہین چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا پھر جب ساحرون نے پھینکا یعنے رسیان وغیرہ ڈالے کہ وہ سحر سے اژدہے نظر آئے اور رینگنے لگے اور لوگون کی نظرون مین سحر عظیم لائے حتی کہ موسی ؑ کچھ جھجکے پھر بوحی الٰہی مطمئن ہوکر۔ قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ موسیٰ نے کہا کہ یہ جو تم لائے ہو یہی جادو ہے اور جس معجزہ کو فرعون و اسکی قوم نے جادو قرار دیا تھا وہ جادو نہین ہے۔ ابو عمرو رح کی قراءۃ مین آلسحر بمد الف ہے تو ما جئتم مین ما استفہامیہ ہے اور معنی یہ کہ موسی ؑ نے کہا کہ یہ کیا تم لائے ہو کیا جادو ہے۔ یا یہ جادو ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ البتہ اللہ تعالے اسکو باطل کریگا یعنے میٹ دیگا یا اسکا باطل ہونا ظاہر کریگا اس دلیل سے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ اللہ تعالے نہین ٹھیک کرتا یعنے ثابت وقوی نہین کرتا بدکارون مفسدون کا کام۔ جملہ استینافیہ گویا علت کلام سابق ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ جادو بھی افساد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بے شک اسکا کرنا ائمہ فقہاء کے نزدیک کفر ہے اور حرمت کبیرہ ہونے پر اجماع ہے۔ پھر بیضاوی رح نے لکھا کہ یہ بھی دلیل ہے کہ جادو تمویہ ہے اسکی کچھ حقیقت نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک جادو واقعی امر ہے اگرچہ اسکا کرنا کفر ہے لہذا سراج مین خطیب رح نے قول بیضاوی رح کی تاویل کی کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی الآت وادویات سے بنانے کے مانند عمل مین لایا جاتا ہے اور یہ مراد نہین کہ وہ کوئی چیز ہی نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی کی مراد فرق درمیان معجزہ وسحر کے ہے یعنے معجزہ اُن چیزون مین سے ہے جو افعال الٰہیہ حقہ ہین اور سحر ان افعال مین سے جو باطلہ ہین جیسے توحید وکفر ہے کہ توحید حق ہے اور کفر اگرچہ ہزارون مخلوق کا اعتقاد ہے مگر باطل ہے اور خالق ہر ایک چیز کا اللہ تعالے ہے اور یہ مراد نہین کہ سحر کوئی چیز نہین بلکہ از قبیل مکر وفریب کے حیلہ گری ہے کیونکہ سورہ بقرہ مین صاف اسکی تحقیق گذری علاوہ برین یہان فرمایا کہ ان اللہ سیبطلہ یعنی اللہ تعالے اب اسکو باطل کریگا پس اگر وجود ہی نہوتا تو باطل کرنا کچھ معنی نہین اور بطلان ظاہر کرنا ایسا ہی ہے جیسے بدر کے واقعہ مین کفر کا بطلان ظاہر فرمایا اور حق کو ثابت کیا ویسا ہی یہان فرمایا۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور جماتا ہے اللہ تعالے حق کو اپنے کلمات سے یعنی حکم وقضا سے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اگرچہ مجرم برا جانا کرین۔ کیونکہ مجرمون کی پسند تو فساد وبدکاریان ہین۔ واضح ہو کہ پھر موسیٰ ؑ نے اپنا عصا ڈالا وہ سانپ ہوکر ان کی رسیان و لکڑیان وغیرہ سب نگل گیا لہذا آخر مجمع عظیم کی طرف بڑھا جس سے بھگدڑ کے تلے اور گرنے سے ہزارون آدمی مرے اور ساحرین چونکہ فن سحر سے خوب واقف تھے یقین کر گئے کہ یہ سحر نہین جیسے اہل عرب بلیغ و فصیح تھے یقین کر گئے کہ قرآن مجید کلام بشر نہین ہے اور یہ انکا عناد تھا کہ اسکو سحر کہنے لگے جیسے فرعون نے ساحرون کے ایمان لانے کو حیلہ نکالکر انکو پھانسی کی دھمکی کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ انکا سردار استاد ہے یہ سب سے بڑا ہے یہ محض اسکا عناد تھا۔ قال تعالیٰ۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ

پھر کسی نے نہ مانا موسی کو مگر کتنے لڑکون نے اسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور انکے سردارون سے کہ

يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

انکو بچلادے اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک مین اور اُسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے اور کہا موسی نے اے قوم

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا

اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسا کرو اگر ہو حکم بردار تب بولے ہمنے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمیں

لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظلمین ۝ ونجنا برحمتک من القوم الکفرین ۝

نہ آزما　زور　اس ظالم　قوم کا　اور چھڑا اسکو اپنی مہر کر　اس منکر　قوم سے

فما آمن لموسیٰ پس تصدیق نہیں کی موسیٰؑ کی - الا ذریۃ من قومہ مگر قوم فرعون کی ذریت نے یعنی قلیل نے -
یہ تفریع ہی بیان سابق پر یعنے اس تحقیق الحق اور ابطال الباطل سے سب کفار کا مسلمان ہونا چاہیے تھا خصوص جبکہ ساحر لوگ مسلمان
ہوگئے تھے مگر یہ نہوا بلکہ کوئی ایمان نہ لایا سوائے قلیل کے اور وہ مومن از آل فرعون و اسکی بی بی آسیہ اور اسکا خزانچی مع جورو کے
اور مانند انکے چند آدمی قوم فرعون کے مسلمان ہوئے وہ بھی - علیٰ خوف من فرعون وملائہم ڈرتے ہوئے فرعون اور
اپنے ملا یعنے ارکین سلطنت سے - ان یفتنہم یہ کہ فتنہ مین ڈالے فرعون انکو - یعنی ذریت بھی اسلام لائی تو ایسے ڈرتے تھے کہ
فرعون انکو عذاب مین نہ ڈالے جس سے ایمان سے پھیر جانے کا خوف تھا - ہذا ما رواہ العوفی عن ابن عباس واختارہ ابن کثیر رحمہ اللہ
ان الذریۃ من غیر قوم موسیٰ - بعض نے قومہ کی ضمیر موسیٰؑ کیطرف راجع کی یعنی بنی اسرائیل مین سے بوڑھے بسبب خوف فرعون کے ایمان
نہ لائے اور نوجوان ذریت ایمان لائی اور ملائہم کی ضمیر فرعون کیطرف بدین معنی کہ وہ انکا بادشاہ تھا تو ضمیر تعظیمی مین عادت جمع لانے کی
مفرد کے لیے ہی - فقولہ ملائہم اے ملائہ - اور ابن کثیر رحؒ نے باوجود اختیار ابن جریر کے اسکو رد کر دیا کیونکہ بنی اسرائیل سب قدوم موسیٰؑ
کو جانتے اور مشہور رہی کہ سب ایمان لائے اور آیات اسپر شاہد ہین - اور بعض نے کہا کہ فرعون سے مراد آل فرعون ہی جیسے ربیعہ ومضر
وقریش وغیرہ تو ملائہم - یعنی اشراف آل فرعون ہوا - ابن کثیر رحؒ نے ان وجوہ کو مستبعد قرار دیا - اور جو پہلے مذکور ہوا وہ اولیٰ ہی - کیونکہ
یفتنہم مین بھی پھیر تاویل کی ضرورت نہین ہوتی کہ یہان فرعون کی طرف ضمیر مفرد اس لیے کہ ظاہر ہو کہ ملاء کا خوف بسبب فرعون کے تھا -
فافہم - وان فرعون لعال فی الارض اور بے شک فرعون علو چاہنے والا تھا زمین مین - وانہ لمن المسرفین اور بیشک
وہ مسرفین سے تھا یعنے تکبر و سرکشی مین حد سے بڑھ گیا تھا حتی کہ ربوبیت کا دعوی کیا حالانکہ تکبر کسی حد تک ہو حرام ہی - یہ آیت دلیل ہی کہ
یہ لوگ فرعون وقوم فرعون ایسے بندون مین سے نہین جنکے لیے اللہ تعالے نے دار الآخرۃ کا وعدہ فرمایا بقولہ تلک الدار الآخرۃ نجعلہا
للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا - یعنی یہ دار الآخرۃ ہی ہم اسکو ان بندون کے لیے کرینگے جو زمین مین نہین چاہتے ہین علو
اور نہ فساد الخ - وقال موسیٰ اور کہا موسیٰ نے یعنی جب مومنون کو فرعون سے خوفناک دیکھا تو کہا - یقوم ان کنتم
آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تو اسی پر از انجملہ یہ اعتقاد کہ وہی جو چاہے کرے تو اسی پر
توکل کرو اسی پر بھروسا کرو - ان کنتم مسلمین اگر تم انقیاد کرنے والے قضاء الٰہی کے اور اسی پر اخلاص رکھنے والے ہو -
بیضاوی رحؒ نے کہا کہ یہان حکم کو دو شرط پر معلق نہین کیا کیونکہ وجوب توکل تو ایمان پر معلق ہی کیونکہ یہی اسکا مقتضا ہی اور اسلام سے
مشروط اسکا حصول ہی کیونکہ تخلیط کے ساتھ وہ نہین پایا جاتا ہی اور نظیر اسکی یہ ہی کہ اگر تجھے زید بلاوے تو چلا جانا اگر تجھسے ممکن ہو -
قال المترجم واضح ہو کہ ایک حکم دو شرط سے معلق ہو سکتا ہی مثلاً کسی نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوا تو تو آزاد ہی اگر
تو نے زید سے کلام کیا - اور آیت کے معنی بنا بر قول بیضاوی رحؒ کے یہ ہوئے کہ اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو تو ایمان کا مقتضا ہی کہ توکل
ہو پھر جب تم مخلص ہوئے اور انقیاد کر لیا تو تم کو توکل حاصل ہو جائیگا اور محصل یہ کہ تم مومن خالص ہو کر توکل کی صفت سے آراستہ ہو جاؤ -
فرعون نے بعد واقعہ ساحرون کے بنی اسرائیل مین سے نرینہ اولاد کو قتل و اسیر سختی شروع کی تھی - فقالوا علی اللہ توکلنا تو قوم نے

کہاکہ اللہ تعالے ہی پر ہم نے بھروسا کیا- قال البیضاوی رح یہ لوگ مومن مخلص تھے انھون نے دعا کی- رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ اے رب ہمارے ہمکو مت کیجیو فتنہ قوم ظالم کے لیے یعنی ہمپر انکو مسلط نہ کیجیو کہ فتنہ مین ڈالین- کذا روی عن مجاہد
وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ اور ہم کو نجات دیجیو اپنی رحمت سے کافر قوم سے یعنی فرعونیون کے مکر سے ولنکے قبیح
ویدارسے- پس انکے اخلاص سے انکی دعا قبول ہوئی- طیبی رح نے کہاکہ دعا کا قبول ہونا قولہ تعالے ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب
المهين من فرعون الآیہ سے معلوم ہوا- قال البیضاوی رح توکل کو دعا پر مقدم کرنے مین تنبیہ ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہیے
کہ پہلے توکل کرے تاکہ دعا قبول ہو- واضح ہو کہ فتنہ کسی قوم کے لیے یون بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قوم اسپر اسطرح غالب ہو کہ اپنے آپ کو
حق پر سمجھنے لگے جیسے نصارے اپنے غلبہ سے اپنے کو حق پر سمجھتے ہین حالانکہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین جبکہ امت اسلامیہ
مین فساد آجائیگا تو نصرانی تمام روے زمین مین سب سے زیادہ اور غالب ہونگے- پس یہ حدیث صریح اسلام کی حقیت پر شاہد ہے
وقد رایت فی تفسیر الحافظ ہذا المعنی روے عن ابی مجلز وابی الضحی- اور نظیر اسکی دوسری حدیث ہے جسمین مومن متقی کی نسبت پہاڑون
مین گلہ بکریون کا لیکر عبادت پروردگار کا حکم دیا ہے فرمایا ویدع الناس من شرہ- اور لوگون کو اپنے شر سے الگ کردے یعنی لوگ
اس پرہیزگار کو ایذا دینگے اور عذاب مین پڑینگے تو یہی اسطرح رہے کہ وے فتنہ مین نہ پڑین وعلی ہذا یہ فائدہ نکلا کہ مومن اپنی ذات
سے کسی شخص کی گمراہی نہین چاہتا اللہم ربنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین ف — فی العرائس قولہ
تعالے ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین- یعنی اگر تم نے اللہ تعالے کو پہچان لیا اور اسکی ربوبیت کی بندگی کے ساتھ مطیع و
منقاد ہو تو اسی پر توکل کرو کیونکہ معرفت وانقیاد وعبودیت ہونا موجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے خالق کے سپرد کرے کہ وہ جسطرح چاہے
اسمین تصرف کرے اور یہ بندہ اسکے شربت امتحان کو اگرچہ کیسا ہی تلخ ہو لذت کے ساتھ نوش کرے- ابراہیم الخواص رح سے
پوچھا گیا کہ معنی قولہ فعلیہ توکلوا- کیا ہین فرمایا کہ سبب کو اللہ تعالے کی طرف سے بلا واسطہ جان لے- پھر واضح ہو کہ بنو اسرائیل کے
کنائس وبیعہ مصر مین چلے آتے تھے فرعون نے انکو خراب کردیا تو اللہ تعالے نے حضرت موسی وہارون کو حکم دیا- بقولہ تعالی

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً

اور حکم بھیجا ہمنے موسی کو اور اُسکے بھائی کو کہ ٹھہراؤ اپنی قوم کے واسطے مصر مین سے گھر اور بناؤ اپنے گھر قبلے کیطرف

وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے ایمان والون کو

خطیب رح نے ذکر کیا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی کیفیت مین تین وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ ابتدائی حکم حضرت موسی وانکے ساتھیون
کے لیے آیا تھا کہ کافرون کی ایذا ہر دہی وغیرہ سے بچنے کے لیے اپنے گھرون مین خفیہ نماز پڑھین جیسے ابتداء اسلام مین مکہ مین مومنین کو حکم
ہوا- دوم یہ کہ جب موسی علیہ السلام بھیجے گئے تو فرعون نے عداوت سے بنی اسرائیل کے بیعہ وکنائس خراب کردیے تو حکم ہوا کہ گھرون مین مساجد بناکر
نماز پڑھین- سوم یہ کہ فرعون کی عداوت سے اللہ تعالے نے موسی وہارون کو علانیہ مساجد بنانے کا حکم کیا اور انکی حفاظت کی کفالت
فرمائی- قلت الوجہ الثانی اقرب منہ الاول فافہم قال تعالے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسی واسکے بھائی
ہارون کو اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا یہ کہ تم دونون منزل وٹھکانا بناؤ اپنی قوم کے لیے بِمِصْرَ بُيُوْتًا شہر مین بیوت جنھین رہا کردیا عبادت

کے لیے وہان جایا کرو- وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ تم دونون مع اپنی قوم کے- بُیُوْتَكُمْ اپنے بیوت کو یعنی اپنے گھرون کو- قِبْلَةً قبلہ یعنی مُصلّی جگہ نماز پڑھنے کی کذا قالہ ابراہیم ومجاہد وابو مالک والربیع والضحاک وزید بن اسلم- یا مراد مساجد ہین یعنی مساجد بناؤ جو بجہت قبلہ ہون- کذا رواہ عکرمہ عن عباس- اور بجہت قبلہ یعنی کعبہ ہون کذا قال مجاہد وقتادہ والضحاک- موسیٰ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے- مترجم کہتا ہی کہ ابن القیم رح نے تحقیق کیا کہ قبلہ انکے لیے معین نہوا تھا صرف اجتہاد پر تھا چنانچہ صخرہ بیت المقدس اختیار کیا اور یہ کلام الٰہی اسکا مؤید ہی اور شاید ابتدا مین بجانب کعبہ ہو پھر شام مین حکم اجتہادی ہوا وفیہ نظر فان جہۃ المشرق اتخذوا قبلۃ وذلک بمعرا وضح کما لایخفی- وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ان بیوت مین جو بجہت قبلہ ہین- بیضاوی رح نے کہا کہ ابتدا سے حال مین انکو گھرون مین نماز کا حکم تھا کہ کافر ظاہر ہو کر انکو فتنہ مین نہ ڈالین قلت ہکذا قالہ مجاہد وابراہیم وغیرہم اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ امر شاید واللہ اعلم اس جہت سے تھا کہ جب فرعون کی طرف سے انکو بلائین سخت پہونچین تو انکو کثرت نماز کا حکم ہوا کما قال تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ الآیہ- اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم پر جب کوئی امر جاری ہو جاتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اخرجہ ابو داؤد وغیرہ- اسیطرح بنو اسرائیل کو حکم ہوا کہ اپنے بیوت قبلہ رخ بنا کر انمین نماز قائم کرو- وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بشارت دے اے موسیٰ مومنون کو یعنے دنیا مین نصرت وفتح کی اپنے دشمنون پر اور آخرت مین جنت ونعمت باقیہ کی- واضح ہو کہ اول آیت مین موسیٰ وہارون کو خطاب کیا کیونکہ معابد بنانا ہر پرست کے مشورہ سے ہوتا ہی اور یہی دونون حضرت رسول تھے پھر درمیان مین ضمیر جمع فرمائی کیونکہ واجعلوا بیوتکم قبلۃ مین قبلہ بنانے کا حکم ہی جسکو ہر ایک پر بنانا فرض ہی پھر آخری بشارت مین خطاب مخصوص موسیٰ علیہ السلام پر کر دیا کیونکہ بشارت دینا صاحب الشریعہ کا کام ہی اور وہ فقط موسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ ہارونؑ انکے وزیر تھے جیسے ابراہیمؑ کے ساتھ لوطؑ تھے- پھر آخر مین بشارت اس لیے فرمائی کہ غرض اصلی عبادات مین یہی بشارت ہی اور وہ چیز جسکی بشارت ہی اس لیے مبہم رکھی کہ وہ عقل بشری سے باہر ہی- پھر لطیف اسرار کے ساتھ دعاے موسیٰ کو ذکر فرمایا- بقولہ تعالیٰ

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہی فرعون کو اور اُسکے سردارون کو رونق اور مال دنیا کی زندگی مین

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ

اے رب اسواسطے کہ بہکاوین تیری راہ سے اے رب مٹا دے اُنکے مال اور سخت کر اُنکے دل

فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

کہ نہ ایمان لاوین جبتک دیکھین دکھ کی مار

وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰؑ نے یعنی اپنے پروردگار سے دعا کی درحالیکہ ہارونؑ حاضر تھے کہ- رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ اے رب ہمارے تو نے عطا کیا فرعون کو- وَمَلَاَهٗ اور اسکے گروہ یا اشراف کو- زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زینت واموال یعنی لباس وگھوڑے وخادم وغیرہ جنسے زین ہوتا ہی اور روپیہ اشرفی ملک وغیرہ جو انواع اموال ہین تو نے سب فرعونؑ اسکے ملاء کو دیے دنیا کی زندگی مین- رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ اے رب ہمارے تاکہ وے بھٹکین یا بھٹکاوین تیری راہ سے- قال ابن کثیر رح بعض نے لیضلوا بالفتح پڑھا یعنی خود بھٹکین اور بعض نے بالضم پڑھا یعنے دوسرون کو بھٹکاوین- قال البیضاوی رح صیغہ امر ہی اور بددعا

بلفظ امر اسطرح اسوجہ سے فرمائی کہ فرعونیون کے ساتھ ممارست سے حال معلوم ہوگیا کہ انکے سوائے اب یہ لوگ کسی اچھے حال پر نہ آوینگے جیسے آدمی لعنت کرتا ہو ابلیس پر۔ اور بعض نے کہا کہ لام عاقبت ہو اور متعلق آتیت سے ہو یعنے تو نے دیا تاکہ انجام یہ ہو کہ تیری راہ سے بھٹکین۔ اور محتمل ہو کہ لام علت ہو یعنے اسواسطے دیا کہ بھٹکین کیونکہ کفر پر نعمتون کا ملنا استدراج ہو تاکہ کفر پر ثابت قدم رہین اور نیز یہ کہ جب انھون نے ان اموال واملاک کی وجہ سے ایمان چھوڑا بخوف آنکہ موسی علیہ السلام کو بادشاہت ہو تو گویا اسواسطے انکو یہ زینت و اموال ملے کہ راہ سے بھٹکین پس بطریق تاکید کے مکرر ہوگا اور تنبیہ ہوگی کہ بد دعاء سے مقصود یہ کہ انکی ضلالت وکفر کا حال عرض کیا اور یہ توطیہ آگے کی بد دعاء کے لیے ہو۔ قلت وسیاتی التحقیق فی ذلک۔ بہرحال پہلے موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ تو نے فرعونیون کو دنیا مین یہ اموال دیے کہ راہ سے بھٹکین۔ پھر موسی علیہ السلام نے دوسرون کی خیرخواہی سے چاہا کہ یہ مانع ان کافرون کے پاس سے دور ہو تاکہ اور لوگ جو بھٹکے ہین انکا فانی ہونا جانکر ایمان پر آوین تو دعاء کی کہ۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ ۔ اے رب ہمارے انکے مالون پر طمس کردے یعنی اموال کو ہلاک کردے۔ قالہ ابن عباس ومجاہد یا محو کردے۔ ضحاک وابوالعالیہ وربیع نے کہا کہ اللہ تعالے نے ان اموال کو اس دعاء پر پتھر کردیا مگر انپر نفس ویسے ہی غالب تھے جیسے پہلے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو خبر پہونچی کہ انکی کھیتیان پتھر ہوگئین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ محمد بن کعب رح نے عمر بن عبدالعزیز کو سورۂ یونس سنائی تو اس آیت پر عمر نے پوچھا کہ طمس کیا تھا فرمایا کہ جملہ اموال پتھر ہوگئے تو عمر نے غلام سے ایک تھیلی جو بقیہ قوم فرعون کی انکے ہاتھ آئی تھی منگوائی جسمین چنے و انڈے وغیرہ سب پتھر کے ہوگئے تھے۔ قال المترجم ظاہر یہ ہو کہ پھر بددعاء موسی علیہ السلام انپر سے یہ عذاب دور ہوگیا تھا وعلی ہذا احتمال ہو کہ بعض اموال ویسے ہی رہگئے ہون تاکہ عبرت رہے۔ بالجملہ بد دعاء کی کہ اموال طمس کردے۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۔ اور سخت کردے انکے دلون پر۔ یعنی دلون کو قاسی کردے اور انپر مہر کردے کہ ایمان کے لیے نہ کھلین۔ قالہ ابن عباس رض۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۔ پس نہ ایمان لاسکین یہانتک کہ دکھ والا عذاب دیکھین۔ جواب دعاء ہو یا خود بلفظ نہی دعاء ہو۔ قلت حرف حتی عدم ایمان کی انتہاء ہو یعنے ایمان نہ لاوین یہانتک کہ یہ عذاب دیکھین۔ پھر اسوقت ایمان کا وقت ہی نہین ہو۔ اور یہ ایک دلیل قوی خفیہ کے لیے ہو کہ حتی کے بعد حکم کا انتظار رہتا ہو اور وہی پہلا حکم متعین نہین ہوجاتا چنانچہ یہان یہ نہین ہوا کہ عذاب الیم دیکھکر ایمان لاوین۔ قال ابن عباس رض عذاب مذکور غرق البحر ہو۔ بعض نے اشکال کیا کہ رسول اپنی قوم کی ہدایت چاہتا ہو نہ گمراہی پھر بد دعاء کیونکہ ہو اور جواب یہ کہ نبی اپنی قوم پر بحکم الٰہی بد دعاء کرتا ہو یا آگاہ فرمادیتا ہو کہ انمین کوئی مومن نہوگا جیسے نوح علیہ السلام کو بقولہ واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد امن الآیۃ۔ تبھی انھون نے بد دعاء کی کہ۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیۃ۔ ایسے ہی موسی ہونے بعد العلم یہ دعاء فرمائی ہو۔ ولہذا قولہ لیضلوا بالفتح بصیغہ امر ہونے مین اشکال نہین ہو پھر دعاء قبول فرمائی۔ بقولہ تعالی۔

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

فرمایا قبول ہوچکی دعا تمہاری سو تم دونون ثابت رہو اور رست چلو راہ انکی جو انجان ہین

قال اللہ تعالےٰ نے بوحی فرمایا- قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا قبول کرلی گئی تم دونوں کی دعاء- یعنی موسیٰؑ کی دعاء جس پر ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے- کما قال ابو العالیہ رح وابو صالح وعکرمہ ومحمد بن کعب والربیع یعنے تم دونوں نے جو بربادی آل فرعون کی دعاء کی وہ ہم نے قبول کرلی- قال ابن کثیر رح اس آیت سے حجت لی گئی کہ نماز میں امام نے سورہٴ فاتحہ پڑھی اور مقتدی خاموش رہا پھر اُسنے آمین کہی تو وہ بمنزلہ مقتدی کی قراءۃ کے ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی تھی اور ہارونؑ نے آمین کہی تھی اسپر اللہ تعالےٰ نے ہارون کی بھی دعاء قرار دی اور فرمایا کہ قد اجیبت دعوتکما- فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں استقامت پر رہو- ابن جریج عن ابن عباس یعنے میری فرمانبرداری پر چلے چلو یہی استقامت ہے اور ابن جریج نے کہا کہ کہتے ہیں کہ اس دعاء کے بعد فرعون چالیس برس رہا اور محمد بن کعب وامام زین العابدین نے کہا کہ چالیس روز رہا- اور بیضاوی رح نے لکھا کہ فاستقیما یعنی دعاء کرنے اور حجت پوری کرنے پر جمے رہو اور جلدی مت کرو کیونکہ جو تمنے مانگا وہ ضرور ہونے والا ہے ولیکن اپنے وقت پر ہوگا- قلت منجملہ دعاء کے شدّ القلوب ہے یعنے دلوں کا سخت ومطبوع ہونا وہ فی الحال حاصل ہے اور واحدی رح نے کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ جسکا دل مسدود کرنا چاہے کر دیتا ہے ورنہ موسیٰؑ دعاء نہ کرتے- نحاس رح نے کہا کہ علی بن سلیمان سے میں نے سُنا کہ موسیٰ وہارون دونوں کی دعاء ہونے پر قولہ ربنا دلیل ہے کیونکہ رب نہیں کہا قلت ہذا لیس بشیٔ بل یدل علی العکس فانہ ادخل معہ فی الدعاء اخاہ مع توجہما- قولہ تعالےٰ- وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور نہ پیروی کرنا راہ ان لوگوں کی جو جانتے نہیں ہیں- یعنی جاہلوں کی راہ نہ لینا جو جلدی اثر چاہتے ہیں یا انکو وعدۂ الٰہی پر وثوق واطمینان نہیں ہوتا ہے- اور یہ قول ویسا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کو فرمایا کہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین- پس اس سے یہ نہیں ہوا کہ موسیٰ وہارون نے اتباع سبیل جہال کی ہو جیسے نوحؑ جاہلوں میں سے نہیں ہوئے اور جیسے قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک- سے آنحضرت صلعم سے شرک کا قرب بھی نہیں ہوا بلکہ بنو اسرائیل کو تنبیہ ہے کہ قبول دعاء سے لازم نہیں کہ اسیوقت مراد ملجاوے بلکہ وقت مقدر پر ملتی ہے ف- فی العرائس قولہ تعالےٰ قد اجیبت دعوتکما الآیۃ- حق سبحانہ تعالےٰ نے انکو مقام دعاء بتلایا تاکہ مقام قبولیت کو پہچان لیں جسنے مقام قبولیت کو نہ جانا اس سے دعاء وسوال ٹھیک نہیں ہوتا پس مقام قبولیت وہ مقام رضوان وبسط وانبساط ہے اور نیز اسمیں ایک گونہ تنبیہ ہے کہ واردات امتحانی برداشت کرنے میں تمہارے ضعف سے ہم نے تمہاری دعاء قبول فرمائی پس بعد اسکے صبر وامتحان میں مستقیم رہو کیونکہ معرفت سے رضاء بالقضاء اور سکون فی البلاء حاصل ہوتی ہے- ذو النون رحمہ اللہ نے کہا کہ دعاء میں استقامت یہ ہے کہ مراد ملنے کی تاخیر میں غمگین نہو اور جلدی ملنے سے تسکین نہو اور خصوص وبد نہو است نہو- بعض نے کہا کہ راہ صدق پر رہو- قال المترجم اسمیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ابوجہل فرعون الامۃ وغیرہ کفار قریش کی ایذاء وغیرہ پر صبر وتحمل کی تعلیم اور شامل تا قیامت ہے اور اسمیں صریح تفہیم وتعلیم ہے کہ کسی قوم کے لیے دنیاوی عروج ہونا اور غلبہ ہونا کچھ بھی نہیں بلکہ وہ قوم کافر ہو تو علامت کمال ضلالت ہے جیسے آج کل معائنہ ہے پھر حق تعالےٰ نے نتیجہ دعاء ظاہر ہونے کا حال یاد دلایا- بقولہ تعالےٰ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا حَتّٰیٓ اِذَآ

اور پار کیا ہمنے　بنی اسرائیل کو دریا سے　پھر پیچھے پڑا انکے فرعون　اور اُسکا لشکر　شرارت سے اور زیادتی سے　جبتک کہ

أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ

ڈوبنا اُسپر ڈوبنے کیا یقین جانا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور میں ہوں

الْمُسْلِمِينَ ۝ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ

حکم برداروں میں اب یہ کہنے لگا اور تو بے حکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والوں میں سو آج بچا دینگے ہم تجھکو

بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ۝

تیرے بدن سے تو ہووے تو اپنے پچھلوں کو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتوں پر دھیان نہیں کرتے

ع ۹/۱۰ ۱۴

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ جاوزنا از مجاوزت بمعنی تجاوز کرنا و یقال جاوز المکان اے اس مقام سے تجاوز کر گیا جبکہ اس مقام سے جلکر نکل گیا اور اسکو پیچھے چھوڑ دیا ہو اور باء لتعدیہ ہی اور معنی یہ کہ اور تجاوز کرا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو **الْبَحْرَ** سمندر سے اور مراد بحر السویس یعنے بحر قلزم ہی اور چھ لاکھ مرد جنگی علاوہ بال بچوں و بوڑھوں کے تھے اور یہ سب بارہ فرقہ بارہ فرزندان یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے جو یوسف علیہ السلام پاس آ گئے تھے اور حسن رح کی قراءۃ میں جوزنا بمعنی جاوزنا ہی اور اسمیں دلیل ہی کہ اللہ تعالے خالق افعال ہی چنانچہ عبور کرنا جو انکا فعل تھا اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا اسی لیے کہ خالق اس فعل کا اللہ تعالے ہی والمعنی اور پار آتار دیا ہم نے بنو اسرائیل کو بحر قلزم سے حتی کہ اُس کنارہ سرحد کنعان پر آ گئے اور فرعون اسیوقت اول کنارے پر مع لشکر پہونچ گیا تھا۔ **فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا** اتبع اور تبع ایک معنی میں ہیں اور اصمعی نے کہا کہ تبعہ بدون الالف جب کہتے ہیں کہ پیچھا کرکے پا جاوے اور اتبعہ جب کہ پیچھا کرے خواہ پاوے یا نہ پاوے۔ وکذا قال ابو زید رح۔ والمعنی۔ پھر پیچھے چلا انکے فرعون مع اپنے لشکر کے درحالیکہ باغی تھا اور عدوان کرنے والا تھا۔ یا از راہ بغاوت و عدوان کے۔ اور بعض نے کہا کہ بغیا و عدوا۔ درحالیکہ باغی تھا حد سے بڑھنے والا باتوں میں اور عادی تھا حد سے بڑھنے والا کاموں میں۔ عکرمہ نے کہا کہ علوا اور عتوا اور علو جہاں قرآن میں آیا ہی سرکشی و غرور کے معنی میں ہی تو معنی یہ ہونگے کہ براہ تکبر و غرور اسنے پیچھا کیا۔ **قال ابن کثیر رح فی تفسیرہ**۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے فرعون اور اُسکے لشکر کے ڈوبنے کی کیفیت بیان فرمائی اور بنو اسرائیل جب مصر سے فرعونیوں کی غفلت میں نکلے اور وہ بقولے چھ لاکھ مردان جنگی سوائے ذریات کے تھے اور قبل ازیں انھوں نے قبطیوں سے اپنے یہاں شادی میں بہت زیور مانگے لیے تھے وہ بھی ساتھ لیے نکلے تو فرعون کا حمق جوش میں آیا اور تمام مملکت سے کثرت لشکر ہولناک جمع کرکے بنو اسرائیل کا پیچھا کیا اور مملکت میں کوئی سردار پیچھے نہیں رہا پھر چلتے چلتے آفتاب نکلتے وقت اُن تک پہونچ گیا پس جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تو اصحاب موسی ؑ نے کہا کہ انا لمدرکون۔ ہم پکڑلے گئے۔ اور یہ اسوجہ سے کہ وے جہاں پہونچے تھے سمندر کا کنارہ تھا اور فرعون مع لشکر پیچھے تو سوائے لڑائی ہو جانے کے اور کیا خیال ہو سکتا ہی پس موسی علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ کیونکر رہائی ہوگی اور موسی ؑ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اسی راہ چلنے کا حکم کیا ہی بولے کہ پھر ہم تو پکڑے گئے فرمایا کہ کلا ان معی ربی سیہدین۔ ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہی مجھے راہ دیگا پس یہی ہوا کہ اللہ تعالے نے حکم بھیجا۔ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ اعجاز موسوی ظاہر کرنے کو عصا سے سمندر میں مارنے کا حکم کیا تو پارہ پارہ مثل تودہ کوہ کے پانی جم گیا اور بارہ راستہ ہر سبط کے لیے ایک راستہ ہو گیا اور ہر دو راستہ کے بیچ کا پانی مشبک جالدار

تھا کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے اور حکم الٰہی سے ہوا نے زمین خشک کر دی- کما قال تعالےٰ فاضرب لهم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی- پس بخوف حضرت موسیٰ انکو لیے ہوے پار اُترے اتنے ہی مین فرعون کنارے پہونچا اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ اوہم حصان گھوڑون پر تھے علاوہ دیگر رنگون کے پس جب اسنے یہ دیکھا تو خوفناک ہوکر چاہا کہ پھر جاوے مگر رہائی کہان حکم قضا جاری ہوچکا اور دعاء الرسول علیہ السلام قبول ہو چکی- یہ ہوا کہ جبرئیلؑ ایک گھوڑی مادہ پر سوار برابر فرعون کے گذرے اور فرعون کا گھوڑا ہنہنایا اور جبرئیلؑ نے گھوڑی دریا مین ڈالدی پس ساتھ ہی فرعون کا گھوڑا کودا اور فرعون بے قابو ہوگیا اور اسنے اپنے سردارون کو بہادری دلائی کہ بنو اسرائیل سے ہم زیادہ لایق ہین پس سب کے سب سمندر مین گھسے اور میکائیل پس لشکر تھے جو پھرتا اسکو ہانک کر ملا دیتے حتی کہ جب سب کے سب سمندر مین مجتمع ہوے اور راہ اسی حال پر تھی جسطرح بنو اسرائیل گذرے تھے اور فرعون مع لشکر بیچ سمندر مین پہونچا تو سمندر کو حکم الٰہی ہوا کہ اپنی طبعی حالت پر موجود ہو- لے تھپیڑے مارنے شروع کیے اور فرعون مع لشکر غوطے کھانے لگا- قال تعالیٰ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ یہان تکہ کہ جب فرعون کو ڈوبنے نے لیا یعنی اسپر سکرات موت ظاہر ہوئے تو- قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ- اسنے بانہ- لَآ اِلٰهَ- بولا فرعون کہ مین ایمان لایا اس طور کہ نہین ہی کوئی معبود- اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ مگر وہی جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے ہین- وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور مین مسلمین سے ہون- حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین انہ لاالٰہ بکسر ہمزہ اِنَّ بطریق استینافت کے بدل اور تفسیر آمنت ہی- اسطرح مبالغہ سے ایمان لایا مگر وقت کہ جب ایمان قبول نہین لقولہ فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ہنالک الکافرون- اور جب تبولیت کا وقت تھا تو سخت منھ موڑے بلکہ گمراہ کرنے والا رہا- لہذا جواب فرمایا بقولہ- آٰلْئٰنَ یعنی اب ایمان لاتا ہو کہ جب اپنی جان سے مایوس ہوا اور تجھے کچھ اختیار نہین رہا- وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ اور قبل اسکے مدۃ العمر نافرمان رہا جب تیرے ایمان اختیاری کا وقت دراز تھا- وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ اور تو مفسدین سے تھا جو اسدم کہتا ہو کہ مسلمین سے ہون حالانکہ پہلے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرنے والا تھا- قال تعالیٰ- وجعلنا هم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون- وقال تعالیٰ یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردهم النار وبئس الورد المورود- اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو یہ قول فرعون کا اس حال مین اس سے حکایت فرماتا ہی یہ اسرار غیب مین سے ہی جس سے اپنے رسول صلعم کو آگاہ فرماتا ہی خطیبؒ نے سراج مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ فرعون تین مرتبہ ایمان لایا ایک تو قولہ آمنت- دوم قولہ انہ لاالٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل- سوم قولہ وانا من المسلمین- پھر قبول نہونے کی کیا وجہ ہی علماء نے اسکے بہت سے جوابات دیے ہین از انجملہ یہ کہ اسنے نزول عذاب ومعائنہ کے وقت اقرار کیا اور یہ مقبول نہین لقولہ تعالےٰ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا الآیۃ- از انجملہ یہ کہ فرعون نے اس بلیہ سے چھٹکارے کے لیے یہ کلمہ کہا اور مقصود اقرار توحید نہ تھا لہذا بیفائدہ ہوا قلت یہ جواب ضعیف ہی کیونکہ قولہ الآن- یعنی الآن تؤمن- ہی اب تو ایمان لاتا ہی- صریح ہی کہ وہ شرعی ایمان لاتا تھا فافہم از انجملہ یہ کہ فرعون دہریہ تھا خالق عالم سبحانہ تعالےٰ کا مقر نہ تھا لہذا اسنے کہا کہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل- تو ایمان مین شک ہونے سے قبول نہوا- قلت یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ دہریہ ہونا منصوص نہین بلکہ رازیؒ کا گمان ہی اور الہ بنو اسرائیل پر ایمان لانا کچھ مشکوک نہین جیسے ساحرون نے کہا تھا کہ آمنا برب موسیٰ وہارون- اور قبول ہوا ایسے ہی یہان ہی- فافہم- از انجملہ یہ کہ وہ الہ بنی اسرائیل پر ایمان لایا اور بعض بنی اسرائیل سمندر سے پار آکر اُسوقت گوسالہ پوجنے لگے اور اسکو الہ بنایا تو فرعون اس گوسالہ کا مقر ہوا اور یہ اُسکے حق مین زیادہ ضلالت کا باعث ہوا قلت یہ بہت ضعیف ہی حتی کہ کسی کلام کی ضرورت نہین ہی- از انجملہ یہ جواب ہی

کہ فرعون نے فقط اللہ تعالے کا اقرار کیا اور نبوت موسی و ہارون کا مقر نہوا پس اگر کوئی ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے جب تک محمد رسول اللہ
نہ کہیگا مومن نہوگا اسیطرح یہاں بھی ایمان فرعون قبول نہوا۔ قلت یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ایمان بنی اسرائیل و اسلام کی اسنے تصریح کردی اور
یہ خود متضمن اقرار نبوت ہی اور قولہ الآن سے اسکا ایمان شرعی ظاہر ہی کما مر فافہم پھر مترجم کہتا ہی کہ وجہ وجیہ وہی اول ہی کہ ایمان وقت
یاس نہیں قبول ہی لہذا ابن کثیرؒ وغیرہ محققین نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور شیخ محی الدین بن العربی جنھنے زعم کیا کہ فرعون مومن مرا ہی
ولیکن محققین علماء نے اس قول کو رد کردیا بدلیل قولہ وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار الآیۃ وقولہ یقدم قومہ یوم القیامۃ الآیۃ۔ اور یہی صحیح ہی
واللہ تعالے ہو الموفق۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرعون کا یہ قول پڑھا اور فرمایا کہ مجھسے جبرئیل نے
کہا کہ جب فرعون نے یہ کہا تو اسوقت آپ مجھے دیکھتے کہ مین سمندر کی کیچڑ لیکے اسکے منھ مین ٹھونستا تھا بخوف آنکہ اسکو رحمت الٰہی پہونچ نجاوے
جوازلی کا فر تھا ۱۲
رواہ احمد والترمذی وحسنہ وصححہ وابوداؤد الطیالسی والحاکم علی شرط الصحیح وغیر واحد۔ ابن عباس نے کہا کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اپنی
انگلی سے وحدانیت کا اشارہ کیا اور قول لا الہ الا الذی آمنت الخ بلند آواز سے کہا پس جبرئیل نے خوف کیا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب
کہ دین بگاڑ کر فساد کرے ۱۲
پر سابق ہو پہونچ نجاوے تو بازو سے سمندر کی کیچڑ لیکر اسکے منھ پر مار کر تو پ دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہما عنہ موقوفاً و
مرفوعاً اور علماء تابعین کی ایک جماعت نے مرسل اس حدیث کو روایت کیا اور ضحاک بن قیس نے وعظ مین لوگون سے اسکو بیان کیا
خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ جبرئیل نے فرعون سے فتوی طلب کیا تھا بتعریض موسیٰؑ کہ جو بندہ اپنے مولی کی نعمت مین پلا و پرورش
پاکر حق فراموش کرکے خود مولائی کا دعوے کیا اسکی کیا سزا ہی تو اسنے لکھا تھا کہ سمندر مین غرق کیا جاوے سو جبرئیل نے بعد غرق
اسکو وہی دکھایا قلت خبر غریب ہی تا وقتیکہ باسناد صحیح ثابت نہو ہم نہین کہہ سکتے ہین واللہ اعلم بالصواب۔ امام رازیؒ نے اس
حدیث مین اشکال طویل کیا جسکا خازنؒ نے جواب دیا ہی اور ملخص یہ ہے کہ جبرئیل نے اسکا منھ تو پ دینے کا کیا فائدہ ہی اگر ایسی حالت
مین وقت تکلیفی یعنے جبرا ایمان وغیرہ کا مدار ہی باقی تھا یا نہین پس باقی تھا تو کیون توبہ سے روکا اور نہ تھا تو کچھ فائدہ نہین ہی جواب یہ ہی
کہ باقی تھا مگر جبرئیل اشرف الملائکہ موصوف بقولہ یفعلون ما یؤمرون ہین جو اللہ تعالے کا حکم ہوا انھون نے کیا اور اللہ تعالی قادر مختار
ہی جو چاہے کرے جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے گمراہ کرے پس یہ بمنزلہ مہر کرنے وغیرہ کے ہی۔ کما قال تعالے ونقلب افئدتہم
وابصارہم کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ وقت یاس کے زمان تکلیف نہین رہتا تو اولی یہ ہی کہ اظہار
کمال رحمت الٰہی ہی کیونکہ رحمت الٰہی سابق بر غضب ہی کما اشار الیہ ابن عباس ؓ فیما مر عنہ۔ اور طبرانی نے اوسط مین ابوہریرہ رضؓ سے
مرفوع روایت کی کہ جبرئیل نے مجھسے کہا کہ روے زمین پر فرعون سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا تو جب ایمان لایا تو مین نے
اسکے منھ مین کیچڑ بھرنی شروع کردی کہ مبادا اسکو رحمت پہونچ جاوے۔ وروی ابن مردویہ عن ابن عمر نحوہ وابو الشیخ عن ابی امامہ نحوہ و
اسنادہ فیہ کثیر بن زاذان رجل یجہلہ ابن معین وابو حاتم والبواقی ثقات۔ ولا یذہب علیک ان الکلام فی الحدیث احتراز الایمان ان یقف
عندہ ان لم یحصل فہمہ فلیتدبر امور لا یحیط بہا فہم العامۃ بل الخاصۃ ایضاً الا اللہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ بالجملہ فرعون کو کہا گیا
کہ اب ایمان لاتا ہی اور پہلے عاصی و مفسد تھا۔ قال تعالے۔ **فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ** سو آج ہم تجھے نجات دینگے۔ یعنی جس غرق مین
تیری قوم والے قعر بحر مین پڑے اس سے ہم تجھے نجات دینگے۔ یا تجھے نجوہ پر ڈالینگے یعنی اونچے ٹیکرے پر کنارہ سمندر کے۔
مؤید اول ہی قراءۃ ننحیک بحاء مہملہ یعنی دور کردینگے تجھکو ناحیۃ البحر یعنے ساحل سمندر پر۔ **بِبَدَنِكَ** تیرے بدن کے ساتھ

یہ موضع حال مین ہی اسے عاریاً عن الروح- یعنی درحالیکہ نجات مین تو خالی بدن ہوگا بدون روح کے قالہ الحسن وغیرہ یا پورا بدن بدون نقصان وتغیر کے ہوگا- قالہ عبداللہ بن شداد یا بغیر لباس کے ننگا ہوگا یا بدن سے زرہ مراد ہی یعنی تیری زرہ سمیت- قالہ ابو صخر اور اسپر سونے کی ایک زرہ تھی جس سے وہ صاف پہچانا جاتا تھا- وقال ابن عباس رض وغیرہ رح کہ بعض بنو اسرائیل نے غرق فرعون مین شک کیا تو اللہ تعالے نے بحر کو حکم کیا کہ فرعون کا جسم بلا روح کے باہر اونچی زمین پر پھینک دے مع اسکی زرہ زری کے- سو یہ نجات دینا ہواسطے تھا- لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً تاکہ تو ہو جاوے اپنے پچھلون کے لیے نشانی- پچھلون سے مراد بنو اسرائیل ہین کیونکہ انکے دل مین اسکی ہیبت ایسی سمائی تھی کہ اُسکے مرنے پر یقین نہ کیا یہانتک کہ ساحل پر اسکو مرا ہوا دیکھ لین- یا- مراد پچھلی امتین ہین جو اسکا حال سنکر تکبر وتجبر سے عبرت کرین کہ جسکا یہ انجام ہی اور جان لین کہ بندہ کیسے ہی بڑے مرتبہ پر ہو بہرحال وہ مقہور مجبور رہی اُسمین ربوبیت کا کچھ لگاؤ ہی نہیں ہی- بعض قراءۃ مین- لمن خلقک- بقاف آیا بصیغہ ماضی یعنے نشانی ہو جاوے اپنے خالق کے لیے کیونکہ فقط تجھکو اسطرح ذلیل مطرود کنارے ڈالنا تاکہ لوگ تجھے خوب پہچان لین بڑی دلیل اس بات کی ہی کہ خالق عزوجل بڑا قادر مختار علیم وخبیر ہی- وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ اور بے شک لوگون مین سے بہتیرے ہماری آیات سے غافل ہین- یعنی فکر وغور نہین کرتے تاکہ عبرت پکڑین- مترجم کہتا ہی کہ افسوس ہی کہ اس زمانہ مین بہتیرے ایسے ہین جو دنیاوی حیات ونام کے لیے آیات الٰہی ومعجزات باہرات سے انکار کرتے ہین اور اس خوض وفکر مین سرگردان ہین کہ کمال قدرت الٰہی کو محسوسات مین محصور کرین اعوذ باللہ منہم ومن صنیعہم القبیح- واضح ہو کہ واقعہ غرق فرعون ونجات بنو اسرائیل بروز عاشورا (دسوین محرم) واقع ہوا- چنانچہ یہود مدینہ اسدن روزہ رکھتے اور کہتے کہ اسدن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب ہوے تو آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہودیون کی بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام سے احق ہین تو تم اسدن روزہ رکھو- رواہ البخاری قلت صوم یوم عاشوراء واجب تھا جو رمضان سے منسوخ ہوا اب جو چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے قلت ان ہذا الیوم الذی اظہر موسیٰ علیہ السلام علی عدوہ کان یوماً معینا ولکن اعتبر فی دور السنین فیما بعد ایضاً فدل علی ان الصفۃ تعتبر فی زمن بعد زمانہ وکذلک حدیث عمر رض فی قولہ تعالے الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ فی کون الجمعۃ عیداً دلیل انہ لم ینکر ان یجعل ذلک الیوم عیداً بل بین کونہ یوم عید لنا فلیتامل فیہ- واعلم ان الشیخ ابن العربی قال بعد تفسیر قولہ ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا الآیۃ ان مافی السورۃ بعضہ مالا یقبل التاویل وبعضہ معلوم حمام انتہی وکانہ رجع عن قولہ المشہور من ان فرعون مات مومنا کما یشیر الیہ قولہ فلیتامل واللہ اعلم

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ

اور جگہ دی ہمنے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانیکو دین ستھری چیزین سو وہ پھوٹے نہین جبتک آچکی انکو

الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

خبر اب تیرا رب اُنمین فیصلہ کریگا قیامت کے دن جس بات مین وہ پھوٹ رہے تھے

واضح ہو کہ تبوءِ منزل مین اُتارنا یقال بوات زیداً منزلاً- یعنے زید کو مین نے ایک حویلی مین اُتارا- مُبَوَّأ ظرف اور اضافت اسکی صدق کی طرف بلاغت عرب ہی کہ جب کسی چیز کی مدح کرتے تو صدق کی طرف مضاف کرتے ہین ومنہ قولہ لہم قدم صدق عند ربہم- اور طیبات ایسی چیزین رزق کی جن سے لذت حاصل ہو اور کہا گیا کہ حلال چیزین- آیت مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر انعام سے

شروع اور اُنکے کفرانِ نعمت پر ختم کیا چنانچہ فرمایا - وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور بے شک ہم نے اُتارا اور بسایا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ -
اولادِ یعقوب کو یعنی انکے بارہ بیٹون کی اولاد بارہ فرقون کو جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے - مُبَوَّاَ صِدْقٍ منزل
صدق مین - وہ زمین مصر یا شام یا اردن و فلسطین یا بیت المقدس وفارس ہے اقوال ہین اور مفسر بیضاوی وغیرہ نے مصر وشام
اختیار کیا اور مشہور یہ ہے کہ بعد خروج مصر کے بنی اسرائیل پھر اسمین داخل نہین ہوے اور ابن جریر وغیرہ نے اختیار کیا کہ داخل
ہوئے - وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا ہم نے انکو مستلذات یا حلالات سے یا حلال لذیذ سے قال فی السراج
وقال الحافظ فی التفسیر اسمین اللہ تعالے نے جو بنی اسرائیل پر دینی ودنیاوی انعام فرمائے بیان فرماتا ہے اور مبوأ صدق سے مراد
لی گئی کہ وہ مصر وشام ہے چنانچہ جب اللہ تعالے نے فرعون کو ہلاک کیا تو مصر پر موسوی دولت بتمام قائم ہوئی لقولہ تعالے واورثنا
القوم الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها وتمت کلمة ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع
فرعون وقومه وما کانوا یعرشون - ولقوله تعالے فاخرجناهم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کذلک واورثناها بنی اسرائیل
الآیة - ولیکن بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برابر اسی پر مستمر رہے کہ بلاد بیت المقدس جو ملک خلیل علیہ السلام
ہے وہان جاکر رہین اسمین قوم عمالقہ رہتے تھے انسے لڑنے مین بنو اسرائیل بچے ہوئے تو اللہ تعالے نے چالیس برس انکو تیہ
مین قید کیا جسمین پہلے ہارون پھر موسیٰ علیہما السلام کا انتقال ہوا اور کثرت سے اسرائیلی مرے پھر نوجوان اولاد کو لیکر یوشع
بن نون پیغمبر علیہ السلام لیکر نکلے اور خوب خوب جہاد کیے حتی کہ بیت المقدس اللہ تعالے نے فتح کیا اور مدت تک بنو اسرائیل کی سلطنت
وہان رہی اور انبیاء و اولیاء ہوے یہانتک کہ بگڑ گئے اور بخت نصر شاہ بابل نے قتل وغارت کیا پھر بنو اسرائیل کو مل گیا پھر
اسکو شاہان یونان نے فتح کیا اور مدت دراز تک انکے زیر حکم رہے اور اس حال مین بہتیرے مشرک و بیدین ہوے پھر اسی
حال مین اللہ تعالے نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بھیجا مگر یہود نے بادشاہ یونانی کو عیسیٰؑ کی ذات سے غدر کا خوف دلاکر قتل کرانا چاہا
پس اللہ تعالے نے عیسیٰؑ کو اٹھا لیا اور جس حواری نے مرتد ہوکر عیسیٰؑ کی گرفتاری چاہی تھی اُسی پر اللہ تعالے نے عیسیٰؑ کی
شباہت ڈالی اُسی کو پکڑ کر سولی دیدی اور یقین کیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارا اور پیچھے اس حواری کے نسبت گم ہوجانے
اور پھر آکر الہام کرنے کا اعتقاد کیا پھر بعد مسیح علیہ السلام کے قریب تین (۳۰۰) سو برس کے قسطنطین فیلسوف جو بادشاہ تھا نصرانیت
مین داخل ہوا بعض نے کہا کہ تقیہ کیا تھا اور بعض نے کہا کہ حیلہ سے دین بگاڑنا چاہا تھا بہرحال اسی کے لیے اسقف یعنی علمائے
نصاری نے قوانین بنائے جنمین محض رائے کی مداخلت سے بدعات نکالین اور اُسنے انکے لیے بیعہ وکنیسہ وتصویرین وبیت اللحم
وغیرہ چیزین بنوائین اور مسیح کے بیٹے ہونے پر زبردستی مار پیٹ سے دستخط کرائے اور بہتیرے خود راضی تھے غرضکہ اسی طرح تحریف
وتبدیل وتغیر ووضع وغیرہ کے ساتھ برائے نام نصرانیت کا دین نام رکھکر خوب پھیلایا اور درحقیقت دین مسیح پر سوائے چند راہبون
کے جو بھاگ کر جنگلون وپہاڑون مین سے تھے کوئی باقی نہ رہا اور رفتہ رفتہ بالکل معدوم ہوگیا اور اس زمانہ مین نصاری کے قبضہ
مین اسی بادشاہ کے بنائے ہوے شہر قسطنطینیہ سے لیکر روم وشام وموصل وغیرہ سب آگیا اور قسطنطین نے قمامہ وبیت لحم و
بیت المقدس کے کنائس وشہرہائے حران وبصرہ وغیرہ باستحکام بنائے اور اسی وقت سے نصرانیون نے صلیب کو پوجنا شروع
کیا اور مشرق کی جانب رخ کرکے نماز پڑھی اور کنائس مین تصویرین بنائین اور سور کا گوشت حلال کر لیا اور سوائے اسکے اور بہت

بدعات اپنی اعتقادیات وعملیات مین نکالین جنکا شمار دشوار ہی بالجملہ برابر رہین نصرانیت جو اسطرح توحید سے متغیر کرکے شرک کا اصل اصول کردیا گیا اور اسپر نصرانیت کا نام رکھ لیا گیا تھا پھیلتا رہا اور یہ تمام ملک انھین لوگون کے قبضہ مین رہے یہان تک کہ اللہ تعالے نے اہل البلاد پر رحم فرماکر رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آخر آپ کے صحابہ رض نے یہ ملک ان نصرانیون کے قبضہ سے نکال لیے تاکہ دین توحید پھیلے۔ اور لکھا کہ قولہ رزقناہم من الطیبات۔ اے حلال پاکیزہ نافع جو شرعًا مباح وطبعًا خوشگوار ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکرر احادیث مین آگاہ فرمایا تھا کہ تمام شام وغیرہ سب تمہارے قبضہ مین آجاوینگے ولیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو یعنے اوقات مقدرہ مین جلدی مت کرو۔ اور پھر جہان اپنی امت کے بگڑنے کا حال بیان فرمایا منجملہ ان احادیث کے ایک یہ ہی کہ تین قرن تک ایمان کامل ہی پھر نقصان آویگا حتی کہ جو امور اب اس زمانہ مین مسلمانون مین نظر آنے لگے سب کی خبر فرمائی ہی اور صحیح فرمایا کہ قیامت کے قریب نصارے سب سے زائد اور قوی وغالب ہونگے۔ یہ معجزہ شریف اسوقت معائنہ ومشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہی حتی کہ آگاہ فرمایا ہی کہ مسلمانون کے قبضہ مین خالی تین۳ صوبہ رہجاوینگے اور اسکے آثار بھی سلطنت روم کے ضعف سے ظاہر ہین وللہ الامر من قبل ومن بعد یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔ پھر اللہ تعالے نے نصاریٰ یہود کا انجام کار بیان فرمایا۔ بقولہ۔ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ سو آپس مین پھوٹ نہین ڈالی یہان تک کہ آگیا انکے پاس علم۔ یعنی بنو اسرائیل بعد علم توریت کے مختلف ہوکر اعتقاد واعمال مین بگڑے اور بعد بعثت مسیح ع کے بنو اسرائیل مع ان لوگون کے جو انکے دین پر یہود ونصارے تھے توریت وانجیل پڑھنے واحکام جاننے کے بعد آپس مین مختلف ہوے ایسا اختلاف کہ ایک دوسرے کی تضلیل کرتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ علم سے جو کتاب آسمانی ہی یہ نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ آخرت وتوحید پر جزم ویقین کرتے برخلاف اسکے مسیح ع کو بیٹا وغیرہ بنانے کے فاسد وباطل اعتقاد نکالے اور حدیث مین ہی کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوے اور نصاری کے بہتر فرقے ہوے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوجاوینگے جنمین سے ایک جنت مین اور باقی دوزخ مین ہین پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جنتی کون ہی فرمایا کہ جسپر مین اور میرے صحابہ ہین۔ رواہ الحاکم ہکذا والحدیث فی السنن والمسانید وقیل لفظ کلہم فی النار الا واحدۃ۔ مدرج ہی واللہ اعلم ولیکن معنی صحیح ہین۔ یہ تفسیر تو اس بناپر ہی کہ ما اختلفوا سے بنو اسرائیل کا اپنے دین مین اختلاف کرنا مراد ہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ انکا اختلاف آنحضرت صلعم کے ساتھ مراد ہی یعنے پہلے تو توریت وانجیل سے صفت ونعت محمد صلعم پڑھکر برابر یقین کرتے چلے آئے تھے یہان تک کہ جب قرآن مجید سے یا متواتر معجزات سے آپکا صدق ظہور رجان چکے تو دنیاوی لالچ وہوا وہوس سے مختلف ہوکر ایمان سے اعراض کرگئے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ بے شک تیرا رب انمین فیصلہ وحکم کردیگا قیامت کے روز جس امر مین وے اختلاف کرتے تھے۔ اسمین تسلی ہی کہ استعجال مت کرو اور انکے فیصلہ کا وقت عنقریب قیامت مین موجود ہی اور حدیث مین ہی کہ آپ نے دو انگلیان ملائین اور فرمایا کہ مین بھیجا گیا قیامت کے ساتھ ایسے یعنی جیسے دونون انگلیان یعنی نہایت ملا ہوا کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہوگا۔ اور یہ جو عوام مین مشہور ہی کہ چودھوین صدی مین قیامت ہی اسکو اللہ تعالے جانے اور یہ قول قابل تصدیق نہین کیونکہ اسکا علم اللہ تعالے کو ہی کوئی دوسرا نہین جانتا ہی اور بظاہر بھی فتح قسطنطنیہ وخروج دجال ونزول عیسی علیہ السلام جو پیہم واقع ہونگے ابھی باقی ہین ولیکن آثار بہت قریب ہین۔ واللہ تعالے اعلم۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ

سو اگر تو ہی شک مین اس چیز سے جو اُتاری ہمنے تیری طرف تو پوچھ اُنسے جو پڑھتے ہین کتاب

قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ

تجھسے آگے بیشک آیا ہی تجھکو حق تیرے رب سے سو تو مت ہو شبہہ لانے والا اور مت ہو اُنمین

مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

جنھون نے جھٹلائین باتین اللہ کی پھر تو بھی ہووے خراب ہونے والا جنپر ٹھیک آئی

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

بات تیرے رب کی وہ نہ مانینگے اگرچہ پہونچین اُنکو ساری نشانیان جبتک نہ دیکھین

الْأَلِيمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا اٰمَنُوا

دکھ کی مار سو کیون نہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آتا اُنکو یقین لانا مگر یونس کی قوم جب یقین لائی

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ إِلٰى حِينٍ ۝

کھول دیا ہمنے اُنپر سے ذلت کا عذاب دنیا کے جیتے مین اور کام چلایا اُنکا ایک وقت تک

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ - پھر اگر تو شک مین ہو اس چیز سے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا **فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ** پوچھ لے ان لوگون سے جو پڑھتے ہین کتاب کو تجھسے پہلے - علماء نے اس آیت کی تفسیر مین اس بنا پر تاویل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک جائز نہین ہی کیونکہ اگر آپ کو خود شک ہو تو دوسرے کو بدرجہ اولی ہوگا اور نیز شرع قطعی مین شک کو مجال نہین ہی علاوہ بریں اگر شک ہو تو اللہ تعالے کے نازل کیے ہونے مین ہوا پھر اہل کتاب کے پوچھنے سے جو غالبًا کفر رکھتے کیونکر شک رفع ہوگا لہذا تاویل ظاہر ہی اور ایسا ظاہری تاویل کا کلام بلیغ ہوتا ہی جیسے کسی عالم کی مدح کرین کہ اگر آپ کو اپنے عالم ہونے مین شک ہو تو اپنی تصانیف دیکھئے یعنی آپ کی تصانیف نہایت عمدہ تو آپ کا علم نہایت اعلی ہی پھر تاویلی اقوال بیان کئی ہین ازانجملہ یہ کہ بطریق فرض مراد ہی یعنی بالفرض اگر تجھے شک ہو ان قصص مین جو ہم نے تجھپر نازل فرمائے ہین تو اہل کتاب سے دریافت کرے کہ ایسا ہی انکی کتابون سے ثابت و انکے نزدیک محقق ہی اور حاصل اسکا یہ کہ یہ قصص امور تحقیقی ہین کچھ بنائے ہوے قصے کہانیان نہین ہین اور کتب سابقہ مین سے استشہاد جہان تک اللہ تعالے نے اعلام فرمایا جائز ہی اور قرآن مجید انکا مصدق ہی - قلتُ قرآن کے مصدق ہونے کے یہ معنی ہین کہ اہل کتاب مختلف ہو کر تحریف کرتے تھے تو جس امر کی قرآن تصدیق فرماوے وہ صحیح ہی ورنہ محرف ہی - فافہم - اور اسمین اشارت ہی کہ اہل کتاب خوب جانتے ہین کہ جو نبی اُمی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ بیشک صحیح وحی ہی یا مقصود یہ کہ آنحضرت صلعم کو جوش دلایا اور زیادہ استقامت دی بلکہ اس سے شک واقع ہونا تو درکنار رہا یہ بھی نہین کہ ایسا شک ممکن ہو سکے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا - لا اشک ولا اسئل یعنی مین نہ شک کرتا ہون اور نہ پوچھتا ہون - رواہ قتادہ رح مرسلا وروی عن ابن عباس ونحوہ عن سعید بن جبیر والحسن رح - اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اسمین امت کے لیئے بھی زیادہ تثبیت ہی کیونکہ انکو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات اگلی کتب ... مین

موجود ہین قلت وفیہ نظر فافہم - اور بعض مفسرین نے زعم کیا کہ فی الجملہ شک روا ہی تو قاضی عیاض رح نے شفاء مین اسکو رد کیا ہی کہ یہ زعم
غلط اور ایسا جائز نہین ہی - مترجم کہتا ہی کہ بے شک قاضی رح نے سچ کہا اور جسنے امکان شک کا زعم کیا وہ خاطی ہی تو وقوع شک کا
زعم محض غلط وواہی ہی اور قرآن پاک مین بر سبیل فرض کئی جگہ خطاب ہی نحو قولہ یآایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین الآیہ - اور
قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیہ - باوجودیکہ یقین اس امر کے ترک کرنے کا امکان بھی نہین ہی - اور جیسے عیسیٰؑ کو کہا - اذ قال اللہ یا عیسیٰؑ
أانت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ - حالانکہ ایسا کہنا مسیحؑ کی طرف سے محتمل بھی نہین ہی - بعض نے کہا کہ
یہ تو قطعی تھا کہ رسول اللہ صلعم کو شک نہین ولیکن اسواسطے خطاب کیا کہ جواب مین تصریح کرے کہ مین کچھ بھی شک نہین کرتا
پس سامع کے دل مین صدق کی وقعت عظیم ہو اور نظیر اسکی قول الٰہی ملائکہ کو کہ اہٰؤلاء ایاکم کانوا یعبدون - بدین غرض کہ صریح
جواب دین بقولہ سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن الآیہ - اور جیسے عیسیٰؑ سے تصریح برارت کا جواب مقصود ہی
از انجملہ یہ تاویل ہی کہ جیسے سلطان کسی امر مین اپنے امیر کو خطاب کرتا ہی حالانکہ تعمیل اسکی امیر کے ماتحت لوگون سے مقصود ہوتی ہی
ایسے ہی یہان آنحضرت صلعم کو خطاب کیا اور مقصود امت والے ہین خصوص کفار قریش جو یہود اہل کتاب کو علم والا جانتے تھے پس
تنبیہ کی کہ اسے قریش اگر تم کو اسمین شک ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھکر مطابقت کرلو - اور ثعلب ومبرد رحمہما اللہ کا یہی مقصود ہی
جو انھون نے کہا کہ معنی آیت کے یہ ہین کہ قل یا محمد للکافر فان کنت فی شک الخ یعنے محمد صلعم پر نازل فرمایا کہ تو کافر منکر سے کہدے
کہ اگر تجھے اس منزل مین شک ہو تو اہل کتاب سے تصدیق کرلے قلت یہ توجیہ اچھی ہی ولیکن آنحضرت صلعم نے جب کہا کہ مین شک
نہین کرتا اور نہ پوچھون تو معلوم ہوا کہ خطاب آپ ہی کو ہی اور جواب یون ممکن ہی کہ کلام بظاہر آنحضرت صلعم کو تھا تو اسی راہ سے
آپ نے جواب عرض کردیا اور تحقیقاً امت کو تھا اخیر اگر شک کرینگے تو حجت قائم ہی اور اسی سے دفع ہوگیا جو بعض نے زعم کیا کہ
یہ توجیہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ اسکا انکار نہین کہ ظاہر خطاب آپ کو ہی پس زعم کرنے والے کو معنوی کلام ہونے سے ذہول ہوگیا - و
قال الزجاج ان اللہ تعـ خاطب الرسول وہو شامل للخلق - یعنی خطاب آنحضرت صلعم کو کیا اور وہ امت کو شامل ہی اور مراد زجاج کی واللہ اعلم
یہ کہ جس کسی کو مخلوق مین سے شک ہو وہ اہل کتاب سے پوچھے ولیکن بظاہر آنحضرت صلعم کو خطاب کیا تاکہ بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے
کسی کو خطاب کرنا لازم نہ آوے اور یہی معنی ہین جو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین - فان کنت ایہا السامع فی شک مما انزلنا الیک اے بواسطہ
نبیک انزلنا الیک - بالجملہ تاویلات دو وجہ پر ہین اول آنکہ خطاب آنحضرت صلعم کو اور آپ ہی مقصود از خطاب بھی ہین تو کلام بطریق فرض ہی
یعنے بالفرض اگر تجھے شک ہو الخ اور دوم یہ کہ خطاب آپ کو ولیکن آپ مقصود نہین ہین کیونکہ کبھی خطاب سے دوسرا مقصود ہوتا ہی جیسے تعریض
وغیرہ مین محاورات معروف ہین تو اس صورت مین جو مقصود ہی وہ امت ہی یا ہر سننے والا - اور بعض نے کہا کہ خطاب بھی شاید غیر کو ہو ویکے
ولیکن بعید ہی اور احسن وجہ دوم ہی کیونکہ افید واشمل ہی چنانچہ ظاہر خطاب سے آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین نہ شک کرون نہ پوچھون
اور مقصود خطاب سے امت والون کو تثبیت ہی - قال البیضاوی رح اسمین تنبیہ ہی کہ جب دین مین کسی کو شبہہ پیش آوے تو فوراً اہل علم
یعنے قرآن وحدیث جاننے والون سے پوچھکر تسکین کرے قلت بہت ضروری ہی ورنہ وسوسہ شیطان قبول کرکے غوطہ کھانے لگیگا کیونکہ درحقیقت
اسکو علم الٰہی واسرار سے خبر نہین اور حق تعالے نے جو دین مستقیم بھیجا بے شک نہایت صحیح ومضبوط ہی اسمین اپنی ہی سمجھ کا قصور ہوگا ورنہ کسی
شبہہ کو گنجایش نہین ہی - **لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ** قسم ہی کہ آگیا حق تیرے رب کے پاس سے ایسا حق واضح بدلائل

قاطعہ کہ جسمین شک کو دخل نہین- فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ پس تو مت ہو جیو ان لوگون مین سے جو شک کرتے ہین
یعنے یقین سے بتنزل نہونا۔ تثبیت ہی اُمت کو اور تعریض ہی کافرون منکرون پر کہ باوجود واضح حق کے شک کرتے ہین۔ طیبی رح
نے کہا کہ فلا تکونن فا تفریع ہی قولہ فان کنت فی شک الخ پر۔ اور قولہ۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
یہ تفریع ہی لقد جاءک الحق۔ پر یعنے حق آگیا تو مت ہو جیو تو ان کافرون سے جنھون نے آیات آلہی کو جھٹلایا فَتَكُونَ مِنَ
الْخَاسِرِينَ تاکہ تو زیان کارون سے ہو جاوے۔ یعنی اگر بالفرض جھٹلانے والون مین سے ہوا تو زیان کارون مین سے
ہو جائیگا۔ یہ بھی تثبیت ہی اور کافرون و اہل کتاب پر تعریض ہی کہ آیات آلہی کی تکذیب کر کے زیانکار ہوگئے اور جو کوئی انکو
دنیا مین بادشاہ دیکھ کر کسی منزلت پر جانے وہ خود آخرت سے کافر ہی کیونکہ متاع دنیا مع دنیا سب ملعون اور یہ زندگی موت
یا فنا ہی پھر ضرور زیانکار ہونا معلوم ہی اور رہا دنیا کی نعمتین تو اسوجہ سے کہلاتی ہین کہ ایمان والا انکے ذریعہ سے درجات آخرت
اس امتحان مین کامل ہو کر حاصل کر لیتا ہی۔ فافہم۔ واضح ہو کہ کفار قریش اپنی جہالت سے یہ بھی سمجھا کرتے کہ آنحضرت صلعم شاید
ہمارے دین کی طرف رجوع کر جاوین تو اس آیت سے کافرون کی طمع کاٹ دی اور یہ ایسا ہی ہی جیسے قولہ فلا تکونن ظہیرا للکافرین
پھر جب اہل الشرک پر اسطرح حجت قائم کی اور اہل کتاب پر اس تصدیق سے کہ کتب سابقہ مین نعت و صفت و بعثت آنحضرت صلعم صریح
ہی- کما قال تعالے النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ وقال یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ- باوجود
اسکے اہل الشرک کو شک لے اور اہل الکتاب کو طمع دنیا و حسد و عناد اور تحریف و تبدیل کی چاٹ نے گھیرا تو فرمایا إِنَّ الَّذِينَ
حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ بے شک جو لوگ ایسے ہین کہ انپر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا کہ یہ لوگ اصرار کر کے
کافر رہینگے یا یہ کہ بے پروا مین نے انکو جہنم کے لیے پیدا کر دیا ہی تو وے ایمان نہین لاوینگے۔ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ اگرچہ
آجاوین انکے پاس سب نشانیان یعنے جو ازلی کافر مقدر و مطبوع ہوئے ہین اگر اس امتحان گاہ مین غیب آخرت پر ایمان لانے
کے لیے اللہ تعالے کا رسول اپنی رسالت پر آخرت و توحید ثابت کرنے کے لیے ہر نشانی جو وہ چاہین لا دے اور ہر معجزہ دکھلاوے
تو بھی ایمان نہ لاوینگے۔ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ یہان تک کہ عذاب الیم دیکھین پس جب عذاب الیم دوزخ و آخرت
کا دیکھ لیا تو خواہ مخواہ سچ مان لینگے اسوقت کوئی نفع نہین ہی چنانچہ فرعونیون نے تمام معجزات باہرات دیکھے اور عجیب عجیب دخالک
انکو پیش آئے اور محسوسات کی پابندی انکی طینت تھی اسی کے معجزات تھے مگر ایمان نہ لائے اور جو ایمان لاتا ہی وہ روحی نور سے
بتوفیق و فضل آلہی بصیرت والا ہو کر ایمان لاتا ہی اگرچہ ایک معجزہ بھی نہ دیکھے کیونکہ علم معانی و اسرار جو دار الآخرۃ کی گویا حد
ہی اس سے بڑھکر معجزہ کیا ہو گا کیونکہ محسوس معجزہ تو اسواسطے تھا کہ مان کر راہ چلے تب معانی تک پہونچے پھر دار الآخرۃ
مین قدم رکھے اور مومن کو پہلے ہی معانی نظر آگئے اسواسطے اس امت مین جو مومن ہوئے مثلاً صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم انکو
علوم القرآن و اسرار آلہی مین حزم و بیداری پر ابر یقین کے ساتھ خوب دستگاہ تھی کہ اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات
والتسلیمات راہ استقامت مین محکم اصول و فروع پر ہی اور انکے ایمانی انوار سے کافرون کو خبر نہین ہو سکتی ہی بس اس معجزہ معنی کے ایمان
والے دار الآخرۃ تک یہین زندگی مین پہونچے بدلیل حدیث حارثہ بن مالک جو سابق مین گذر چکی بخلاف بنو اسرائیل وغیرہ کے جو
محسوس معجزات پر ایمان لائے کہ ہنوز انکو وہ بصیرت نہین ملی جس سے معانی تک پہونچین پھر دار الآخرۃ تک رسائی ہو اسیواسطے

بیچ ہی میں کہیں گوسالہ پوجنے لگے اور کہیں بت پرست ہوئے اور جو انکی پیروی والے کہلاتے ہیں معانی سے محض لا یعقل ہیں ہاں محسوس چیزوں میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں جس سے اہل معانی کو نفرت ہی کیونکہ اُسکا کوئی انجام پائدار و بہتر نہیں ہی سوائے حیات دنیا میں متاع دنیاوی کی کثرت حصول کے اور یہ خود بیچ ہی لہذا جن لوگوں کو محسوس کی پیروی ہی وہ آخرت کے معانی پر مشکوک رہتے ہیں اگرچہ حسّی معجزات پر مان جاویں اسی واسطے قریش کو اللہ تعالےٰ نے یہ قصص سنائے اور فرمایا وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفاً۔ یہاں سے انزال معجزات سے خالی تخویف کا فائدہ ہونے کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی۔ پس قریش جو داہی تباہی معجزے محسوسات کے مانگتے تھے اسی وجہ سے نہ دیئے کہ یہ مطبوع کافری علامت ہی کہ خالی محسوسات پر ایمان لادے تو وہ معانی تک کب پہنچیگا لہذا ہر معجزہ اسکو کارآمد نہوگا جیسے فرعون کو کارآمد نہوا حتی کہ جسنے عذاب الیم دیکھا اور اسوقت ایمان بیکار ہی یعنے جب عالم محسوس میں غیب الآخرۃ پر ایمان لاتا تو ان آیات معجزات سے البتہ نفع پاتا مگر مطبوعی مقدری کافر کو کچھ نفع نہیں دیتا ہی لہذا فرمایا۔ **فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ** اسے فہلا کانت اہل قریۃ امنوا الخ۔ یعنے یہ شہروں والے جنکو آخر ہم نے ہلاک کر دیا ہی عذاب دیکھ لینے سے پہلے کیوں نہیں ایمان لائے اور فرعون کی طرح اس عذاب دیکھنے تک نہ تاخیر کی ہوتی۔ **فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا** کہ اس شہر والوں کو انکا ایمان نفع دیتا اور ضائع بیوقت بیکار نہوتا کیونکہ معائنہ سے پہلے وقت امتحان ہی میں ایمان واقع ہوتا برخلاف فرعون کے کہ عذاب معائنہ کرنے کے وقت ایمان لایا تو بیکار گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کو استثناء کیا بقولہ۔ **إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ** علماء نے اس استثناء میں کلام کیا کہ منقطع ہی یا متصل ہی پس دونوں ہو سکتے ہیں تو منقطع ہونے کی صورت میں تقریر یہ ہی کہ فلولا یعنی ہلا حرف تحضیض ہی جسکے معنی آمادگی دلانے و برانگیختہ کرنے و ابھارنے کے ہوتے ہیں پس قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا۔ سے اہل عبرت و موجودہ لوگوں کو آمادگی دلائی کہ اگلے قریات یعنی عذاب سے برباد ہو جانے والے قریہ کے لوگوں میں سے کسی قریہ والوں نے یوں کیوں نہ کیا کہ دیر نہ کرتے اور شک میں نہ پڑے رہتے کہ دیکھیں عذاب کی وعید معلوم نہیں سچ ہی یا جھوٹ ہی بلکہ ایمان لے آتے تاکہ انکو وقت تکلیفی یا ایمان غیب میں ایمان نافع ہوتا کیونکہ عذاب واقع ہو جانے و گھیر لینے سے پہلے ہوا پھر قوم یونس کو بیان کیا کہ لیکن قوم یونس اسکا یہ حال ہوا کہ اسنے عذاب واقع ہونے کے قریب تک تاخیر کی تھی لیکن ہنوز عذاب واقع نہوا تھا کہ ایمان لے آئے۔ **لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** پھر جب وے ایمان لے آئے تو ہم نے اُنسے دور کردیا عذاب خواری کو حیات دنیا میں **وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ** اور تمتع دیدیا انکو ایک وقت تک یعنی انکی آخر زندگی مقدری تک کہ وہ وقت موت ہی۔ آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار پر جو عذاب آتا ہی وہ عذاب الخزی ہی یعنے دنیا میں خوار کر دیے گئے اور بعد اسکے موعود عذاب الآخرۃ وہ عذاب جہنم بہت سخت ہی اعوذ باللہ منہ اور یہاں وہ محسوس نہیں ہی تاکہ امتحان میں کلام الٰہی کی تصدیق کرنا ظاہر ہو۔ بالجملہ اگر استثناء منقطع ہی تو الا بمعنی لکن ہی اور طیبی رح نے کہا کہ قریہ سے مراد اسکے لوگ ہیں جنکے حق میں یہ وصف صحیح ہی کہ فلولا کانت الخ کیوں نہ ایمان لائے کہ انکو نفع دیتا انکا ایمان پس وے ایمان سے موصوف نہوئے برخلاف قوم یونس کے کہ ایمان سے موصوف ہوئے تو گویا مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونوں دو جنس مختلف ہوئے تو استثناء منقطع ہوا اور اس صورت میں استثناء متصل کرنے سے معنی بگڑینگے اسلیے کہ لولا حرف تحضیض ہی تو یہ معنی ہوئے جاتے ہیں کہ ہلاک کیے ہوئے قریات کو ایمان نافع پر آمادگی دلائی سوائے قوم یونس کے۔ حالانکہ

مراد یہ کہ ایمان نافع کیون نہ لائے قریات مہلکہ اور بے ایمان مرے ولیکن قوم یونس کو ایمان نافع مل گیا - یہ تو استثنار منقطع کی تقریر تھی - اب رہا یہ کہ استثنار متصل بھی ہو سکتا ہی اسکی یہ تقریر ہی کہ لولا اگرچہ حرف تخصیص ہی مگر متضمن معنی نفی کو ہی چنانچہ لولا آمنت کے معنی کیون نہیں ایمان لائے - پھر چونکہ یہان تخصیص کے معنی حقیقی خود ان قریات مہلکہ کے حق مین نہین ہین کیونکہ وے تو ہلاک ہو چکے اب اُنکو آمادگی کیونکر ہوگی بلکہ آمادگی کا فائدہ موجودہ قریات و پچھلون کو ہی لہذا قریات مہلکہ کے حق مین گویا نفی ایمان نافع کا بیان ہی گویا یون کہا کہ ما آمنت قریۃ بالایمان النافع الا قوم یونس یعنی کوئی گانون والے ایسا ایمان نہ لائے جو انکو نافع ہوتا سوائے قوم یونس کے اس تقریر سے استثنار متصل درست ہی - حاصل آنکہ جملہ منفی ہی اور استثنار سے منفی کا اثبات قوم یونس کے لیے ہی - وقال بیضاوی - بعض قراءة مین قوم یونس بالرفع بنا بر بدل ہونے کے پڑھا گیا تو یہ استثنار متصل ہونے کا موید ہی - مختصر قصہ قوم یونس جو انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ صافات مین مفصل بیان کیا جائیگا یہ ہی کہ یونس نینوی کو جو جزیرہ موصل سے ہی بھیجے گئے مگر اُس شہر والون نے انکو جھٹلانے پر اصرار کیا تو انکو عذاب کا خوف دلایا کہ تین روز تک یا چالیس روز تک تمپر عذاب آویگا مگر انھون نے پروا نہ کی پس یونس وہان سے نکل گئے پھر جب میعاد قریب آئی تو آسمان دھوان دھار ہو گیا اور اتنک کر انکے شہر کے گرد چھا گیا تو ہیبت ناک ہو کر حضرت یونس کو ڈھونڈھتے دوڑے مگر نہ پایا اور عذاب کا انکو یقین ہو گیا اور حضرت یونس کو رسول برحق جان گئے پس فقیرون کے موٹے کپڑے پہنکر عورتین بچے و جانورون سمیت پریٹ میدان مین نکل گئے اور ہر مرد و عورت و مان و بچہ کو جدا کر دیا اور آپس مین گریہ و زاری شروع کی اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ توبہ کی اور سخت نادم ہوئے اور دردر کر ایمان لانے کا جناب باری تعالیٰ مین اظہار کیا اور چالیس روز تک یہی حالت رہی اور اپنی حماقت پر نہایت غم کے ساتھ ہراسان تھے اور کھانے پانی سے متنفر ہیں ارحم الرحمین ذوالجلال والاکرام نے رحم فرمایا اور عذاب انسے دور کر دیا اور یہ جمعہ کے روز دسوین محرم کو واقع ہوا - ابن کثیر رح نے قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت الآیۃ مین معنی استثنار کی لطیف توجیہ کی طرف اشارہ کیا اگرچہ بنظر سیاق کیقدر بعید ہی چنانچہ کہا کہ اگلی امتون مین سے جہان جہان رسول بھیجے گئے سبھون نے تکذیب کی - کما قال تعالیٰ - وکذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون - و مانند اسکے آیات کثیرہ ہین کقولہ یا حسرة علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن - اور حدیث صحیح مین ہی کہ انبیاء مجھپر پیش کیے گئے تو گذرنا شروع ہوئے پس کوئی نبی گذرا کہ اسکے ساتھ چھوٹے سے ادیون کے ٹکڑے تھے اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی مرد تھا اور کسی کے ساتھ دو مرد اور کوئی تھا کہ اُسکے ساتھ ایک بھی نہ تھا پھر امت موسوی کی کثرت پھر سب سے بڑھکر اپنی امت کی کثرت بیان فرمائی - بالجملہ غرض یہ کہ قری مذکورہ مین سے کوئی قریہ تمام و کمال اپنے نبی پر ایمان نہ لایا کہ اسکو ایمان نفع دیتا سوائے قوم یونس کے کہ نینوی کے رہنے والے تھے سب کے سب ایمان لائے - پھر قتادہ رح سے قصہ قوم روایت کیا کہ کسی قریہ کو بعد کفر کے عذاب آجانے پر ایمان لانے سے کچھ نفع نہوا کہ چھوڑے جاتے سوائے قوم یونس کے کہ جب عذاب قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلون مین توفیق توبہ ڈالی اسطرح کہ فقیرون کے کپڑے پہنے آخر تک نقل کیا جسمین چالیس رات انکی گریہ و زاری مصرح ہی اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نینوی زمین موصل سے ہی پھر لکھا کہ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہد و سعید ابن جبیر وغیرہم سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بجائے فلولا کانت کے فہلا کانت پڑھتے تھے قلت کلاہما واحد - پھر لکھا کہ ابو عمران نے ابوالجلد سے روایت کی کہ انھون نے اس حال مین لفہام مثل عالم کے یہ دعا مانگنی شروع کی تھی - یاحی حین لاحی ویاحی یحیی الموتی ویاحی لا الٰہ الا انت - یعنی ان پاک اسمار و صفات سے دعا مانگتے تھے - قلت کانہم الہموا الاسم

الاعظم الذی اذا دعی بہ استجیب وقد مرانہ لا الہ الا ہو الحی القیوم - احدی ثلث ما ابہم فیہا الاسم الاعظم - اور فضیل بن عباس رح سے روایت ہی کہ انکی یہ دعا رہتی کہ اللہم ان ذنوبنا قد عظمت الخ یعنے اللہم رب ہمارے بیشک ہمارے گناہ بڑے دبھاری ہین لیکن تو رب ہمارا سب سے اعظم واجل ہی ہمارے حق مین وہ کر جو تیری شان کے سزاوار ہی اور وہ مت کر جسکے ہم بندے مستوجب ہین قلت دعائین دونون اچھی ہین ولیکن یہ امر کہ انکے الفاظ کیا تھے تو اسکو اللہ تعالے عزوجل جانتا ہی وہو الاعلم بالصواب - پھر واضح ہو کہ آیت مین عذاب دور کرنا حیات دنیاوی مین مذکور ہی اس سے مفسرین کے دو قول ہوے ایک یہ کہ فقط دنیا مین وے عذاب الخزی سے بچے جیسا کہ آیت مین ہی اور عذاب الجزاء آخرت انپر باقی ہی - اور دوسرا قول یہ ہی کہ نہین بلکہ دونون عذاب سے نجات پائی لقولہ تعالے وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناہم الی حین الآیۃ - پس انپر مومن ہونے کا اطلاق کیا اور ایمان عذاب آخرت سے نجات دینے والا ہی - قال الحافظ اور یہی قول اظہر ہی واللہ اعلم - قلت اسی قول پر یقین وجزم نہین کیا کیونکہ آیہ ارسلناہ الخ مین مچھلی کے پیٹ سے نجات دینے کے بعد ارسال بیان فرمایا ہی اور نینوی سے نکل جانے کے بعد مچھلی کا واقعہ ہی تو محتمل ہوا کہ شاید یہ دوسری قوم ہو - اور خروج مغاضباً کے بعد مچھلی کا واقعہ بدلیل حدیث ابن مسعود رض ہی جو آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ یونس نے اپنی قوم کو دعوت فرمائی انھون نے قبول سے منھ موڑا تو انکو آگاہ کر دیا کہ فلان روز اسطرح تمپر عذاب آویگا اور خود نکل گئے اور انبیاء جب اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ دیتے تو خود نکل جاتے تھے پھر جب قوم پر عذاب نے اپنا سایہ ڈالا تو نکلے اور عورت واسکے بچہ مین اور بکری واسکے بچہ مین جدائی کر دی اور اللہ تعالے کی جناب مین چلا چلا کر رونا شروع کیا اور اللہ تعالے نے انکا صدق جان لیا پس انکی توبہ قبول فرمائی اور عذاب کو ان سے پھیر دیا اور یونس علیہ السلام راستہ مین بیٹھے راہگیرون سے خبر پوچھتے تھے کہ ایک آدمی گذرا اس نے بیان کیا کہ انھون نے ایسا ایسا کیا تو کہا کہ مین ایسی قوم پاس پھر نجاؤنگا جنھون نے مجھے جھٹلایا اور وہان سے چل دیے درحالیکہ مغاضب یعنے مراغم تھے - رواہ ابن مردویہ - قلت حدیث مین فوائد بہت ہین از انجملہ یہ کہ قریش پر کچھ عذاب نہ آیا جب تک آنحضرت صلعم وہان تھے پھر جب ہجرت کر کے مدینہ آگئے تو دوسرے ہی سال بدر مین قریش کو بطریق سزا کے تھوڑی مار دی گئی جو بڑے معجزہ کے طور پر آیات الٰہی سے واقعہ ہوا باوجودیکہ آنحضرت صلعم انکی ہلاکت کی خواہش نہین کرتے تھے بدلیل آنکہ بحکم الٰہی جبرئیل نے عرض کیا کہ آپ چاہین تو ان گستاخون کو ہلاک کیا جاوے آپ نے شکر الٰہی کے بعد درخواست کی کہ پروردگار مجھے امید ہی کہ انکے نطفہ مین ایمان والے پیدا ہونگے - اور جو قنوت مین آپ نے ولید بن الولید وغیرہ کی رہائی کے لیے دعا کی اور ابو جہل وغیرہ کے اوپر لعنت کی تو یہ درخواست عذاب نہین ہی بلکہ رحمت سے مطرود اور کفر پر مرنا ہوگا اور یہ دوسری بات ہی چنانچہ ابو جہل کافر مر گیا - پھر مترجم کہتا ہی کہ قوم یونس سے عذاب آخرت دور ہونے پر یقینی دلیل ملتی ہی اسطرح کہ جب قبل عذاب نازل ہونے کے توبہ کی توفیق ایمان پایا تو وقت تکلیف ثابت ہی اور یونس علیہ السلام پر مدت تک انکا ایمان لانا معلوم تو قطعاً مومن ہوئے پھر شک کی کوئی وجہ نہین ہی اور رہا یہ کہ آیت مین کشف عذاب بقید حیات دنیا ہی تو فائدہ اسکا یہ ہی کہ یون وہم کیا جاوے کہ شاید قبول ایمان واسطے دفع عذاب آخرت ہو مگر دنیا مین عذاب دیدیا گیا ہو جیسے گوسالہ پوجنے والے بنو اسرائیل سے قبول توبہ و دفع عذاب آخرت مین دنیاوی قتل دور نہوا اور جیسے محصن زنا کار سے دنیاوی سنگسار کیا جانا دور نہین ہوتا اگرچہ ایسے شخص سے توبہ قبول بلکہ آخرت کے عذاب سے نجات ہونا بعض خصوص وقائع مین صحیح حدیث مین آیا ہی اور خصوص وقائع کی قید سے مترجم نے اشارہ کیا کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک عذاب آخرت

موکول بحکم حق تعالےٰ ہی چاہے عذاب کرے اور چاہے عفو کرے جو کہ امید ہی اور دنیاوی سزا سیاست شرع ہی نہ تطہیر ذنب اور حدیث مین جن بعض کے حق تطہیر مین ذنوب آئے وہ خاص واقعہ اسی شخص نیک کے ساتھ تھا اور لوگ آپس مین بحسب نیات و صدق وغیرہ کے متفاوت ہوتے ہین پس سب کا ایک قیاس نہین ہو سکتا۔ فافہم ہکذا سنح للمترجم ولا یختص بہ لنفسہ فلعلہ سبق الیہ غیرہ واللہ اعلم

ف۔ فی العرائس فی اشارات تلک الآیات قولہ تعالےٰ فان کنت فی شک الآیۃ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل مین تو مصطفےٰ رسول نبی مکرم مخصوص بمقام محمود و شفاعت کبریٰ و سردار انبیاء تھے لیکن دنیا مین موافق سنت الٰہیہ عز وجل کے اصطفائیت ازلی تک وصول کے منازل مین جب اچانک پہلے ہی دلائل نبوت و رسالت وارد ہوے اور ہنوز حال مین سرمدیت حاصل نہ تھی کیونکہ ابتداء تھی تو حال و سر باطن مین معارضہ ہوا کہ آپ کو حال گم ہونے کا خوف ہوا پس حق تعالےٰ نے خطاب خاص سے تسلی فرمائی اور اگلی کتابون کی طرف حوالہ دیا کہ انمین ازلی اصطفائیت و فضائل و عموم رسالت و کمالات کاملہ مذکور چلے آتے ہین جس سے اطمینان ہو کہ کسی حال سے ازلی اصطفائیت مین تغیر نہو گا کچھ متردد مت ہو اور فی الجملہ امتحان مین سنت الٰہی عز وجل جاری ہی۔ وقد قال تعالےٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ ہان سلسلہ خطاب و وحی مین فترۃ ہونا برداشت کا مقام ہی اور اسی مین حال جاتے رہنے سے خوف تھا کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ شوق خطاب و وحی اور انتظار پیک خوشخبر جبرئیل مین زمانہ فترت الوحی مین کیونکر کوہ حراء سے اپنے آپ کو گرانے کا قصد کیا تھا یہان تک کہ جبرئیل نے حاضر ہو کر سلام الٰہی و وحی سے تسلی و تسکین دی اور کیسے کہا تھا کہ زملونی زملونی مجھے اوڑھاؤ۔ پس خوطر بشری یہان کچھ تعجب کی بات نہین ہی اگرچہ شان رفیع ہو اور مشاہدہ قدم اگرچہ بقوت روح چشم سر باطنی ہو کہ صدیقین کے دلون تک پہونچا اور ارواح مقربین کو فنا کر دیا ہو تو بھی کون معارضہ نفس سے بچتا ہی اور یہ معارضہ از جانب حق سبحانہ تعالےٰ بطریق امتحان و عبرت کے واقع ہوتا ہی تاکہ طالب صادق پر آفتاب عنایت و سعادت سایہ افگن ہو پس حق کو بحق دیکھکر استقامت سے متصف ہو بجلا تو نہین دیکھتا کہ کیونکر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ یعنی میرے دل پر کچھ دھند حلاہٹ سی آجاتی ہی اور مین ہر روز ستر بار اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتا ہون۔ قلت قد رواہ مسلم۔ اور نیز آپ نے فرمایا کہ نحن اولی بالشک من ابراہیم الحدیث۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت ہم کو بدرجہ اولی شک کرنا چاہیئے الی آخر الحدیث وہو فی الصحیح۔ ولیکن تو ہوشیار ہو کہ یہ شک کچھ وعدہ و وعید الٰہی مین نہین ہی بلکہ محض معارضہ نفس دفع کرنے اور خطرات دور کرنے مین ہی جو کہ ابتدائے حال مین قبل استقامت کے ہجوم کرتے ہین پھر جاتے رہتے ہین جب استقامت ہو جاوے تو نہین دیکھتا کہ بعد استقامت کے فرمایا کہ لا اشک ولا اسئل۔ نہ مین شک کرتا ہون اور نہ پوچھتا ہون۔ قال المترجم یہ حدیث تو اسی آیت کے نزول پر فرمائی تھی لہذا اگر کوئی کہے آیت ابتدائی حالت ہو تو اتنی دیر مین استقامت کے کیا معنی ہین تو مترجم کی طرف سے جواب یہ ہی کہ شیخ عارف کا یہ منشا نہین ہی کہ ابتدائی حال مین آپ سے شک واقع ہوا بلکہ اس تمام تقریر سے حاصل یہ مقصود ہی کہ آپ سے بحسب الذات یعنی کسی معاملہ مین شک ممکن تھا اگرچہ ہونی باتین ایمان آخرت کی ایسی نہین کہ انمین انبیاء کو شک ہو تو قولہ فان کنت فی شک بطریق فرض صادق ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہی ولیکن آپ سے کبھی شک کا وقوع نہین ہو سکتا تھا لہذا کبھی نہ شک کیا اگرچہ استقامت کا مرتبہ حاصل ہو جانے تک خطاب آیہ نازل ہوا۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ دراصل لفظ شک کے تحقیق سے غفلت ہی جس سے اشکال وارد ہوتا ہی لہذا واضح ہو کہ شک عوام مداخلت اوہام انکے عقول کے ادراک مین بطریق خلط یا معارضہ ہی پس یہ عوام ہی سے مخصوص ہی کیونکہ وہم کو مداخلت

باقی ہی اور وہان ادراک عقل ومشاہدہ سر باطن ومشاہدہ قلب مین بعضے معانی ہوتے ہین جنسے عموماً وقت بھی ممکن نہین کیونکہ جب تک یہ کیفیت طاری نہو تب تک درک نہین ہو سکتا اور دلیل اسکی قولہ نحن اولے بالشک۔ ہی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو شک بمعنی عام نہین تھا جو منافی ایمان ہو اس سبب سے کہ قولہ قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ صریح ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کو تصدیق کامل تھی پھر اسی مین شک کے کیا معنی ہین لہذا شک کے لفظ سے وہ معنی نہین مراد ہین جو عوام کے خیال مین متبادر ہوتے ہین بلکہ معنی مناسب انبیاء وغیرہ منافی تصدیق کامل ہین۔ فان قلت فلعلہ طمانینۃ وہی من صفات الیقین الکامل فیکون ہناک یقین کامل الصفات ویقین ناقص فیما قلت الیقین من العوارض فلایجوز ان یکون لہ صفات لعدم جواز کون العارض معروضا وان جاز ان یعرض العروض الجوہری عارض بواسطۃ عارض آخر کالضحک بواسطۃ التعجب للانسان الا انہم تسامحوا فعدوا عوارض العارض اولوعامنہ من مباحث الموضوع کما ہو المشہور تامل۔ پھر شیخ نے کہا کہ جو ہم نے ذکر کیا تجھے اس سے تعجب نہونا چاہیے کیونکہ حق عزوجل حق ہی ہی اور مخلوق پھر مخلوق ہی ہی اور حاشا وکلا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ شک ہوا ہو یہ تو یہی بات تھی کہ آپ جلال القدم کے دیدار مین تھے کہ وہان اپنے آپ کو غربت عجیب دیکھتے اور غرائب وفلوح رویت سے تعجب کرتے تھے جیسے وہ شخص جسنے نہین دیکھا ہی امر ازلیہ واحکام ربوبیت مین متحیر ہوتا ہی پس قدم مین حدوث مضمحل ہوا اور قدم کو دیکھا اور نہین دیکھا کہ مین قدم کو بحدوث دیکھا پس ان دونون دیدار مین مدہوش ہوے کہ خطاب ازل سنتے تھے پس انوار قدم مین حدوث کو متکلف بافعال پاتے تھے اور یہ امر عجیب ہی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک ای مما شرفناک وفضلناک یعنی اگر شک ہو اسمین جو ہم نے تجھے فضل وشرف دیا ہی تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ وے کیونکہ تیرے اوصاف جمیل وفضائل شریف کو اگلی آسمانی کتابون مین مفصل پاتے ہین۔ قولہ تعالے ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک۔ سر ازلی نے ازل سے قہر ولطف کے لیے لوگ چاہے کہ ہر ایک اپنے مقام سے صادر اور اسی طرف راجع ہوا اور انکے اوصاف متفاوت ہون پس حق سبحانہ تعالے نے اس سر کو اپنے کلمات سے اہل سعادت کے سعید ہونے اور اہل شقاوت کے شقی ہونے کا جواب دیا پس نشان لطف مقبولون کے چہرون پر اور نشان قہر مقہورون کے منھ پر لازم ہوئے لہذا اہل لطف تو ازل سے ابد تک لطف مین ہین اور جو کچھ ازلی ارادت ومشیت واحکام قضاء وقدر صادر ہوتے ہین انکو قبول کرتے ہین اور اسکے برعکس حال اہل قہر کا ہی کہ ازل سے ابد تک قہر مین ہین کہ احکام ازل سے مخالفت قہری لیتے ہین اسواسطے انکو آیات الٰہی وانبیاء واولیاء نظر نہین آتے بلکہ برعکس دیکھکر مخالف ومنکر ہین واسطی رح نے کہا کہ جسکو نور ازلی نہین ملا وہ صفاء وقت نہین جانتا کیونکہ یہ نتیجہ نور ازل ہی قلت بہ تبدیل عبارت ہی اور اصل حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اسپر اپنا نور چھڑکا جسکو پہونچا وہ مومن ہوا اور جسکو نہ پہونچا وہ منکر ہوا۔ قولہ تعالے لما امنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا۔ اس سے آگاہ کیا کہ شان مشیت الٰہی ہر عقل وفہم سے باہر ہی چنانچہ طریقہ مواخذہ یہ تھا کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر کسی طرح چھٹکارا نہو مگر یہان قوم یونس کی تضرع وعاجزی وزاری کو قبول فرمایا اس سے اشتقاق ہوا کہ امر الٰہی سبحانہ بقدر عقول نہین ہی اور کسی درک کو اسکی حکمت مین مجال نہین ہی۔ قوم یونس نے تضرع کیا تو صبح وصال نے مطلع جمال سے بعد گم ہونے تاریکی ضلال کے طلوع فرمایا اور آفتاب الوہیت کے انوار نے انکو تاریکی قہر سے چھڑا لیا کیونکہ رحمت اسکی غضب پر سبقت لیے ہوے ہی اور اگر کشف نہوتا تو پردۂ انکار مین رہکر جل جاتے۔ اور نیز جبکہ ایمان لائے بعد کشف انوار کے انکے

دلون مین تو دوری و فراق کا عذاب انسے دور ہوا قامت یہ اشارہ ہی - پھر حق تعالے نے بیان فرمایا کہ اہل اختصاص و اصطفائیت بدون کسی علت و اکتساب کے محض بمشیت ازلیہ ہی اور اجماع ہی کہ نبوت محض فضل ربانی ہی اور یقین ہی کہ ولی کسی اپنے فعل سے نہین ہو جاتا بلکہ کرم و لطف سابقہ ہی کہ جس قوم کو چاہا بلند کیا یعنے ایمان و عرفان دیا اور جس قوم کو چاہا پست کیا یعنے کفر و ضلالت مین ڈالا

پس تصریح کر دی کہ جاہتا سب کو ولی کر دیتا - بقولہ تعالے -

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین مین سارے ہین تمام اب کیا تو زور کریگا لوگون پر

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ

تاکہ ہو جاوین با ایمان اور کسی جی کو نہین ہوتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہی

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

گندگی انپر جو نہین بوجھتے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار اے محمد صلعم تو ضرور ایمان لاتا ہر وہ شخص جو زمین مین ہی - كُلُّهُمْ سب کے سب کہ کوئی انمین سے چھوٹ نہ رہتا - جَمِيْعًا درحالیکہ مجتمع ہوتے ایمان پر اور کوئی مختلف نہوتا - اسمین صاف حجت ہی کہ اللہ تعالے نے سب مجموع کا ایمان نہین چاہا اور جسکا ایمان اسنے چاہا وہ ضرور ایمان لاویگا پس اسی کی مشیت پر ایمان و کفر ہی تو اُسی کے ارادہ سے ایمان والا ہو جاتا ہی اور اُسی کی مشیت سے کافر ہوتا ہی پھر چونکہ آنحضرت صلعم یہ حرص کرتے تھے کہ تمام روے زمین کے لوگ مومن ہو جاوین اور غمناک ہوتے کہ کیون مومن نہین ہوتے تو اس آیت مین تسلی فرمائی اور تصریح کر دی کہ - اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ کیا تو اکراہ کرتا ہی لوگون پر - حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یہان تک کہ مومن ہو جاوین - یعنی بطریق استفہام انکاری فرمایا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے کسی قوم سے نہین چاہا ہی کیا تو انکو اکراہ کرتا ہی کہ مومن ہی ہو جاوین پس خلاف مشیت الٰہی نہین ہوگا اور قولہ افانت ضمیر کو تکرہ فعل پر مقدم کرنے مین دلالت ہی کہ خلاف مشیت کے ہونا محال ہی تو اکراہ کرنے سے اسکا حاصل کر لینا ممکن نہوگا اور جب تو اکراہ کرکے حاصل نہین کر سکتا تو تیرے معمولی طریقہ سے جو وعظ و نصیحت و آمادگی دلانا وغیرہ ہی بدرجہ اولے وہ مومن نہونگے اور بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ بعض روایت مین اسکا سبب نزول بھی یہی ہوا کہ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے مومن ہو جانے کو بہت چاہتے تھے - بالجملہ اللہ تعالے عزوجل کی حکمت بالغہ کو کوئی آدمی یا مخلوق ہو ہرگز احاطہ نہین کر سکتا کیونکہ اسکا علم غیر متناہی ہی پس ضرور اسکی حکمت ہی کہ سب کے سب مجموع ایمان نہ لاوین ورنہ ہم کہتے ہین کہ دو حال سے خالی نہین کہ یا تو اسنے سب کا ایمان چاہا یا نہین چاہا پس اگر چاہا تو خلاف اسکے چاہنے کے کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ وہ کسی امر مین عاجز نہین ہی اور اگر نہین چاہا تو بھی کیونکر برخلاف ہو سکتا ہی اسیواسطے معلوم ہوا کہ اسنے سب کا ایمان نہین چاہا اور سب مومن ہوتے تو اسمین اسکی حکمت بالغہ عین عدل و انصاف ہی پس آنحضرت صلعم کو منع کر دیا کہ جو اسنے چاہا ہی اسکے خلاف تم حرص مت کرو - اور یہ کئی آیات مین مصرح ہی کقولہ تعالے ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین - وقولہ تعالے افلم ییأس الذین اٰمنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس

جمیعا - اسیواسطے اس آیت مین انکار کیا بقولہ افانت تکرہ الناس - اسے تو مہم - یعنی کیا تو لوگون کے ذمہ لازم کرتا ہی یا چپکاتا ہی - خواہ مخواہ ایمان کو - حتی یکونوا مومنین - یہان تک کہ ضرور مومن ہو جاوین یعنے یہ خلاف مشیت الٰہی نہین ہوگا لہذا قال تعالے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء الآیۃ - قال تعالے انما علیک البلاغ وعلینا الحساب - قال تعالی انما انت مذکر - لست علیہم بمصیطر - مانند اسکے دیگر آیات ہین جو صریح دلالت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ہی جسکو چاہتا ایمان دیتا اور جسکو چاہتا نہین دیتا ہی اسیواسطے صریح فرمایا بقولہ - وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اسے وما صح وما استقام لہا ذلک - اور نہین مستقیم ہی کسی نفس کے لیے یہ کہ ایمان لے آوے یعنی خود کسی نفس کو قدرت نہین کہ مومن ہو جاوے - اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت یعنی بارادہ وحکم الٰہی - پس جب اللہ تعالے چاہتا ہی تو وہ شخص ایمان لاتا ہی اور بدون اسکی توفیق کے نہین لا سکتا آنحضرت صلعم کو تسلی دیدی کہ جب ایسا ہی تو اپنی جان کو سب لوگون کے مومن ہو جانے یا کسی خاص کے لیے مشقت مین مت ڈال کیونکہ تیرا کام خالی ابلاغ رسالت الٰہی ہی اور مومن کر دینا اللہ تعالے ہی کے قبضۂ قدرت مین ہی - واضح ہو کہ ایمان معرفت الٰہی عزوجل وحضور اسکے شہود مین ہی اور کوئی مخلوق ہو یہان تک کہ درختون کی پتیان وزمین کے ذرہ سب اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین جسطرح مشیت وارادہ الٰہی انکو حرکت دینا چاہتا ہی اسیطرح حرکات کرتے ہین اگرچہ جاہل آدمی ہر ایک حرکات وسکنات کو اپنے قابو سے سمجھے مگر درحقیقت یہی ہی کہ بارادت الٰہی ہی تو نہین دیکھتا کہ ہر ایک حرکت وسکون کسی چیز کا ہو وہ علم الٰہی مین پہلے سے معلوم تھا کیونکہ اگر نہ معلوم ہوتا تو کیا اللہ تعالے کو اسکا علم نہ تھا یہ محض غلط گمان ہی کیونکہ اللہ تعالی کی شان پاک مین کسی بات سے جاہل ہونا کسی طرح صحیح نہین ہی پس ضرور ہر امر اسکو معلوم ہی خواہ وہ ابھی واقع ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ اسکی ذات وصفات مین کسی طرح تغیر نہین وبدلنا کہ کبھی کچھ ہو پھر کچھ اور ہو یا کمی بیشی ہو ہرگز صحیح نہین ہی تو اسکا علم بھی ازل سے ابد تک یکسان ہی لہذا جس مخلوق بندہ سے جیسا اسکے علم مین ہی ویسا ہی واقع ہوگا اور یہ بھی ممکن نہین کہ اسکے قبضۂ قدرت سے باہر ہو کر کوئی مخلوق جو چاہے کرے تو ضرور ایمان یا کفر اسی کے قبضۂ قدرت مین ہی پھر ایمان جو معرفت ونعمت ووصول بدرجۂ کرامت ہی جسکو چاہتا ہی یہ درجۂ عالی عطا فرماتا ہی بدون اسکے انعام کے نہین ہو سکتا - وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ اسے عذاب یا خواری یا کفر جو مقابل ایمان ہی یعنے اور کر دیتا ہی کفر کی پلیدی کو - عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ان شخصون پر جو سمجھ نہین رکھتے ہین یعنے عقل کو کام مین نہین لاتے کہ اللہ تعالے کی آیات واضحات سے اسکی توحید وصفات تک پہونچین وایمان حاصل کرین - لفظ الذین اسم موصول واسطے ذوی العقول کے ہی پھر انکو لایعقل قرار دیا تو اسی وجہ سے کہ اللہ تعالے نے عقل والون سے کر دیا مگر انھون نے عقل سے کام نہ لیا - اور مراد یہان سمجھ سے دینی سمجھ ہی جسکا نتیجہ باقی ومعتبر ہی اور جن لوگون کو دین کے برخلاف دنیاوی متاع ونام وشوکت وحشمت حاصل کرنے مین سمجھ ہی وہ دراصل جہالت ہی کیونکہ فانی چیزون کے حصول مین مشقت ودانائی محض نادانی ہی اور مومن تو دنیا سے بقدر ضرورت حاصل کرتا ہی کہ زاد راہ آخرت جمع کرے اسی سے کہا گیا کہ دنیا کھیتی ہی کہ اس سے آخرت کے لیے غلہ لیا جاتا ہی پھر اگر مومن کے حیلہ سے رزاق عزوجل نے اسکو رزق وسیع دیدیا تو وہ بھی پسندیدہ ہی کہ آخرت کا توشہ اسنے اچھی طرح بھرا - بالجملہ دنیا کے اموال مین اگر انھین پر نظر ہی تو یہ بھی رجس اور وہ شخص بھی رجس ہی کہ اسکو عقل نہین ہی اور اگر اسکی نظر آخرت پر ہی اور ان اموال سے مانند روزہ نماز کے توشۂ عقبی چاہتا ہی تو مضائقہ نہین ولیکن اس نیت سے بھی اموال کے

جمع مین کوشش کرنا ضرور مذموم ہی کما صرح بہ الغزالی رحمہ اللہ ہان اگر اللہ تعالے حلال حیلہ مین کسی کو رزق وسیع عطا فرما دے
کیونکہ رزاق وہی ہی تو اسکو لیکر خیرات وصدقات سے اور جورو اور بال بچون وغیرہ کے نفقات سے ثواب جمیل حاصل کرے
بتوفیق اللہ تعالے۔ آیت مین تلویح ہی کہ عطاے ایمان واسکی توفیق از حضرت حق سبحانہ تعالے اپنی حضوری کی اجازت وکمال
انعام ہی برخلاف کفر کے کہ وہ پلیدی ہی لہذا جو قومین شرک وکفر مین مبتلا ہین انکی کثرت بہت ہوتی ہی اور قولہ تعالے ولو اعجبک
کثرۃ الخبیث صریح تنبیہ ہی کہ کفر وشرک والے ہر زمانہ مین اس ملعون دنیا مین کثرت سے رہینگے یون ہی مشیت الٰہی جاری ہی
اور وہ پاک خالق علیم سبحانہ تعالے اپنی حکمت بالغہ کا خود ہی دانا تر ہی پس ہوشیار رہنا چاہیے کہ کوئی قوم مشرک جو توحید سے
خارج ہی چاہے کسیقدر کثرت سے ہو کبھی اسکے حق ہونے کا وہم ووسوسہ شیطان کی طرف سے دل مین نہ لاوے اور دنیا خود
ملعون اور جو اسمین ہی وہ بھی ملعون تو پلید دن کو یہ پلیدی بھی لائق ہی لہذا دنیاوی دولت وحشمت سے کسی کو حق پرست خیال نہ
کرو کہ یہ محض استدراج ہی لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود فتوحات پے درپے وخزاین بے شمار حاصل ہونے کے خلیفہ سے
ادنی تک دنیا کے اموال ترک کیے ہوے فقیری لباس مین بسر کرتے اگرچہ اموال غنیمت کو خالی اس خوشی سے لیتے کہ اسکی خیرات
وغیرہ سے ذخیرہ ثواب آخرت مین ترقی ہوگی پس مومنون پر فرض ہی کہ انکا اقتداء کرین اور انکے مانند نظر کو دنیا سے دور اور آخرت
پر محصور رکھین واللہ یوفق من یشاء ویہدی والیہ المرجع والمآب ف فی العرائس قولہ تعالی ولو شاء ربک لآمن من فی الارض
کلہم جمیعا۔ اگر او تعالے عزوجل جو خالق الکل ہی ایسا چاہتا تو ضرور ہوتا اور وہ ہر شان مین ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے وہ کرے اور
جو کرے وہ عین عدل وصواب وکمال حکمت بالغہ ہی پھر چونکہ سب مومنین نہیں ہین تو ظاہر ہوا کہ اسنے نہین چاہا بلکہ ایک قوم
کو رحمت سابقہ کی غذا دی وہ مومن ہوے اور باقیون کو قہر ازلی کی غذا دی وہ تمام مقہور وملعون غذائین یعنی دنیا کو کھا کر
مطرود اور ملعون ہین پس لطف وقہر اسکی دونون صفتون کا ظہور بکمال حسن وحکمت اس مخلوقات سے ظاہر ہی پھر چونکہ اہل ایمان
کو معرفت سے اپنے ہمجنس مخلوقات پر رحم آتا ہی کہ یہ لوگ غذاء ملعون پر حریص ہو کر انگارے کھاتے ہین اور آتش جہنم مین گھسے جاتے ہین
لہذا وے لوگ اپنی سمجھ کے موافق طمع وحرص کرتے ہین کہ کاش یہ لوگ بھی کسیطرح ایمان لاکر آنکھون والے ہو جاوین اور دیکھین کہ
یہ کیا عجائب اسرار الٰہی ہین کہ جس سے آنکھین کھلین اور حیرت سے دیکھکر ہزار شکر کرین کہ افسوس ہم کس خواب غفلت مین تھے
کہ جس راہ جاتے تھے وہ بالکل آگ وعذاب ہی اور الحمد للہ تعالے جسنے ہمکو اس سے نجات دیکر راہ راست عطا فرمائی غرض کہ اہل ایمان
کو اپنی ہمجنس مخلوق کفار ومشرکین پر یہ طمع رہتی ہی ولیکن حکمت بالغہ الٰہی سے آگاہی نہین ممکن ہی لہذا حق سبحانہ تعالے نے اس
کلام پاک سے انکی طمع خواہ نخواہ کافرون کے مومن ہو جانے سے قطع کردی اور واضح رہے کہ یہ غرض نہین ہی کہ کوئی مومن کسی کافر کی
نسبت مو انے کی طمع نہ کرے کیونکہ یہ تو پسندیدہ خصلت اور عین صواب ہی بلکہ تنبیہ یہ ہی کہ خواہ مخواہ کسی کے مومن ہو جانے
پر اور جب تک نہو غم کھانے پر قدرت نہیں اور نہ ایسا اسکے اختیار مین ہی اور خلاصہ یہ کہ بندہ مومن تمام مخلوقات پر شفقت ورحمت
رکھتا ہی اسطرح کہ اسکا چال چلن ایسا ہو جاوے کہ چند روزہ زندگی کے بعد وہ رضوان الٰہی پاکر دائمی راحت جنت مین ہو جاوے لہذا
ہر ایک کو نصیحت کرتا ہی ولیکن اس سے غمناک نہو کہ اس نے کیون نہ مانا بلکہ جان لے کہ یہ خاص اللہ تعالے ہی کے اختیار مین ہی
اور وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہی تو جس کو لیاقت معرفت الٰہی کی نہو گی وہ کبھی ایمان نہین لاویگا اور لیاقت نہونا بھی معلوم ہو سکتا ہی

کہ وہ شخص کافر مرجاوے ورنہ فی الحال سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہین معلوم ہی لہذا نصیحت و رہنمائی سے کسی وقت ہاتھ
اُٹھانا نہین چاہیے اور اسکا راہ پر آجانا یا نہ آنا تو اسکو جناب الٰہی کے سپرد رکھے کہ یہ اُسی کے اختیار مین ہی حتیٰ کہ جو ظاہر مین مومن
ہی موت تک اُسکا ایمان پر ثابت رہنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت مین ہو لہذا حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وما کان لنفس ان تؤمن
الا باذن اللہ جس نفس کو استعداد معرفت و محبت نہین اور سابقہ ازل مین حسن عنایت سے سرفراز نہین ہوا وہ کیونکر ایمان و معرفت
پر رہیگا کیونکہ ایمان یہی ہی کہ صفات الٰہی کا دل مین یقین ہو اور آفتاب صفات سے انوار عارف کے دل مین آوین پس جیسی ہوگا
کہ اللہ تعالیٰ عزوجل چاہے۔ بعض نے کہا کہ ایمان اسی پر ظاہر ہوتا ہی کہ ازل مین جسکو نور ملا اور سعادت حاصل ہو چکی ہی پھر
انوار صفات سے تصدیق قلب عارف کے مظاہر آیات واضحہ مخلوقات آسمان و زمین ہی تو اولیاء و اعداء دونون کو ان انوار
دیکھنے کی طرف بلایا۔ لقولہ تعالیٰ۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ
تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہی آسمانون مین اور زمین مین اور کچھ کام نہین آتین نشانیان اور ڈراتے اُن لوگون کو
لَا يُؤْمِنُونَ ○ فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ
جو نہین مانتے سو اب کچھ راہ دیکھتے ہین مگر اُنہین کے سے دن کی جو ہو چکے ہین اُنسے پہلے تو کہہ
فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ○ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذٰلِكَ ۚ
اب راہ دیکھو مین بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہم بچا دیتے ہین اپنے رسولون کو اور جو ایمان لائے اسیطرح
حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ ع
ذمہ ہی ہمارا بچاوینگے ایمان والون کو

۱۵ ع ۱۱

اوپر کی آیت مین تھا کہ یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ یعنی آیات الٰہی مین جو لوگ عقل سے کام نہین لیتے کہ وحدانیت و قدرت
الٰہی پر یقین کرکے ایمان پر ہو جاتے تو کفر کی نجاست انھین پر ہی اب اس آیت مین لوگون کو مخلوقات کی آیات مین نظر و غور و فکر کرنے کا
حکم دیا لقولہ تعالیٰ۔ قُلِ انْظُرُوا کہہ یعنی ارشاد و ہدایت کر حکم دے اے محمد صلعم لوگون کو کہ دیکھو و فکر کرو کہ۔ مَاذَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کیا ہی ان آسمانون و زمین مین۔ یعنی کیا عجائب صنعت الٰہی انھین ہی تا کہ تم کو حضرت صانع عزوجل کی وحدت
و کمال قدرت ظاہر ہو۔ ماذا۔ استفہامیہ ہی جو انظروا کے عمل سے معلق ہی اور اگر ما موصولہ ہو تو مفعول انظروا ہی اے انظروا ما فیہما من
العجائب یعنی جو عجائب ان دونون محسوسات کے درمیان محصور ہین انکو دیکھو تا کہ خالق عزوجل کی کمال قدرت سے جانو کہ وہی
وحدہ لا شریک لہ ہی وہان کسی بت یا مسیح یا ملائکہ وغیرہ کے شرک کی گنجائش نہین اور کسی غیر کو کچھ بھی قدرت خود مختاری ممکن نہین ہی۔ پھر
واضح ہو کہ انظروا خطاب یا تو خاصتہً کفار کو ہی جیسا کہ بعض مفسرین نے زعم کیا۔ یا عام ہی کہ کفار و مومنین سب کو شامل ہی اور یہی صحیح ہی کیونکہ
رات مین ایک ساعت تفکر کرنا تمام رات عبادت سے افضل ہی کما مر مفصلاً فی قولہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض الآیۃ۔ اور
اسی طرف ابن کثیر رحمہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کو اپنی مخلوقات مین تفکر کرنے کی رہنمائی فرماتا ہی کہ آسمانون کے عظیم جسم
و کواکب ثوابت و سیارات و شمس و قمر و انکے فوائد و ہیأت پر غور کرو اور آسمان و زمین و سقف محفوظ ہی کہ اسکے آگے جس کو تجاوز نہ

نہیں اور ہر ایک متحیر ہوکر اٹکل وقیاس دوڑاتا ہی حتی کہ بعضے ملحدین جو وجود آسمان کے قائل نہیں وے بھی سرگریبان ہوں کہ باوجود اس انکار کے بھی عقل دنگ ہی کہ آخر اسکے کوئی حد بھی ہی یا نہیں ہی- زمین میں پہاڑ و پتھر و درخت طرح طرح کے بے شمار ہر ایک کی خاصیت علیحدہ وصفت وصورت مختلف اور پھل پھول رنگ رنگ کے عجیب وغریب پھر کبھی روز روشن ہی اور کبھی تاریکی شب کا ہجوم ہی کبھی کمی اور کبھی بیشی دبروج میں تحویل وغیرہ عجائب صنع الٰہی نہایت محکم اور باین ہمہ حیوانات بے شمار جنکے مقامات ومسکن باوضاع متفاوت اور ہر ایک کا رزق بفضل حضرت خالق عزوجل بدون تجاوز کے اوقات معینہ پر پہونچنا وغیر ذالک بس پاک ہی وہ معبود حق سبحانہٗ جسکی قدرت واحاطہ علم کا کوئی پار نہیں پاسکتا پھر یہ سب فانیات ہیں کہ کسی وقت وموسم میں موجود اور کبھی فانی ہیں لہذا ان فانی اشیاء کو چھوڑ کر خالق عزوجل کیطرف دل لگاکر اسی کی حضوری فرض وواجب ہی کہ آخر بعد چند روزہ حیات کے دار اسلام رضوان الٰہی کے ساتھ دائمی نعمت سے سرفرازی ہوجاوے دنیا نہیں جہاں کچھ فکر وتکلیف نہیں ہاں سلامت نعمت ہی جسکا بیان حدامکان سے باہر ہی پس یہ عجائب صنع الٰہی صریح واضح دلیل حق تعالیٰ کی کمال قدرت وخودمختاری والوہیت وپاکی اور وحدانیت وفردانیت پر ہیں کہ جنمیں کچھ بھی پوشیدگی نہیں ہی ولیکن باین ہمہ یہ عجیب قدرت ہی کہ بعض اقوام کو یہ بصیرت دی اور بہتیروں کو اندھا کردیا ہی اور یہ وہی لوگ ہیں جو آیات الٰہی میں عقل سے کام نہیں لیتے اور جانوروں کے مثل ہو رہے بلکہ بدتر ہیں چنانچہ فرمایا- وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ اور نہیں بے پروا کرتے ہیں آیات ونذر ایسی قوم سے جو ایمان نہیں لاوینگے- آیات جمع آیہ بمعنی علامت چنانچہ یہی مخلوقات مذکورہ جو اپنے خالق عزوجل کی وحدانیت وکمال پر علامت ہیں- نذر جمع نذیر یعنی رسول یا وہ امر جس سے انذار کیا جاوے یعنی تخویف کے ساتھ آگاہ وہوشیار کیا جاوے- معنی یہ کہ جو قوم کہ علم الٰہی میں موافق اسکی مشیت کے مومن نہیں ہوئے ہیں کافر ہی مطبوع ہیں انکے واسطے چاہیے یہ آیات واضحات ہوں اور چاہے کلام انذار ہو کچھ مفید نہیں اور انکو کفر پر مرنے وعذاب میں گرفتار ہونے سے کوئی بھی اغنار وبے پروا نہیں کرتا اور کچھ بھی کافی نہیں ہی پس وے بھی سب مخلوق سموات وارض اندھوں کی طرح دیکھتے اور نذر یعنی رسل انکو انذار سناتے ہیں تو بہروں کیطرح سنتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے گویا وعدۂ عذاب وغیرہ میں شک کیے جاتے ہیں لہذا فرمایا- فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ استفہام بمعنی نفی ہی یعنے نہیں انتظار کرتے ہیں اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ مگر مثل ایام ان لوگوں کے جو انسے پہلے تھے- عرب کے لوگ محاورہ میں ایام کسی واقعہ پر جو نعمت کا یا عذاب کا یادگاری کے قابل ہووے اطلاق کرتے ہیں اسی سے یوم البغاث وغیرہ جو لڑائیاں عرب والوں میں ہوئیں اور جو کچھ واقعات پیش آئے انکو ایام العرب کہتے ہیں اور اسی معنی میں ہی قولہ تعالیٰ فذکرہم بایام اللہ- یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام کرنے کے واقعات انکو یاد دلادے- اور اُردو زبان میں بھی یہ محاورہ موجود ہی کہ فلان شخص کو اسکے دن یاد دلادیئے فلان شخص کیا اپنے دن بھول گیا- اور یہاں وقائع عذاب کفار مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ نہیں انتظار کرتے ہیں یہ کفار جو محمد صلعم کو جھٹلاتے اور کفر پر اصرار کیے جاتے ہیں مگر یہی کہ انکے ساتھ بھی واقع ہو مثل وقائع انسے اگلے کافروں کے- یعنی جب کسی طرح ایمان نہیں لاتے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عذاب نازل ہو جیسے اگلے کافروں کے ساتھ واقع ہوا پس گویا یہ بھی منتظر ہیں کہ انکے ساتھ بھی ویسے ہی عذاب کے واقعات پیش آویں جو اگلوں کے ساتھ پیش آئے کیونکہ اسکے سوائے اور کسی چیز کے مستحق نہیں ہیں- لہذا تہدید فرمائی کہ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ تو کہدے کہ اگر یہی ہی تو پھر انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں- یعنی ایسے وقائع کا انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں یا تم میرے برباد ہونے کے منتظر ہو تو میں بھی تمہارے ہلاک کا منتظر ہوں

مگر امل اولے ہی کیونکہ وقائع کے انتظار مین نتیجہ کا انتظار ہی اور نتیجہ ہلاکت کفار اور نجات رسول ہی جو اگلون کے ساتھ ہوا اسیواسطے اگلے کافرون کا جو واقعہ ہوا اسکا نتیجہ اسی وقت کا یاد دلایا کہ اگلے کفار بھی اپنے رسولون کی تکذیب کیے جاتے اور کسی طرح نہین مانتے بلکہ رسولون کو سخت ایذاء دیتے تھے اور رسول و ایمان والے برابر انکو نصیحت کرتے و صبر کرتے آخر انجام یہ ہوتا کہ۔ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا پھر ہم نجات دیتے ہین رسولون کو اور ان بندون کو جو رسول پر ایمان لائے یعنی اے کافرو انتظار کرو تو اس نتیجہ کا جو ہم نے اگلون سے کیا کہ انکو ہلاک کرتے اور رسولون و مومنین کو نجات دیتے ہین۔ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ اے کذلک ننجی المومنین حق ذلک علینا حقا۔ پس حقا مفعول مطلق فعل محذوف ہی اور جملہ معترضہ ہی۔ المعنی الیسا ہی نجات دینا جو مذکور ہوا ہی ہم مومنون کو نجات دیتے ہین یہ ہمپر حق ثابت ہی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے جو کچھ انعام فرما دے سب فضل و کرم ہی یا جسکو عذاب فرما دے سب عدل ہی اسپر کسی کا کوئی حق نہین اور نہ اسپر کوئی امر واجب ہی کیونکہ اپنی ملک مخلوق مین جسطرح چاہے تصرف کرے لہذا چاہے مطیع و مومن کو عذاب کرے اور چاہے گنہگار کو بخشے اسپر کوئی اعتراض ممکن نہین اگرچہ وہ اپنے کرم سے ایسا نہین فرماتا ہی بلکہ مطیع کو ثواب و عاصی کو عذاب دیتا یا سوائے کفر و شرک کے معاف فرماتا ہی۔ یہی بالاجماع اہل السنۃ کا مذہب ہی جو آیات و احادیث سے صحیح و ثابت ہی پھر یہان قولہ حقاً علینا۔ کیونکر فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اللہ تعالے پر حق واجب ہی کہ مومنون کو نجات دے تو جواب یہ ہی کہ یہان اپنے فضل و کرم کو بیان فرمایا ہی یعنی اپنے فضل سے اپنی طرف سے یہ لکھ دیا ہی کہ ہم ضرور مومنون کو نجات دینگے کما فی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ الآیۃ۔ اور جیسے حدیث مین آیا کہ۔ ان اللہ کتب کتابا الحدیث۔ پھر واضح ہو کہ کلام مین لطیف اشارت خبر غیب کی ہی اور تہدید بھی موجود ہی اسطرح کہ پہلے کافرون کے برتاؤ کو بیان کیا کہ ایسا برتاؤ کرتے ہین کہ اگلون کے مانند گویا انکے واقعات کے منتظر ہین پھر دھمکایا کہ کہدے اچھا انتظار کرو مین بھی منتظر ہون پس صریح انپر عذاب کا حکم نہین دیا پھر مومنین کا نجات دینا قطعی کر دیا اسیواسطے واقع ہوا کہ بدر مین کفار ذلیل ہو کر کچھ مار کھا گئے اور اسلام کو اعزاز ہو گیا پھر مکہ فتح ہو گیا اور ایمان والے دنیاوی فتنہ سے چھوٹے اگرچہ کافرون پر عذاب بالکل نیست کرنے والا نہین آیا۔ فافہم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے قل انظروا ماذا فی السموات الآیۃ شمس و قمر و کواکب وغیرہ سے انوار صفات ظاہر ہین جو مودی باقرار وحدانیت ذات ہین چنانچہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوات والسلام نے آخر یہ اقرار ظاہر کر دیا لقولہ انی بری مما تشرکون۔ اور ہر جہت سے بے جہت کی طرف رجوع کیا لقولہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الخ۔ اور اشارہ کیا کہ جمیع جہات سے منہ موڑنا وہی رجوع بحق عز و جل ہی اور کعبہ معظمہ رخ بجہت توحید ہی ورنہ نوافل مین دیکھو کہ بحکم قولہ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ ہر جہت پر جانور کی سواری مین جائز ہی۔ حاصل اشارت یہ کہ صفات کی بصیرت ہو تو مخلوقات سے بحکم کمال صفت صنعت و خلقت دیکھکر انوار ذات دیکھو کہ جمال قدم ظاہر ہی ولیکن جسکی آنکھ نہو اسکو جمال نظر نہین آتا ہی لہذا فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر الخ آیات پیدا کرنے والے سے جو منہ موڑے اسکو آیات کیا نفع دیوین وہ نور ایمان سے محروم ہی اور محروم فرمانے والا وہی خالق آیات ہی اور خالی عقل تو اہل اللہ تعالے کو آخر مین ملتی ہی ورنہ ہر ایک اپنے وہم مین یا عقل جزوی مین گرفتار ہی پھر اسکو سبیل نجات کیونکر نظر آوے اور جب خذلان و محرومی کا اندھیرا چھایا تو عقل کا نور بے اثر رہا کیونکہ خود کوئی چیز بھی موثر نہین ہی بلکہ محروم کو اسکی عقل سے سبیل ہلاک نظر آتی ہی کیونکہ عقل وغیرہ اپنے خالق کی مراد پر مطیع ہین اور خالق

عز وجل نے کافر کو محروم رکھکر دنیا کی طرف متبع ہوا وہوس کر دیا تو عقل بھی اس سے یہی برتاو کرتی ہی - قولہ تعالےٰ ثم ننجی رسلنا والذین
آمنوا معہ - اشارت ہی کہ انبیاء علیہم السلام وانکی اتباع کرنے والے مومنین کو قہر الٰہی سے بلطف الٰہی نجات ہی وفی الحدیث اللھم اعوذ
برضاک من سخطک الحدیث اور انبیاء کو حجاب خطرات سے نجات ہی اور عارفون کو حجاب شہوات سے اور مومنون کو غارت ابلیس
سے کہ انکے ایمان کو شیطان اپنے وساوس سے نہین چھین سکتا کیونکہ محبت ایمانی ولطف ازلی انکا نگہبان ہی - بخلاف کفار کے کہ وہ
شیطان کے تختہ مشق کیے گئے ہین کیونکہ قہر سے خذلان انپر ہر دم طاری ہوتا جاتا ہی یہان تک کہ مرین درحالیکہ کفر مین کامل ہین
دوسرا اشارہ ہی کہ انبیاء عین الجمع مین قہر سے معصوم ہین اور مومنین عین التفرقہ مین محفوظ ہین اول ذات کے دیدار مین اور دوم
صفات کے انوار مین ہین - قولہ کذلک حقا علینا ننجی المومنین - کیونکہ ازل مین انکو کرامت کے لیے برگزیدہ فرمایا تو رعایت
پاک کرنے کی ہر فتنہ ووسوسہ سے مقتضائے رحمت ازلیہ ہی - بعض نے کہا کہ رسولون کو انکے نفس کی خواہش وارادت سے
اور غفلت بہمہ وجوہ سے نجات ہی اور مومنین چونکہ انھین کی اتباع وقدم بقدم ہین تو انکو بھی وہی نعمت ملی جو انکے سردار پیشوا
کو ملی ہی قلت اسی واسطے اہل الحق ہر زمانہ مین مریدون کو ہر اعتقاد واعمال مین راہ سنت لازم پکڑنے کی تاکید کرتے رہے تاکہ
خواہش نفس ووسوسہ مین نہ پڑجاوین اور انکو خبر بھی نہو کیونکہ یہان عقل کو مجال تحقیق نہین ہی ؎ مپندار سعدی کہ راہ
صفا + توان رفت جز در پے مصطفےٰ + پھر اہل تنگ مشرکون کو اپنے یقین توحید سے ہوشیار کرنے کا حکم دیا بقولہ

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ
تو کہہ اے لوگو اگر تم شک مین ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
اللہ کے سوائے لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تمکو کھینچ لیتا ہی اور مجھکو حکم ہی کہ رہون

الْمُؤْمِنِیْنَ ۟ۙ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟
ایمان والون مین اور یہ کہ سیدھا کر منھ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شریک والون مین

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ
اور مت پکار اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تو نے یہ کیا تو تو بھی اُسوقت ہی

الظّٰلِمِیْنَ ۟ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ
گنہگارون مین اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو کچھ تکلیف تو کوئی نہین اُسکو کھولنے والا اُسکے سوائے اور اگر چاہے تجھکو کچھ بھلائی

فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۟
تو کوئی پھیرنے والا نہین اُسکے فضل کو پہونچاوے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین اور وہی ہی بخشنے والا مہربان

واضح ہو کہ ابتدائے سورہ سے حق تعالےٰ نے لوگون کو انکی اصلیت وحقیقت سے لیکر اصلی مراد تک مع توضیح دلائل وتحقیق
حجج ودفع اوہام وبطلان شرک وغیرہ کے حق بیان فرمایا جس سے کافرون کا اپنے اٹکل کے تابع ہونا اور حق سے بھاگ کر ہر شکوک
کے اوپر جمنا ظاہر ہوا اور حق صریح مین اوہام دوڑانا کہ جادو ہی اور ماننا اسکے امور نفس وشیطان کے پیرو ہونا مصرح کر دیا تو اپنے

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنا اعتقاد حق باعلان کہدے لقولہ - قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ توکہدے کہ اے لوگو
یعنے اے اہل مکہ اور قیامت تک کے سب لوگ داخل ہین - إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي اگر تم شک مین ہو میرے
دین سے - یعنی معجزات و آیات و فصاحت و بلاغت قرآن مجید سے عاجز ہوکر جادو وغیرہ کہکر اپنے کفر کی طرف مڑ جانے ہو لیکن
مضطرب و مشکوک ہوکر اور جب تک شک باقی ہی کافر ہی یا میرے دین مین اعتقاد توحید و قیام قیامت و بعث حشر بھی ہی اور تم
ان سب مین شک کرتے ہو تو یہ یقین کرو کہ مین بالیقین بدون شک کے تمھارے پریشان و باطل دینون سے بیزار ہوان -
فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ پس مین نہین پوجتا ان لوگون کو جنھین تم پوجتے ہو اللہ تعالی کو چھوڑکر
الذین اسم موصول عاقلون کے لیے ہی اور بتون مین عقل کیا روح بھی نہین تو شاید لات وعزی وغیرہ جنکے نام پر بت بنائے
وہ لیے گئے یا عموماً ملائکہ و مسیح و عالمون و فقیرون کو پوجنے والے لیے گئے کیونکہ خطاب شامل تا قیامت لوگون کو ہی پس علم و قدرت
و حکم و عبادت وغیرہ جو خالصاً خاصۃً اللہ تعالے ہی کے واسطے جسطرح ہین اسطرح کسی غیر مین جاننا یا کرنا شرک و پرستش ہی پس اہتمام
کرکے پہلے مشرکون کے معبودون سے جو فقط انکے زعم مین گڑھے ہوے اور حقیقت مین باطل کچھ بھی نہین محض مجبور مخلوق ہین
اُنسے بیزاری کردی کہ مین انکو یا انھین سے کسی کو نہین پوجتا اور جو امور خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے مخصوص ہین وہ انمین سے
کسی کے لیے ثابت نہین کرتا - پھر توحید حق کو ثابت کیا بقولہ - وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ ولیکن مین عبادت کرتا ہون اللہ تعالے کی یعنی
فقط اُسی کی - الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ جو تم کو وفات دیتا ہی - یعنی وفات دینا اسی کے اختیار مین ہی پس حیات دینا و موت دینا
اسی پاک عز وجل کے قبضۂ قدرت مین ہی تو باقی نعمتین جو حیات باقی رکھنے وغیرہ سے متعلق ہین لا محالہ اسی کی طرف سے ہین
جبکہ اصل یعنی پیدا کر دینا اسی کی طرف سے ہی اور پیدا کرنا اور مارنا جب اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہی تو سواے احمق بیوقوف جاہل
کے اور کوئی شک نہین کرسکتا کہ جب چاہئے دوبارہ پیدا کرسکتا ہی اسی اشارت کے لیے صفات الٰہیہ مین سے - یتوفاکم یعنی وفات
دینے کی صفت بیان کرنے کے لیے مخصوص کردی گئی اور نیز اسوجہ سے کہ موت کی ہیبت دلون پر خصوص کافرون پر بہت ہوتی ہی اور
اسوقت آدمی خوفناک ہوکر سب خیالات سے ایکطرف ہوجاتا ہی پس نیک نصیحت اچھی طرح اثر کرتی ہی اور نیز اس لیے کہ اوپر انکو
تنبیہ کی تھی کہ اگلی امتون کے مانند وقائع عذاب و ہلاک کے منتظر ہین یہان متنبہ کردیا کہ موت جو لا محالہ واقع ہونے والی ہی اُسی کے
قبضۂ قدرت مین ہی تو اگر عذاب الخزی سے بچ گئے تو بھی لا محالہ وہی موت دینے والا ہی پس اپنے اعمال کا بدلا چکھوگے - حاصل یہ
نکلا کہ اٹکل کے ماننے والے و شہوات کے پنجہ مین گرفتار ہوکر اپنے خالق کو بھولنے والے اور اسی دار محنت پر قناعت کرکے عقل کھوکر
اپنے مانند مخلوق کو بلکہ اپنے سے بھی حقیر چیزون بتون وغیرہ کے پوجنے والے لوگون کو خطاب کرکے کہنے کا حکم دیا کہ اے کافرو اگر تمھین
میرے دین حق مین شک ہی تو خوب غور کرو اور آگاہ ہو کہ میرا دین حق یہ ہی کہ جنکو تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑکر انکو مین کسی حال
مین کسی طرح نہین پوجتا انسے بیزار ہون ولیکن عبادت کرتا ہون خالق ذو الجلال والاکرام کی جسکی صفات پاک بہت ہین ازانجملہ یہ ہی
کہ حیات و موت اسی کے قبضۂ قدرت مین ہی لہذا حیات کی نعمت مین اسکے حکم کی فرمانبرداری واجب ہی تاکہ موت کے بعد جب اُسی کی
طرف مرجع ہی تو رضا و خوشنودی ہو کیونکہ موت یقینی ہی ورنہ اگر نافرمانی و غفلت کی گئی تو قطعی موت کے بعد عذاب شدید و غضب
الٰہی ہوگا کقولہ ہو یحیی و یمیت والیہ ترجعون - پھر اس پاک معبود عز وجل کے احکام جنکی تعمیل پر اسکی خوشنودی ہی ارشاد کیے

بقولہ- وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ- اور مجھے حکم دیا گیا ایک یہ کہ مین مسلمین سے ہون- یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے
اخلاص عبادت کرنے والا ہون بالکل شرک نہ کرون اور نہ نافرمانی کرون- دوم یہ کہ- وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا
ٹھیک سیدھا رکھ اپنے چہرہ کو دین کے واسطے درحالیکہ چہرہ تیرا حنیف ہو یعنے ہر کجی سے مڑکر راہ راست کی طرف مستقیم ہو یا ایسے دین
کے لیے جسکی شان یہ ہو کہ دین حنیف ہو یعنے طریقہ مستقیم ہو بالکل اسمین کجی نہیں ہو- بیضاوی رح نے کہا کہ ان اقم عطف ہو ان اکون
پر اگرچہ امر صیغہ طلب کا عطف مضارع صیغہ خبر پر ہو تو مقصود مین بیان کچھ فرق نہیں ہو کیونکہ دونون پر حرف ان مصدریہ نے معنی
مصدری کی دلالت یکسان ہو گئی اور معنی یہ ہین کہ مجھے حکم دیا گیا دین مین استقامت کا اور اسمین مضبوط رہنے کا اس طرح کہ
فرائض و واجبات جو اعمال محمودہ ہین انکو ٹھیک ادا کرون یا قبلہ کا استقبال کرون- پھر دین کا دوسرا رکن یعنی ممانعت از اعمال
قبیحہ کو بیان کیا بقولہ- وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اول یہ کہ تو مشرکون مین سے مت ہو جیو یعنی مسلمین سے ہو جیو- وَلَا تَدْعُ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ اور دوم یہ کہ مت پکار لو اللہ تعالے کے سواے ایسی چیز کو جو نہ نفع دے سکے
تجھے اور نہ تجھے ضرر پہونچا سکے- یعنی نفع و ضرر پہونچانا تو قولہ تعالیٰ قائم کی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ حیات و منافع اور موت و مضار اُسی
حق تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہین تو اور کسی کے اختیار مین نہین پس کسی کو مت پکارو یا کسی کو مت پوجیو جسکی لا محالہ یہی حالت ہو کہ
نہ اسکو نفع کا اختیار ہو اور نہ ضرر کا- پھر اسکے خلاف کرنے اور اسکے نتیجہ کو فرمایا بقولہ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ پھر اگر
تونے ایسا کیا یعنے اگر تونے ایسی چیز کو پکارا تو اس حال مین تو ظالمون مین سے ہوگا- یعنی مخالفت کرنے سے یہی نہو گا کہ غیر نافع و مضر
کو پکارنا بیفائدہ گیا بلکہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہو جائیگا اس لیے کہ جو بات مخصوص بخالق عز و جل تھی اسکو مخلوق مین ثابت
کیا تو مخلوق کو خالق بنایا اور خالق حقیقی کو بھول گیا بلکہ مخالفت کی تو اس سے زیادہ بڑھکر کون ظلم ہو لہذا فرمایا ہو کہ ان الشرک لظلم عظیم الآیۃ
یعنے شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہو پس جتنا بڑا یہ ظلم ہو اسیقدر بڑی اسکی سزا ہو- واضح ہو کہ کلام مین لطیف اشارہ اس امر کا کہ مخصوص
خطاب آنحضرت صلعم کو ہو یہ کہ استقامت توحید کامل طور پر اور امتثال امر و اجتناب از نہی بطور کامل یہ آپ ہی کی شان تھی کیونکہ رسول معصوم
تھے تو آپ کا یہ دعوی بتوفیق الٰہی صحیح ہو اور بیان سے نکلا کہ جو کچھ حدیث مین صحیح ہو وہ تکمیل دین قویم اور صراط مستقیم ہو اور شرک دعوت
غیر ہو وفی الآیۃ اشارات و علوم لا یحتملہا البیان واللہ تعالے الملہم پھر آنحضرت صلعم کو صریح توحید سے خطاب کیا کہ امت والے متنبہ
ہون- بقولہ- وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ اور اگر اللہ تعالے کے حکم سے چھو دے- یعنی پہونچے تجھے کوئی ضرر تو- فَلَا
كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ کوئی اسکو کھولنے والا یعنی دور کرنے والا نہین مگر وہی پس وہی جب چاہتا ہو بندہ کو ضرر پہونچاتا ہو پھر جب وہی
چاہتا ہو تو دور ہو جاتا ہو اسمین کسی غیر کو کچھ دخل نہین ہو اور بدون حکم الٰہی و مشیت مقدری کے کسی کو ضرر نہین پہونچ سکتا اگرچہ تمام
مخلوقات ایک طرف ہو جاوے اور نہ اُسکے وہ ضرر دور ہو سکتا ہو- وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ اے وان یردک خیراً- اور اگر
تجھے بھلائی پہونچانی چاہے- فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ تو کوئی اسکے فضل کو پھیر دینے والا نہین یعنے کوئی آڑ نہین ہو سکتا کہ تجھے فضل پہونچنے
سے مانع ہو- بیضاوی رح و نیشاپوری وغیرہ نے لکھا کہ خیر پہونچنے کی صورت مین اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا اور ضرر کی صورت مین مس فرمایا
یعنے ضرر آ چھو جاوے اور خیر کو اللہ تعالے ارادہ فرماوے باوجودیکہ ضرر ہو یا نفع ہر ایک اُسی کے ارادہ سے ہو تو شاید اس تنبیہ کے لیے
ہو کہ خیر پہونچانا تو بالذات مراد ہو اور ضرر کا چھو جانا اگرچہ بارادہ الٰہی ہو لیکن بقصد اولی نہین ہو- قال بعض الفضلاء قلت و فی

ہذا نظر فان المس ہو امر وراء الارادۃ فہو مستلزم لہا انتہی کلامہ اقول نظرہ ہذا اجہل من الانظار التی لابصارۃ لہا فان مس الضر معلول الارادۃ ومغائر تہما لاینکرہ احد فضلا عن العلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ بل مرادہ ان اللہ تعالے لم یقل فی جانب الضر ان اراد اللہ بک ضرا الخ کما قال فی الخیر مع کونہما جمیعا بارادۃ اللہ تعالے فذلک للتنبیہ علی ان الخیر بالقصد الاول ولذلک صرح بالارادۃ فیہ وان الضر لا بالقصد الاول ولذلک لم ینسبہ الی ارادتہ تعالے مع انہ بارادتہ تعالے کالخیر فافہم والناظر کانہ لم یدرک ما قالہ القاضی رحمہ اللہ تعالے - وما یدل علی قوۃ الخیر ان الکلام یدل علی ان اللہ تعالے مزیل الضر ومصیب الخیر فدل ان الخیر مطلوب بالذات والضر مراد بالغرض وما بالذات اقوی مما بالعرض ویدل علیہ قولہ علیہ السلام عن اللہ تبارک وتعالے ان رحمتی سبقت غضبی - وان اللہ تعالے قال وہو الغفور الرحیم فاید الرحمۃ فدل ان الخیر مرغوب مطلوب والثانی بعرض لمصلحۃ فافہم - پھر بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ فلا راد لفضلہ میں فلا راد لہ ساے للخیر - کافی تھا ولیکن ضمیر کی جگہ فضل کو رکھنے میں دلالت ہے کہ جو بھلائی بندوں کو اپنے ارادہ سے پہونچائی وہ محض فضل الٰہی ہے کچھ انکے استحقاق پر نہیں ہے - اور واضح ہو کہ کلام الٰہی میں استثناء نہیں یعنی مثلاً یوں نہیں فرمایا کہ فلا راد لفضلہ ان شاء اللہ تعالے کیونکہ یہ حکم بندے کے لیے ہے کہ جب کسی کام کو کہے تو ان شاء اللہ تعالے کے ساتھ کہے کیونکہ وہ فاعل مختار نہیں بخلاف ارادہ الٰہی کے کہ وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتا ہاں پہونچانا و ارادہ کرنا اسکی مشیت و اختیار میں ہے لہذا فرمایا - يُصِيبُ بِهِ پہونچاتا ہے خیر کو مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس کسی کو اپنے بندوں میں سے چاہے یعنی جس کسی کو پہونچانا چاہے اسکو خیر پہونچاتا ہے کوئی روک نہیں سکتا - وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وہی غفور رحیم ہے - پس اسکی رحمت کے سامنے پیش ہو اسطرح کہ نماز وغیرہ طاعات ادا کرو اور نا امید ست ہو اور محروم نہ رہو اسطرح کہ معصیت کیے جاؤ یا معصیات کی مغفرت سے نا امید ہو جاؤ کیونکہ توبہ سے شرک تک معاف ہو جاتا ہے - وعن ابن مالک ان رسول اللہ صلعم قال اطلبوا الخیر دہرکم کلہ وتعرضوا النفحات ربکم فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ واسالوہ ان یستر عوراتکم ویومن روعاتکم - رواہ ابن عساکر وروی من وجہ آخر عن ابی ہریرۃ مرفوعا بمثلہ قلت وہذا المعنی ثبت مما فی الصحاح یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے تمام دہر بھر بھلائی مانگا کرو اور اپنے رب کی نفحات کے سامنے پڑو سینہ کے بل کیونکہ اللہ تعالے کی کچھ نفحات ہیں اسکی رحمت کے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے پہونچاتا ہے اور اللہ تعالے سے مانگو کہ تمہارے پردہ چھپاوے اور تمہارے دل مطمئن کرے - بالجملہ کلام میں بیان ہے کہ او تعالے وہی خالق و موجد و مبدع و معید اور وہی معبود ہے کسی دوسرے میں یہ صفات نہیں اور کوئی شخص کسی چیز کا خود مستقل خالق نہیں ہے پس مخلوق کے ہاتھ اسکی طرف محتاجی کے ساتھ اٹھے ہوئے ہیں اور مغفرت و رحمت اسکی طرف سے برستی ہے والحمد للہ رب العالمین ف — فی العرائس قولہ تعالے وان اقم وجہک الخ اس مقام پر اشارت دین سے محبت و شوق و معرفت ہے یعنی اپنے دل و جان سب سے ایک طرف متوجہ ہو اور وہ یہی صفات ہیں جو ہر مخلوق کی محبت سے پاک اور اللہ تعالی ہی کیطرف راجع ہیں پھر مشاہدہ میں استقامت اختیار کر اور بدون کسی تصوری صورت یا خیالی گمان کے ہماری طرف متوجہ ہو کہ اسکو اسی کے ساتھ دیکھے اور اسی سے اس تک پہونچے اور نور ذات سے کمال کو پہونچے اور شان یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر فرض کرو کہ انکشاف ہو تو عرش سے لیکر تمام مخلوق فنا ہو جاوے ومن ہہنا قال علیہ السلام حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ - اقول رواہ مسلم وقد روی الطبرانی باسناد جید ایضا - بالجملہ اشارت ہے کہ استقامت چاہیے کہ وصول از حق بحق ہو تعالی شانہ پھر غیر کی طرف التفات سے احتراز کے لیے تنبیہ فرمائی بقولہ ولا تکونن من المشرکین یعنی کسی حادث وغیر کی طرف التفات نہ کرنا - ابن عطاء رح نے کہا کہ لمت

حنیفیہ کی اقامت یہی ہے کہ معرفت میں صحیح مستقیم ہو یعنی معرفت ٹھیک کر اور کسی غیر کی طرف التفات مت کر۔ اقول عوام تو دنیا ہی کی طرف دل لگاتے ہیں التفات تو ادنی چیز ہے پھر خاص مومنین کو التفات بجانب نعمتہائے آخرت وعلی ہذا درجہ بدرجہ مرسلین تک کبھی اپنے مناسب ادنی التفات ہو سکتا ہے اور شاید باین معنی ہو قولہ علیہ السلام انہ لیغان علی قلبی الحدیث ولیکن اولیاء وصدیقین کو جو التفات ممکن ہے وہ آنحضرت صلعم سے مرفوع ہے پس شیخ نے جو اشارہ لکھا قولہ کسی غیر کی طرف التفات مت کر۔ تو غیر سے بیان اعتبارات صفات کے مانند ہوگا نہ مانند عام تبادر کے فافہم۔ پھر اپنی طرف جھکے رہنے اور غیر سے منھ موڑنے کی تاکید فرمائی بقولہ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک الآیۃ۔ اسمیں توکل کو خوب مضبوط کر کے ظاہر کر دیا کہ آسانی وسختی کے امتحان میں جو مغلوب ہو جاتا ہے وہ مراد سے محروم اور اللہ تعالے سے محجوب وغیر کے ساتھ ہو کر خراب ہوتا ہے پس وہ ظالم ہوا کہ اسنے ربوبیت ایسی جگہ رکھی جو عبودیت میں بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ شقیق بلخی رح نے کہا کہ مخلوق سے امید کرنے والا ظالم ہے کیونکہ ایسے سے نفع چاہا جو اپنی ذات کے نفع پر قادر نہیں یا ضرر کا خوف کیا جو اپنی ذات سے ضرر دور نہیں کر سکتا پس جو اپنے ذاتی نفع وضرر پر قادر نہیں وہ دوسرے کے لیے کہاں سے درستی کر سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے صریح فرمایا بقولہ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ اسمیں خوب معرفت دیدی کہ کوئی ذرہ بدون ارادہ الٰہی حرکت نہیں کر سکتا اور ہر ایک پر مقادیر قضا وقدر جاری ہیں اور ہر نفع وضرر بحکم قدیم ہے پس غیر کو درمیان سے دور کر دینا چاہیئے وعلی ہذا اگر حجاب ہو تو سوائے نور وصال کے دور نہیں ہوگا اور اگر کشف جمال چاہے تو کوئی سبب وعلت حق کے اعمال تک اسکے مانع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اسباب حادث ہیں اور وہ بمشیت قدیم چنانچہ فرمایا یصیب بہ من یشاء من عبادہ الآیۃ۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ بندوں کو خوف وامید میں اپنی ہی طرف راہ بتلائی کہ وہی ضار ونافع ہے اور دوسرے میں کچھ قدرت نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اقامت حجت کے بعد بندوں پر الزام ثابت کیا اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اقامت تبلیغ وحی پر تسلی دیدی۔ بقولہ تعالے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ

تو کہہ اے لوگو حق آچکا تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو

وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

اور جو کوئی بھولا پھرے سو بھولا پھریگا اپنے برے کو اور میں تم پر نہیں ہوں مختار اور تو چل اسی پر جو حکم پہونچے تیری طرف

وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ ع

اور ثابت رہ جبتک فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تو کہدے اے لوگو یعنی اے اہل مکہ۔ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ بے شک آگیا تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے حق یعنی رسول یا قرآن اور حجت قائم ہو گئی اب تمہارے لیے کوئی عذر لاعلمی وبے خبری وغیرہ کا باقی نہیں رہا اور بحکم فاما یاتینکم منی ہدی الآیۃ وعدہ پورا ہو گیا۔ فَمَنِ اهْتَدَىٰ پس جسنے ہدایت اختیار کی۔ یعنی ایمان کی راہ مستقیم اور پیروی اختیار کی۔ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ تو اسنے اپنے ہی واسطے ہدایت اختیار کی۔ کیونکہ نیک راہ کا نفع اسی کو ہے اور حق تعالے عزوجل کی رضامندی اسکو حاصل ہوئی جس سے وہ دائمی نعمت وفضل میں رہیگا۔ وَمَن ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا

یعنی اپنے کفر پر اڑا رہا اور رسول و قرآن کو نمانا تو اللہ تعالےٰ پاک پروردگار غنی ہے اسکو کسی کے ایمان سے نفع نہیں اور کسی کے کفر سے ضرر نہیں ہے بلکہ جو گمراہ رہا ۔ **فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا** وہ اپنی ہی ذات پر گمراہ رہا کیونکہ چند روزہ زندگی کے بعد اس گمراہی کا وبال اُسی پر ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ ایسا پاک ذوالجلال ہے کہ تمام روئے زمین کی مخلوق کا فر ہو تو اسکی سلطنت مین ذرہ برابر بھی کمی نہوا اور خود کیا مجال ہے کہ کوئی گمراہی کر سکے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ حرکت نہین کر سکتا پھر جو گمراہ ہوا اسکا وبال اُسی پر ہے ۔ **وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ** اور مین تمپر کچھ وکیل یعنے نگہبان نہین ہون یعنے حق پہونچانے والا ہون وہ پہونچا دیا اور تمپر نگہبان نہین ہون کہ تمہارے کفر کی مجھسے پرسش ہو بلکہ ہر ایک کی ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہر ایک مسخر ہے ۔ پھر حکم دیا بقولہ ۔ **وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ** اور تو پیروی کر اسکی جو تجھے وحی کیا گیا ۔ یعنی خود اسکے موافق عمل کر اور لوگون کو اللہ تعالےٰ کے احکام اوامر و نواہی پہونچاوے ۔ **وَاصْبِرْ** اور صبر کر یعنے کافرون کو دین حق کی دعوت کرنے مین اور انکی طرف سے اذیت برداشت کرنے مین صبر کر ۔ **حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ** اسوقت تک کہ اللہ تعالےٰ حکم فرماوے ۔ اسمین اشارت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم کسی وقت مین آنے والا ہے اور مراد اس سے حکم جہاد ہے یا آنکہ اللہ تعالےٰ نصرت عطا فرماوے ۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ** وہی خیر الحاکمین ہے اس لیے کہ اسکے حکم مین چوک جانے کا کچھ احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کو اور ماضی و حال و مستقبل کو یکسان جانتا اور اسطرح جانتا ہے کہ ویسا جاننا کسی مخلوق سے ممکن نہین ہے ۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اسطرح کہ کافرون پر جہاد کرنے و سختی کا حکم دیا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ منسوخ کا لفظ یہان اصطلاحی معنی پر نہین ہے اور مراد یہ ہے جو شیخ مفسر رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی صبر کیا اور کفار سے تحمل کیا یہان تک کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا کہ مشرکون سے قتال کرین اور سوائے ایمان کے کچھ منظور نہ کرین اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جزیہ قبول کرین ف

فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس آہ ظاہر تفسیر مین حق سے مراد قرآن ہے اور حقائق اشارات مین ظہور معرفت بتجلی صفات ازلی حق تعالےٰ ہے پس ہر لائق برکت کو اس تجلی سے برکت ملی جیسے ہر محروم سے پھر گئی اور قولہ فمن اہتدی الخ ظہور تجلی قدم ہے جسنے دیکھا وہ عدم سے وجود حیات ابدی مین آیا ورنہ مردہ سے بدتر ہے یعنی جسنے معرفت الٰہی پائی جو بدون تعلیم رسول اللہ صلعم و اتباع نبوت کے ممکن نہین ہے وہ بجانب حق راجع ہوا اور اُسی کو ملا جو کچھ ملا اور جو اس معرفت سے جاہل رہا وہ ڈوبا اگرچہ اپنے زعم باطل مین نتیجہ دنیا سے ظاہر ہوا اسکی مذہبیت و غرور مین گرفتار ہوکر کیسا ہی حق پر سمجھتا ہو پھر شان کبریائی جل سلطانہ وہ پاک ہے کہ وہان معرفت و جہالت دونون کو کچھ مداخلت نہین ولیکن معرفت اپنے لیے ہے اور نہایت فوز عظیم ہے اور ایسے ہی جہالت و کفر بھی اُسی کافر کے اوپر ہے اور نہایت قبیح مذموم ہے ۔ پھر بیان فرمایا کہ ہدایت و ضلالت کا متولی و قدرت والا کوئی نہین سوائے حق تعالےٰ کے بقولہ وما انا علیکم بوکیل ۔ یعنی وکیل نہین کہ خواہ مخواہ تمکو ایمان پر لاؤن کیونکہ یہ میرے اختیار مین نہین ہے ۔ واسطی رح نے کہا کہ اگر نعوت و صفات کی وجہ سے تفاضل ہوتا تو ذات معلول ہوتی بلکہ جو کچھ ظاہر فرمایا وہ مخلوق ہی کے لیے ہے پس احسان بھی مخلوق کے لیے ہے کما قال تعالےٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم ۔ اگر ہدایت دینا جاری کیا تو بھی مخلوق کے لیے ہے بدلیل قولہ فمن اہتدی فانما یہتدی لنفسہ الخ اور ایسے ہی اگر شکر جاری کیا تو مخلوق کے لیے بقولہ تعالےٰ ومن شکر فانما یشکر لنفسہ الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے خود مصرح کر دیا بقولہ وان اللہ لغنی عن العالمین ۔ پس جب وہ مخلوق سے خواہ آدمی ہو یا جن ہو یا فرشتہ ہو یا کفر ہو یا اسلام ہو

طاعت ہو یا معصیت ہو ہر ایک سے مستغنی ہی تو ہر ایک خیر و بھلائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور ہر شر و برائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور خود وہ قادر نہیں بلکہ کمالینے والا ہی اور تمام امر بقضاء و قدر الٰہی ہی - پھر اپنے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ امر الٰہی کی متابعت کرے اور عبودیت مین مستقیم رہے اور بلاء و امتحان پر صابر رہے اور قضاء الٰہی پر راضی و شاکر رہے لقولہ و اتبع ما یوحی الیک الخ جو کچھ خطاب ازلی تیرے قلب مین نازل ہوکر تیری روح کو پاکیزہ کرتا ہی اسکی پیروی کر اور خوشبوے وصال پر سنبھلا رہنا چاہیے مضطرب نہونا چاہیے کیونکہ امتحان رسالت کا وقت ہی یہان تک کہ اللہ تم حجاب اُٹھا دینے کا حکم کرے جس سے عارفین و محبین و مشتاقین دائمی بلاے حجاب سے چھوٹتے ہین وہی خیر الحاکمین ہی کہ اولیاء و اعداء مین تفریق فرمائیگا اور اہل سعادت و عرفان کو اہل شقاوت و حرمان سے تمیز و علیحدہ کریگا - سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے مخلوق مین احکام جاری کیے اور مخلوق کو ان احکام کی اتباع کی قوت دی یہ اُسی کی قدرت و فضل ہی پھر صبر کرنا اتباع احکام الٰہی پر اور نفسانی تدبیر کو چھوڑنا یہی فی الحال نجات ہی رعونت نفس سے اور انجام کار رہائی مخالفت سے واللہ تعالے اعلم - واضح ہو کہ کشاف و بیضاوی مین جو سورہ یونس پڑھنے پر ثواب بعدد مومنین قوم یونس ع و کافرین کی حدیث مرفوع مذکور ہی اسکو ثعلبی و واحدی و ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ولیکن وہ موضوع ہی جیسا کہ ابن الجوزی نے لکھا کذا قال السیوطی رح واللہ اعلم

سورۃ هود مكية وهي مائة وثلث وعشرون اٰية

سورہ ہود مکیہ ہی اور وہ ایک سو بائیس ۱۲۲ یا تیئیس ۱۲۳ آیات ہین اور مفسر رح نے کہا کہ مکیہ ہی باستثناء اقم الصلوٰۃ الاٰیۃ - اور یا باستثناء فلعلک تارک الاٰیۃ و اولٰئک یومنون بہ - مترجم کہتا ہی اسکی تفصیل یہ ہی کہ حسن و عکرمہ و عطاء و جابر و مجاہد و ابن زید کے قول مین یہ سورت مکیہ ہی اور ابن عباس و قتادہ رح نے فرمایا کہ باستثناء قولہ و اقم الصلوٰۃ طرفی النهار الاٰیۃ - اور مقاتل رح نے دونون آیتون کو مستثنی کیا ہی جنکو ساتھ ذکر کیا گیا والحاصل ابن عباس کے نزدیک مدنی ایک آیۃ ہی اور مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نہین اُسکے سوا دو آیتین ہین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا هودا یوم الجمعة رواہ الدارمی و ابو داؤد و البیہقی وغیرہم یعنے تم لوگ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپے کی سپیدی جلدی دوڑی - فرمایا کہ شیبتنی هود الخ یعنے مجھے ہود و واقعہ و مرسلات و عم یتساءلون و اذا الشمس کورت نے سپید کر دیا - اخرجہ الطبرانی و حسنہ الترمذی بعض علماء نے اس سورت کے سبب سے شیب طاری ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ اسمین احوال قیامت و بعث و حساب و جنت و دوزخ وغیرہ کا ذکر ہی واللہ اعلم بمراد رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم - بڑھاپا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

کتاب ہی کہ جانچ لی مین باتین اسکی پھر کھلی ہین ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو

اِلَّا اللّٰہَ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ○ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

مگر اللہ کو میں تمکو اُسکی طرف سے ڈر سناتا اور خوشخبری پہونچاتا ہون اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ

اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ

اُسکی طرف کہ برتاوے تمکو اچھا برتاوا ایک وعدہ مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ○ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ

اور اگر تم پھر جاؤ گے تو ڈرتا ہون تمپر ایک بڑے دن کی مار سے اللہ کی طرف ہی تمکو پھر جانا

وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الٓرٰ اللہ تعالےٰ وہی دانا تر ہی کہ اس سے اُسکی کیا مراد ہی۔ کِتٰبٌ اے ہذا کتاب یہ کتاب ہی اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ احکام کی گئی ہین آیات اُسکی یعنے اُسکی نظم بدیع اور بلیغ ایسی محکم ہی کہ معنے یا لفظ کی راہ سے کسی خلل کو طاری ہونے کی گنجایش نہین (ج) یا محکم یعنی فساد اور نسخ سے ممنوع ہی کیونکہ آیات سے اسی سورت کی آیتین مراد ہین جنمین سے کوئی منسوخ نہین ہین یا احکام بحج و دلائل مراد ہین یا یہ معنی ہین کہ۔ احکمت آیاتہ۔ اسے جعلت حکمۃ کیونکہ یہ آیات امہات حکم نظریہ و عملیہ پر مشتمل ہین (ق) ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر بیان کی گئیں یہ آیتین باحکام و قصص و مواعظ (ج) یعنی یہ فوائد عقائد و احکام و مواعظ و اخبار یا انکی تفصیل کے یہ معنی ہین کہ انکو سورت سورت کیا گیا اُتارنے مین نجم نجم کیا گیا یا ہر ضرورت کی تلخیص کر دی گئی (ق) مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ از جانب حکیم خبیر یعنی اللہ تعالےٰ (ج) یہ جملہ کتاب کے لیے دوسری صفت ہے یا دوسری خبر ہے یا احکمت یا فصلت کا صلہ ہی پس یہ اُسکے احکام اور تفصیل کی تقریر ہی باعتبار اُسکے ظہور امر اور اخفا کی اکمل وجہ پر بیان کیا (ق) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ۔ اسے بان لا تعبدوا الا اللہ۔ باین طور کہ مت پوجو مگر اللہ ہی کو (ج) وقیل لان لا تعبدوا۔ اور بعض نے کہا کہ ان مفسرہ ہی کیونکہ تفصیل آیات مین قول کے معنی ہین اور جائز ہی کہ کلام مبتدا ہو بغرض اغرا علی التوحید اور امر بہ بیزاری از عبادت غیر گویا کہا گیا کہ غیر کی عبادت چھوڑکر اللہ عز و جل کی عبادت پر لزوم اختیار کرو۔ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ بالثواب علی التوحید۔ بیشک مین تمھارے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا ہون عذاب الٰہی کا جو شرک پر مرے اور خوشخبری سنانے والا ہون ثواب الٰہی کی جو توحید پر ثابت رہی۔ ضمیر منہ راجع بحق سبحانہ تعالےٰ ہی بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کائن من جہۃ اللہ سبحانہ۔ ولیکن بظاہر یہ جید نہین کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہین ہوتی ہی تو نذیر کی صفت کیونکر ہوگا اور شاید کہنے والے کی مراد یہ معلوم ہوتی ہی کہ در اصل یہ صفت ہی اگر متاخر ہو ولیکن چونکہ متقدم واقع ہوا تو حال ہو گیا کما صرح بہ ابو البقاء پس صواب یہ ہی کہ کائنا من جہۃ اللہ۔ تفسیر کیجاوے۔ بعض نے کہا کہ منہ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہی یعنے مین تمھارے حق مین انذار کرنے والا ہون کتاب کی مخالفت کرنے سے اور بشارت دینے والا ہون جو اسکے موافق ایمان لاوے اور نیک کام کرے۔ انذار کو مقدم کیا کیونکہ خوف دلانا امر اہم ہی جس سے انسان بد اعمال سے باز رہتا ہی۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا کلام بمانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ۔ کے ہی والاول اولےٰ۔ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ

اور یہ کہ تم استغفار کرو اپنے رب سے پھر اسکی طرف توبہ کرو پہلے استغفار کرنے پھر توبہ کرنے کو اس لیے فرمایا کہ استغفار وسیلہ توبہ ہے پہلے بندہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی یا انکا محو چاہیگا پھر پاک ہوکر اسی کی طرف رجوع لاویگا۔ بعض نے کہا کہ استغفار کے پورے ہونے میں سے یہ بھی ہے کہ توبہ کرے۔ اور بعض نے کہا کہ استغفروا ربکم کے معنی یہ کہ اپنے رب سے توبہ کرو۔ پھر ثم توبوا کے معنی یہ کہ اخلاص کے ساتھ اسپر مستقیم رہو اور بعض نے کہا کہ استغفار کرو اگلے گناہوں سے پھر توبہ کرو جو آیندہ سرزد ہوجاویں۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو شرک سے پھر توحید پر ہوکر اپنے رب کی طرف رجوع لاو۔ قراء رح نے کہا کہ ثم یہاں بمعنی واو ہے۔ بعض نے کہا کہ مغفرت ہی اصل مقصود ہے اور توبہ اسکے حصول کا سبب ہے پس جو آخر میں حاصل ہو اسکو طلب میں مقدم کیا۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو صغائر سے اور توبہ کرو کبائر سے والاول اولی۔ پھر جو کچھ اوپر ذکر فرمایا اسپر دو باتیں مرتب فرمائی اول یہ کہ **یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا** امتاع در اصل اطالہ یعنی درازی دنیا چنانچہ دعا میں امتع اللہ بک بولتے ہیں تو معنی آیت کے یہ ہوے کہ اللہ تعالیٰ طول دیگا تمہارے نفع کو دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے کہ رزق میں فراخی و عیش میں فراغت پاؤ گے۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو جو میسر آوے اسپر رضامندی کی اور جو مقادیر پیش آوے اسپر صبر کی توفیق اس زندگی میں عطا کرے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا۔ تم کو امن و راحت میں زندہ رکھے **إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى** ایک مدت معلوم تک اور وہ تمہاری عمر مقدر کا آخر ہے۔ اور شاید تمتع الی اجل کے معنی یہ ہوں کہ تم کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ کرے۔ رزق و اجل کو اگرچہ اعمال پر معلق کیا ولیکن وہ ہر ایک کی اضافت سے مقدر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہر بندہ کو کہ وہ ایسے اعمال میں مشغول ہوگا جو مثلاً اسکے ترقی عمر کا باعث ہونگے پس کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحہ میں بھی اعمال پر مبنی تمتع پاکیزہ یا مزید عمر کا ذکر آیا مانند حدیث قدسی عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا الحدیث اور نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے کی احادیث پس آیات و احادیث متوافق ہیں اور یہ صریح دلیل ہے کہ نیکوکاری سے نجاح و فلاح دارین ہے۔ رہا یہ وہم کہ آیات و احادیث اسپر بھی متوافق ہیں کہ امور مقدر ہیں تو یہ بھی صحیح ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ولو آمن اہل القری الآیہ۔ وقولہ لاکلوا من فوقہم الآیہ۔ وقولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس الآیۃ پس خلاصہ جواب بیضاوی رح نے دیا یہ ہے کہ علم الٰہی عز سلطانہ اپنی مخلوق کو محیط ہے اور جس طرح اسنے جس مخلوق کو پیدا کیا سب اپنی قدرت و اختیار سے پیدا کیا ورنہ نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے آگاہی نہ تھی کہ یہ کیا کریگی پس خلاف علم الٰہی واقع نہیں ہوسکتا اور استطاعت میں ہر ایک کے کان ناک آنکھ حواس دیدیے ہیں کچھ ظلم نہیں کیا اور رزق پاک و فراخ اور عمر دراز حسن اعمال پر منوط فرمائی بحال خود منوط ہے پس جسنے ان اعمال کو اختیار کیا اسنے حصہ وافی پایا اور یہ وہی کریگا جسکے حق میں موافق علم الٰہی کے یہ مقدر ہوچکا ہو جو ایسا نہ کریگا وہ محروم رہا اور یہ وہی ہوگا جو علم ازلی میں محروم رہا لہذا کوئی تغیر واقع نہیں ہوسکتا۔ یہ واضح ہو کہ ہر عمل دنیا و آخرت دونوں میں نیک نتیجہ دے وہی ہوگا جو بحکم الٰہی ہو ورنہ اگر کوئی قوم کسی ایسے افعال کو اختیار کرے جو عقلی حسن و قبح موافق اچھے ہیں مثلاً اسلئے اپنے اخلاق میں سے یہ مقرر کیا کہ باہمی اتفاق رکھیں اور قوم کو نفع پہونچانے اور مشورہ سے ملکے کام کریں اور تمام لوگوں کے لیے مدارس تعلیم باطنی جاری کریں اور ایک ساختہ تہذیب پر سب کو جمع کریں اور ظلم وغیرہ ابنائے جنس کے موافق ٹھہرنے دیں تو اس قوم کو دوسری اقوام پر جنمیں یہ باتیں نہوں ترقی ہوگی ولیکن ان اعمال

ع ۷

نتیجہ انکو دنیا مین بھر پور دیا جائیگا بمانند عروج سلطنت و مال و متاع دنیاوی مگر یہ سب درحقیقت انکی نیت کے موافق بدلا ملا
جو محض فانی ہی پھر دار الآخرۃ باقی دائمی لازوال نعمتون مین سے ایسی قوم کے لیے کچھ نہین ہی لہذا دین حق کی پیروی کرنے والے
جبکہ اپنی پیروی پر قائم ہون دونون جہان مین بہتری اُٹھاوینگے چنانچہ مزید فضل کیطرف تنصیص فرمائی لقولہ۔ وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي
فَضْلٍ فَضْلَهُ اور عطا کریگا ہر فضل والے کو اسکا فضل۔ یعنی جو کوئی دین حق کے واجبات پورے کرکے نوافل و مستحبات کا عامل
ہو اسکو اسکے اس واجب سے بڑھتی کی جزا بھی دنیا و آخرت مین عطا فرماویگا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وعدہ ہی مومن موحد تبیٔ
کو کہ اسکو دونون جہان مین بہتری ملیگی۔ بالجملہ جسکی نیکیان موافق حکم الٰہی پوری ہون اور بڑھتی اسپر اللہ تعالے فضل عظیم فرماویگا
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جسنے کوئی برائی کی اسپر ایک برائی لکھی جائیگی اور جسنے ایک نیکی کی اسکے واسطے دس
نیکیان لکھی جائینگی پھر جو اسنے برائی کی تھی اگر اسکے عوض دنیا مین اس سے عقوبت لے لیگئی تو اسکی دس نیکیان باقی رہینگین
اور اگر دنیا مین اس بدی کا بدلا اُس سے نہ لیا گیا تو آخرت مین دس سے ایک نیکی کم کردیجائیگی اور نو اسکے لیے باقی رہجائینگی
پھر ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مراد ہلاک تو وہ ہوا کہ جسکی دہائیون پر اکائیان بڑھ گئین۔ رواہ ابن جریر۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت
ابن مسعود رض نے احادیث صحیحہ کا خلاصہ اپنے قول سے بیان کردیا اور مضمون صحاح احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بن ثابت ہی
شیخ ابو العالیہ نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ دنیا مین جسکی طاعات بہت ہون اسکی خوبیان و مرتبے جنت مین بڑھتے ہوئے ہونگے مترجم
کہتا ہی کہ ان بزرگون نے علاوہ باقی نتیجہ تفسیر مین بیان کردیا اور ظاہر سیاق اور سے یہ ہی کہ جو کوئی کتاب الٰہی و رسول اللہ کی پیروی سے
اللہ تعالے عزوجل کی طاعت پر قائم ہو پس اگر اسنے فرائض و واجبات کے عمل پر اکتفا کیا تو اللہ تعم اسکو اسکو وقت مقدر تک
اچھی طرح تمتع فرماویگا اور اُمید قوی ہی کہ آخرت مین بخشش و جنت عطا فرماوے اور جسنے فرائض و واجبات پر نوافل و مستحبات
کی کثرت کی اور فضل حاصل کیا تو اسکو اسکا فضل بھی دنیا و آخرت مین عطا فرماویگا کیونکہ اللہ تعالے کی عظمت و کبریائی و فضل کی
انتہا نہین ہی یہ سچے بیان سے پوری ترغیب و بشارت فرمائی پس جو اب بھی نافرمان ہوا وہ بڑا بدبخت ہی لہذا منھ موڑنے
والے کو تہدید فرمائی۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا تولوا۔ اور اگر تمنے منھ موڑا یعنی خالص اللہ تعالے کی عبادت کرنے سے اور استغفار و
توبہ کرنے سے تم نے منھ موڑا اور شرک و نافرمانی پر رہے۔ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ تو مین خوف کرتا ہون
تمپر عذاب یوم کبیر کا۔ وہ یوم القیامۃ ہی اور اسکو کبیر اسلیے کہا کہ اسدن بڑے بڑے ہولناک وقائع پیش آئینگے اور بعض نے کہا
کہ کبیر کا لفظ صفت عذاب ہی یعنے عذاب کبیر اور اسکو جر بسبب جوار یوم کے ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفرون سے یہ ضرور
نہین کہ خواہ مخواہ دنیا مین عقاب ہو اور ظاہر احق یہ ہی کہ رسول کے موجود ہوتے پر جو اسکو ایذا دیں انہ مانین وہ دنیاوی
عذاب مین بھی پکڑے جاوینگے اور بعد رسول کے دنیاوی عقاب ضرور نہین ہی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک عذاب
یوم کبیر سے سختیون کے ایام مراد ہین چنانچہ قریش کے لوگ اعراض کرنے سے قحط مین گرفتار ہوکر آخر مردار اور ہڈی کھانے لگے تھے
جبکہ آنحضرت صلعم نے بددعا فرمائی تھی کہ پروردگار انکو ہفت سالہ قحط مین مانند قحط زمانہ یوسف کے گرفتار دے۔ پھر متنبہ کیا
کہ عذاب سے بےخوف ہونے کی کوئی وجہ نہین ہی لقولہ۔ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ اللہ تعم ہی کیطرف تمہارا مرجع ہی یعنی اسدن رجوع
ہی۔ مرجع بمعنی رجوع۔ قال البیضاوی رح وہ شاذ از قیاس ہی۔ بالجملہ جسنے پیدا کیا اُسی کی طرف تمہارا رجوع ہی وَهُوَ عَلَىٰ

کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہی پس تمکو سخت عذاب دینے پر قادر ہی پس منھ موڑنے اور اسکی عبادت و اس سے
استغفار و اسکی طرف توبہ کرنے سے اعراض کرنے سے باز رہو خصوص جبکہ طاعت اسکی موجب فلاح دارین ہی فــ فی العرائس
قولہ سورہ ہود- بسم اللہ الرحمن الرحیم- الٓرٰ الف اشارہ جمیع ادائلات کا جو الوہیت کے لیے سوابق ازل مین جاری ہوئے
لام اشارہ جمیع لوازمات عبودیت کا کہ جسکے احکام ازل مین اہل عبودیت پر واجب ہوئے- را امر اشارہ راحات مشاہدہ ذات و
صفات برائے ارواح و اشباح ہی- قولہ کتاب احکمت آیاتہ- جو آیات و اخبار کتاب عزیز مین مقام ذات و صفات سے ہین حدوث
سے بالکل پاک ہین کیونکہ اصل صفت قدیم ہین اور قدم مین کوئی تغیر و تبدل نہین ہی- قولہ ثم فصلت- یعنی بیان کی گئین یہ آیات واسطے
ارواح عارفین و قلوب شائقین کے کہ انکے مقامات و حقائق کیونکر ہین پس اہل مشاہدہ و مکاشفہ کے لیے یہ آیتین معرفت ذات
و صفات ہین انکو پہچنواتے ہین کہ احکام ربوبیت و عبودیت کیونکر ہین تاکہ وے لوگ ان آیات کے انوار شہود سے انوار حق کے شہود
مین حاضر ہون اور جان لین کہ جو احکام غیب جاری ہوتے ہین وہ تقدیری ہین- قولہ من لدن حکیم خبیر- یہ کلام ازلی محکم ہی صفات
عرفان کا حکم ایسے خبیر کی طرف سے ہی جو انکی استعداد سے آگاہ اور عبودیت کے ساتھ محبت سے قبول کرنے مین خبردار ہی- بعض نے
کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی عارفون کے دلون مین- ثم فصلت- یعنی عمل کرنے والون کے بدنون پر اسکے احکام عملی مفصل بیان ہوئے
بعض نے کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی بکرامات- ثم فصلت- یعنی بہ بینات- شیخ استاد رح نے کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی اسکی
آیتین تغیر و تبدل سے محفوظ کی گئین- ثم فصلت یعنی نعوت حق تعالے از جلال صمدیت وغیرہ اوصاف پاک اور لوازم عبودیت
کہ جو مخلوق پر لازم ہین- پھر ان اوصاف سے متصف کتاب نازل فرمانے کا سبب بیان کیا کہ بندے اپنے مولیٰ ہی کے بندے
ہون کیونکہ مولی عز و جل و اسکے بندون مین حکم ربوبیت و عبودیت واجب اور محبت در اصل ہی بقولہ تعالیٰ الا تعبدوا الا اللہ- یعنی
عبادت الٰہی مین جو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی اسکی طرف اخلاص کرین اور کسی امر کی طرف التفات نہ کرین- قولہ انی لکم منہ نذیر و بشیر
بیان فرمایا کہ رسول علیہ السلام عظائم قہر الٰہی سے ڈرانے والا اور لطائف وصال سے خوشخبری سنانے والا ہی- استاد رح نے کہا
کہ نذیر باین معنی کہ اللہ تعالیٰ سے فرقت کے عذاب مین پڑوگے اور بشیر بدوام وصال ہی- قلت- قولہ تعالیٰ کلا انہم عن ربھم یومئذ لمحجوبون
قولہ لا ینظر الیہم الآیۃ مفید مین کہ فرقت ہی مستوجب جملہ عذاب جہنم وغیرہ ہی- پھر حکم کیا کہ اسکے مشاہدہ کی طرف افتقار چاہین اور اسکے
وصل کی نوید پر فخر سے جان فدا کرین اور اسکے طلب مین ملاحظہ غیر سے استغفار کرین اور اسکے قہر سے اسکے لطف کی طرف رجوع لاوین
توبہ کرین اور اپنے نفوس و ہوا و ہوس سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی مراد اور اسکے حکم کی متابعت پر مستقیم ہون بقولہ وان استغفروا ربکم ثم توبوا
الیہ- ہر ایک کا استغفار جدا جدا ہی گنہگار تو جرم سے توبہ کرتے ہین اور متقی لوگ اپنی عبادت کو ناقص دیکھکر اسی سے استغفار کرتے ہین
اور عارف لوگ اپنے اسرار کے جرم سے استغفار کرین اور غیر کی طرف التفات نظر سے توبہ کرکے اسی کی طلب انوار مین رجوع لاوین
استغفار کو توبہ پر مقدم کیا اس لیے کہ استغفار تقدیس ہی اور توبہ تخلیص ہی استغفار تو لغزش سے ہوتا ہی اور توبہ غفلت سے ہوتی ہی
سہل بن عبداللہ رح سے پوچھا گیا کہ استغفار کیا ہی فرمایا کہ پہلے فرمان قبول کرنے پر آمادہ ہونا پھر گڑگڑا کر جھک پڑنا پھر توبہ کرنا پھر مغفرت
مانگنا- اور استغفار تو ظاہر سے ہی اور گڑگڑا کر جھکنا قلب سے ہی اور توبہ ہمیشہ مغفرت مانگنا اور اسی مین قصور سے استغفار ہی- بعض نے
کہا کہ قولہ استغفروا ربکم- یعنی ہر دعوی سے اور- توبوا الیہ- یعنی مذموم خطرات سے- شیخ یوسف رح نے کہا کہ عوام کا استغفار اپنے گناہون سے

ہے اور خواص کا استغفار اپنے افعال دیکھنے سے نہ دیدار منت وفضل سے یعنی افعال اسی کا احسان واسی کی طرف سے ہے تو التفات
سے استغفار کرتے ہیں یا یہ مراد ہے کہ افعال کو کچھ عمل کرنے والا دیکھکر استغفار کرتے ہیں کیونکہ مدار درحقیقت اسی کے فضل ومنت
پر ہے واللہ اعلم اور جو سب سے خاص لوگ ہیں وہ سوائے حق کے ہر چیز کے دیکھنے سے استغفار کرتے ہیں۔ شیخ نے لکھا کہ جب میں تفسیر میں
یہاں پہونچا تو میرے بعضے مصاحبوں نے عارفین کے حقائق استغفار کو پوچھا تو میں نے کہا کہ عارفین اس امر سے استغفار کرتے ہیں
کہ حق کے ساتھ انکا کوئی وجود ہوا اور اس امر سے کہ معرفت میں انسے حضرت حق تعالیٰ کی صفات کی حقیقت پہچانتے ہیں تاکہ تحقیقی
عبودیت سے عبادت ممکن ہو تقصیر دیکھکر استغفار کرتے ہیں اگرچہ ساحت قدم میں حدوث کو کوئی مجال نہیں ہے اور اس امر سے استغفار کرتے
ہیں کہ مقام صحو میں سکر میں انسے دعوی انانیت سرزد ہوا اور اس امر سے کہ مشاہدۂ ربوبیت میں عین عبودیت کا غاشیہ اٹھائے ہوئے
ہیں چنانچہ تو آنحضرت صلعم کے قول پاک کو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ یعنی میرے دل
پر غین لایا جاتا ہے اور میں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ آنحضرت صلعم کے وجوہ استغفار کے منجملہ اس مقام پر یہ ہے کہ
وجود حق میں اپنے وجود کو دیکھنے سے اور مشاہدہ صرف وحدانیت میں مشاہدہ التباس دیکھنے سے اور دیدار ازلیت کے بعد خطرہ انانیت
سے استغفار کرتے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بندے جب ماسوائے حق سے فرار کر حق تعالیٰ ہی کیطرف رجوع لادیں تو وہ انکو لقاء ووصال
و فرحت کا بدلا عمدہ عطا فرماویگا بقولہ تعالیٰ یمتعکم متاعا حسنا۔ سب سے زیادہ متاع خوب یہ ہے کہ ہمیشہ انوار مواجید وصفائے احوال میں اور
روشنی ذکر اور حلاوت فکر میں اور نزول حقائق کشف ولطائف معارف میں رہے اور رضوان الٰہی ومشاہدہ سے تمام فرحت میں
پاکیزہ زندگی بسر کرے کقولہ تعالیٰ لنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ۔ اور کیا خوب کہا ۔ منائی من الدنیا لقاءک مرۃ + فان نلتہا استوفیت کل
منائیا + میری الٰہی تمنا دنیا میں سے ایکمرتبہ تیرا دیدار ہے اگر مل جاوے تو مجھے بھرپور میری مراد مل گئی۔ قولہ تعالیٰ۔ ویؤت کل ذی فضل فضلہ
پس فضل مشاہدہ اسکو جسکو معرفت میں فضل ہے اور فضل وصال جسکو فضل شوق جمال ہے اور فضل کرامات جسکو فضل عبادات میں اور فضل
تحقیق جسکو فضل توفیق ہے اور فضل کفایت اسپر جسپر فضل عنایت ازلی ہے اور منجملہ فضل کے ہے کہ بندہ اگلے گناہوں پر نادم ہوا اور اپنی
لغزشوں سے استغفار وتوبہ کرے اور دل سے خالق کیطرف رجوع لاوے۔ پھر جسکو یاد الٰہی کی توفیق ہے اسکو طمانینت قلب کا فضل
ملتا ہے اور خلق کو فراموش کرنے سے دیدار احسان حق کو دیکھتا ہے اور یہ بھی فضل ہے کہ نسیم وصال سے حیات میں موانست ولذت حاصل
رہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا۔ یعنی پاکیزگی نفس ووسعت رزق وامر مقدر پر رضامندی۔ قلت قول حسن۔ اور سہل رح
نے کہا کہ وہ ترک کرنا مخلوق کو اور متوجہ ہو جانا خالق عزوجل کیطرف ہے۔ ابو الحسن الوراق رح نے کہا کہ وہ نصیب ہو جانا اچھے فقراء
عارفین کا ساتھ ہے جنید رح نے کہا کہ بندوں کے لیے اس سے بہتر کچھ نہیں کہ حقیقت سے لزوم پاویں اور اپنے سر باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ
محفوظ رکھیں حسین رح نے کہا کہ وہ رضامندی اس امر پر جو میسر آوے اور صبر اس امر پر جو مقدر پیش آوے۔ واسطی رح نے کہا بڑا فضل والا
وہ بندہ ہے جسکو استغفار وتوبہ کے بعد یہ نصیب ہوا کہ دل سے اللہ تعالیٰ کیطرف جھکا رہے اور ہمیشہ خشوع کے ساتھ اپنے باطن کو جھکائے رکھے
نصرآبادی رح نے کہا کہ جسنے فقط فضل پر نظر رکھی وہ فضل دینے والے کو دیکھنے سے ویسا ہی محروم رہجاتا ہے جیسے احسان کو دیکھنے والا محسن کے
دیکھنے سے غافل ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ہر فضل والے کو اسکا فضل ملنا یہ کہ قرب ودرجات میں سے ہر ایک جسکا مستحق ہے پاویگا۔ جوزجانی رح
نے کہا کہ جسکے لیے فضل مقدر ہوا وہ پیدا ہو کر اس فضل کو بفضل الٰہی پاویگا۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ قولہ یؤت کل ذی فضل فضلہ۔ یعنی جسے

اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھا وہ اپنی مراد کو پہونچیگا۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض تفاسیر انہین سے مبنی بر احوال ہین اور ایک کے لیے محمل صحیح ہی اور آیت کریمہ ان سب کو شامل و محتمل ہی کیونکہ نفضل عام ہی اور ہر ایک فعل کے لیے مراتب ہین واللہ اعلم۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

سنتا ہی وہ دوہرے کرتے ہین اپنے سینے کہ پردہ کرین اُس سے سنتا ہی جسوقت اوڑھتے ہین اپنے کپڑے وہ جانتا ہی

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

جو چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین وہ جاننے والا ہی جیون کی بات

آیت کی شان نزول مین مفسرین کے اقوال ہین مفسر رح نے لکھا کہ نزول اسکا اس شخص کے حق مین ہی جو پیخانہ پیشاب پھرتے وقت یا جماع کرتے وقت حیا کرتا کہ فرج کا وصول بجانب آسمان ہو۔ کما رواہ البخاری عن ابن عباس رض یعنی ایسے وقت مین وہ اپنا سینہ موڑتا اور اپنے آپ کو کپڑون سے خوب ڈھانکتا کہ مخفی ہو۔ اور مفسر رح نے کہا کہ بعض قول مین اسکا نزول منافقون کے حق مین ہی قال فی الکمالین بعض منافقین تھے کہ جب آنحضرت صلعم حکم دیتے تو وہ اپنی پیٹھ موڑتا اور سر آگے ڈالتا اور منھ ڈھانپ لیتا تاکہ آنحضرت صلعم اسکو نہ دیکھین رواہ ابن جریر عن عبداللہ بن شداد بن الهاد۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس قول مین نظر ہی کیونکہ آیت تو بالاتفاق مکیہ ہی اور نفاق کا پیدا ہونا مدینہ سے شروع ہوا اور کمالین مین اسکا جواب دیا کہ اخنس بن شریق حلیف بنی زہرہ مکہ مین منافق تھا۔ ابن کثیر رح نے بعد روایات بخاری از ابن عباس لکھا کہ حضرت ابن عباس رض سے دوسری روایت مین اس آیت کی تفسیر مین آیا کہ مراد اس سے شک کرنا اللہ تعالے کے وجود مین اور گناہ کا مرتکب ہونا۔ ایسا ہی مجاہد و حسن وجز ہم سے مروی ہی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ مقصود یہ کہ قول بد و عمل بد کے وقت سینہ موڑتے کہ اللہ تعالے کو آگاہی نہوگی۔ مترجم کہتا ہی کہ اولی یہ ہی کہ آیت کریمہ اپنے ماسبق سے مربوط رکھی جائے جیسے بیضاوی رح وغیرہ نے کیا ہی اور جو اسباب نزول ہین وہ سب اس ربط ماسبق مین شامل ہین حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے اب آگاہ فرمایا کہ سابق مین جو انذار و بشارت مذکور ہوے وہ انمین کارگر نہین ہوے اور نہ انکے دل نرم ہوے بلکہ وے عناد و کفر پر مصر رہے اسیواسطے حرف تنبیہ سے تعجب کیواسطے مصدر فرمایا بقولہ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ الا حرف تنبیہ تاکہ ہر مومن عاقل اپنے خالق سے معرفت والا انکی جہالت سے متنبہ ہوکر تعجب کرے کہ کسقدر اپنے رب سے جاہل ہین۔ یثنون از ثنی یقال ثنی صدرہ عن الشی جبکہ اس شے سے اپنا سینہ مزور و منحرف کرے پس کنایہ ہی اعراض سے قال البیضاوی ای یثنونها عن الحق وینحرفون عنہ۔ یعنی خبردار ہوکہ بے شک وے لوگ منحرف کرتے ہین اپنے سینے حق سے یعنی حق سے منحرف ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ ثنی بمعنی عطف ہی یعنی پیچ در پیچ بنا لینے اپنے سینون کو بل دیتے ہین اور اسکی تہ مین کفر و عداوت الرسول صلعم پیچ دیتے ہین اسطرح کہ یہ سب بد اعمال انکے سینون مین چھپکر مخفی رہین جیسے کپڑے کی تہ مین چیز پوشیدہ رہتی ہی چنانچہ منافقین کہا کرتے کہ جب ہم نے اپنے دروازے بند کر لیے اور کپڑون سے اپنے آپ کو لپیٹ کر ڈھانپ لیا اور محمد صلعم کی عداوت پر ہم نے اپنے سینے پیچ دیے تو ہم سے کون آگاہ ہوگا۔ قال البیضاوی رح یا معنی یہ ہین کہ پیچ دیتے ہین اپنے سینون کو کفر و عداوت الرسول صلعم پر۔ قال البیضاوی رح ایک قراءۃ مین یثنونی صدورہم بیاء تحتیہ و بتاء فوقیہ آیا ہی اور یہ افعوعل سبالغہ ہی یعنے اثنونی یثنونی سے ہی۔ واضح ہو کہ وجہ دوم اولی ہی یعنی کپڑے کی تہ کی طرح اپنے

سینون کو عطف کرتے ہین۔ **لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ** تاکہ چھپاوین اللہ تعالے سے یعنی اپنے اسرار کو اپنے زعم مین اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ کرنے کو اسطرح عطف کرتے۔ پھر کلمہ تنبیہ کو مکرر کیا اسوقت کے بیان کے لیے جب شئی صدور کرتے تھے اور فرمایا **أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ** خبردار ہو جسوقت ڈھانکتے ہین اپنے کپڑے۔ ابن عباسؓ نے کہا یستغشون اے یغطون رؤسھم یعنی جب اپنے سرون کو ڈھانپتے ہین۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو حقیقت پر محمول کیا یعنی خبردار ہو جبکہ بستر پر آتے اور لپیٹتے آپ کو کپڑون سے ڈھانپتے ہین۔ اور برگذرا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد اس سے شک فی اللہ وعمل سیأت ہے اور ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم نے کہا یعنی جب کوئی معصیت کا قول کہتے یا فعل کرتے تو وے اپنے سینون کو پیچ دیتے اور گمان کرتے کہ اس سے ہم یہ بات اللہ تعالیٰ سے چھپا لینگے۔ پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خبردار جب وے تاریک رات مین اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانک لیتے ہین **يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ** اللہ تعالے جانتا ہے جو وے پوشیدہ کرتے ہین یعنی اپنے دلون مین۔ **وَمَا يُعْلِنُونَ** اور جو اعلان کرتے ہین یعنی زبانون و منھون سے حاصل یہ کہ علم الٰہی تعالے انکے سر و علانیہ سب کو یکسان محیط ہے اسپر کوئی چیز مخفی نہین ہو سکتی ہے۔ **إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** وہ بے شک خوب جانتا ہے ذات الصدور کو۔ یعنی اسرار ذات الصدور کو یا دلون و انکے احوال کو پس حاصل یہ ہے کہ کفار اپنے خالق کو پہچانین کہ وہ انکے پوشیدہ و علانیہ سے یکسان آگاہ ہے کوئی امر اس سے پوشیدہ نہین پس کفر وغیرہ پر اصرار نہ کرین اور علیٰ ہذا جو کوئی منافق ہے اپنے نفاق کو کبھی مخفی نہین کر سکتا۔ اور اسی سے یہ احکام نکلے کہ بندہ ہردم اپنے خالق پاک عز وجل کے علم مین ہے وہ اسکو خوب دیکھتا و جانتا ہے پس جو امور اس نے مانند پیخانہ و پیشاب کے یا جماع حلال کے جائز کیے ہین انکو کرے اور اگر کسی طرح چاہے کہ مین پوشیدہ رکھون تو معرفت سے محض بعید ہے کیونکہ خالق عز وجل کے علم محیط سے خارج نہین ہو سکتا۔ فافہم واللہ تعالے اعلم **ف** عرائس مین حضرت قولہ تعالے یعلم مایسرون ومایعلنون کے معانی شاملہ کے اشارات مین لکھا کہ خطرات کو جانتا و علانیہ نظر کو جانتا ہے اسکے دیکھنے و جاننے مین دونون حال مین کچھ فرق نہین ہے۔ قلب کا ذکر جانتا اور علانیہ اخبار غیب جانتا ہے۔ حالات اسرار کو اور علانیہ معاملات کو یکسان جانتا ہے اللہ تعالے نے قلوب صدیقین کو اپنے انوار جلال سے پرتو دیا ہے لہذا خلائق کے دلون مین جو مضمر ہوتا و جو خطرات آتے ہین وے اپنے قلوب کے ابصار سے جو پرتو نور جلال ہے ایسا ہی دیکھتے ہین جیسے ظاہری آنکھ سے ظاہری امر کو دیکھتے ہین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا۔ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اتقوا فراسۃ المؤمن الحدیث یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ **فارس** رح نے کہا کہ تم جو اپنے احوال پوشیدہ رکھو وہ ویسا ہی جانتا ہے جیسے علانیہ افعال کرتے ہو وہ تو تم کو پیدا کرنے و ایجاد کرنے سے پہلے تم سے خوب آگاہ تھا۔ **فارس** رح نے کہا کہ حرکات تو جوارح پر ہین اور مشاہدہ اسرار پر ہے۔ بعض نے کہا کہ او تعالے خوب علیم ہے جو پوشیدہ کرین اخلاص سے اور جو علانیہ کرین عبادات سے۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے محیط علم کو اور اپنی تمام مخلوق کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

تم الجزء الحادی عشر ویتلوہ الجزء الثانی عشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مفسّر

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۱

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور